اُردو فنِ تحقیق پر مطبوعہ مواد کا
تحقیقی و توضیحی جائزہ

(مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی، اردو)

مقالہ نگار

مُظہر شاہ

نگرانِ مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید

شعبۂ لسانیات قرطبہ

یونیورسٹی، پشاور

شعبۂ لسانیات

قرطبہ یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان / پشاور

۲۰۰۹ء

بسمِ اللہ الرحمٰن الرحیم

(تصدیق نامہ نگرانِ مقالہ)

ترتیبِ ابواب

حرفِ آغاز

(۱)

الحمد للہ !۔۔تحقیق کے حوالے سے یہ مقالہ آج مکمل ہو رہا ہے۔میرے لیے یہ امر خوشی کا باعث ہے کہ وہ کام جس سے میں گذشتہ دو تین سالوں سے وابستہ ہوں ،ایک ذہنی اور تخیلی صورت (in organic form) سے ٹھوس اور واضح شکل(organic form) میں سامنے آرہا ہے۔

مطبوعہ کُتبِ تحقیق کے علاوہ تحقیقی رسائل وجرائد میں بکھرا ہوا بہت سا مواد جو گذشتہ نصف صدی سے زائد عرصے میں شائع ہُوا اُن کی تلاش ،جمع آوری اور اس پورے ماحول کا توضیحی جائزہ ایک پھیلا ہوا کام تھا لیکن جیسے جیسے اس کام سے میرا ذہنی اِنسلاک بڑھتا گیا اس کام میں دلچسپی پیدا ہوتی گئی ۔

یہ مقالہ موجودہ صورت میں سات ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب تحقیق اور اصولِ تحقیق کے حوالے سے تمہیدی مباحث پر مشتمل ہے اِس میں تحقیق کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم کے ساتھ ساتھ ادبی تحقیق کے بنیادی اور ضروری نکات شامل ہیں ۔ان نکات میں اس دائرہ کار اور طریقِ عمل کی نشاندہی کی گئی ہے جو ادبی تحقیق کے لیے ضروری ہیں ،اور جس پر کم وبیش تمام محققین نے اپنے اپنے انداز میں گفتگو کی ہے۔تحقیق کے لوازمات ، اُصول اور رسمیات کے علاوہ اصولِ تحقیق کی روایت کا ایک اجمالی جائزہ بھی اس باب کا موضوع ہے۔

دوسرے باب سے پانچویں باب تک میں تاریخی ترتیب سے اُن کُتب کا جائزہ لیا گیا ہے جو اُردو میں ادبی تحقیق کے حوالے سے دستیاب ہوئیں ۔ان ابواب میں ایک حوالے سے اردو میں فنِ تحقیق کے اِرتقائی سفر کے ان اہم سنگ ہائے میل کا جائزہ لیا گیا ہے جو مطبوعہ کتابوں کی صورت میں مرتّب ہوا ۔اِن ابواب میں اُن ساری اہم کتابوں کے تذکار کے ساتھ اُن کے جداگانہ خصائص کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے ۔

مقالے کے چھٹے باب میں اُصولِ تحقیق سے متعلق اُن متفرق کُتب کو اختصار کے ساتھ زیرِ بحث لایا

گیا ہے جو اُردو ادب کی بجائے سماجی علوم ،ابلاغیات ، لائبریری سائنس، تعلیم یا اسلامی علوم سے متعلق ہیں ۔ان کتابوں میں زیادہ تر مواد تعلیمی تحقیق سے متعلق ہے اور اُن میں زیادہ کی نوعیت گائیڈ نما ہیں ۔یہ کتابیں اردو تحقیق میں زیادہ معاونت نہیں کرتیں ۔

کتاب کا آخری باب مطبوعہ کُتب کے علاوہ اُن مضامین کے حوالے سے ہے جن کا موضوعِ تحقیق خصوصاً ادبی تحقیق ہے ۔ان مضامین میں چند ایک اختصار کے باوجود بہت اہم مواد کے حامل ہیں اور اُن میں کچھ ایسے ضروری نکات بھی شامل ہیں جن پر باقاعدہ تحقیقی کتابوں کی بنیاد استوار کی جا سکتی ہے ۔

مقالے کے آخر میں اُن کتابیات کا ذکر ہے جن سے اِس مقالے میں استفادہ کیا گیا ہے اور جن کی تلاش وجستجو اور توضیح ہی دراصل اس مقالے کا بنیادی مقصد بھی تھا۔ان میں کُتبِ حوالہ اور کُتبِ تحقیق کے علاوہ رسائل وجرائد اور دیگر کتابوں میں اشاعت پذیر مضامین کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہیں ۔

واضح رہے کہ یہ مقالہ فنِ تحقیق کے حوالے سے مطبوعہ مواد کا توضیحی جائزہ ہے، تنقیدی نہیں ۔تاہم کہیں کہیں بعض کاموں کے حوالے سے ایک دو تنقیدی جملوں میں اُن کی نوعیت اور معیار کی نشاندہی کر دی گئی ہے ۔بحیثیتِ مجموعی یہ کام توضیحی جائزے پر مشتمل ہے ۔

(۲)

اس مقالے کا عنوان پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوروی نے تجویز کیا۔کلوروی (مرحوم) کا کردار اس مقالے کی تکمیل میں سب سے اہم رہا ہے، خاص طور پر مواد کی فراہمی میں انہوں ہندوستان تک سے کئی اہم کتابیں فراہم کیں ۔اس سارے کام کی رہنمائی میرے نگرانِ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید نے کی ۔ڈاکٹر ریاض مجید نے کتاب وار جائزوں اور کئی مقامات کی افہام وتفہیم کے سلسلے میں مجھے بہت وقت دیا۔ مجھے خوشی ہے کہ مجھے ان کی نگرانی میں کام کرنے کا موقع ملا ۔میں نے مقالے میں رہنمائی کے علاوہ اُن کی شخصیت سے بہت کچھ سیکھا ۔

اس تحقیق کے مختلف مراحل پر ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان اور پروفیسر ڈاکٹر احسان الحق نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا، میں ان سب کا ممنون ہوں ۔میں قرطبہ یونیورسٹی کے پریزیڈنٹ جناب عبدالعزیز نیازی، ہمارے شعبے کے ڈین پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم اور رجسٹرار قرطبہ یونیورسٹی ڈاکٹر قادر بخش بلوچ کا بھی ممنون ہوں جن کی تاکید، توجہ اور ملاقاتوں سے مجھے تحریک ملتی رہی

اور یہ کام ممکن ہوا۔قرطبہ یونیورسٹی کے دیگر معاونین بھی مجھ سے خندہ پیشانی سے ملتے رہے اور تعاون کرتے رہے اُن کا شکریہ بھی مجھ پر لازم ہے۔

اِس جائزے کے سلسلے میں مَیں جن ادبی شخصیات سے مِلا اُن میں پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل، پروفیسر ڈاکٹر رشید امجد، پروفیسر ڈاکٹر عبدالعزیز ساحؔر، ڈاکٹر گوہر نوشاہی، پروفیسر امجد اقبال اور ڈاکٹر عابد سیال کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے جنہوں نے بعض ضروری مواد کی فراہمی کے ساتھ ساتھ مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر نذیر تبسم، پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شاہجہان، پروفیسر بادشاہ منیر بخاری، پروفیسر سُہیل احمد اور ڈاکٹر سلمان علی کا بھی میں شکرگذار رہوں جن کا تعاون مجھے حاصل رہا۔

میں اپنے تمام کلاس فیلوز اور اپنے کالج کے تمام ساتھیوں کا بھی شکریہ لازمی سمجھتا ہوں جو میرے کام میں دلچسپی لیتے رہے اور مجھے تحریک دیتے رہے۔میں اپنے بعض دوستوں محمد رحمان، ذاکر احمد، قائد الاسلام، بہار علی، رفاقت علی اور اپنے کزن عارف اللہ کا بھی مشکور رہوں جن کے تعاون کے بغیر یہ کام مشکل ہوتا۔خاص طور پر محمد رحمان نے میری ہر آواز پر لبیک کہا اور سفروحضر میں میرے ساتھ رہے۔مختلف لائبریریوں کے اربابِ اختیار نے اِس تمام کام کے دوران میں میری بے لوث مدد کی ہے میں اُن کا بھی ممنون ہوں۔

اپنے احباب اور اہلِ خانہ، خاص طور پر میرے والدین کے لیے دلی دعائیں کہ اُنہوں نے ان دو تین سالوں کے دوران میں میرے لیے کئی مشکل مرحلوں پر آسانیاں پیدا کیں اور میرا حوصلہ بڑھایا۔میرے خاندان کے جو دیگر افراد میرے کام میں معاون اور میرے لیے دعا گو رہے وہ بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں۔

فارسی کا مشہور مصرع ہے ، ؎ **کارِ دنیا کَسے تمام نہ کرد**

تنقیدی و تحقیقی کاموں میں بھی کبھی تکمیل کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا، میرا کام بھی فنِ تحقیق کے حوالہ جاتی سرمایے کے توضیحی جائزے کے حوالے سے ایک کوشش ہے ---میری ایک مقدور بھر کوشش---آنے والے سالوں میں جب اصولِ تحقیق کے حوالے سے کُتب کی اشاعت میں اضافہ ہوگا اور جدید سائنٹفک انداز میں ادبی تحقیق کے مختلف گوشوں پر بہتر انداز میں تخمینے اور جانچ پڑتال کا عمل

شروع ہوگا، تو مجھے یقین ہے کہ موجودہ جائزے سے کہیں بہتر جائزے سامنے آئیں گے۔ سر دست مجھے یہ خوشی بہت ہے کہ اُردو ادب کے تحقیقی تناظر میں کیے جانے والے کام میں میری یہ حقیر سی کوشش بھی ایک اوّلین پیش رفت کی حیثیت سے یاد رکھی جائے گی۔

مطہر شاہ
۱۴ اگست ۲۰۰۹ء

باب اوّل:

اُردو فنِ تحقیق کی روایت

(تمہیدی مباحث)

☆۔ تحقیق کیا ہے؟۔ ☆۔ ادبی تحقیق۔ ☆۔ تحقیق کے مقاصد۔ ☆۔ تحقیق کی قسمیں۔ ☆۔ جدید سائنٹفک تحقیق۔ ☆۔ محقق کے اوصاف ☆۔ تحقیق کے مراحل۔ ☆۔ تدوینِ متن۔ ☆۔ اُردو ادبی تحقیق کی روایت۔ ☆۔ اُردو میں فنِ تحقیق کی روایت۔

شعروادب کے وجود کا جائزہ کئی حوالوں سے لیا جاتا رہا ہے۔یہ سارے حوالے اپنے مخصوص مفاہیم میں اپنی اپنی جگہ پر ایک جداگانہ اعتبار اور مقام رکھتے ہیں ۔ ذیل میں ہم شعروادب کے انہی مختلف حوالوں کا ذکر کریں گے۔

۱۔ تخلیق

۲۔ تنقید

۳۔ تحقیق

۴۔ تدوین

۵۔ ترتیب،وغیرہ۔

شعروادب کوعدم سے وجود میں لانا تخلیقی عمل کہلاتا ہے۔اس عمل میں فنکار ایک ایسے تجربے سے گزرتا ہے جس میں وہ اپنے خیالات، تجربات ، مشاہدات اور واردات کوالفاظ کا جامہ پہناتا ہے۔الفاظ کا یہ جامہ عام بول چال سے نہ صرف مختلف ہوتا ہے بلکہ ذرا اہم اور رپہلو دار ہوتا ہے۔اسی لیے ادب کو زندگی کے فنکارانہ اظہار کا نام دیا جاتا ہے۔اس اظہار میں کوئی ادیب یا شاعر کسی خاص صنف میں اپنے خیال کو پروتا ہے۔یہ صنف ناول،افسانہ، نظم،غزل، رباعی کوئی بھی ہوسکتی ہے۔خیال کولفظوں میں ڈھالنے کے تجربے کوادب کی تخلیق کا تجربہ کہتے ہیں۔

تنقید کسی تخلیقی فن پارے پر اس انداز میں گفتگو کرنا ہے جس سے اس کے محاسن واضح ہو جائیں ۔اوراگر اس کے اندر کوئی خامی موجود ہے تو اس کی نشاندہی ہوجائے ۔یوں تنقیدی عمل تخلیقی تجربے کے بعد اس کے جائزے کا نام ہے۔

تحقیق، جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے،تخلیقی محرکات سے تخلیقی فن پاروں تک اس زاویہ نظر کا نام ہے جس میں حقائق تلاش کیے جائیں اور ہرممکن طریقے پر تخلیقی اور تنقیدی مآخذات کی سچائی تک پہنچنے کے لیے سائنٹیفک بنیادوں پر کام کیا جائے۔

تدوین کا عمل موجود تحریروں ،فن پاروں یا متنوں کو سائنٹیفک حوالے سے جمع کرنے کا نام ہے۔ یہ بھی اپنے انداز میں تحقیق سے ملتا جلتا عمل ہے اور اس کی ادبی حیثیت بھی مسلم ہے۔

ترتیب کا عمل منتخبات اور انتخابات کے حوالے سے ہے۔ اس میں کسی خاص موضوع ،زمانے یا گروہ کے حوالے سے تخلیق شدہ چیزوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اور انھیں ایک خاص انداز میں مرتب کیا جاتا ہے۔

شعر و ادب سے متعلقہ یہ تمام امور و مسائل الگ الگ ہوتے ہوئے بھی بہت سا اشتراک رکھتے ہیں۔ عام طور پر بعض ادبی مسائل کی تفہیم کے لیے انھیں تجزیاتی مطالعات میں الگ الگ کر کے دیکھا جاتا ہے۔ ورنہ ایک خاص حوالے سے یہ تمام سلسلے نمایاں حد تک اشتراک کے مظہر ہیں۔ مذکورہ بالا روایتوں کو واضح کرنے کے لیے ہم کچھ مثالیں دیتے ہیں۔

تخلیقی انداز کی مثالیں جیسے ''کلیاتِ میر''، ''دیوانِ غالب''، ''بالِ جبریل''، وغیرہ وغیرہ۔ یہ تینوں کتابیں بالترتیب میر تقی میرؔ، مرزا غالبؔ اور علامہ اقبالؒ کی جگر کاوی کا نتیجہ ہیں۔ اور شعری تخلیقات کے زمرہ میں آتی ہیں۔ نثر میں میر امن کی ''باغ و بہار''، مولانا حالیؒ کی ''یادگارِ غالب''، مولانا شبلیؒ کی ''سیرت النبیﷺ'' وغیرہ شامل ہیں۔

تنقیدی کتابوں میں ''مقدمہ شعر و شاعری''، ''سخندانِ فارس''، ''اشاراتِ تنقید''، اور ''اصولِ انتقادِ ادبیات'' وغیرہ۔ تحقیقی کتابوں میں ڈاکٹر محی الدین زور کی ''ہندوستانی لسانیات''، مولوی عبدالحق کی ''اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام'' اور حافظ محمود شیرانی کی کتاب ''پنجاب میں اردو'' وغیرہ۔ تدوینِ متن میں ''گنج خوبی'' مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، ''کربل کتھا'' مرتبہ مالک رام و ڈاکٹر مختار الدین، ''نوطرزِ مرصع'' مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی وغیرہ۔ اور انتخابات میں حافظ محمود شیرانی کی مرتبہ ''سرمایۂ اردو'' اور مولوی عبدالحق کی مرتبہ ''انتخاب کلامِ میر'' وغیرہ شامل ہیں۔

تذکرہ نگاری کا عمل کم و بیش ان تمام ادبی رویّوں کو محیط ہے۔ اس میں تخلیقی ادب ،تنقید ،تحقیق اور تدوینی ادب تک کئی رجحانات واضح طور پر ملتے ہیں۔

اس سرسری سے تعارف کے بعد جب ہم اپنے مرکزی موضوع کی طرف آتے ہیں تو شعر و ادب کے تجزیاتی مطالعات میں تحقیق ایک نمایاں اور منفرد رویّے کے طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔

تحقیق کا لفظ عربی زبان میں حق کی دریافت اور تلاش کے مفہوم میں آتا ہے۔ تحقیق کا عمل اگرچہ ادب میں

کم کم ظاہر ہوتا ہے، تاہم یہ اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے ایک اہم عمل ہے،اور ادبی میلانات ،رجحانات، شخصیات اور کتابوں کی حقیقی قدر و قیمت اور اعتبار کو جانچنے کے لیے ایک ناگزیر عمل ہے۔ ہمارے مقالے کا موضوع ادبی تحقیق کے اُمور و مسائل پر لکھے گئے مواد کے تحقیق اور توضیحی جائزے پر مشتمل ہے، تاہم با قاعدہ توضیح کے سلسلے میں تحقیق اور اس کے بعض اہم متعلقات سے واقفیت ضروری ہے۔

تحقیق کیا ہے۔

لفظ ''تحقیق'' عربی زبان کا مصدر ہے جس کا مادہ 'حقّق ، یُحقّق ، تحْقِیقاً' سے ماخوذ ہے جو باطل کی ضد ہے۔حق کا مطلب' ثابت کرنا،ثبوت فراہم کرنا ہے،اس کی جمع حقوق' اور حقاٰق' آتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے'' **ولا تلبسوالحقّ بالباطل**''(۱) یعنی حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔عربی کی مشہور لغت ''لسان العرب'' کے مؤلف ابنِ منظور الافریقی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

> ''حق باطل کی ضد ہے اور اس کی جمع حقوق آتی ہے،ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حق سے مراد نبی اکرمؐ کی بات ہے جو کہ حق ہے اور اس کے معنی' ثابت ہونا' ہے۔'اور حق بات یقینی امر میں ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ**''''ہم حق کے ذریعے باطل کو مٹا دینگے'۔(۲)

''تاج العروس'' کے مؤلف اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> '' **حقّقتِ الامْر** ''،کسی معاملے کی تحقیق کرنا یعنی بات کرنا ،مراد ہے مکمل یقین ہو جانا۔اور کسی شے کی حقیقت وہ ہوتی ہے جو یقینی طور پر ثابت ہو اور اہلِ لغت کے نزدیک اپنی اصلی معنی میں استعمال ہوا ہے،اور کسی چیز کی حقیقت اس کا خالص ہونا ہوتا ہے اور کسی معاملے کی حقیقت سے مراد اس کی یقینی صورتِ حال ہوتی ہے۔''(۳)

عربی اردو ڈکشنری ''مصباح اللغات'' میں اس حوالے سے درج ہے:

> '**حَقّقَهٗ** : تاکید کرنا،واجب کرنا،**حقّق القوْلَ و الظّن** : تصدیق کرنا،**تحَقّق الخَبرُ**: ثابت ہونا، یقین کرنا، **الْحَقِيقَة** : وہ چیز جس کی حمایت واجب ہو،کہا جاتا ہے''**هُوَ حامِى الْحَقِيقَةَ ، و هُوَ مَنْ حِماةَ الْحقائق**'' یعنی وہ اس چیز کی حفاظت کرتا ہے جس کا دفاع اس کے ذمے لازم ہے،حق وہ لفظ جو اپنے موضوع لہٗ میں مستعمل ہو، **حَقِيقَةَ الْشَّىء** چیز کا منتہا اور اصل ،جمع حقائق''(۴)

'درسی اردو لغت' میں تحقیق کی تعریف یوں ہے:

''حق بات دریافت کرنا، اصلیت کا کھوج لگانا، ہم معانی: تجسس، تلاش، جانچ پڑتال۔''(۵)

ڈکشنری بورڈ، کراچی کی مستند ''اردو لغت'' میں تحقیق کی تعریف درج ذیل نکات میں بیان ہوئی ہے:

ا۔صحیح ودرست، سچ مچ، ٹھیک، واقعی طور پر ۲۔تصدیق ۳۔ثبوت ۴۔دراصل درحقیقت ۵۔یقین ۶۔ضرور، بے شک، یقیناً ۷۔چھان بین، پہچان، صادق تلاش یا جستجو، حالات وواقعات کا معلوم کرنا اور بیان کرنا ۸۔کھوج، سراغ، تلاش ۹۔دریافت، پوچھ گچھ ۱۰۔(قواعد وضوابط کے دائرے میں) جانچ، امتحان، تجربہ۔''(۶)

فارسی لغت نامہ ''دھخدا'' میں تحقیق کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

''حقیقت کردن، درست کردن، رسیدگی ووارسی کردن، بدانستن، واجب کردن چیزیرا، تحقق بخشیدن، تحقیق کردن درعلوم وادبیات، حکمت وعرفان۔(۷)

ڈاکٹر سید عبداللہ:

''تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے۔اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلّمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔ تاریخی تحقیق میں کسی امرِ واقعہ کے وقوع کے امکان وانکار کی چھان بین مدنظر ہوتی ہے۔''
(۸)

مالک رام ادبی حوالے سے رقمطراز ہیں:

''تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا مادہ ح۔ق۔ق جس کے معنی ہیں کھرے کھوٹے کی چھان بین یا بات کی تصدیق کرنا۔دوسرے الفاظ میں تحقیق کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے علم وادب میں کھرے کو کھوٹے سے، مغز کو چھلکے سے، حق کو باطل سے الگ کریں۔انگریزی لفظ ریسرچ کے بھی یہی معنی اور مقاصد ہیں۔''(۹)

ڈاکٹر نجم الاسلام:

''تحقیق ایک اندازِ فکر کے اثر سے پروان چڑھتی ہے جو ہمیں چیز کی حقیقت وحکمت جاننے کی طرف مائل کرتا ہے اور بیانات یا اُمور کی اصلیت کا کھوج لگانے پر آمادہ کرتا

ہے۔"(۱۰)

پروفیسر عبدالستار دلوی :

"تحقیق کسی مسئلے کے قابل اعتبار حل اور صحیح نتائج تک پہنچنے کا وہ عمل ہے جس میں ایک منظم طریقہ کار، حقائق کی تلاش، تجزیہ اور تفصیل کاری پوشیدہ ہوتی ہے۔"(۱۱)

قاضی عبدالودود :

"تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش کا نام ہے۔"(۱۲)

ڈاکٹر گیان چند تحقیق کے بارے میں جملہ تعریفیں درج کر کے استنباط کرتے ہیں :

"ریسرچ ایک حقیقتِ پنہاں یا حقیقتِ مبہم کو افشا کرنے کا باضابطہ عمل ہے۔"(۱۳)

ڈاکٹر تلک سنگھ کے خیال میں :

"تحقیق علم کا وہ شعبہ ہے جس میں منظم لائحہ عمل کے تحت سائنسی اسلوب میں نامعلوم و ناموجود حقائق کی کھوج اور معلوم و موجود حقائق کی نئی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ علم کے علاقے کی توسیع ہوتی ہے۔"(۱۴)

سی.بی کرافورڈ کا خیال ہے :

"Research may be defined as method of studying problems, whose solutions are to be derived partly or wholly from facts"(15)

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش کے مطابق :

"تحقیق کی بنیاد تلاش و جستجو، مشاہدات، تجربات اور علوم کی افہام و تفہیم پر ہوتی ہے۔ تحقیق ایک محتاط سرگرم جستجو اور مسلسل کاوشِ اظہار ہے جس میں مروّجہ حقیقتوں کی تصدیق، نئی حقیقتوں کی تلاش اور سچائی کی کھوج مضمر ہے۔ جس کے منطقی نتائج یا نظریات پر نظر ثانی کی جاتی ہے اور اس کے اثرات کا کھوج لگا کر اس کی صحیح تاویل پیش کی جاتی ہے۔"(۱۶)

ڈاکٹر عطش درّانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"تحقیق بعض مفروضات (**Assumption**) کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے فرضیات (**Hypotheses**) کے حقائق دریافت کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ منظم **Organized**، معروضی **Objective**، مدلّل **Ratinal**، اور کلّی **Holistic**

طور پر انجام پاتا ہے"(۱۷)

"کیمرج ڈکشنری آن لائن" کے مطابق :

"A detaild study of a subject, especially in order to discover (new) information or reach a (new) under-standing"(18)

"کولنز انگلش ڈکشنری" میں اس کی وضاحت اس طرح ہے :

"Systematic investigation to establish facts or collect information on a subject." (19)

تحقیق اس عمل کا نام ہے جس کے ذریعے مسائل کے قابل اعتبار حل تک پہنچا جاتا ہے۔اس میں منصوبہ بندی اور باضابطہ طریقے سے معلومات (Data) کو جمع کیا جاتا ہے۔اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور پھر اُن کی توجیہ وتعبیر کی جاتی ہے۔تحقیق کے ذریعے علم کو دریافت کیا جاتا ہے۔بے پناہ قوت وتوانائی کی حامل یہ ایک سرگرمی ہے جو معاملات کی تصدیق وتردید اور ان کی تعبیر وتشریح میں کمی وبیشی کا فریضہ انجام دیتی ہے اور انسانی ترقی وکامرانی کے لیے زینے کا درجہ رکھتی ہے۔حقیقت کی تلاش کا جذبہ اور حقائق کی بازیافت تحقیق میں ضروری ہیں جو مختلف ذرائع سے حاصل کیے گئے اعداد وشمار کی چھان بین کے بعد نئی دریافت پیش کریں۔تحقیق کا لفظ اتنے تنوع اور وسعت کا حامل ہے جتنی کہ خود زندگی۔

تحقیق کے حوالے سے درجہ بالا تعریفیں تحقیق کے تصوّر کو مختلف پہلوؤں سے اور مختلف نقطہ ہائے نظر سے واضح کرتی ہیں۔ان میں سائنسی،سماجی،تعلیمی،ادبی،نیز تحقیق کے قدیم وجدید تصوّرات کو لغوی اور اصطلاحی طور پر واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔تحقیق کا لفظ یوں تو لغوی اعتبار سے بھی زیادہ بامعنی اور زرخیز ہے اور اپنے اندر تحقیق کے اصطلاحی مفہوم کو سمیٹتا نظر آتا ہے لیکن اصطلاحی طور پر یہ لفظ کہیں زیادہ وسعت اور مفہوم کا حامل ہے۔ بادی النظر میں یہ ایک لفظ ہے لیکن اپنے اندر بے پناہ روشنی اور قوت وتوانائی رکھتا ہے۔تحقیق کی تمام علوم میں یکساں اہمیت وضرورت ہے اور اس سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔بحیثیت مجموعی تحقیق کو ہم علم میں اضافے کی خاطر موجود لیکن پوشیدہ حقائق کی فنکارانہ تلاش کا نام دے سکتے ہے۔

ادبی تحقیق

تحقیق ادبی ہو یا سماجی علوم سے متعلق،اس کے بنیادی اصول تقریباً یکساں ہیں۔کیونکہ کسی بھی واقعے کو

پرکھنے کے لیے داخلی اور خارجی شہادتوں کی ضرورت ہوتی ہے، نیز ان شہادتوں کی معروضی انداز میں تصدیق اور چھان پھٹک کے بعد ہی اس واقعے یا مفروضے کی قطعیت کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ادبی تحقیق بھی کم وبیش وہی پیمانے استعمال کرتی ہے جو دوسری تحقیقات میں مروّج ہیں۔نئی ادبی تحقیق اب عام اور روایتی اُصولوں سے جدید سائنٹفک اُصولوں کی طرف رجوع کر رہی ہے۔اُردو میں بھی ادبی تحقیق اگرچہ گزشتہ صدی سے جاری ہے تاہم دورِ حاضر میں تحقیق کے مختلف مراحل کو سائنسی خطوط پر استوار کرنے پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔

ادبی تحقیق سے مراد وہ تحقیق ہے جو زبان وادب سے متعلق ہوتی ہے۔تحقیق جس طرح سماجی اور معاشی مسائل کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرتی ہے اسی طرح ادب، آرٹ اور انسان کے داخلی زندگی کے مسائل پر بھی غور وفکر کرتی ہے اور اس کی صحت وصداقت کی تصدیق کرتی ہے۔ادبی تحقیق کی نوعیت کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند تحریر کرتے ہیں:

> ''ادبی تحقیق سائنس کی خالص تحقیق کی طرح غیر اطلاقی یا تصوراتی ہوتی ہے۔اس کا طریقہ بیشتر تاریخی اور کم تر تجزیاتی ہوتا ہے۔اکثر صورتوں میں دونوں طریق مل جاتے ہیں جن میں تاریخی عنصر قدرے زیادہ اور تجزیاتی قدرے کم ہوتا ہے۔''(۲۰)

ادب میں تحقیق کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ ہم ہر اُس بیان پر یقین نہیں کر سکتے جو صدیوں پہلے مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں ہمیں دستیاب ہو۔ادبی میدان میں تحقیق ادبی عقائد ونظریات پر کاربند رہنے یا ان کو ترک کردینے کے بارے میں خیالات کی معاونت کرتی ہے۔ادیب، شاعر، نقاد کے کارناموں پر فیصلہ لگاتی ہے۔ ان کا ادبی میدان میں ''قد'' اور ''حیثیت'' کا تعین کرنے میں مدد دیتی ہے۔تحقیق کی بدولت ہی ادب اور زبان ترقی کے منازل طے کرتے ہیں۔ادب میں وقت کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں تحقیق ہی کی بدولت آتی ہیں۔ ہر عہد کی شاعری اور ادب کے رجحانات، رفتار اور قدر وقیمت کا تعین تحقیق ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

ابتداء میں ادبی تحقیق کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں تھی۔لیکن جب معاشرتی علوم وجود میں آئے تو یہ محسوس کیا جانے لگا کہ سائنسی طریقے کا استعمال کرکے اس شعبے میں بھی صحیح نتائج کا حصول ممکن ہے۔لہٰذا ادب کو بھی تحقیقات کے دائرے میں بار ملا۔البتہ بہت بعد تک اس پر اعتراضات ہوتے رہے۔معترضین کے خیالات کا لبِ لباب یہ ہے کہ ''ادیب وشاعر کا کارنامہ اس کی تحریر میں ہے۔ادیب وشاعر کی زندگی کی تفاصیل، اس کے مسوّدات کی چھان بین، نقطے اور شوشے گننا غیر ضروری باتیں ہیں۔کیونکہ ادبی تحقیق کوئی قانونی دستاویز نہیں۔اس کا کام معلومات یا

سائنٹفک اطلاعات کی بے کم و کاست ترسیل نہیں ہے، محض تأثر اور کیفیت کی باز آفرینی ہے۔اس لیے تحقیق کا علم بھی غیر ضروری تفاصیل کی تلاش قرار پاتا ہے۔''(۲۱)

لیکن بہت جلد اس روش کو ترک کر دیا گیا ۔اور اب تحقیق' ادب کے حوالے سے ایک جز وِ لاینفک کا درجہ رکھتی ہے۔تحقیق ہی ادب کی اہمیت وصداقت واضح کرنے کے علاوہ بنیاد کا کام کرتی ہے اور معیار متعین کرتی ہے۔ تحقیق ہی ادبی عقائد ونظریات کے مأخذ تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہے اور ادب کی معیار بندی اور ترقی میں اپنا بھر پور کردار ادا کرتی ہے۔یہی ادب میں ماضی کی گمشدہ کڑیاں دریافت کرتی ہے، تاریخی تسلسل کی بحالی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے اور اس طرح ادب کو اس کے ارتقاء کی صورت میں مربوط کرتی ہے۔

تحقیق کے مقاصد

تحقیق کے بیشار ضمنی اور متنوع مقاصد بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ مقاصد میں تنوع کے پیش نظر ہی محققین نے تحقیق کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے۔تاہم تحقیق کی اب تک کے سفر کا جائزہ لیا جائے تو عمومی اور مشترک مقاصد کی کسی حد تک تفہیم ہو جاتی ہے۔ڈاکٹر نثار احمد زبیری اس حوالے سے وسیع تر دائرے میں درج ذیل تین نکات بیان کرتے ہیں:

۱۔ حیات اور ماحول کی زیادہ سے زیادہ قرینِ قیاس تفہیم

۲۔ اس تفہیم کی بنیاد پر نئے نظریات کی تشکیل

۳۔ نئے نظریات کی بنیاد پر مسائل کا حل

وہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ تینوں نکات اپنے اندر ایک باہمی ربط رکھتے ہیں۔ لیکن ہر تحقیق کرنے والے کے لیے لازمی نہیں کہ وہ ان تینوں مقاصد کو پیش نظر رکھے۔(۲۲)

تحقیق پورے انسانی معاشرے کی ایک مشترکہ کوشش کا نام ہے جس کے فوائد کا دائرہ کسی ایک ملک یا معاشرے تک محدود نہیں۔تحقیق نظریات اور مأخذ تک رسائی کا ذریعہ ہے۔تحقیق سے مزید علوم کا حصول آسان اور ممکن ہو جاتا ہے۔یہ علم کے حصول کا منظم ذریعہ ہے جس سے کارکردگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔حقیقت سے آگاہی، توہّمات سے چھٹکارا، تعصّبات سے بچاؤ اور اشیا کی اصل تک رسائی تحقیق کے اوّلین مقاصد ہیں۔ترقی کا عمل تحقیق ہی کی بدولت اس معراج پر ہے اور اسی کے سہارے آگے بڑھ رہا ہے۔ڈاکٹر سلطانہ بخش نے تحقیق کے مقاصد اس طرح بیان کیے ہیں:

۱۔ تحقیق کا پہلا مقصد نظریے کی نشو نما اور ارتقاء ہے۔اس قسم کی تحقیق نئے خیالات کو واضح طور پر متعین کرنے اور مقاصد زندگی کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔اس کی سب سے بڑی افادیت اشیأ کو تفصیل سے بیان کرنا ہے۔جو سائنسی طریقوں کی مدد ہی سے ممکن ہے۔اور اس کے نتائج کا اطلاق ہمیشہ مستقبل پر ہوتا ہے۔اس قسم کی تحقیق کو نظریاتی یا بنیادی تحقیق Theoretical and Basic Research کہا جاتا ہے۔

۲۔ تحقیق کا دوسرا مقصد حقائق کو ایک جگہ اکٹھا کرنا ہے۔لہٰذا اس عمل کے لیے بکثرت سروے یا تاریخی تحقیق سے خاص اطلاعات حاصل کی جاتی ہیں۔علاوہ ازین سائنسی طریقۂ تحقیق سے بھی حقائق اکھٹے کیے جاسکتے ہیں۔اس کو اطلاقی تحقیق Factual or Applied Research کہتے ہیں۔

۳۔ تحقیق کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ اس کا تعلق فوری اور عملی مسائل سے ہو یا وہ محقق کو سمجھنے یا حل کرنے میں مدد دے سکے۔اس قسم کی تحقیق سے تعلق رکھنے والوں کو سائنٹفک طریقۂ تحقیق استعمال کرنا چاہیے۔تحقیق کے اس مقصد کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔لیکن بالآخر دونوں سطح پر کی جانے والی تجربات کو ہر صورت بہتر بنانا مقصود ہوتا ہے۔ایسی تحقیق Practical or Action Research کہلاتی ہے۔(۲۳)

تحقیق کے کام عموماً حیات اور ماحولِ انسانی کو زیادہ سے زیادہ صحیح طور پر سمجھنے کے لیے شروع کیے جاتے ہیں۔ان میں سے کچھ کام اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان کے نتائج کی وسیع تر بنیادوں پر تعیم کی جا سکے تا کہ نئے نظریات کی تشکیل ممکن ہو سکے۔تمام نظریات اپنے اندر ایک نظامِ منطق پنہاں رکھتے ہیں۔جن کی مدد سے کچھ مظاہر کی توضیح اور تفہیم ممکن ہو جاتی ہے۔پھر یہ توضیح اور تفہیم کچھ مسائل کے حل کا سبب بنتی ہے اور معاشرے کے لیے ترقی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق کے وسیع مقاصد حقائق تک رسائی، انسانیت کی خدمت، نئے نظریات کی تشکیل وغیرہ ہیں۔لیکن محدود پیانے پر تحقیق کے اپنے متعلقہ مقاصد بھی ہوتے ہیں جو اُن سوالات یا مفروضوں سے تشکیل پاتے ہیں جن کے لیے متعلقہ شعبے میں وہ تحقیق انجام دی جاتی ہے۔

تحقیق کی قسمیں

ابتداء میں علوم کی دنیا محدود تھی تو تحقیق بھی نہ ہونے کے برابر تھی، لیکن جیسے جیسے علوم کا دائرہ پھیلتا گیا اور نئے نئے علوم متعارف ہوتے گئے، جو تحقیق ہی کی بدولت تھے، تو تحقیق کی مختلف قسمیں بھی وجود میں آنے لگیں۔ چنانچہ اب تحقیق کی بیشمار اقسام ہیں جن کو ماہرینِ فن نے اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر سے اور مختلف حوالوں سے بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں بعض ماہرین نے تحقیق کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھا ہے جبکہ بعض نے تحقیق کے طریق کار کو۔ بعض نے حسبِ نوعیت اس کی تقسیم کی ہے جبکہ کچھ نے موضوعات کو اس مقصد کے لیے پیمانہ بنایا ہے۔غرض تحقیق کی قسموں سے متعلق ماہرینِ فن کا نقطۂ نظر یکساں نہیں۔

تحقیق یوں تو ایک ایسا بھرپور سائنسی عمل ہے جسے خانوں میں تقسیم کرنا آسان نہیں، تاہم اس عمل کی مختلف کیفیات کو سمجھنے کے لیے تقسیم کا یہ عمل ضروری بھی ہو جاتا ہے۔اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ کوئی تحقیقی کام لازمی طور پر ان میں سے کسی ایک ہی خانے میں فٹ ہوسکتا ہے۔اس کے بالکل برعکس ایک تحقیقی کام ان میں سے کئی اقسام سے بیک وقت متعلق ہوسکتا ہے۔ باالفاظ دیگر یہ اقسام کسی طرح سے ہوا بند خانے نہیں ہیں۔ان کی نوعیت ایک دوسرے سے مربوط ایسی اکائیوں کی ہے جن سے باہم مل کر ایک کُل کی تشکیل ہوتی ہے۔ان اجزا کی تفہیم ہی سے تحقیق کی مکمل نوعیت کو سمجھا اور برتا جا سکتا ہے۔ذیل میں ہم تحقیق کے بعض ضروری اقسام کا ذکر کریں گے۔

تحقیق کی پہلی تقسیم مقاصد کے حوالے سے متعین کی گئی ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے درج ذیل تین اقسام کی نشاندہی کی ہے:

ا۔ بنیادی تحقیق Basic Research

بنیادی تحقیق میں صرف نظری مباحث شامل ہیں۔عمومی اصول وضع کرنا، تعبیرِ نو کرنا، یا نظریے وضع کرنا اس کا بڑا مقصد ہوتا ہے۔اس کو فلسفیانہ تحقیق بھی کہتے ہیں۔اس میں عموماً محرکات کو جاننا اور صداقت کو پرکھنا شامل ہوتا ہے۔

۲۔ اطلاقی تحقیق Applied Research

دوسری قسم میں کسی مسئلے یا شے کے حصول کے طریقے کی افادیت معلوم کی جاتی ہے۔ سائنس وٹکنالوجی سے لیکر سماجی صورتِ حال وضروریات میں اس قسم کی تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔اس میں تجزیاتی طریق کار بھی شامل ہے۔

۳۔ اقدامی تحقیق Action Research

اقدامی تحقیق فوری اور محدود نوعیت کے مسائل میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔اس میں مسئلے کے حل اور تدارک کے اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں ۔اس قسم کی تحقیق سے نظریے یا اصول وضع نہیں ہوتے اس لیے عام طور پر اسے تحقیق شمار نہیں کیا جاتا ۔ادبی تحقیق میں اس کی تھوڑی بہت ضرورت ہوتی ہے۔(۲۴)

نوعیت کے لحاظ سے تحقیق کی دو اقسام ہیں:

۱۔ مقداری تحقیق Quantitative Research

۲۔ معیاری تحقیق Qualitative Research

اوّل الذکر میں ایسے حقائق جنھیں ناپا،تولا یا گنا جا سکے جیسے کسی زبان کے اعداد وشمار کسی شخصیت کے کوائف یا فن پارے میں استعمال ہونے والے مخصوص الفاظ،محاورات ، اصطلاحات یا دیگر مطالعہ جاتی کوائف وغیرہ جمع کیے جاتے ہیں۔جبکہ ثانی الذکر میں عام طور پر تاریخی، دستاویزی امور زیر بحث لائے جاتے ہیں جنھیں نقد ونظر کے اُصولوں پر پرکھا جاتا ہے۔(۲۵)

موضوع کے حوالے سے تحقیق کی پانچ اقسام شمار کی گئی ہیں:

۱۔ علمی تحقیق Academic Research

۲۔ سائنسی تحقیق Scientific Research

۳۔ سماجی تحقیق Social Research

۴۔ فنیاتی تحقیق Technological Research

۵۔ تعلیمی تحقیق Educational Research

علمی تحقیق میں محض ایسے موضوعات پر تحقیق کرنا جن سے طلبہ اور اساتذہ اپنے نظری مطالعے کے حوالے سے علمی وسعت پیدا کر سکیں،آتی ہے۔اس کو سندی تحقیق یا تفویض کار بھی کہتے ہیں۔اس قسم کو ہم علم برائے علم بھی شمار کر سکتے ہیں۔جامعات میں طلبہ اور اساتذہ کی تحقیق اس نوعیت سے تعلق رکھتی ہے۔

سائنسی تحقیق میں علمی میدان کے وہ تحقیقی منصوبے شمار ہوتے ہیں۔جو عموماً اداروں کی طرف سے سائنسی ضروریات یا موضوعات کے لیے انجام دیے جاتے ہیں۔اس میں مشاہدات اور تجربات کی ضرورت ہوتی ہے۔ لسانی تحقیق میں اس سے کسی قدر کام لیا جا سکتا ہے۔

انسانیت کے مجموعی تقاضوں، معاشرے کے عمومی رجحانات، رویّوں اور تقاضوں پر جو تحقیق کی جاتی ہے وہ سماجی تحقیق کہلاتی ہے۔ادب کے بعض پہلوؤں پر تحقیق کرنے والے محقق کو اس نوعیت کی تحقیق سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔

جدید ترقیاتی، انجینئر ی، یا فنیاتی میدانوں میں صنعت وحرفت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ٹیکنالوجی اور انجینئرنگ کے بعض پہلوؤں پر یہ فنیاتی تحقیق انجام دی جاتی ہے۔جس میں ایسے ذرائع معلوم کیے جاتے ہیں جو صنعت وحرفت کی حالت اور پیداوار کا جائزہ لے سکیں۔عام طور پر یہ ادارہ جاتی تحقیق ہوتی ہے۔

تعلیمی تحقیق میں تعلیمی موضوعات، میدانوں یا نظام، اس کے تقاضوں اور ضروریات کے حوالے سے تحقیقات کی جاتی ہیں۔تا کہ تدریس، نصاب، تعلیمی نظام اور طلبہ اور اساتذہ کی مشکلات کی نشاندہی اور پھر حل تلاش کیا جا سکے۔(۲۶)

ڈاکٹر عطش درانی نے موضوع کے اعتبار سے ان اقسام میں بجا طور پر ایک اور قسم ادبی ولسانی تحقیق کا اضافہ کیا ہے۔(۲۷) جس میں زبان وادب کے حوالے سے ماضی کی گمشدہ کڑیاں دریافت کی جاتی ہیں اور تاریخی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ادب کو اس کے ارتقاء کی صورت میں مربوط کیا جاتا ہے۔زبان وادب میں ترقی اور وقت کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں تحقیق کی بدولت ہی آتی ہیں۔ہر عہد کی شاعری اور ادب کے رجحانات، رفتار اور قدر و قیمت کا تعین تحقیق کے توسط سے ہی ممکن ہے۔

تحقیق کی ایک تقسیم حسبِ واسطہ کی گئی ہے:

۱۔ بالواسطہ تحقیق **Direct Research**

۲۔ بلاواسطہ تحقیق **Indirect Research**

پہلی قسم میں محقق کو خود کسی شے یا مسئلے یا حقائق کے حوالے سے چھان بین اور مواد جمع کرنا پڑتا ہے۔جس میں وہ تمام طریقے اختیار کیے جاتے ہیں جو تحقیق کار کی ذاتی کوششوں پر منحصر ہوں۔جبکہ دوسری قسم میں دوسروں سے حاصل کردہ مواد اور معلومات کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔یعنی اس تحقیق میں مواد اور معلومات پہلے سے موجود ہوتی ہے۔محقق ان کا تجزیہ کر کے حقائق معلوم کرتا ہے اور اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔(۲۸)

طریق کار کے تحت جدید تحقیق کی درج ذیل تین اقسام شمار کی جاتی ہیں:

۱۔ تاریخی یا دستاویزی تحقیق **Historical or Documentary Research**

۲۔ بیانیہ/جائزہ کاری تحقیق **Descriptive or Survey Research**

۳۔ تجرباتی یا کنٹرول تحقیق **Experimental or Controlled Research**

پہلی قسم کی تحقیق کو لائبریری تحقیق بھی کہتے ہیں۔ جو عموماً تحریری مواد یا دستاویزات کو چھان پھٹک کر انجام دی جاتی ہے۔ اس کا تعلق ماضی کے شواہد سے ہوتا ہے۔ ادبی اور لسانی تحقیق عموماً اسی سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور ان میں زیادہ تر یہی تحقیق قسم استعمال کی جاتی ہے۔(۲۹)

دوسری قسم کی تحقیق زمانہ حال میں انجام دی جاتی ہے اور عموماً آراء پر سروے کے نتائج مہیا کرتی ہے۔ حالیہ زبان و ادب کے رجحانات اس سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ اور آیندہ کی تحقیق کے لیے فرضیے قائم کیے جاسکتے ہیں۔ زبان ادب کے ترقیاتی ادارے اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

تجرباتی تحقیق میں متغیرات کو قابو میں لا کر تجربات کے ذریعے نتائج اور کلیات تک پہنچنے کی کوشش ہوتی ہے۔ افراد یا اشیاء کے دو گروہوں میں سے ایک پر روایتی اور دوسرے پر مطلوبہ طریقوں سے تجربات کر کے ان دونوں کے نتائج کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ادبی و لسانی رجحانات، نفسیاتی و تعلیمی اُمور اور سائنسی و تکنیکی کاموں میں سائنسی تجزیے کے لیے اس قسم کی تحقیق سے کام لیا جاتا ہے۔

اقسام تحقیق کے باب میں ایک تقسیم تحقیقی ڈیزائن کے حوالے سے ڈاکٹر عطش درّانی نے متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

> ''تحقیقی ڈیزائن یا ارادے کے اعتبار سے جدید تحقیق کی چودہ اقسام بنتی ہیں۔ جن میں کمیتی، کیفیتی، تاریخی، بیانیہ یا تجرباتی تحقیق سے ماوراً اپنے مقاصد اور طریق کار کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔''(۳۰)

ان کی درج کردہ اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ **تجزیاتی تحقیق** **Analytical Research**

اس ڈیزائن میں اعداد و شمار یا کوائف کے گروپ جمع کیے جاتے ہیں۔ اور یوں ان اصولوں کو ممتاز کیا جاتا ہے جو اقدام (Action) کے رہنما ہوتے ہیں۔ زبان کے مختلف سانچوں اور نمونوں کو اس طریقے سے پرکھا جاسکتا ہے۔ اس میں تخصص اور مہارت درکار ہوتی ہے۔ شماریاتی جائزے اور تجزیے بھی اس کا حصہ ہوتے ہیں۔

۲۔ **تقابلی تحقیق** **Comparative Research**

احوال کی دو یا دو سے زیادہ صورتوں کا باہمی مطالعہ کرکے ان کے مابین مشابہات ، اختلافات اور اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔زبان کے حالیہ رجحانات اور سماجی لسانیات کا مطالعہ اس کے ذریعے بہتر طور پر کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ ہم ربطی پیش گو Correlational Predicative

اس تحقیقی طریق کار کے تحت باہمی متعلق مظاہر میں باہمی تعلق کی مستقل عددی مقداروں کے مابین تعلق تلاش کرکے اس کی تشریح کی جاتی ہے۔اور اس کی بنیاد پر اس بات کا کھوج لگایا جاتا اور پیش گوئی کی جاتی ہے کہ ایک عامل میں تبدیلی دوسرے میں کس قدر تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے۔اور پھر ان حاصلات کی تشریح و تعبیر کی جاتی ہے۔

۴۔ ڈیزائن اور مظاہرات Design and Demonstration

اس تحقیقی قسم میں اسباب پر قابو پانے کے منصوبے، رہائی اور مشاورت کے پروگرام ، سازو سامان کی تیاری اور پیشہ ورانہ اُمور کے پروگرام وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں ۔سماجی منصوبوں میں اس قسم کا ڈیزائن استعمال کیا جاتا ہے۔سماجی لسانیات اور مطالعاتی ادبی رجحانات وغیرہ پر تحقیق اس طریقے کی مرہون منت ہے۔

۵۔ ترقیاتی تحقیق Developmental Research

اس نوعیت کی تحقیق میں ایک یا ایک سے زیادہ قابل مشاہدہ عوامل مین اضافے ،نمو یا کمی کو کسی خاص دورانیے میں معلوم کرکے چارٹ تیار کیا جاتا ہے ۔عام طور پر سماجی منصوبوں میں اس تحقیق سے مدد لی جاتی ہے۔

۶۔ خالص تجرباتی تحقیق Experimental Research

تجرباتی تحقیق کے ذریعے ایک یا ایک سے زیادہ متغیرات کو قابو میں رکھا جاتا ہے اور دوسرے گروہ میں عمومی حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور ہر دو گروہوں پر کسی عامل کے اثرات کے فرق کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔سماجی تحقیق کا یہ اصول سائنسی تحقیق کا مرکزی طریقہ ہے۔دونوں گروہوں کا ہر لحاظ سے ایک جیسا ہونا ضروری ہے۔

۷۔ تاریخی یا دستاویزی تحقیق Historical or Documentary Research

اس طریقِ تحقیق کے تحت ماضی کی تعبیر نو کے لیے افراد، ادبیات یا سرگرمیوں اور واقعات

کا مطالعہ اس طور سے کیا جاتا ہے کہ ان کی اثر پذیری کی غیر جانبدارانہ تشریح کی جا سکے۔ اور مستقبل میں ایسے امور کی اُٹھان یا تعمیر نو میں مدد مل سکے۔ ادبیات میں عام طور پر اس کا مقصد تاریخ ادب میں کسی ادب پارے یا ادیب کی وقعت اور حیثیت کا اندازہ لگانا ہوتا ہے۔

۸۔ آراء کا تعین Opinion Polling

تحقیق کی اس قسم کے تحت مخصوص گروہوں کے طرزِ عمل، عقاید، نیتوں اور ارادوں کا تعین، ان کی رپورٹ اور تشریح کے لیے سروے اور دوسرے آلات استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

۹۔ حیثیتی تحقیق Status Research

ایک یا ایک سے زیادہ مظاہر کے منتخب نمونوں (Samples) کو علٰحدہ کر کے معائنہ کرنا، تا کہ پوری تحقیق کے خصائص معلوم ہو سکیں۔ زمانہ حال کے بارے میں تحقیق اس طریقے سے ممکن ہے۔ زبان اور ادب ہر دو میں اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ نظری تحقیق Theoretical Research

اس تحقیق میں کوائف یا مظاہر کے باکفایت اور متعینہ تشریحی اصول وضع یا تجویز کیے جاتے ہیں۔ جو نظریہ قائم کرنے میں مدد دے سکیں۔ ادبی یا لسانی نظریہ قائم کرنے کے لیے اس قسم کی تحقیق کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ رواجی تجزیہ Trend Analysis

اس قسم میں زبان، مطالعہ یا سماجی کردار کے حوالے سے رویّوں کے بدلتے ہوئے رجحانات اور رواجوں کا مطالعہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ ان کے رُخ کی شناخت ہو سکے اور پیش گوئی ممکن ہو۔

۱۲۔ مطالعۂ احوال Case Study

ایسی تحقیق میں کسی فرد، ادارے یا گروہ کے نفسیاتی، سماجی یا ماحولیاتی وادارہ جاتی کوائف کا تقابل، اس کی نمو، ترقی، حالات اور نتائج سے کیا جاتا ہے۔ تا کہ داخلی اور خارجی اثرات کا پتہ چل سکے۔ احوال و آثار اور شخصی مطالعے کے دستاویزی طریقے کے بہ نسبت اس

طریقے سے خاص طور پر زندہ اشخاص/ادیبوں/ماہرین کے مطالعے میں خاص مدد ملتی ہے۔

۱۳۔ **نیم تجرباتی** **Quasi Experimental**

جہاں کسی عامل یا متغیرہ **Variable** پر پوری طرح قابو نہ پایا جا سکے، جیسے فروخت کے رجحانات، مطالعہ کے رجحانات یا زبان بولنے والوں پر کسی تبدیلی کے عوامل کا جائزہ وغیرہ، وہاں تقابل یا تک بندی کے لیے نیم تجرباتی طریق کار کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی تحقیق ایک مسلسل عمل ہوتی ہے اور وقفے وقفے سے انجام دی جاتی ہے۔

۱۴۔ **جائزہ کاری** **Evaluation**

اس قسم کی تحقیق میں کسی منصوبے یا تحقیق کے کسی خاص ڈگر پر روبہ تکمیل ہونے اور مخصوص نتائج برآمد ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ اس تحقیق میں یہ جائزہ لیا جاتا ہے کہ کیا متوقع نتائج برامد ہو سکیں گے اور ہوسکیں گے تو کس حد تک۔؟

ڈاکٹر نثار احمد زبیری نے تحقیق کی چار اقسام ایک اور نقطۂ نظر سے شمار کیے ہیں:

۱۔۔۔۔۔سائز پر مبنی تحقیق

۲۔۔۔۔۔وقت پر مبنی تحقیق

۳۔۔۔۔۔مقصد پر مبنی تحقیق

۴۔۔۔۔۔کیفیت پر مبنی تحقیق

اوّل الذکر دو اقسام اپنے عنوانات سے واضح ہیں۔ تیسری قسم کی انھوں نے مزید دو قسمیں 'وضاحتی تحقیق' اور 'اطلاقی یا مسائل کے حل کے لیے تحقیق' بیان کیے ہیں۔(۳۱)

تحقیقی کام کی ایک اور درجہ بندی کیفیت یا کمیت کے حوالے سے بھی کی گئی ہے۔ مثلاً تاریخی تحقیق بہت حد تک کیفیتی ہوتی ہے۔ اس میں ماضی کے کسی واقعے کے بارے میں ضروری کیفیات تلاش کی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس تجزیۂ مشتملات واضح طور پر کمیتی ہوتی ہے کیونکہ اس میں نتائج کی مقداری نوعیت تلاش کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر نثار زبیری کے برعکس ڈاکٹر اسلم ادیب نے تحقیق کی تقسیم موضوعی اعتبار سے کی ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک فزکل سائنس کی تحقیق اور سوشل سائنس کی تحقیق ایسے ہی دو اقسام ہیں۔ فزکل سائنس میں مادی اشیاء کی ماہیت، تعلق اور باہمی رشتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے، جبکہ سوشل سائنس میں غیر مادی اشیاء مثلاً جذبات، خیالات،

افکار، حالات وواقعات اورافراد کے عمل اور ردعمل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔(۳۲)

تحقیق کے حوالے سے درجہ بالا اقسام مختلف محققین نے متعلقہ حوالوں سے متعین کیے ہیں۔جیسا کہ اس بحث کی ابتداء میں ذکر ہوا۔اس بات سے قطع نظر کہ تحقیق کی کونسی تقسیم درست ہے،اس بحث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تحقیق علم کی ایک ایسی ناگزیر سرگرمی ہے جو وسعت اور تنوّع کی حامل ہے۔اس کی مختلف قسموں سے نہ صرف اس کے دائرۂ کار کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ تحقیق کے اعتبار کو بھی بڑھاوا ملتا ہے۔ہر علم اپنے لیے الگ طرزِ تحقیق کا مطالبہ کرتا ہے۔جس کا انحصار محقق اور اس کی صلاحیت پر بھی ہے کہ وہ اپنی تحقیق میں کونسی قسم استعمال کرے گا۔تحقیق کو مختلف خانوں میں بانٹنے کا یہ عمل دراصل تحقیق کی وسعت اور ہمہ گیری کو سمیٹنے کی ادنیٰ سی کوششیں ہیں اور ضروری نہیں کہ ہر قسم کی تحقیق ان میں سے کسی ایک خانے میں فٹ ہو۔ادبی تحقیق کے حوالے سے دیکھیے تو ان میں سے بیشتر اقسام پر تحقیق کی بنیا د رکھی جاسکتی ہے اور استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

جدید سائنٹفک تحقیق

سائنس کی موجودہ برق رفتار ترقی دراصل اُن اصولوں کی بنیاد پر ہے جو طویل غور وخوص اور محنت و لگن کے بعد منظر عام پر آتے رہے۔سائنسی تحقیق میں غور وخوص کا یہ عنصر سب سے پہلے اہلِ یونان نے داخل کیا۔خیال یہ تھا کہ کسی بات کو اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے جب تک اس کا ثبوت یا اس کی صداقت کی دلیل موجود نہ ہو۔اس طریقِ کار نے اہلِ یونان کے فکرونظر میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ ہر شخص حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔خاص طور پر یونانی مفکّر ارسطو کو اس سلسلے میں شہرت حاصل ہے۔تاہم سائنسی تحقیقات میں اہلِ یونان کا کردار بڑی حد تک تصوّراتی ہے۔اُن کا کام مفروضوں، دلائل،مشاہدات اور معلومات تک ہی ہے۔سائنسی تحقیقات کی ترقی میں جن قوموں نے ٹھوس کردار ادا کیا ہے اُن میں اُس زمانے کے مسلمانوں کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش لکھتی ہیں:

> ”۔۔۔سائنس میں تحقیق کا عنصر بہت حد تک مسلمانوں کا مرہونِ منت ہے،کیونکہ علم کے لیے تجربات، مشاہدات ، باریک بینی اور تلاش وجستجوئے حقائق میں مسلمان یونانیوں سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔اگرچہ یونانی محققین، بیشتر حقائق کی فراہمی کے ذمہ دار تھے۔تاہم اس ضمن میں عربوں کی بالادستی اُن کی عمیق نظری کا باعث تھی۔الفارابی، الغزالی، ابنِ خلدون،ابنِ سینا اور ابنِ رشد جیسے سائنس دانوں اور ماہرینِ علم نے جدید

طریقۂ تحقیق کی بنیاد ڈالی اور ان ہی کی تحقیقات سے اہلِ یورپ نے استفادہ کیا۔"
(۳۳)

سولہویں صدی کے آخر میں دلیل اور مشاہدے کے اشتراک سے جدید سائنسی طرزِ فکر کی ابتداء ہوئی۔جس کے تحت پہلے مسئلے یا موضوع کا احساس کیا جاتا ہے، پھر اس کی حقیقت معلوم کرنے کی جستجو ہوتی ہے۔اس موضوع سے متعلق مشاہدات اور تجربات کے ذریعے ابتدائی معلومات حاصل کی جاتی ہیں اور یوں ایک نظریہ قائم ہو جاتا ہے۔یہ نظریہ پہلے مشاہدات کے نتیجے میں مرتب ہوتا ہے اور ان مشاہدات کو لے کر مزید تحقیقات یا اُن کی تصدیق، دوبارہ مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں کی جاتی ہے۔اگر دوبارہ کی جانے والی تحقیق پہلے نظریے کے مطابق ہو تو وہ نظریہ سائنس کا ایک اُصول یا ایک دریافت ہے، وگرنہ اسے ترک کر دیا جاتا ہے۔اس طرزِ تحقیق کو پروان چڑھانے میں فرانسس بیکن اور نیوٹن جیسے سائنس دانوں نے کردار ادا کیا ہے۔

سائنسی اندازِ فکر پر مبنی یہ طریقہ کو زیادہ تر طبعی علوم تک محدود رہا مگر اب معاشرتی علوم نے بھی اس طریقۂ تحقیق کو اپنے دائرۂ عمل کا حصہ بنالیا ہے۔چنانچہ ادبیات میں بھی اب تحقیق و تنقید کے طریقۂ کار کو سماجی علوم کی روشنی میں سائنٹفک بنانے کی ضرورت ہے۔

سائنسی اندازِ تحقیق کی بیشمار خصوصیات ہیں جن کے باعث یہ طرزِ تحقیق زیادہ قابلِ اعتبار نتائج فراہم کرتا ہے۔اس سلسلے میں سائنس کے حوالے سے درجہ ذیل تین عمومی قیاسات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، اور جو مسلّمات کا درجہ رکھتے ہیں:

۱۔ دنیا کی ہر چیز کو سمجھا جا سکتا ہے۔
۲۔ اسے دہرایا اور تبدیل کیا جا سکتا ہے۔
۳۔ نتائج کی بنا پر انہی حالات میں اس عمل کی پیش گوئی کی جا سکتی ہے۔(۳۴)

سائنسی طریقِ تحقیق کے پانچ بڑے حصے یوں شمار کیے گئے ہیں:

۱۔ قابلِ تحقیق مسئلے کی نشاندہی
۲۔ مسئلے سے متعلق ضروری حقائق کی جمع آوری
۳۔ مسئلے کے حل کے لیے ایک یا زیادہ آزمائش،ممکنہ حل کا انتخاب
۴۔ متبادل حل کی پڑتال، تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ کون سا حل تمام حقائق کے مطابق ہے۔
۵۔ ممکنہ حد تک مسئلے کے حل کا آخری انتخاب (۳۵)

سائنسی اندازِ تحقیق کی چند نمایاں خصوصیات درجہ ذیل ہیں:

- سائنسی تحقیق بامقصد ہوتی ہے جس میں کوئی مسئلہ ضرور زیرِ بحث ہوتا ہے۔
- سائنسی تحقیق منطقی ہوتی ہے، اس میں استدلال کی غیر معمولی اہمیت ہوتی ہے۔
- اس کی بنیاد مشاہدے اور تجربے پر ہوتی ہے، یعنی وہ عمل ہمارے حواس کی مدد سے قابل مشاہدہ ہو اور اس کی حد سے ماورا نہ ہو۔
- سائنسی تحقیق قابل دہرائی ہوتی ہے، ایک سائنسدان کے بعد دوسرا یا تیسرا اس عمل کو دوہرا سکتا ہے۔
- سائنسی تحقیق زیادہ عمومی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے ہی حقائق کی بنیاد پر نکالے ہوئے نتائج وسیع پیمانے پر قابلِ اطلاق ہوتے ہیں۔
- سائنسی تحقیق میں ہر ایک نکتہ خواہ وہ کتنا ہی آزمودہ اور مستحکم کیوں نہ ہو بہر حال عارضی اور تبدیلی کے لیے کھلا تصور کیا جاتا ہے، اور اس کی یہ نوعیت اس وقت تک رہتی ہے جب تک نئے تحقیقی کام کی روشنی میں کوئی اور نکتہ اس کی جگہ نہ لے لے۔
- سائنسی تحقیق کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس سے اکثر اوقات صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اور پیش گوئی کی جا سکتی ہے کہ نتیجہ کی نوعیت کیا ہوگی۔ تاہم اس کے لیے صحیح اور مکمل معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔
- سائنسی تحقیق اچھے بُرے کی تمیز سے بالاتر ہوتی ہے۔ اس سے اچھے بُرے نتیجے نکالے جا سکتے ہیں۔ یا اسے مثبت اور منفی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بذاتِ خود سائنسی طریقِ کار اس سے سروکار نہیں رکھتی۔

مراحل کے اعتبار سے بھی سائنسی طریقِ تحقیق کچھ پابندیوں کی حامل ہے۔ ڈاکٹر اسلم ادیب نے سائنسی طریقِ تحقیق کے درجہ ذیل بارہ ''۱۲'' مراحل بیان کیے ہیں:

۱۔ مسئلے کا انتخاب
۲۔ مسئلے یا موضوع کی اہمیت
۳۔ مفروضہ یا مقاصد تحقیق کا تعین
۴۔ تحقیقی منصوبہ
۵۔ متعلقہ مواد کا جائزہ

۶۔ مواد جمع کرنے کے ذرائع کی اعتباریت

۷۔ مواد جمع کرنا

۸۔ مواد کی ترتیب

۹۔ مواد کا تجزیہ

۱۰۔ نتائج اخذ کرنا

۱۱۔ سفارشات

۱۲۔ تحقیقی رپورٹ

اِن میں سے چار مراحل تحقیق شروع کرنے سے قبل، چھے مراحل تحقیق کے دوران، جبکہ دو مراحل تحقیق مکمل کرنے کے بعد طے کرنا پڑتے ہیں۔(۳۶)

سائنسی طریقۂ تحقیق کی بحث میں مندرجہ بالا بیشتر نکات طبعی علوم کے ضمن میں متعین کیے گئے ہیں اور زیادہ تر اِنہی تک محدود رہے ہیں، لیکن اب معاشرتی علوم نے بھی ان کو اپنے دائرۂ عمل کا حصہ بنا لیا ہے۔اس جدید دور میں ادبیات میں بھی تحقیق و تنقید کو سماجی علوم کی روشنی میں سائنٹفک بنانے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔(۳۷) ڈاکٹر عطش درّانی نے بھی اس پر بہت زور دیا ہے، اور اپنی کتاب ''جدید رسمیات تحقیق'' میں تحقیقی اقسام میں سائنسی طریق کے ساتھ مشترک حیثیت رکھنے والے درجہ ذیل آٹھ عمومی مراحل شمار کیے ہیں، جو زیادہ متوازن ہیں اور ادبی تحقیق کے حوالے سے قابل استعمال ہو سکتے ہیں:

۱۔ تحقیق کا پہلا مرحلہ اس کی ضرورت اور مسئلے کی نشاندہی ہے ضرورت کے بغیر مسئلہ اور مسئلے کے بغیر تحقیق بے معنی ہے۔

۲۔ تحقیق تحقیق کا دوسرا مرحلہ سابقہ تحقیقات کا نچوڑ حاصل کرنا ہے۔اس مرحلے پر تمام استخراجی آرا اور تحقیقی مطالعے شریک کیے جاتے ہیں۔

۳۔ تیسرا مرحلہ تحقیقی ڈیزائن کی تیاری یعنی لائحۂ عمل اور تحقیقی قسم اور طریقِ کار کا انتخاب ہے۔

۴۔ چوتھا مرحلہ مسلّمات یا مفروضے طے کرنا ہے، اور فرضیے یا تحقیقی سوالات تشکیل دینا ہے جو عام طور پر سابقہ تحقیقات کے مطالعے کے بعد آسان ہو جاتے ہیں۔فرضیات کو مسئلے کا ممکنہ حل بھی کہا جاتا ہے۔

۵۔ پانچویں مرحلے پر فرضیوں کی تصدیق یا تکذیب کے لیے کوائف اور مواد جمع کیا جاتا ہے۔

۶۔ چھٹے مرحلہ پر مطلوبہ ترتیب سے پڑتال اور تجزیہ کر کے کوائف سے نتائج برامد کیے جاتے ہیں۔جسے

ساتواں مرحلہ بھی کہتے ہیں۔

۷۔ آخر میں نتائج اور سفارشات کو رپورٹ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

۸۔ حسبِ اسلوب مقالہ لکھنا اس کی آخری منزل ہے۔(۳۸)

عصرِ حاضر میں تمام تر علوم میں تحقیق کے میدان میں سائنسی نقطۂ نظر بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔غیر سائنسی انداز میں کیے گئے کسی تحقیقی کام کو موجودہ عہد میں زیادہ قابلِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔جدید ادبی تحقیق کا تاریخ، لسانیات اور بشریات سے گہرا تعلق ہے۔اس لیے روایتی طرزِ تحقیق جو انیسویں صدی سے موجودہ دور تک رائج چلا آرہا ہے اب بے معنی ہوگی۔اب سماجی علوم کی طرح ادب کو بھی جدید سائنسی اصولوں کی روشنی میں پرکھنے پر اصرار کرنا چاہیے۔دوسرے لفظوں میں اب ادب کی تحقیق میں بھی جدید سائنسی طریقِ کار سے بھرپور استفادہ کرنا ضروری ہے۔اگرچہ بظاہر ادبی اور سائنسی تحقیق میں ایک بُعد نظر آتا ہے اور کافی حد تک فرق موجود بھی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سائنسی طریقۂ کار کا استعمال ادبی تحقیق کو زیادہ سے زیادہ معروضی اور معتبر بنا سکتا ہے۔اور یہی دراصل تحقیق کا مقصد بھی ہے۔

محقق کے اوصاف

تحقیق ایک سنجیدہ،صبر آزما اور باضابطہ عمل ہے۔اس کے لیے تحقیق کار کو کچھ خاص اصول وشرائط اور اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے۔اِن میں سے کچھ اوصاف تو ایسے ہیں جو تقریباً ہر قسم کی تحقیق میں یکساں اہمیت رکھتے ہیں،لیکن ماہرینِ تحقیق نے بعض ایسے اوصاف کی بھی نشاندہی کی ہے جو متعلقہ شعبے کے حوالے سے درکار ہوتے ہیں۔تحقیق کے اِن بنیادی اوصاف کو اصولِ تحقیق کے محققین نے چار زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ذیل میں ہم اردو تحقیق کو مدنظر رکھتے ہوئے محقق کے ضروری اوصاف کا ذکر کریں گے۔

ا۔اخلاقی وکرداری اوصاف:

۱۔ محقق کو ہر حالت میں حق کو ہونا چاہیے۔سچ اس کا شعار ہونا چاہیے۔تصنع،ریا،فریب اور سرقہ وغیرہ سے اس کو پرہیز لازم ہے۔

۲۔ محقق کو مکمل طور پر غیر جانب دار ہونا چاہیے،اور ہر قسم کے تعصب سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھے۔

۳۔ محقق کو معتدل مزاج ہونا چاہیے۔بے صبری،عجلت اور جلد بازی تحقیق میں مناسب نہیں۔

۴۔ محقق حقیقت پسند ہوتا ہے۔وہ ہٹ دھرم،اور ضدی نہ ہو،نئی حقیقت واضح ہونے پر غلط موقف کو

بدلنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کرے۔

۵۔ محقق کا اولین مقصد تحقیق برائے علم ہونا چاہیے۔وہ کسی سطحی فائدے، دولت، انعام، منصب وغیرہ کو تحقیق کے مقاصد نہیں گردانتا۔

۶۔ محقق احساسِ برتری کا شکار نہ ہو، بلکہ منکسرالمزاج ہو۔

۷۔ محقق کے مزاج میں محنت کرنے کی بھرپور صلاحیت ہو۔اس کا مزاج فطرتاً تحقیق کی طرف راغب ہو۔

۸۔ محقق بے باک، نڈر اور بیان کرنے کی اخلاقی جرأت رکھتا ہو۔خوف و وسوسوں سے محقق آزاد ہوتا ہے۔

۲۔ذہنی یا عقلی اوصاف:

۱۔ محقق غیر مقلد مزاج ہوتا ہے۔وہ کسی بات کو بلا تحقیق قبول نہیں کرتا۔بلا تحقیق بات کا ماننا اس کے نزدیک جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔

۲۔ محقق ضعیف الاعتقاد نہیں ہوتا۔وہ بالغ نظر ہوتا ہے۔مافوق الفطرت تصوّرات، توہّمات وغیرہ پر وہ بلا تحقیق یقین نہیں کرتا۔

۳۔ محقق شکی مزاج ہوتا ہے۔وہ ہر چیز کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے اور ہر چیز کو تحقیق کی روشنی میں قبول کرتا ہے۔

۴۔ محقق سائنسدان کی طرح مزاج میں قطعیت رکھتا ہو دوٹوک فیصلہ کرے۔محض قیاس آرائی نہ کرتا ہو۔

۵۔ محقق منتشر خیالات کو منظم اور منطقی انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔مواد کی بہترین ترتیب و تنظیم کرسکتا ہو، نیز واضح فکر کا حامل ہو۔

۶۔ محقق بہترین حافظے کا مالک ہو۔

۳۔علمی اوصاف:

۱۔ محقق وسیع مطالعہ رکھتا ہو۔

۲۔ تاریخ کا گہرا شعور رکھتا ہو۔

۳۔ اردو کے علاوہ بعض دوسری زبانوں سے واقفیت رکھتا ہو۔

۴۔ تحقیق کے جملہ اصولوں اور طریقۂ کار سے بخوبی آگاہ ہو۔

۵۔ بعض دوسرے علوم مثلاً نفسیات، عمرانیات وغیرہ سے واقفیت رکھتا ہو۔

۶۔ تحقیق کے سلسلے میں مفید محض جدید تکنیکی اُمور مثلاً کمپیوٹر کے استعمال او رشماریات وغیرہ سے کافی حد تک واقفیت رکھتا ہو۔

۴۔ادبی اوصاف:

۱۔ ادبی محقق کو متعلقہ ادب کے جملہ علوم مثلاً علم بیان، علم عروض، تاریخ گوئی وغیرہ سے کماحقہٗ واقفیت ضروری ہے۔

۲۔ محقق متوازن تحقیقی شعور کا مالک ہو۔

۳۔ محقق کسی حد تک تخلیقی صلاحیتوں کا مالک بھی ہو، تا کہ نئے نتائج کو بہترین انداز میں پیش کر سکے۔

تحقیق کے مراحل

تحقیق کے عمومی مراحل مختلف شمار کیے گئے ہیں، ادبی نقطۂ نظر سے شمار کیے گئے اہم مرحلے درجہ ذیل ہیں۔

۱۔موضوع کی تلاش و انتخاب

کوئی بھی تحقیق کسی مقصد کے تحت کی جاتی ہے۔ادبی اور خاص کر سندی مقالوں میں اس مقصد کو واضح کرنے کے لیے با قاعدہ کوئی عنوان منتخب کیا جاتا ہے۔سماجی علوم میں تحقیق کا موضوع عموماً کوئی مسئلہ ہوتا ہے۔ تحقیق میں اسی مسئلے یا مقصد کا تعین سب سے مشکل مرحلہ شمار ہوتا ہے۔کیونکہ اس سلسلے میں تھوڑی سی کوتاہی بعد کے تمام تحقیقی عمل کو متاثر کرتی ہے۔

موضوع کے انتخاب میں محقق کی ذہنی سطح، علمی پس منظر، پسند و ناپسند اور بعض دیگر عوامل اہم کردار ادا کرتے ہیں۔انہی عوامل کے تحت بعض موضوعات کسی محقق کے لیے مناسب اور بعض نا مناسب ٹھہرتے ہیں۔لہٰذا موضوع کے انتخاب سے پہلے نوجوان محقق کو چاہیے کہ وہ نہ صرف خود اچھی طرح غور وخوص کر لے بلکہ اپنے اساتذہ کرام اور دیگر ماہرینِ تحقیق سے بھی پوری پوری رہنمائی حاصل کرلے۔نیز اُصول تحقیق پر مبنی کتابوں سے بھی مدد لے۔

اردو فنِ تحقیق کی بیشتر کتابوں میں موضوع کی تلاش و انتخاب کے حوالے سے بہترین رہنمائی ملتی ہے۔ اس سلسلے میں موضوعات کی فہرستوں کے مطالعے سے بہتر رہنمائی مل سکتی ہے۔ادبی نقطۂ نظر سے اردو تحقیق موضوعات کو مختلف قسموں کے تحت چند بڑے زمروں میں یوں تقسیم کیا گیا ہے:

’’۱۔ کوئی ایک ادیب ۲۔ صنف ۳۔ رجحان تحریک، دبستان ۴۔ علاقائی

گروہی جائزہ ۵۔ کوئی انجمن یا ادارہ ۶۔ کوئی ایک کتاب،مثلاً تذکرہ ،تاریخ
ادب یا داستان نیز کسی رسالے کا جائزہ ۷۔ تدوین متن ۸۔ادبی حوالہ جاتی
کتابیں ۹۔ بین العلومی تحقیق ۱۰۔ ادبی لسانیات ،یعنی ادب ولسانیات کو ملانے
والے موضوعات ۔''(۳۹)

۲۔خاکہ، تحقیقی تجویز یا تحقیقی ڈیزائن

انتخابِ موضوع کے بعد جس چیز پہ زیادہ توجہ صرف کرنے کی ضرورت ہے وہ تحقیقی تجویز، تحقیقی ڈیزائن یا خاکہ ہے۔اس سے مراد وہ پلان یا منصوبہ ہے جو تحقیق نگار اپنی تحقیق کے آغاز میں ترتیب دیتا ہے۔'خاکہ' روایتی تحقیق میں تو عام ہے لیکن تحقیقی تجویز یا تحقیقی ڈیزائن اس سلسلے میں نسبتاً نئی اصطلاحات ہیں۔ان تینوں کا بنیادی تصوّر ایک ہی ہے،تاہم تحقیقی تجویز یا خاکہ اس عمل کا محدود تصور ہے جبکہ تحقیقی ڈیزائن پورے تحقیقی منصوبے کا نام ہے۔بنیادی مقصد ان تینوں کا یہ ہے کہ تحقیق کے عمل سے بخوبی عہدہ برا ٔ ہونے کے لیے تحقیقی عمارت کا مکمل نقشہ ابتداء ہی میں کھینچ دیا جائے۔یہ نقشہ جتنا مکمل ہوگا تحقیقی عمل اتنا ہی آسان اور معتبر ہوگا۔

تھیسس کا خاکہ بناتے وقت موضوع کی وسعت اور تنگی، متعلقہ بنیادی مسائل اور ضمنی سوالات، وہ فن جس کے متعلق موضوع ہے اور وہ مدت جس میں تکمیل کرنا ہے وغیرہ جیسی بنیادی باتوں کو پیش نظر رکھ کر ان کا پوری طرح لحاظ رکھنا ضروری ہے۔اس میں ابتدائی دیباچے سے لیکر آخری ضمیمہ، کتابیات اور اشاریہ تک کی مکمل وضاحت ہونی چاہیے۔اس سلسلے میں دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرنا زیادہ بہتر ثابت ہوسکتا ہے۔

مختصر یہ کہ خاکہ مختلف تصوّرات کی تقسیم، ترتیب اور باہمی رشتے کا نام ہے۔یہ ایک ناگزیر اور ضروری عمل ہے جو آغاز ہی میں تکمیل پاتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس کے اندر کسی مرحلے پر تبدیلی ممکن نہیں۔ بعض اوقات حسبِ ضرورت اس میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔بلکہ ڈاکٹر گیان چند تو اسے مقالے کی تیاری کی طرح ایک مسلسل عمل گردانتا ہے۔(۴۰)

۳۔مواد کی فراہمی

تحقیق میں تیسرا اہم قدم مواد کی فراہمی اور کھوج ہے۔اس سلسلے میں سب سے پہلے متعلقہ مواد کی فہرست بنانا مناسب ہے، جس کے بعد ان کی تلاش اور حصول محقق کی اہم ذمہ داری ہے۔جب تک محقق متعلقہ مواد کے حصول میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوتا اس کی تحقیق نہ صرف نامکمل ہوگی بلکہ ناقص بھی ہوگی۔تحقیق کے معیار کا

دارومدار بڑی حد تک اِسی پر ہے۔

موضوعِ تحقیق سے متعلق مواد کی پہچان اور حصول کے لیے لائبریریاں محقق کے لیے اوّلین پلیٹ فارم کا درجہ رکھتی ہیں۔انسائکلوپیڈیا، لغات، تذکرے، سوانح عمریاں فہرست مخطوطات و نایاب کُتب، فہرست مطبوعات، مطبوعہ و غیر مطبوعہ مقالات، کتابیات، انتخابات، اخبارات و رسائل کے فائل، روداد یں، پمپلٹ اور دیگر مستقل تصانیف وغیرہ مواد کے حصول کے سلسلے میں چند اہم اور بنیادی ذرائع ہیں۔اس ضمن میں لائبریری سے استفادے کی بہتر صلاحیت محقق کے کام کو بڑی حد تک آسان کر دیتا ہے۔

ان میں سے بیشتر کا حصول لائبریریوں ہی سے ممکن ہے لیکن انٹرنیٹ اور دیگر قدیم وجدید ذرائع سے مواد کا حصول محقق کی صوابدید اور موضوع کی نوعیت پر ہے۔اگرچہ مواد کے سلسلے میں موضوع سے متعلق سینئر محققین اور نگرانِ مقالہ محقق کی بہتر رہنمائی اور مدد کر سکتے ہیں، تاہم اپنی تحقیق سے متعلق مواد کی تلاش کا سزاوار بالآخر محقق ہی ٹھہرتا ہے۔

۴۔مطالعہ اور نوٹ لینا

مقالے کی تیاری کے لیے مأخذ کی عارضی فہرست تیار کر لینے کے بعد محقق باقاعدہ مطالعہ شروع کرتا ہے۔ یہی مطالعہ اس کی تحقیق کے لیے خام مال کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بعد وہ دلائل کی روشنی میں حقائق کی تصدیق وتردید کے قابل ہوجاتا ہے۔محقق کو اپنی تحقیق سے متعلق ہر ممکن الحصول تحریر پڑھنے کی ضرورت ہے۔وہ اپنے موضوع پر اس وقت تک قابلِ قبول رائے نہیں دے سکتا، جب تک اس نے اپنے موضوع سے متعلق تمام اہم تحریروں کا مطالعہ نہ کیا ہو۔وسیع مطالعہ ہی محقق کی رائے میں وزن اور اس کی تحقیق میں گہرائی پیدا کرسکتا ہے۔

تحقیق کے دوران محقق کی اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنی تحقیق کو قابلِ اعتبار بنانے کے لیے دلائل سے کام لے۔یہی دلائل ایک کامیاب محقق اُن نوٹوں کی صورت میں جمع کرتا ہے جو اس نے وسیع مطالعے کے بعد اخذ کیے ہوتے ہیں۔بعد میں جاکے یہی نوٹ اس کی تحقیق کا جزو بن کر اس میں وزن اور گہرائی پیدا کرنے میں معاوِنت کرتے ہیں۔

ایک کامیاب محقق نہ صرف مطالعے کے اصولوں سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ نوٹ لینے کے مختلف طریقوں سے بھی واقف ہوتا ہے۔وہ مطالعہ کے دوران غیر متعلق چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اور اپنے مقررہ وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے مفیدِ مطلب مواد ہی کو اہمیت دیتا ہے۔

نوٹ لینے کے لیے اکثر محققین مختلف سائز کے کارڈ استعمال کرتے ہیں، تاہم بیاض کی صورت میں مسلسل نوٹ درج کرنے کا طریقہ بھی مستعمل ہے۔نوٹ لینے کا یہ عمل انتہائی احتیاط اور باقاعدگی کا تقاضا کرتا ہے۔اردو فنِ تحقیق کی بیشتر کتابوں میں نوٹ لینے کے جملہ طریقوں کی پوری وضاحت موجود ہے۔واضح رہے کہ کامیاب محقق ہمیشہ بنیادی ذرائع یا ماٰ خذ پر ہی انحصار کرتا ہے۔

۵۔مقالہ کی ترتیب وتسوید

سارا ممکن الحصول مواد اکھٹا کر لینے کے بعد اسے ترتیب دینے کی نوبت آتی ہے،یعنی آغاز کار سے اب تک جو نوٹ لیے گئے ہیں انھیں ان کے عنوانات کے تحت مرتب کیا جاتا ہے۔مقالہ کی ترتیب وتسوید کے وقت محقق کا ایک اہم کام یہ ہے کہ غیر ضروری نوٹوں کی چھانٹی کرے اور اُن کو الگ کرے۔مقالہ کی ترتیب میں ابواب کے تحت نوٹوں کی ترتیب کا یہ عمل انتہائی مہارت، باقاعدگی اور احتیاط کا متقاضی ہے۔بہتر ترتیب وتنظیم ہی مقالہ نگار کے کام میں آسانی اور باقاعدگی پیدا کرتے ہیں۔

نوٹوں کی بہتر ترتیب ہی مقالہ کی ابتدائی ہیت نمایاں کرتی ہے،جس کے بعد تسوید کا عمل کافی حد تک آسان ہوجاتا ہے۔تسوید یا مقالہ کی تیاری میں ابتدائی طور پر مسودہ تیار کرنے کا عمل درپیش ہوتا ہے، جوایک نازک اور مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور جس کے لیے انتہائی توجہ اور غور وخوض کی ضرورت ہوتی ہے۔اس مرحلے پر محقق کو اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لینا چاہیے۔مواد کی تلاش، چھان بین اور پھر مطالعہ او رنوٹ لینے کے دوران محقق جس محنت، دیانت اور دِقت نظری کا ثبوت فراہم کرتا ہے،مقالہ کی تسوید میں بھی اس کا اہتمام ضروری ہے۔اس مقصد کے لیے واضح فکر،مواد کی منطقی ترتیب، صحیح ترجمانی اور موثر طرزِتحریر چند نمایاں اور ضروری چیزیں ہیں۔

مقالہ کی تیاری کے دوران تحریر یا تسوید کے چند اصول ہیں۔مقالے کی تحریر کا آغاز براہ راست اپنے موضوع سے کیا جاتا ہے۔طویل تمہید اور تبصروں سے پرہیز ضروری ہے۔حقائق سے اخذ کردہ نتائج اور تاثرات کو پورے خلوص اور اختصار کے ساتھ پیش کردیا جاتا ہے۔جمع شدہ مواد کی تدوین اور تنظیم اس طرح ہو کہ دلائل کی روشنی میں نتیجہ اخذ کیا جا سکے۔اس کے علاوہ مقالے کا ہر حصہ باہم مربوط ہونا چاہیے۔

مختصراًیہ کہ محقق جتنی محنت ابتداء سے آخر تک کرتا ہے یہ مرحلہ اس کا نچوڑ ہوتا ہے۔تسوید کے دوران ابتدائی مسودہ تیار کیا جاتا ہے جس پر بار بار نظر ثانی کی جاتی ہے۔نظر ثانی اور تبئیض کے اس عمل کے بعد مقالہ یا مضمون جو روپ لیتا ہے، اسے مبیّضہ کہتے ہیں۔نظر ثانی میں کسی دوسرے فرد سے مدد لینا زیادہ مفید خیال کیا جاتا ہے۔اِس

کے بعد باقی تمام کاروائیاں رسمی نوعیت کی ہوتی ہیں۔تسوید کے اس سارے عمل میں مناسب اسلوب زیادہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۶۔مقالے کا اسلوب

ادبی تحقیقی مقالہ اپنی اہمیت اور سائنسی نوعیت کے پیش نظر الگ اسلوب کا متقاضی ہوتا ہے۔اس کے لیے معیاری زبان لازمی ہے۔محقق کے لیے خطابت سے احتراز واجب ہے اور استعارہ اور تشبیہ کا استعمال صرف توضیح کے لیے کرنا چاہیے، آرائش گفتار کے لیے نہیں۔تناقص و تضاد اور ضعفِ استدلال سے بچنا چاہیے۔اور مبالغہ کو تحقیق کے لیے سم قاتل سمجھنا چاہیے۔(۴۱)

تحقیقی مقالہ چونکہ واقعات و حقائق پر مبنی ہوتا ہے اس لیے اس میں لفاظی یا افسانہ طرازی، خطابت یا شاعرانہ رنگین بیانی سے کام نہیں لینا چاہیے۔یہ باتیں مقالے کی عظمت کو کم کرتی ہیں۔(۴۲) غیر متعلق باتیں یا غیر ضروری تفصیلات دے کر کتاب یا مقالہ کا حجم بڑھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔عبارت میں یکسانی برقرار رکھنا بھی ضروری ہے۔ایجاز و اختصار اچھی تحریر کی ایک خوبی شمار ہوتی ہے لیکن مختلف تصورات کی وضاحت بھی لازمی ہے۔غیر ضروری انشا پردازی تحقیقی مقالے کے لیے مناسب نہیں۔ڈاکٹر عبدالرزاق قریشی تحریر کرتے ہیں:

> تحقیقی مقالے میں پیش پا افتادہ فقروں، فرسودہ ادبی مثالوں، عامیانہ محاوروں، بول چال کے محاوروں، خطابات اور ڈگریوں، واحد متکلم اور مدیرانہ جمع متکلم کے استعمال سے بچنا ضروری ہے۔''میں'' یا ''ہم'' کے بدلے مرتب، راقمِ سطور، مضمون نگار یا اس قسم کا کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔(۴۳)

تاہم ڈاکٹر گیان چند نے اس مقصد کے لیے بعض محققین کے برعکس شگفتہ طرزِ تحریر کو مناسب خیال کیا ہے۔(۴۴)

۷۔حواشی، حوالہ جات، اقتباسات

تحقیقی مقالے میں حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات کی بہت اہمیت ہے۔کیونکہ تحقیق میں متعلقہ شعبے سے وابستہ لوگوں کی آراء کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔عام طور پر اقتباسات اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں، جب کسی مصنف کا اقتباس اس کی عبارتوں اور تصورات کی پیش کش بہتر طور پر محقق کے مفروضوں اور دلیلوں کو ثابت کر سکتا ہو یا پھر دستاویزی شہادت کے لیے ضروری ہو۔نیز محقق کو کسی کی رائے سے اختلاف ہو یا جہاں اعداد و شمار کے

بیان میں ٹکراؤ ہو یا کہیں بنیادی اُصولوں میں اختلافات ہوں تو اقتباس کی نوبت آتی ہے۔اقتباسات کے سلسلے میں اُن کی صحت کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

باقاعدہ اقتباسات کے ساتھ ساتھ بعض اوقات دوسروں کی تحریر کا مرکزی خیال اپنے لفظوں میں بھی بیان کیا جاتا ہے۔اقتباس ہو یا مرکزی خیال استفادے کی ہر دو صورتوں میں اس کا اعتراف ضروری ہے۔حوالہ جات اور حواشی اِسی مقصد کے لیے تحقیقی مقالے کا لازمی حصہ بنتے ہیں۔تاہم غیر ضروری اقتباسات اور حوالہ جات وغیرہ سے پرہیز بھی ضروری ہے۔

حوالہ دینے کے دو طریقے اہم ہیں جن میں کسی ایک طریقے کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔حوالے متعلقہ صفحے کے نچلے حاشیے پر بھی ہو سکتے ہیں اور باب کے اختتام پر بھی۔البتہ دونوں صورتوں میں واضح ترتیب ضروری ہے۔ اقتباس پیش کرنا اگر ناگزیر ہو تو مختصر پیش کیا جاتا ہے۔

۸۔ضمیمے،کتابیات،اشاریہ

کسی مقالہ یا کتاب میں متن (text) کے فوراً بعد آنے والا وہ حصہ جو متن سے متعلق ضروری اور مفید معلومات تو فراہم کرتا ہے مگر متن میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ضمیمہ کہلاتا ہے۔ضمیمہ کتاب میں تحقیقی مقالہ کا وہ ضروری حصہ ہوتا ہے کہ اگر اسے نکال دیا جائے تو اس کی کمی محسوس ہوتی ہے اور اگر اسے متن میں شامل رکھا جائے تو متن کی روانی یا ترتیب متاثر ہوتی ہے جس سے کتاب یا تحقیقی مقالے کی خوبصورتی میں فرق آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ضمیمہ کو الگ لیکن متن کے فوراً بعد جگہ دی جاتی ہے۔

کتاب یا تحقیقی مقالہ کے خاتمہ پر مأخذ کی فہرست دینا تحقیق میں ضروری ہے،ورنہ تحقیق قابلِ اعتبار شمار نہیں ہوگی۔ایسی فہرست سے اصل مأخذ معلوم ہونے کے علاوہ مواد کے استناد،اہمیت،افادیت وغیرہ کا اندازہ ایک جھلک میں ہو جاتا ہے۔کتابیات محض کتابوں کے زیادہ سے زیادہ نام گنوانے کے لیے نہ ہو۔جو کتاب بھی ہو براہِ راست موضوع سے تعلق رکھتی ہو،اور اس سے مصنف یا مقالہ نگار نے اپنی تصنیف یا مقالہ میں استفادہ کیا ہو۔ فہرستِ مأخذ منتخب ہونا چاہیے۔کتابیات کی تیاری بھی حوالہ جات کی طرز پہ ہوتی ہے،البتہ مخطوطات کی فہرست مطبوعات سے الگ ہوگی۔نیز رسائل وجرائد بھی الگ رکھے جائیں گے۔ذاتی خطوط سوالنامے وغیرہ آخر میں درج کرنے چاہئیں۔

کتابیات کی طرح اشاریہ بھی علمی وادبی تحریروں میں لازمی طور پر ہونا چاہیے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ

قاری کوفوراً پتہ چل جاتا ہے کہ کتاب میں اس کے کام کی چیز ہے یا نہیں۔اس طرح وہ پوری ورق گردانی سے بچ جاتا ہے۔اگر کتاب ضخیم ہے تو اشاریہ کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔مثلاً اشخاص کے نام، مقامات کے نام، کتابوں کے نام وغیرہ۔اشاریہ کا انحصار عموماً موضوع یا مضمون کی نوعیت پر ہوتا ہے۔

۹۔ چند متفرق پہلو

محقق تحقیق کے نتائج مقالے کی صورت میں منظر عام پر لاتا ہے۔اس دوران اس کو تحقیق کے درجہ بالا مراحل کے علاوہ کچھ دیگر اُمور بھی انجام دینے پڑتے ہیں۔ذیل میں ایسے ہی چند نکات یا پہلوؤں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو تحقیق کی تکمیل میں درپیش ہوتے ہیں۔

تحقیقی مقالے کا سرورق مندرجہ ذیل معلومات پر مبنی ہوتا ہے:

۱۔ عنوانِ مقالہ (جلی حروف میں)

۲۔ یونیورسٹی کا نام جس میں مقالہ پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ سال کا ذکر جس میں مقالے کی تکمیل اور پیش کش ہوئی ہے۔

۴۔ ڈگری یا سند جس کے لیے مقالہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۵۔ تحقیق کار یا محقق کا نام

۶۔ نگرانِ مقالہ کا نام

کتاب کے آغاز میں سرورق کے بعد فہرستِ ابواب دی جاتی ہے، جس کے بعد دیباچہ یا تمہید کی نوبت آتی ہے۔مقدمہ اگرچہ مقالے کے آغاز میں ہوتا ہے لیکن عموماً آخر میں تحریر کیا جاتا ہے۔بعض اوقات مقدمہ خود لکھنے کی بجائے دوسروں سے لکھوایا جاتا ہے۔لیکن خود لکھنا بہر حال بہتر ہے، کیونکہ دوسروں سے لکھوانا اُن کے کندوں پر چڑھ کر اپنے قد کو بڑھانے کی کوشش کے مترادف ہے۔(۴۵)

مقدمے میں تصنیف کی شانِ نزول، ضرورت، دقتوں اور اکتسابات وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ اسے کتاب کے شروع میں دیا جاتا ہے۔تعارف، پیش لفظ، دیباچہ وغیرہ الفاظ بھی اس کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔تدوینِ متن کرنے والے محقق کا مقدمہ اگرچہ طویل اور پُر مغز ہو سکتا ہے لیکن عام تحقیق میں مقدمے کو زیادہ عالمانہ اور طویل نہیں ہونا چاہیے۔

تحقیق کے دوران مددگار ثابت ہونے والے اشخاص کا شکریہ بھی مقدّمے کے آخری پیراگراف میں ادا

کرنی چاہیے، تاہم اگر اِن کی تعداد زیادہ ہو تو پھر مقدمہ کے اختتام ہی پر الگ عنوان ''اعترافات'' وغیرہ کے ذیل میں ایسے تمام افراد کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

بسا اوقات نقشے، ڈائیگرام، چارٹ، گراف، جدول بھی مقالہ یا کتاب کی ضرورت بن جاتے ہیں۔ یہ عام طور پر سائنسی یا سماجی علوم میں زیادہ ہوتا ہے، ادبی تحقیق میں ان کی نوبت کم ہی آتی ہے۔ تاہم اگر آجائے تو ان کو ضمیمہ میں رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

مقالے کا مسوّدہ مکمل ہو جائے تو اس پر بار بار نظر ثانی کرنی چاہیے۔ مسوّدے سے تبیُض تک کا یہ عمل انتہائی توجہ کا طالب ہے۔ مواد میں تضادات، ترتیب مناسب نہ ہونا، اسلوب کی کمزوریاں، غلط حوالے اور اِس جیسی دیگر کمزوریاں اِسی مرحلے پر دور کی جاتی ہیں۔ نظرِ ثانی کے دوران مقالے کو دوسروں سے پڑھوانا بھی مفید ہے۔ تاکہ دوسروں کی تنقیدی نظر کی روشنی میں بھی اس کی خامیوں کو دور کیا جا سکے۔

مقالے کی کتابت بھی توجہ سے کرنی چاہیے۔ بہتر ہے کہ مقالہ نگار یہ کام خود کرے۔ اگر خود نہ کر سکے تو دوسرے کمپوزر سے کروائیں لیکن کمپوزنگ کے مراحل میں اس کو پورا وقت دے، اور ہر ہر مرحلے پر متعلقہ ہدایات دے۔ پروف ریڈنگ خود کرے۔

تحقیقی مقالہ جب ہر قسم کی سقم سے پاک ہو جائے اور کتابت کے بعد مکمل ترین صورت میں آجائے تو اگر غیر سندی تحقیق ہے تو اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جاتا ہے، بصورت دیگر نگرانِ مقالہ کے سرٹیفکٹ کے ساتھ اس کی چند کاپیاں صدرِ شعبہ کے توسط سے شعبۂ امتحانات میں جمع کروا دیے جاتے ہیں۔ جس کے بعد یہ شعبۂ امتحانات کی طرف سے مختلف ممتحوں کے پاس بھیج دیے جاتے ہیں، جن کی رپورٹیں موافق آنے کی صورت میں زبانی امتحان کی منزل آتی ہے جو مقالہ نگار کی طویل جدّ و جہد کی آخری منزل ہوتی ہے۔ اس موقعے پر مقالہ نگار پہلے اپنے مقالے کا تعارف پیش کرتا ہے، جس کے بعد اس کو ممتحن اور دیگر حاضرین کے سوالوں کے جوابات دینے ہوتے ہیں۔ چونکہ مقالہ نگار نے تحقیق کے دوران موضوع کے حوالے سے خاطر خواہ مطالعہ کیا ہوتا ہے لہٰذا یہ مرحلہ نسبتاً آسان شمار کیا جاتا ہے۔

تصحیح و تدوینِ متن

تدوین یعنی متن کی تصحیح و ترتیب تحقیق کی ایک شاخ ہے۔ اس کی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی کسی اور ادبی تحقیق کی۔ بلکہ کچھ حوالوں سے تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب تک ہمیں ادب کے درست نمونے

دستیاب نہیں ہوتے اس وقت تک کسی ادیب ،دور،دبستان یا تحریک کے بارے میں درست رائے قائم نہیں کی جاسکتی ۔تدوین میں کسی پرانے لیکن اہم متن کو پوری صحت کے ساتھ دوبارہ اس شکل میں مرتب کیا جاتا ہے جس شکل میں اس کے تخلیق کرنے والے کو منظور تھا۔کسی مخطوطے کو مرتّب کرنے کا مقصد محض ایک کتاب کو گمنامی سے نکال کر شائع کردینا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد مصنف کے اصل افکار،انداز تحریر اور زبان تک پہنچنا ہے۔

اردو زبان چونکہ ایک مشرقی زبان ہے اور عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے نیز ابتداء میں چھاپہ خانے کی سہولت میتسر نہ ہونے کی وجہ سے اردو کا قدیم ادب بیشتر مخطوطات کی شکل میں ہی منظر عام پر آتا رہا۔لہٰذا موجودہ دور میں قدیم کتابوں کو مرتب کرنے کا روج عام ہو چکا ہے ۔تاہم اب تک مدوّن کی گئی ایسی کتابیں بہت کم ہیں جن کو جدید اصول تحقیق کی روشنی میں معیاری کہا جاسکے ۔چند استثنائی صورتوں سے ہٹ کر اکثر مرتّبین کا کام انتہائی پست درجے کا ہے۔مزاج میں سہل پسندی اور متعلقہ اُصولوں سے ناواقفیت کی وجہ سے ہمارے ہاں تدوین کا اعلیٰ معیار ابھی تک نظر نہیں آتا۔

تدوینِ متن بظاہر آسان سرگرمی نظر آتی ہے لیکن حقیقتاً خاصا دِقت طلب اور دشوار کام ہے ۔اِس میں بے شمار کٹھن منزلیں آتی ہیں۔شاید اسی لیے بعض لوگ اسے مرض خیال کرتے ہیں۔مگر یہ نہ مرض ہے اور نہ سائنس، بشرطیہ کہ اس کو پوری دیانت داری اور لگن سے اُصولوں کی پیروی کرتے ہوئے انجام دیا جائے ۔

تدوینِ متن کے محقق کے لیے بھی اُنھیں خوبیوں کا حامل ہونا ضروری ہے جو عمومی تحقیق کے لیے درکار ہوتے ہیں ۔تاہم ایسے محقق میں بعض اضافی خوبیاں بھی ہونی چاہیے ۔حواشی،متن کا زمانہ تصنیف،مصنف اور اس کے عہد کی خصوصیات،داخلی شواہد کا تعین چند ایسی باتیں ہیں جن کا تعین کرنے کے لیے کسی اہل فرد کی ضرورت ہوتی ہے ۔یہ فریضہ وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے جو کماحقہٗ تحقیق کے آداب سے آشنا ہو۔ایسا محقق صحیح طریقے سے حقائق کو پرکھنے اور اس کے کھوج لگانے کے فن سے آشنا ہو۔جو شخص قدرتی طور پر تحقیقی مزاج نہ رکھتا ہو وہ تدوین کا کام سرانجام نہیں دے سکتا۔

نسخوں کی تلاش اور حصول ،املا کی دشواریوں سے نبرد آزما ہونا ،الحاقی کلام کی پہچان،نسخوں کا موازنہ اور مراتب مقرر کرنا،حواشی وتعلیقات پیش کرنا اور تصحیح متن کا مرحلہ گزار کر مقدمہ یا تعارف وغیرہ لکھنا تدوینِ متن کے سلسلے میں بعض نمایاں منزلیں ہیں ۔اردو تحقیق میں یہ منزلیں ابھی پوری طرح اور معیاری انداز میں سر نہیں ہوئیں ۔تاہم ان کی طرف اب توجہ بڑھ رہی ہے ۔

اُردو تحقیق کی روایت

تحقیق کا کام حال کو بہتر بنانا، مستقبل کو سنوارنا ،اور ماضی کی تاریکیوں کو روشنی عطا کرنا ہے۔ تحقیق کا ایک اہم کام گمشدہ دفینوں کو دریافت کرنا اور ماضی کی تاریکیوں کو دور کر کے اسے روشنی عطا کرنا ہے۔ تحقیق ماضی کی گمشدہ کڑیاں دریافت کرتی ہے اور تاریخی تسلسل کا فریضہ سرانجام دیتی ہے،اور ادب کو اس کے ارتقا کی صورت میں مربوط کرتی ہے۔ تحقیق موجود مواد کو مرتب کرتی ہے،اس کا تجزیہ کرتی ہے،اس پر تنقید کرتی ہے اور پھر اس سے ہونے والے نتائج سے آگاہ کرتی ہے۔(۴۶) ادبی تحقیق کا بھی یہی دائرہ کار ہے۔

ایک وقت تھا جب ادب کو تحقیق کے باب میں قبول نہیں کیا جاتا تھا۔اس کا تعلق صرف تنقید اور تبصرے کے عمل سے ہی تھا۔لیکن جب معاشرتی علوم وجود میں آئے تو یہ محسوس کیا جانے لگا کہ سائنسی طریقۂ کار کا استعمال کر کے اس شعبے میں بھی صحیح نتائج کا حصول ممکن ہے،لہٰذا ادب کو بھی تحقیق کے دائرے میں شامل کیا گیا۔(۴۷)

تحقیق کے موجودہ معیار تک پہنچنے کے لیے اردو ادبی و لسانی تحقیق نے طویل سفر طے کیا ہے۔اردو تحقیق کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی میں تسلیم کیا جاتا ہے جب اس زمانے میں شعراء کے تذکرے لکھے گئے۔ یہ تذکرے جو ابتداء میں فارسی اور پھر اردو میں بھی لکھے جانے لگے،معیار کے لحاظ سے انتہائی کمزور ہیں۔ان کی بنیاد جدید تحقیقی اصولوں پر استوار نہیں اور نہ ہی ان کی حیثیت معاصرین کی سوانحی حالات سے زیادہ ہے۔لیکن اس کے باوجود اردو تحقیق کے ابتدائی نقوش انہی تذکروں کے اندر تلاش کرنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ ناقدین اور محققین کا ایک بڑا طبقہ ان تذکروں کو اردو تحقیق کا نقش اول قرار دیتا ہے۔(۴۸)

تذکروں کے بعد محمد حسین آزاد کی آبِ حیات تحقیق کی راہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔آب حیات تذکرہ نویسی اور باقاعدہ تاریخ نویسی کے درمیان ایک منضبط کڑی ہے۔اگرچہ اس کے بہت سے بیانات پر اعتراضات کیے گئے اور اس کی بعض معلومات کو غیر مستند قرار دیا گیا، تاہم آبِ حیات کی بنیادی حیثیت کے بارے میں کلام نہیں۔آب حیات کی طرز پر اردو کی ادبی تاریخوں کا سلسلہ موجودہ زمانے تک جاری ہے۔

سرسید تحریک کے زیر اثر جو نیا علمی اور سائنسی رجحان پیدا ہوا اُس سے تحقیق کو بھی تقویت پہنچی۔یہی وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں مغربی اثرات کے زیر اثر زندگی کی ہر چیز تبدیلی کی طرف مائل تھی۔حالات کی تبدیلی کے نئے اثرات اردو ادب و تحقیق پر بھی نمایاں طور پر مرتب ہوئے۔بہت سی نئی تحریکیں نمودار ہوئیں، جن کے ذریعے نئے ذہنی و فکری تعبیرات عام ہوئے۔خاص کر مذہبی عقائد کے مابین تصادم کی صورت پیدا ہوئی اور متضاد

ذہنی وفکری رویے سامنے آئے۔دلائل ،شواہد اور سند کی ضرورت عام ہوئی اور حقائق کی بازیافت کا عمل تیز ہوا۔یہی وہ وقت تھا جب سرسید تحریک پروان چڑھی ،جس کا ایک مضبوط حوالہ اردو زبان وادب کی حفاظت ،ترقی اور احیاء بھی تھا۔چنانچہ سرسید،حالی اور شبلی کو اردو تحقیق کی روایت کے بنیا دگزاروں کا مقام حاصل ہے۔

آثار الصنادید، آئین اکبری ،تاریخ فیروز شاہی اور تزک جہانگیری سرسید کے تحقیقی نقطۂ نظر کو مترشح کرنے والی کتابیں ہیں۔خاص کر آثار الصنادید کا دوسرا ایڈیشن سرسید کو ایک محتاط مدوّن کی صورت میں سامنے لاتا ہے۔ اس کے علاوہ آئین اکبری کی تدوین میں تدوینِ متن کے جدید اصولوں کا سراغ ملتا ہے۔

حالی نے سوانح نگاری کے میدان میں تحقیق کی مثال پیش کرنے کی سعی کی۔وہ سوانح کی ترتیب،واقعات وحقائق کی تلاش وجستجو اور صحتِ بیان پر پوری توجہ صرف کرتے ہیں۔باضابطہ مأخذ کی نشاندہی کرتے ہیں۔حالی کا یہ کہنا کہ روایتی اور سنی سنائی باتوں اور رسمی معلومات پر انحصار کافی نہیں،ان کے ذوقِ تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔

شبلی کا انداز استقرائی تحقیق کے قریب ہے۔اُن کی تحقیق کی مثالیں ان کی لکھی گئی سوانح عمریاں ہیں۔ المامون،سیرۃ النبیؐ ،الفاروق ،الغزالی وغیرہ میں واقعات کی تحقیق ،ان کی ترتیب،اخذ نتائج وغیرہ شبلی کے تحقیقی شعور کو نمایاں کرتی ہیں۔فارسی ادبیات کی کتاب ''شعرالعجم'' میں انھوں نے عربی ،فارسی شعراء ،ادباء ،تذکرہ نگاروں اور انگریزی مورخین سے استفادہ کیا ہے۔شبلی کے بعض مضامین بھی ان کے تحقیقی قد میں اضافہ کرتے ہیں۔

اس زمانے میں سرسید ،حالی اور شبلی کے علاوہ ان کے دیگر رفقاء اور معاصرین چراغ علی،محسن الملک، مولوی ذکاءاللہ اور وحیدالدین سلیم وغیرہ کے بعض کارنامے بھی اردو کی تحقیقی روایت میں اضافے کا باعث بنے۔

درجہ بالا سطور میں اردو تحقیق کی روایت کے چند ابتدائی رجحانات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی۔یہ رجحانات بڑی حد تک منتشر اور خالص ادبی نہیں کہے جاسکتے۔اردو میں خالص ادبی تحقیق بیسویں صدی کے اوائل میں شروع ہوتی ہے۔اس سلسلے میں مولوی عبدالحق ،حافظ محمود شیرانی اور قاضی عبدالودود وغیرہ بزرگوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اردو زبان وادب کی تحقیق میں صرف کیا اور اردو تحقیق کا معیار بلند کیا۔

بیسویں صدی میں تحقیقی روایت میں توسیع کرنے والے ایک اہم بزرگ مولوی عبدالحق ہیں۔مولوی عبدالحق کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ انھوں نے تحقیق ادب کو ایک قومی نصب العین کی طرح قبول کیا اور اسے عمر بھر جاری رکھا۔قدیم دکنی مخطوطوں کی تلاش وصحت ان کے بنیادی کاموں میں سے ہیں۔دکن کے غیر دریافت ادب کو

منظر عام پر لاکر انھوں نے معلوم ادبی تاریخ کی دنیا کی کایا پلٹ دی۔(۴۹) نو دریافت کتابوں میں ان کے مبسوط مقدمے، حاشیے اور صحتِ متن سے مستقبل کی تنقید کی راہ ہموار ہوئی۔ ''معراج العاشقین''، '' سب رس''، قطب مشتری''، ''علی نامہ'' اور ''گلشنِ عشق'' وغیرہ اسی سلسلے کی کتابیں ہیں۔ اُن کا مختصر مگر وقیع مقالہ ''اردو کی نشو نما میں علمائے کرام کا کام'' بنیادی مأخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اردو ادب میں تحقیق کی باضابطہ ابتداء حافظ محمود شیرانی سے ہوتی ہے۔(۵۰) وہ پہلے محقق ہیں جنھوں نے تحقیق کے اصول پائیدار بنیادوں پر قائم کیے، اور جدید مغربی اصولوں کو رواج دیا۔ انھوں نے حوالے درج کرنے میں ذمہ داری سے کام لیا اور مختلف مأخذ اور ذرائع سے اخذ ہونے والی معلومات پر جرح وتعدیل اور احتساب کی صحت مند روایت قائم کی۔ ساتھ ہی منطقی اصولوں پر مبنی استدلال اور مغالطوں سے گریز تحقیق کار کے لیے ضروری ٹھہرایا۔

''پنجاب میں اردو''، ''تنقید آبِ حیات''، ''تنقید شعر العجم'' اور ''پرتھوی راج راسو'' جیسی کتابوں کے علاوہ بیشمار مقالات میں ان کی تحقیقی ژرف نگاہی اور بصیرت کی اعلیٰ ترین مثالیں موجود ہیں۔ داخلی اور خارجی شہادتوں کو یکساں اہمیت دینے والے اس اہم محقق کو بجاطور پر تحقیق و تدوین کو معلم اوّل شمار کیا گیا ہے۔(۵۱)

قاضی عبدالودود بھی اسی اندازِ فکر کے محقق ہیں۔ انھوں نے بھی تحقیق میں سخت معیار کو قائم رکھا اور تحقیق کا رشتہ جذبات کے بجائے حقائق سے جوڑا۔ وہ اپنے تحقیقی نتائج کو مقالات کی صورت میں پیش کرتے رہے۔ انھوں نے آب حیات کی تاریخی اغلاط کی نشاندہی اور غالب کے فرضی استاد کی حقیقت بتانے کے علاوہ دیوانِ شورش اور تذکرہ ابن امان اللہ طوفان وغیرہ کو بھی مفید حواشی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیے۔

آزادی سے پہلے اردو کی اس تحقیقی روایت کو درجہ بالا بزرگوں کے علاوہ بعض دیگر علمائے ادب و تحقیق نے بھی تقویت پہنچائی اور اپنے تحقیقی کارناموں سے اس کی روایت کو مستحکم کیا۔ محی الدین قادری زور، مولوی محمد شفیع، برج موہن دتاریہ کیفی، شیخ چاند، حامد حسن قادری، مولانا امتیاز علی عرشی، شیخ محمد اکرام، نصیرالدین ہاشمی، مالک رام اور مسعود حسن رضوی ادیب وغیرہ چند ایسے ہی نام ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دائرۂ کار میں تحقیق کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے زبان ادب کے بیشمار مخفی گوشوں کو بے نقاب کیا اور اردو تحقیق کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا۔ ان علمائے ادب کی تحقیقات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آزادی سے قبل کی ربع صدی کو ادبی تحقیق کے ارتقاء میں زرّین دور شمار کیا گیا ہے۔(۵۲) اس عہد میں اردو ادب کی تاریخ میں بعض بنیادی اضافے ہوئے اور

ہمارے چوٹی کے محققین نے اردو تحقیق کو اعتبار بخشا۔ان میں سے اکثر محققین کی تحقیق کا دائرہ آزادی کے بعد تک جاری رہا۔

اردو تحقیق کی روایت اور ارتقاء میں درجہ بالا محققین کا کردار یقیناً مسلّم ہے لیکن جہاں تک اردو تحقیق کی اعلیٰ روایات کا تعلق ہے وہ اس وقت قائم ہوئیں، جب تعلیم کی اعلیٰ جماعتوں میں اردو کو بار دیا گیا۔(۵۳) یونیورسٹیوں میں نہ صرف اردو بلکہ دوسری زبانوں اور مضامین میں بھی ریسرچ پر زور دیا گیا۔ان مضامین میں ریسرچ کے اصول مغرب سے لیے گئے۔جن کے ساتھ اردو نے بھی مغربی طریقِ تحقیق سے استفادہ کیا۔پچھلے ساٹھ پینسٹھ سالوں میں ہماری درسگاہیں اردو تحقیق کے اہم مراکز کے طور پر مصروفِ عمل ہیں۔اگرچہ درسگاہوں کے باہر بھی کئی عظیم اور قد آور محققین ذاتی طور پر کام کرتے رہے۔

یونیورسٹیوں میں تحقیق کا یہ سفر آزادی کے آس پاس شروع ہوا اور بہت تیزی سے پروان چڑھا۔ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ''آزادی کے بعد ہندو پاک میں اردو کی اعلیٰ تعلیم جنگل کی آگ کی طرح پھیلی ہے اس دور میں ادبی تحقیق کو اتنا فروغ ملا کہ اسے اردو تحقیق کا زرین دور کہہ سکتے ہیں۔''(۵۴)

جامعات میں بار حاصل کرنے کے بعد اردو تحقیق انتہائی تیزی سے پھیلی ہے۔ہندو پاک کی تقریباً ہر قابلِ ذکر یونیورسٹی میں اردو کا شعبہ قائم ہے۔جن میں ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں تحقیقی مقالے لکھے جا رہے ہیں۔ جامعات سے باہر بیشمار تحقیقی ادارے اپنے اپنے دائرۂ کار کے تحت تحقیق میں سرگرمِ عمل ہیں۔درجنوں تحقیقی رسائل اور مجلّات شائع ہو رہے ہیں۔اس عہد میں جامعات کے اندر اور باہر مختلف شعبوں میں ہر سطح کے کام بکثرت ہوئے ہیں۔ان میں تذکرے، ترتیب و تدوینِ متن، تواریخ ادب، ادبی تحقیق، شخصیات، اصنافِ ادب، لسانیات، فہرستِ کُتب، اور تحقیقی رسائل وغیرہ تمام پہلوؤں پر نہ صرف سندی مقالوں کی صورت میں کام ہوا ہے بلکہ مختصر مضامین، باقاعدہ تصانیف اور مجموعۂ مقالات کی صورت میں بھی اردو زبان و ادب کے بیشمار مخفی گوشے روشن کیے گئے ہیں۔

تقسیمِ ہند کے بعد سے اب تک کے عرصے میں اردو تحقیق کی روایت کو ثروت مند بنانے میں جن محققین نے اہم کردار ادا کیا ہے اُن میں ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر سہیل بخاری، ڈاکٹر جمیل جالبی، رشید حسن خان، مشفق خواجہ، ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ڈاکٹر یوسف حسین خان، ڈاکٹر

مسعود حسین خان، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر معین الرحمن، ڈاکٹر گوہر نوشاہی اور ڈاکٹر معین الدین عقیل وغیرہ چند ایسے نام ہیں جو اردو تحقیق کی عمارت میں اہم ستونوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ اِن کے تحقیقی کارناموں کا احاطہ اس مختصر تذکرے میں کسی طرح ممکن نہیں۔

اردو زبان وادب میں تحقیق کی یہ روایت انیسویں صدی کے نصف آخر سے شروع ہوتی ہے جب تذکروں میں اس کے ابتدائی نقوش تلاش کیے جاتے ہیں۔ بیسویں صدی کی پہلی تین چار دہائیوں میں یہ ارتقاء کی اہم منزلیں طے کرتی ہے، اور اس کو مضبوط بنیادیں مل جاتی ہیں۔ اس کے بعد جامعات اور دیگر تحقیقی اداروں میں اس کا زرّین دور پروان چڑھتا ہے جو ابھی تک جاری ہے۔ اس دوران جتنا تحقیقی کام ہوا وہ یقیناً معیار او رمقدار دونوں حوالوں سے قابلِ ستائش اور حوصلہ افزاء ہے۔ ان سے علم اور تحقیق دونوں کے سرمائے میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے، اور بلاشبہ بعض ایسے کام پایہ تکمیل تک پہنچے ہیں جنھیں عالمی سطح پر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔(۵۵)

اُردو میں فنِ تحقیق کی روایت

اردو فنِ تحقیق کی روایت ہماری تحقیق کے ابتدائی نمونوں میں بھی تلاش کی جا سکتی ہے، جب اردو زبان وادب کی تحقیق شروع ہو کے ارتقاء پذیر ہوئی۔ خاص طور پر سرسید، حالی، شبلی اور مولوی عبدالحق نے جو کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ وہ بڑی حد تک تحقیقی اُصولوں کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ لیکن جب ہم تحقیق کے اُصولوں سے بحث کرنے والی باقاعدہ تحریروں پر نظر ڈالتے ہیں تو اِس سلسلے میں حافظ محمود شیرانی کے ایک مضمون ''شہادتِ کلام'' کو اِس روایت کا نقطۂ آغاز تسلیم کیا جا سکتا ہے، جس کی اشاعت اپریل ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔(۵٦)

حافظ محمود شیرانی کا یہ مضمون دراصل اُن کے ایک طویل مقالے ''یوسف و زلیخائے فردوسی'' کا ذیلی حصہ ہے، جس میں تحقیق کے اُصولوں سے پہلی مرتبہ مختصر بحث ملتی ہے۔ انہوں نے اِس تحریر میں تحقیق میں داخلی شہادت کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور ادیب کی انفرادیت پر بھی زور دیا ہے۔

حافظ محمود شیرانی کے اس مختصر تحریر کے ساتھ اگرچہ اردو اصولِ تحقیق کی ہلکی سی داغ بیل پڑ جاتی ہے لیکن اس کے بعد کچھ اُوپر تین دہائیوں تک ہمیں اس سلسلے میں کوئی اور تحریر دستیاب نہیں ہوتی۔ اس کی بنیادی وجہ ہندوستان میں آزادی کی تحریکوں اور اس دوران میں ہندوستان بھر میں برپا رہنے والے انتشار کو قرار دیا جا سکتا ہے جو آزادی ملک کے بعد جا کے ختم ہوا۔

تقسیمِ ہند کے بعد جب حالات سازگار ہوئے اور جامعات کے اندر اعلیٰ تعلیم کو فروغ ملنے لگا تو اردو تحقیق کی اس اہم ضرورت کو بھی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا۔ چنانچہ تحقیق اور اُصولِ تحقیق کے حوالے سے مضامین کا سلسلہ نئے سرے سے دوبارہ شروع ہوا، جس کے نتیجے میں اس روایت کی نہ صرف مضبوط بنیادوں پر تشکیل ہوئی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تیزی بھی آنے لگی۔ ذیل میں ہم اس روایت کا مختصر لیکن اجمالی جائزہ پیش کر رہے ہیں تاکہ اردو اصولِ تحقیق پر موجود اب تک کے کل سرمایے کا نہ صرف اِرتقائی جائزہ لیا جا سکے بلکہ اس کے معیار و مقدار کا ہلکا سا تعارف بھی ہو۔ اگرچہ اس اجمال کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا انتشار اور شورش کے عبوری دور کے بعد فنِ تحقیق کی روایت کی صحیح معنوں میں تشکیل آزادی کے بعد ہوئی۔ اس زمانے میں سب سے پہلے ڈاکٹر سید عبداللہ نے تنقید کے فروغ کے زمانے میں تحقیق کی اہمیت محسوس کی اور ایک مضمون ''تحقیق و تنقید'' لکھ کر پہلی مرتبہ تحقیق کی قدر و قیمت متعین کرنے کی کوشش کی۔ یہ مضمون ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا، جس کے بعد یہ سلسلہ آگے بڑھا اور اِکّا دکّا مضامین اس حوالے سے دستیاب ہونے لگے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا مضمون ''جدید علمی تحقیق کا طریقِ کار'' (۱۹۵۸ء) ڈاکٹر عبادت بریلوی کا مضمون ''ادبی تحقیق کا بنیادی اصول'' (۱۹۵۸ء) آل احمد سرور کا مضمون ''اردو میں تحقیق'' (۱۹۵۸ء) ڈاکٹر نذیر احمد کا مضمون ''تاریخی تحقیق کے بعض بنیادی مسائل / اصول'' (۱۹۵۹ء) قاضی عبدالودود کا مضمون ''اردو ادب اور تحقیق'' (۱۹۵۹ء) اور مظفر علی سید کا مضمون ''اردو ادب اور تحقیق'' (۱۹۶۰ء) چند ایسے ہی مضامین ہیں جو اردو تحقیق اور اُصولِ تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے اِسی عرصے میں دستیاب ہوئے۔

۱۹۶۰ء تک ملنے والے اِن مضامین سے نہ صرف اس روایت کی تشکیل ہوئی، بلکہ بعد میں جب اس حوالے سے باقاعدہ کتابوں کا سلسلہ شروع ہوا تو فنِ تحقیق کی یہ روایت صحیح معنوں میں ارتقاء پذیر ہوئی، اور جس کے نتیجے میں اردو تحقیق کا عمومی معیار بھی بہتر ہونے لگا۔

چھٹی دہائی میں اِن چند مضامین کی اشاعت کے ساتھ ہی ہمارے علمائے تحقیق و تنقید کی بھرپور توجہ تحقیق اور اصولِ تحقیق کی طرف ہونے لگی۔ چنانچہ اِس موضوع پر مضامین و مقالات کی اشاعت کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا، جو ابھی تک جاری ہے۔ یہ مضامین زبان و ادب سے متعلق تحقیقی مجلّات اور رسائل وغیرہ میں شائع ہوتے رہے اور اب تک سیکڑوں کی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں۔ مضامین کی اشاعت کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اِن کی رفتار اور معیار دونوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اب تک اِن مضامین کی ایک بڑی

تعداد مجموعوں کی صورت میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ بلاشبہ اردو تحقیق اور اصولِ تحقیق کی روایت کو پروان چڑھانے اور مستحکم کرنے میں اِن مضامین کا کردار سب سے نمایاں رہا ہے۔ تاہم فنِ تحقیق کی اعلیٰ روایات اس وقت قائم ہوتی ہیں جب اِس سلسلے میں باقاعدہ کتابوں کا آغاز ہوا۔

مضامین کے ابتدائی نمونوں کے بعد اردو فنِ تحقیق کا پہلا سنگ میل اس وقت قائم ہوتا ہے، جب ۱۹۶۶ء میں انجمن اساتذہ اردو جامعاتِ ہند کے زیرِ اہتمام دہلی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس اردو کے تعلیمی مسائل سے متعلق تھی لیکن اس کے تیسرے اجلاس میں اردو تحقیق کے مسائل کو بھی اہمیت دی گئی اور ہندوستان بھر کے نامی گرامی علمائے تحقیق نے اردو تحقیق کے مسائل پر آٹھ مقالات پیش کرکے اس روایت کو پہلی مرتبہ اعتبار بخشا۔ یہ مقالات بعد میں شائع کیے گئے۔

دہلی کانفرنس کے یہ مقالات زیادہ تر تحقیق کے مسائل سے متعلق تھے۔ لیکن اِسی زمانے میں ایک اور اجتماعی کوشش ایسی ہے جس میں تحقیق کے مسائل کی بجائے تحقیق کے اُصولوں کو اہمیت دی گئی۔ میری مراد رسالہ آج کل کے ''اردو تحقیق نمبر'' سے ہے جو اگست ۱۹۶۷ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس تحقیق نمبر میں شامل بیشتر مضامین ایسے ہیں جو تحقیقی اُصولوں، تدوینِ متن، تحقیق کے معیار، تحقیق کی رفتار اور تحقیق ہی کے بعض دیگر نکات کو موضوع بناتے ہیں۔ اور جن سے پہلی مرتبہ تحقیق کے مسائل کے ساتھ اصولِ تحقیق یا فنِ تحقیق کی اہمیت اُجاگر ہوئی۔

دہلی کانفرنس کا دائرہ نسبتاً محدود تھا۔ اردو تحقیق نمبر' کی اشاعت نے وسیع پیمانے پر محققین کی توجہ اصولِ تحقیق کی جانب مبذول کرائی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد نہ صرف مضامین کی اشاعت کا سلسلہ زور پکڑتا ہے بلکہ اس موضوع پر باقاعدہ تصانیف کی اشاعت بھی شروع ہو جاتی ہے اور بہت تھوڑے عرصے میں اصولِ تحقیق سے متعلق کُتب کافی تعداد میں دستیاب ہو جاتی ہیں۔

اردو اصولِ تحقیق کے ابتدائی دور میں تحقیق کے مسائل اور تدوینِ متن بنیادی موضوعات نظر آتے ہیں۔ خاص کر تدوینِ متن اور اس کے مسائل نے اس دور کے محققین کو زیادہ متاثر رکھا ہے۔ چنانچہ اردو فنِ تحقیق کی پہلی باقاعدہ کتاب بھی تدوین متن ہی سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم کی کتاب ''متنی تنقید'' کو نہ صرف یہ انفرادیت حاصل ہے کہ یہ تدوینِ متن کے مسائل اور تمام اہم اصول پہلی بار پیش کرتی ہے بلکہ یہ اس روایت کی پہلی باقاعدہ تصنیف بھی قرار پاتی ہے۔ اِس سے پہلے اس سلسلے میں جتنا سرمایہ موجود تھا، وہ مختلف اہل قلم کے مضامین کی صورت میں ہے۔

اُصول تحقیق کی روایت میں 'متنی تنقید' کے بعد اگلے ہی سال ڈاکٹر عبدالرزاق قریشی کی کتاب ''مبادیاتِ تحقیق'' شائع ہوئی۔ یہ کتاب اس روایت میں اس حوالے سے انفرادیت کی حامل ہے کہ براہ راست سندی مقالہ نگاری سے بحث کرتی ہے۔اس کتاب میں ایک باب تدوینِ متن سے متعلق بھی موجود ہے۔ یہ کتاب مختصر ہے جس میں تحقیق کے تمام اصول سمیٹنا اگرچہ ممکن نہیں تھا لیکن مضامین سے قطع نظر کتابی صورت میں یہ پہلی کوشش ہے جو عام تحقیقی اُصولوں سے بحث کرتی ہے۔

''رہبر تحقیق'' اصول تحقیق کے سلسلے کی اگلی کتاب ہے جس کی اشاعت ۱۹۷۶ء میں ہوئی۔ یہ کتاب مقالات کا مجموعہ ہے اور متنوع تحقیقی مسائل اور اصولوں سے متعلق مضامین اور بعض اقتباسات پر مشتمل ہے۔ یہ اس وقت تک شائع ہونے والے مضامین و مقالات کی روشنی میں مرتبہ ایک بہترین اور متوازن انتخاب ہے جسے اردو سوسائٹی لکھنؤ کے زیرِ اہتمام شائع کیا گیا ہے۔

اس دور تک اردو تحقیق اور اصولِ تحقیق کی روایت میں چونکہ جامعات کے اندر تحقیق کی اعلیٰ روایات قائم ہو گئی تھیں۔لہٰذا یونیورسٹی تحقیقات پر مشتمل جائزوں پر بھی توجہ کی جانے لگی۔ یہ جائزے مضامین کی صورت میں بھی مرتب ہونے لگے،لیکن سید فرحت حسین کی مرتبہ مختصر کتاب ''ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق'' اس سلسلے کی پہلی کتابی کاوش ہے جو ہندوستان کی مختلف جامعات میں اس زمانے تک ہونے والی سندی تحقیق کی فہرست مہیا کرتی ہے۔واضح رہے کہ یہ کتاب بھی ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی۔

'متنی تنقید' کی بنیاد پر تدوینِ متن سے متعلق ایک اور کتاب ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی ''اصول تحقیق و ترتیب متن'' ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی اور جس سے گویا اِس موضوع کی تکمیل ہوئی۔(۵۷) یہ کتاب دراصل مضامین کا مجموعہ ہے جو ڈاکٹر تنویر علوی نے اس موضوع سے دلچسپی لیتے ہوئے وقتاً فوقتاً تحریر کیے تھے۔

۱۹۷۸ء میں اصولِ تحقیق کے حوالے سے دو کتابیں شائع ہوئیں۔مولانا کلب عابد کی کتاب ''عمادالتحقیق'' اس سال شائع ہونے والی ایسی کتاب ہے جو خالص سندی تحقیقی مقالے کو موضوع بناتی ہے۔اس کتاب کی بنیاد دراصل عربی تحقیقی کتاب پر رکھی گئی ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے تالیف کی گئی ہے۔دوسری کتاب سید محمد ہاشم کی مرتبہ ''تحقیق و تدوین'' ہے جو اسی سال شائع ہوئی۔یہ بھی مقالات کا مجموعہ ہے اور تحقیق کے عام اُصولوں کی بہ نسبت تدوینِ متن کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔

اس روایت کو مستحکم کرنے والی اگلی کتاب رشید حسن خان کی ''ادبی تحقیق،مسائل اور تجزیہ'' ہے جو دو حصوں

پر مشتمل ہے اور ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی ۔ قاضی عبدالودود کے نام معنون اس کتاب کے پہلے حصے میں تحقیق کے نظری مباحث جبکہ دوسرے حصے میں عملی تحقیق کے چار مطالعے پیش کیے گئے ہیں ۔ اردو اصولِ تحقیق کی روایت میں یہ کتاب ایک اہم اضافہ ہے۔

کتابوں کے دوش بدوش اس عرصے میں مضامین و مقالات کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ چنانچہ ابتداء سے ۱۹۸۰ء تک کے عرصے میں اردو اصولِ تحقیق سے متعلق پچاس کے قریب مضامین بھی دستیاب ہوتے ہیں جو اس روایت کے استحکام میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں ۔ کتابوں کی طرح یہ مضامین بھی تحقیق اور اصولِ تحقیق کے مختلف گوشوں کو منظر عام پر لاتے ہیں اور زیادہ تر تدوینِ متن اور تحقیق کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں ۔ تاہم سندی تحقیق کے اُصولوں اور دیگر ضروری مباحث کو بھی ان مضامین میں جگہ دی گئی ہے ۔

۲۹ اور ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء کو حافظ محمود شیرانی کی ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ان کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں بہار اُردو اکیڈمی اور ادارۂ تحقیقاتِ اردو کے زیر اہتمام ایک مشترکہ سیمینار کا اہتمام کیا گیا ۔ بعد میں اس سیمینار میں پڑھے گئے مقالات ''حافظ محمود شیرانی' سیمینار کے مقالات'' کے عنوان سے شائع کیے گئے ۔ یہ کتاب جو اردو اُصول تحقیق کے حوالے سے اہمیت رکھتی ہے، ۱۹۸۲ء میں اس روایت کا حصہ بنی ۔

اِسی سال خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے اربابِ اختیار نے بھی ''تدوین متن کے مسائل'' کے عنوان سے چند مقالات شائع کیے۔ یہ مقالات بھی ایک سیمینار میں پڑھے گئے تھے جو دسمبر ۱۹۸۱ء میں اسی موضوع پر منعقد کیا گیا تھا ۔ تدوین متن ہی سے متعلق ایک اور کتاب ''فن خطاطی و مخطوطہ شناسی'' اس سال شائع ہونے والی تیسری کتاب ہے جو دو طویل مقالات پر مشتمل ہے ۔ اپنی افادیت اور بہترین اسلوب کے باعث یہ کتاب محققین کے ساتھ ساتھ عام قاری کے لیے بھی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے ۔

''ادبی اور لسانی تحقیق 'اصول اور طریقِ کار'' ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی ۔ ڈاکٹر گیان چند کے مطابق یہ کتاب ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی ۔ (۵۸) ڈاکٹر عبدالستار دلوی کی مرتبہ یہ کتاب ۱۷ مقالات پر مشتمل ہے اور اس وقت تک شائع ہونے والے مضامین سے انتخاب کی گئی ہے ۔ کتاب کے آغاز میں مرتب کا ایک طویل مقالہ اہمیت کا حامل ہے جو بذات خود ایک چھوٹی سی تصنیف کا درجہ رکھتی ہے ۔ تدوینِ متن سے متعلق تین مسلسل کتابوں کے بعد یہ اس دور کی اہم کتاب ہے جو عام تحقیقی اصولوں سے تعلق رکھتی ہے ۔

''تحقیق کے طریقۂ کار'' ڈاکٹر ش ۔ اختر کی کتاب ہے جو اِسی زمانے میں منظر عام پر آئی ۔ اِس کتاب پر

سنہ تصنیف درج نہیں ۔ڈاکٹر گیان چند نے قیاس کیا ہے کہ یہ ۸۶۔۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی ہوگی ۔(۵۹)انگریزی کتابوں کی روشنی میں تیار کی گئی یہ بڑی حد تک سائنسی تحقیقی اصطلاحات سے مزیّن ہے اور خالص ادبی تحقیق سے متعلق نہیں ۔تاہم ادبی تحقیق میں بھی اعتبار رکھتی ہے اور نئے محققین کے لیے قابلِ استفادہ رکھتی ہے۔

فنِ تحقیق کی روایت میں ۱۹۸۶ء کا سال اس حوالے سے اہم ہے کہ اس سال متعدد کتابیں اردو اصولِ تحقیق کی زیرِ بحث روایت کا حصہ بنیں ۔اس سال ڈاکٹر اعجاز راہی کی مرتبہ دو کتابیں مقتدرہ قومی زبان کے زیر اہتمام شائع ہوئیں ۔پہلی کتاب اصولِ تحقیق سے متعلق ایک سیمینار کی روداد پر مشتمل ہے جو مقتدرہ قومی زبان نے ۲۵ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۶ء کو منعقد کیا تھا۔جبکہ دوسری کتاب اسی سیمینار کے مقالات پر مشتمل ہے ۔اصولِ تحقیق کی اہمیت وضرورت پر ان دو کتابوں کے مطالعے سے بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے ۔ڈاکٹر سلطانہ بخش کی دو جلدوں پر مشتمل اہم انتخابِ مقالات ''اردو میں اصولِ تحقیق'' کی اشاعت بھی اِسی سال ہوئی ۔اُنھوں نے ۱۹۸۶ء تک منظر عام پر آنے والے سرمایے کے ایک بڑے حصے کی روشنی میں یہ انتخاب کیا ہے اور الگ الگ مقدموں کے ساتھ کوئی پینتیس مستند مقالات ومضامین کو یکجا کیا ہے ۔پہلی جلد میں تحقیق کے آساسی اصولوں سے متعلق مقالات کو اہمیت دی گئی ہے جبکہ دوسری جلد میں اردو ادبی تحقیق کے مقالات کو جگہ دی گئی ہے۔

بیسویں صدی کی نویں دہائی کے بقیہ چار سالوں میں ہمیں تحقیق اور اُصولِ تحقیق سے متعلق مزید چھ کتابیں دستیاب ہو جاتی ہیں ۔''پاکستان میں اردو تحقیق ،موضوعات اور معیار'' کے نام سے ڈاکٹر معین الدین عقیل کی کتاب ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی ۔اس کتاب میں آزادی کے بعد پاکستان میں ہونے والی ادبی تحقیقات کے پینتیس سالوں کے منظر نامے کو سمیٹنے کی قابل قدر کوشش کی گئی ہے ۔ڈاکٹر نذیر احمد کے تین لکچروں پر مشتمل کتاب ''تصحیح وتحقیق متن'' بھی اسی دوران میں شائع ہوئی ۔یہ کتاب تدوین کے حوالے سے بعض نئے اور جدید پہلوؤں کو سر کرتی دکھائی دیتی ہے اور اپنی اہمیت ثابت کرتی نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے بھی ڈاکٹر معین الدین عقیل کی طرح پاکستان میں تحقیق کے منظر نامے پر قلم اُٹھایا ہے ۔''اردو تحقیق یونیورسٹیوں میں'' کے عنوان سے اُن کی کتاب ۱۹۸۹ء میں اشاعت پذیر ہوئی ۔انھوں نے اس کتاب میں جامعات میں ہونے والی عام تحقیقات کے علاوہ اقبالیاتی تحقیق کے ایک طویل دورانیے کو بھی زیرِ بحث لاکر کتاب کا حصہ بنایا ہے ۔واضح رہے کہ ڈاکٹر معین الدین عقیل اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے تقریباً ایک ہی موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن دونوں کا انداز قطعی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

۱۹۹۰ء کے ایک ہی سال اردو فنِ تحقیق کی روایت میں تین کتابوں کا اضافہ ہوا، جن میں ڈاکٹر گیان چند کی اہم تصنیف ''تحقیق کا فن'' بھی شامل ہے۔ یہ کتاب اردو فنِ تحقیق کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے جو نہ صرف تحقیق کے نوجوان طلباء کے لیے ایک تحفہ ہے بلکہ کہنہ مشق محققین کے ذوقِ تحقیق کی آبیاری بھی یہ پوری طرح کرتی ہے۔ خالص ادبی تحقیق کو مدِنظر رکھ کر تالیف کی گئی یہ کتاب فنِ تحقیق کے جملہ پہلوؤں کو محیط ہے۔

''ریسرچ کیسے کریں؟'' بھی اسی سال شائع ہوئی۔ ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی کی یہ تصنیف دراصل اس کے دورِ طالب علمی کی یادگار ہے۔ جس میں تدوینِ متن سمیت عمومی تحقیقی طریقۂ کار کے دیگر پہلوؤں کو روشن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دہلی اردو تحقیق کا اہم مرکز رہا ہے۔ آزادی کے بعد بھی دہلی کا یہ تشخص برقرار رہا۔ تقسیم ہند کے بعد تحقیق و فنِ تحقیق کے باب میں یہاں کے محققین نے جو اِضافے کیے ان کا ایک انتخاب ''آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق'' کے نام سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے مرتب کر کے اُردو اکادمی دہلی کے زیرِ اہتمام شائع کیا۔ اس کتاب کی اشاعت بھی اسی سال یعنی ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔ یہ کتاب تحقیق کے حوالے سے دہلی کی اہمیت کو موثر انداز میں نمایاں کرتی ہے۔ اس کتاب کے بیشتر مضامین اصولِ تحقیق سے متعلق ہیں۔

۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء کے درمیانی عرصے کو اردو فنِ تحقیق کی روایت میں اس حوالے سے کامیاب دور کہا جا سکتا ہے کہ اِن دس سالوں میں اصولِ تحقیق سے متعلق تقریباً ۱۵ کتابیں شائع ہوئیں جن کا تذکرہ درجہ بالا سطور میں ہوا۔ مضامین کی ایک بڑی تعداد اِن کے علاوہ ہے۔ اس دور میں منظرِ عام پر آنے والا مواد اِس حوالے سے منفرد ہے کہ اِس میں جدید یونیورسٹی تحقیقات کے حوالے سے نہ صرف مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ جدید اُصولوں کی روشنی میں اُن کا حل پیش کرنے کی سعی بھی کی گئی ہے۔ اُردو اصولِ تحقیق کی روایت کی چند ممتاز کتابیں اِسی دور کی یادگار ہیں۔ یہ دورانیہ مقدار و معیار دونوں حوالوں سے قابلِ وقعت و ستائش ہے۔

بیسویں صدی کی آخری دہائی میں بھی اردو فنِ تحقیق کی روایت میں بعض منفرد اور قابلِ قدر اِضافے ہوئے۔ ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک کے درمیانی عرصے میں ''اردو میں فنّی تدوین''، ''ادبی تحقیق کے اُصول''، ''اصولِ تحقیق''، ''تصنیف و تحقیق کے اُصول''، ''اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں''، ''تعیّنِ زمانہ''، ''تحقیقِ اقبالیات کے مآخذ''، ''تحقیق کے اُصول و ضوابط (احادیثِ نبویہ کی روشنی میں)''، ''اُصول اور جائزے''، ''تدوین، تحقیق، روایت'' اور ''تحقیقی مقالہ نگاری (طریقِ کار)'' جیسی کتابیں اردو اصولِ تحقیق کی زیرِ بحث روایت کو ثروت مند

بناتی ہیں۔

'اردو میں فنی تدوین' دراصل اس موضوع پر ہونے والے ایک ورک شاپ کے مقالات ہیں جو زیادہ تر تدوین/ایڈیٹنگ سے متعلق ہیں۔تاہم ان میں سے بیشتر مضامین چونکہ اردو تحقیق سے وابستہ افراد نے تحریر کیے ہیں، لہٰذا ادبی تحقیق سے وابستہ محققین حوالہ جات، اِقتباسات، اشاریہ سازی، ابواب بندی اور دیگر طباعتی اور فنی اُمور میں اِن سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

'ادبی تحقیق کے اصول' ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو ۸۱۔۱۹۸۰ء میں لکھے گئے اور رسائل کی زینت بنتے رہے۔تبسم کاشمیری کے یہ مضامین اِس حوالے سے منفرد ہیں کہ ان میں قدیم وجدید تحقیق طریقۂ کار کے ڈانڈے ملتے نظر آتے ہیں۔'اصول تحقیق' ڈاکٹر سعیداللہ قاضی کی تالیف ہے جو۱۹۹۲ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ یہ کتاب اسلامیات کے طلباء کے لیےلکھی گئی ہے۔سندی مقالہ نگاری کی وضاحت کرنے والی یہ کتاب کسی حد تک ادبی محققین کی رہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دے سکتی ہے۔

صرف ۹۲ صفحات پر مشتمل قاضی عبدالقادر کی تصنیف 'تصنیف وتحقیق کے اصول' اختصار اور جامعیت کی خوبی سے متصف کتاب ہے۔یہ کتاب بڑے تحقیقی مقالوں کے برعکس صرف ''مضمون نویسی'' کے طریقۂ کار کی وضاحت کرتی ہے،لیکن اِسی ذیل میں نوجوان ادبی محققین کوتحقیق کے اہم نکات بھی سمجھاتی ہے۔

قاضی عبدالودود اردو تحقیق کی دنیا میں منفرد محقق ہیں۔اُنھوں نے بغیر کسی شہرت یا پذیرائی کی خواہش کے اہم تحقیقی کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ان کی تحقیقات عموماً طویل مقالات کی صورت میں سامنے آتی رہی ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں ان کی ایسے ہی مقالات پر مبنی دو کتابیں 'اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں' اور 'تعین زمانہ' خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کی طرف سے شائع ہوئے جو ان کے تحقیقی قد کو اور نمایاں کرتی ہیں۔نوجوان محققین کی تربیت کے لیےاُن کے یہ مضامین یقیناً ایک تربیتی کورس کا درجہ رکھتے ہیں۔

پاکستان میں اقبالیات کا شعبہ محققین کی توجہ کا خاص مرکز رہا ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے 'تحقیقِ اقبال کے مآخذ' لکھ کر اقبالیاتی محققین کی سہولت کا اہم فریضہ سرانجام دیا ہے۔اقبالیاتی تحقیق میں اوّلین وثانوی مآخذ کی مکمل نشاندہی کرنے والی یہ کتاب دراصل اُن کے ایک لکچر کی کتابی صورت ہے جس کی اشاعت ۱۹۹۶ء میں ہوئی۔'تحقیق کے اصول وضوابط' (احادیث نبویہ کی روشنی میں)' کرنل (ر) ڈاکٹر عمر فاروق غازی کی کتاب ہے جو اسمِ بامسمّٰی ہے۔ادبی تحقیق کے سلسلے میں بھی اس کی قدرو قیمت موجود ہےاور اس سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔

'اصول اور جائزے' مقصود حسنی کی کتاب ہے۔مضامین پر مبنی یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کے مضامین ادبی تحقیق کے اصولوں سے متعلق ہیں جبکہ دوسرے حصے میں تحقیقی وتنقیدی مضامین کو جگہ دی گئی ہے۔مقصود حسنی نے اپنے مضامین میں اختصار کوملحوظ رکھا ہےاور اصولِ تحقیق کے بعض اہم گوشوں کی نشاندہی کی ہے۔

۱۹۹۹ء میں دو کتابیں شائع ہوئیں۔رشید حسن خان کے مقالات کا مجموعہ 'تدوین، تحقیق، روایت' اور پروفیسر محمد عارف کی 'تحقیقی مقالہ نگاری (طریق کار)' اِس سال شائع ہونے والی دو اہم مطبوعات ہیں۔رشید حسن خان کے بعض مضامین تدوین کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالتے ہیں جبکہ بعض عملی تحقیقی نمونوں پر مشتمل ہیں۔محمد عارف نے اپنی کاوِش کی بنیاد انگریزی کتاب پر رکھی ہے۔یہ کتاب سندی مقالہ نگاری کے تمام مراحل کا احاطہ کرتی ہے اور عملی نوعیت کی مثالوں سے مزیّن ہے۔یہ کتاب جُزیات نگاری کی بھی خوبصورت مثال ہے۔

بیسویں صدی کے یہ آخری دس سال بھی ایک قابلِ وقعت سرمایہ اردو فنِ تحقیق کی جھولی میں ڈال کر رخصت ہوئے۔اس دوران منظر عام پر آنے والی کتابیں متفرق نوعیت کی ہیں۔ایک کتاب تدوینِ حدیث کے اصولوں کو متعارف کرتی ہے تو ایک کتاب تحقیقِ اقبال میں مأخذ کی نشاندہی کرتی ہے۔ایک اور کتاب اصولِ تحقیق کے حوالے سے مغربی طرز کی جزیات نگاری اور عملی نوعیت کی مثالیں پیش کرتی ہے تو ایک کتاب اڈیٹنگ کے طریقوں کی وضاحت کرتی ہے۔مستقل کتابیں اور مضامین کے مجموعے اِن سے الگ ہیں۔اِس کے علاوہ اس دہائی میں ۸۲ مضامین بھی اس دور میں شائع ہوئے۔(۶۰) یہ تمام مضامین بھی کہنہ مشق ادیبوں کے رشحاتِ قلم میں سے ہیں اور اصولِ تحقیق کی بحث میں نئے اور قابلِ لحاظ گوشوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔غرض یہ دہائی بھی اس روایت میں الگ اور منفرد نوعیت کے اضافے کرتی ہے، اور اصولِ تحقیق کی روایت میں ایک گراں بہا اضافہ کرکے وسعت کا باعث بنتی ہے۔

اصولِ تحقیق کی روایت اکیسویں صدی میں داخل ہو کے بھی اِسی رفتار سے آگے بڑھ رہی ہے، جس رفتار سے اس سے پہلے کے آخری چند برسوں میں نظر آتا ہے۔بلکہ بعض غیر معیاری اور گائیڈ وسرقہ نما کتابوں کو شمار کیا جائے تو اس میں خاصا اضافہ ہی ہوا ہے۔یہ عرصہ مضامین کے حوالے سے بھی زیادہ زرخیز ہے۔

۲۰۰۰ء کے بعد ''اردو تحقیق مسائل ومعیار'' ادبی تحقیق سے متعلق پہلی کتاب ہے جو اس روایت کو اکیسویں صدی میں کتابی صورت میں آگے بڑھاتی ہے۔یہ کتاب جامعاتی تحقیقی مقالات پر مبنی ایک فہرست ہے جس کی اشاعت ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔اسد فیض کی مرتبہ اِس کتاب میں تحقیق وفنِ تحقیق کے حوالے سے چار مطالعات کو بھی

جگہ دی گئی ہے۔

۲۰۰۱ء ہی میں شائع ہونے والی ایک اور کتاب ''مقالہ نگاری کے اصول، مع رہنمائے مطالعہ'' بھی ہے جو اسلامی علوم کی تحقیق سے متعلق ہے۔مفتی عقیل الرحمن کی یہ کتاب دراصل عربی سے ماخوذ ہے، لیکن اپنے مباحث میں ادبی تحقیق سے وابستہ افراد کے لیے بھی افادیت کے پہلو رکھتی ہے۔''تحقیقی مقالہ نگاری'' ایس ایم شاہد کی تالیف ہے جو اِس سال شائع ہونے والی اس موضوع پر تیسری کتاب ہے۔یہ کتاب تعلیمی تحقیق سے سروکار رکھتی ہے لیکن ادب کے نوجوان راہ نوردان کو بھی مایوس نہیں کرتی۔

۲۰۰۲ء کو چھوڑ کر ۲۰۰۳ء میں تین اہم کتابیں اردو اصولِ تحقیق کی روایت کا حصہ بنیں۔رفاقت علی شاہد کی مرتبہ کتاب ''تحقیق شناسی'' مقالات کا مجموعہ ہے، جس میں چھوٹی بڑی ۱۳۶ اہم تحریروں کو یکجا کیا گیا ہے۔انھوں نے اس انتخاب میں ضروری حواشی و تعلیقات کا التزام بھی رکھا ہے۔اُن کی مرتبہ اس کتاب کی ایک اور خوبی کتاب کے آخر میں موجود وہ فہرست بھی ہے جو اصول تحقیق پر مبنی کتُب و مقالات کے ایک قابلِ ذکر سرمائے کی نشاندہی کرتا ہے۔

''اصولِ تحقیق'' اسی سال منظر عام پر آنے والی اگلی کتاب ہے، جس کی ترتیب و تالیف عبدالحمید خان نے کی ہے۔یہ کتاب اسلامی تحقیق کے پیشِ نظر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے نصابی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے تیار کی گئی ہے۔تاہم ساڑھے تین سو کے قریب صفحات پر مشتمل یہ کتاب چونکہ زیادہ تر ادبی تحقیق سے متعلق کتابوں کی روشنی میں تیار کی گئی ہے لہٰذا ادبی تحقیق کے ضمن میں بھی پوری طرح اہمیت رکھتی ہے اور مددگار ہے۔

۲۰۰۳ء میں شائع ہونے والی ایک اور کتاب ''اردو تحقیق (منتخب مقالات)'' بھی ہے جسے ڈاکٹر عطش درّانی نے مرتب کر کے مقتدرہ قومی زبان کے زیرِ اہتمام شائع کی ہے۔اس مجموعے میں ۲۸ اُن تحریروں کو جگہ دی گئی ہے جو نئے دور کے بالغ نظر محققین کی نگارشات ہیں۔اس کتاب میں شامل مضامین کے مطالعے سے اردو تحقیق کے جدید ترین مسائل کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر اسلم ادیب نے بھی تحقیق کے ضمن میں کتاب پیش کی ہے۔اُن کی کتاب ''تحقیق کی بنیادیں'' ۲۰۰۴ء میں شائع ہونے والی ایسی کتاب ہے جو تعلیمی تحقیق کے ذیل میں آتی ہے لیکن ادبی محقق کے لیے بھی کارآمد پہلو رکھتی ہے۔اس کتاب کی تیاری میں جدید انگریزی کتُب سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے، جس کا اندازہ اس کی 'کتابیات' پر ایک نظر دوڑانے سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

اردو اصولِ تحقیق میں جدید سائنسی طریقۂ کار کی طرف وکالت کرنے والی ایک اہم تصنیف ڈاکٹر عطش درانی کی ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' بھی ہے جو ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ضخیم ہے اور ادبی اور لسانی تحقیق کے ضمن میں بعض نئے پہلوؤں پر زور دیتی ہے۔ تحقیقی ڈیزائن، فرضیات، تکنیک، مسئلہ، مفروضے، وثوق، جواز اور تحدید وغیرہ جیسے جدید سائنسی تحقیق میں معاونِ نکات کو اس کتاب میں اردو تحقیق کے حوالے سے اہمیت دی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تحقیق وہی معتبر ہے جو جدید سائنسی طریقۂ کار کے تحت انجام دی گئی ہو۔

فنِ تحقیق کی روایت میں ۲۰۰۶ء کا سال بھی مفید رہا۔ اس سال بھی چند کتابیں ''مبادیاتِ تحقیق''، ''تحقیق وتدوین''، ''اردو تحقیق پنجاب یونیورسٹی میں'' اور ''جامعاتی تحقیق'' اس روایت کا حصہ بن چکی ہیں۔ 'مبادیاتِ تحقیق' ڈاکٹر خوشحال زیدی کی تصنیف ہے جو اِس سال شائع ہوئی اور دراصل اُن کے دورِ طالب علمی کی یادگار ہے۔ طالب علمانہ کوشش ہونے کے باوصف نوجوان محققین کے لیے تو مفید ہے لیکن اہلِ علم کے لیے متاثر کن نہیں۔ دہلی ہی سے اسی سال شائع ہونے والی ایک اور کتاب پروفیسر ابنِ کنول کی مرتبہ 'تحقیق وتدوین' بھی ہے جو مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں ۲۵ تحریروں کو جگہ دی گئی ہے، جن میں زیادہ تر مقالات اردو تحقیق سے متعلق منعقدہ ایک سیمینار کے ہیں۔ خالص تحقیقی اُصولوں سے بحث کرنے والے مضامین کی تعداد اس کتاب میں زیادہ نہیں۔

'اردو تحقیق پنجاب یونیورسٹی میں' ڈاکٹر سلیم ملک نے مرتب کی ہے اور ادارۂ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی میں ابتداء (۱۹۴۸ء) سے اب تک سند کے حصول کے لیے کی گئی تحقیقات کی فہرست پر مبنی ہے۔ نئے محققین کے لیے موضوع کے انتخاب کے سلسلے میں اس کتاب کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔

اسی سال (۲۰۰۶ء) میں شائع ہونے والی ایک اور فہرست ملتان سے 'جامعاتی تحقیق' کے عنوان سے سہیل احمد خان نے بھی مرتب کر کے شائع کی ہے۔ یہ اب تک اس نوعیت کی شائع ہونے والی جامع ترین فہرست ہے جس میں پاکستان، بھارت، ترکی اور بنگلہ دیش کی ساٹھ سے زائد یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اردو میں رجسٹرڈ شدہ مقالات کی فہرست شامل کی گئی ہے۔ مجموعی طور پر اس فہرست میں ۲۲۰۶ مقالات کا اندراج کیا گیا ہے۔

اصولِ تحقیق کے حوالے سے اس دوران میں چند ایسی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں جو گائیڈ نما ہیں اور طلباء کی

نصابی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر یا تجارتی مقاصد کے لیے مرتّب کی گئی ہیں۔ایسی کتابوں میں ربط کا فقدان بُری طرح کھٹکتا ہے اور اُن کے اندر پیش کیا ہوا مواد بھی قابلِ اعتبار نہیں۔یہ کتابیں زیادہ تر سنہ تصنیف سے بھی مبرّا ہوتی ہیں۔ایسی کتابوں میں، جو نسبتاً بہتر ہیں ''اصول تحقیق وتدوین'' از محمد خالد ندیم، ''تحقیق وتدوین'' از غلام عباس ماہو، ''فن تحقیق، مبادیات، اصول اور تقاضے'' از رانا سلطان محمود اور ''اصول تحقیق وتدوین'' از صفدر علی وغیرہ شامل ہیں۔یہ تمام کتابیں نوجوان طلبائے تحقیق کو تو کسی نہ کسی پہلو سے متاثر کرتی ہیں، لیکن تجربہ کار محقق کے لیے اِن کے اندر دیے گئے مواد پر شک لازم ٹھہرتا ہے۔

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہوا اردو فنِ تحقیق کی اس روایت کو مستقل کتابوں اور دیگر اجتماعی نوعیت کی کوششوں کے دوش بدوش مضامین و مقالات کے ایک مستقل سلسلے نے بھی مدد دی ہے اور استحکام بخشا ہے۔اس پورے عرصے میں اردو زبان و ادب سے متعلق رسائل وجرائد اور جامعات کے مجلّات میں اِس موضوع پر بیشمار مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے۔اِن مضامین کو مجموعوں کی صورت میں بھی شائع کیا گیا ہے لیکن ایک بڑی تعداد اب بھی ایسی ہے جن سے درجنوں مجموعے اور مرتّب کیے جاسکتے ہیں۔اس کے علاوہ کچھ مضامین بعض مصنّفین کی ذاتی کتابوں میں بھی منظر عام پر آئے ہیں۔

موضوعات کے حوالے سے دیکھیے تو اِن مضامین میں بھی کم وبیش وہی نکات بیان ہوئے ہیں جو اِس سلسلے کی مستقل یا مرتّب کتابوں میں عام ملتے ہیں۔تحقیق کے اُصول، تحقیق کی اہمیت، تحقیق کے مسائل، تدوین وتدوینِ متن، مخطوطات، ادبی تحقیق میں جدید اُصولوں پر زور، قدیم اور فرسودہ اُصولوں کی مذمت، تحقیق کے موجودہ معیار سے عدم اطمنان، تحقیقات کی رفتار، جامعاتی تحقیق کے مسائل، تحقیق میں جدید آلات اور طریق کار کی وکالت، تحقیقی ادارے وغیرہ وغیرہ۔

ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ کتابوں کے برعکس اِن مضامین میں تنوّع اور ہمہ رنگی نسبتاً زیادہ ہے۔نوعیت کے لحاظ سے بھی اِن میں مختلف قسم کی تحریریں مل جاتی ہیں۔کچھ مضامین ایک آدھ صفحے پر مشتمل ہیں جبکہ اس کے برعکس سو سے زائد صفحات پر پھیلے ہوئے مضامین بھی مل جاتے ہیں۔اس سلسلے میں بعض مضامین ایسے ہیں جو مضمون ہوتے ہوئے بھی کسی کتاب سے بھی زیادہ مفید ہیں، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان مضامین کی ایک بڑی تعداد فرومایہ ہے۔بیشتر مضامین ایسے ہیں جو بذاتِ خود تحقیقی اُصولوں پر پورا نہیں اُترتے۔

اردو فنِ تحقیق کے آغاز اور روایت کے سلسلے میں درجہ بالا اجمالی لیکن ارتقائی جائزے سے یہ بات سامنے

آتی ہے کہ یہ روایت بیسویں صدی کے نصف آخر یا آزادی کے بعد سے اب تک کے عرصے میں تشکیل وارتقاء پذیر ہوئی، اس کی ہلکی سی داغ بیل اگر چہ اس سے پہلے پڑ چکی تھی۔ اس پورے عرصے میں اس موضوع سے متعلق نہ صرف بیسیوں کتابیں تصنیف کی گئیں، بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں مضامین بھی لکھے گئے۔ اُردو محققین کے علاوہ دیگر علوم مثلاً اسلامیات، سماجی علوم، ابلاغیات، تعلیم اور لائبریری سائنس سے وابستہ محققین نے بھی اصول تحقیق کے حوالے سے اُردو زبان میں کُتب ومضامین پیش کرکے اس روایت کو بالواسطہ فائدہ پہنچایا اور وسعت دی۔

اُصولِ تحقیق کے ضمن میں مختلف صورتوں میں دستیاب اس تمام سرمایے کے جائزے کے بعد ذیل میں چند ایسے نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو اس جائزے سے مترشح ہوتے ہیں:

۱۔ اردواصول تحقیق کی روایت کا باقاعدہ آغاز مضامین کی صورت میں ہوتا ہے، جبکہ کتابوں کا سلسلہ کچھ عرصے بعد شروع ہوجاتا ہے۔

۲۔ اردواصولِ تحقیق کی یہ روایت بیسویں صدی کے نصف آخر میں اپنی تشکیل وارتقاء کے منازل طے کرتی ہے۔ اور کُتب ومضامین کی اشاعت کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

۳۔ اس موضوع سے متعلق کتابی صورت میں کل سرمایہ ۷۰ سے زائد مطبوعات پر مشتمل ہے، جن میں مستقل کتابیں، مجموعۂ مقالات، دوسرے علوم سے متعلق کُتب، سیمینار، کانفرنسوں، رسائل کے نمبر، عمومی سندی وغیر سندی جائزوں، گائیڈ نما کتابوں، پمفلٹ نما کتابچوں اور اس موضوع کو جُزوی طور پر برتنے والی کتابیں شامل ہیں۔

۴۔ کتابوں کے دوش بدوش مضامین ومقالات کی ایک مستقل روایت بھی، جس میں ہر نوعیت کی تحریریں مل جاتی ہیں، آج تک جاری ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہورہا ہے۔

۵۔ مضامین کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ اِن سے درجنوں مجموعے شائع ہوچکے ہیں لیکن اب بھی ان کی اتنی تعداد موجود ہے کہ جن سے درجنوں اور مجموعے مرتّب کی جاسکتی ہیں۔

۶۔ اردوفنِ تحقیق کی یہ روایت ابتداء میں محدود تھی، لیکن اکیسویں صدی تک آتے آتے خاصی پھیل چکی ہے۔ خاص کرنصابی ضرورتوں کے لیے لکھی گئی کُتب کی بڑی تعداد، جن میں معیاری، نیم معیاری اور گائیڈ نما شامل ہیں، حالیہ برسوں میں زیادہ نظر آتی ہے۔

۷۔ اس روایت کے ابتدائی عرصے میں تحقیق کے مسائل اور تدوینِ متن پر زیادہ زور ملتا ہے۔ خاص کر تدوینِ متن کے سلسلے میں لکھی جانے والی بیشتر اہم کُتب اور مضامین اسی دور کی یادگار ہیں۔

۸۔ ابتدائی دور کی تحریروں میں عموماً تحقیق اور فنِ تحقیق کو گڈمڈ کر دیا گیا ہے۔ یہ صورت حال بعض جدید کُتب و مقالات میں بھی نظر آتی ہے۔

۹۔ اسی طرح ابتدائی تحریں میں زیادہ تر تحقیق کے مسائل کو ہی فنِ تحقیق کے مترادف سمجھا گیا ہے۔ ایسے مصنفین نے اُصولوں پر لکھتے ہوئے مسائلِ تحقیق کو ہی ''اُصول'' خیال کیا ہے۔

۱۰۔ ابتدائی تحریروں میں یہ خواہش عام نظر آتی ہے کہ اردو اُصولِ تحقیق پر زیادہ سے زیادہ معیاری تحریریں لکھی جانی چاہیے۔ تاکہ نئے محققین کی رہنمائی ہو اور اس طرح تحقیق کا معیار بلند ہو۔

۱۱۔ اس روایت کے حوالے سے دستیاب بیشتر کُتب و مقالات میں بذاتِ خود تحقیق کے اُصولوں کی پیروی بہت کم نظر آتی ہے۔

۱۲۔ فنِ تحقیق پر اب تک دستیاب یہ سارا مواد اتنا ہے کہ اس کو تسلی بخش قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر چہ دستیاب تمام سرمایے کو معیاری نہیں کہا جا سکتا۔

تمہیدی مباحث پر مبنی اِس پہلے باب میں تحقیق سے متعلق بعض ضروری مباحث کا احاطہ کیا گیا، نیز اُردو میں اُصولِ تحقیق کے حوالے سے دستیاب کُتب و مقالات کا ایک مختصر لیکن اجمالی جائزہ پیش کیا گیا۔ آیندہ ابواب میں اِس اجمال کی مزید تفصیل پیش کی جا رہی ہے، جس کے لیے اِرتقائی (تاریخی) ترتیب کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے کُتب کا تذکرہ ہے؛ مضامین و مقالات کے لیے الگ باب مختص ہے۔

حواشی

۱۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر: ۴۲

۲۔ دیکھیے ''لسانُ العرب'' (جلد۱۰) ص: ۴۹

۳۔ ''تاج العروس من جواہر القاموس'' (جلد۱۳) ص: ۷۹

۴۔ ''مصباح اللغات'' ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی، پروگریسیو بکس، لاہور، س ن، ص: ۱۶۶

۵۔ ''درسی اردو لغت'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل ۲۰۰۱ء

۶۔ ''اردو لغت'' (جلد پنجم)، اردو ڈکشنری بورڈ کراچی ۱۹۸۳ء۔

۷۔ لغت نامہ ''دھخدا'' (فارسی) از علی اکبر، تہران، آذر ماہ ۱۳۳۵ شمسی۔

۸۔ ''تحقیق وتنقید'' مشمولہ ''اردو میں ادبی تحقیق'' جلد اول، مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۹

۹۔ ''اردو میں تحقیق'' مشمولہ ''رہبرِ تحقیق'' اردو سوسائٹی لکھنؤ، ۱۹۷۶ء، ص: ۵۵

۱۰۔ ''تحقیق کا روایتی اسلوب'' مشمولہ ''تحقیق اور اصولِ وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات'' مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص: ۱۴۷

۱۱۔ ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' شعبۂ اردو بمبئی یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء، ص: ۱۳

۱۲۔ ''اصولِ تحقیق'' مشمولہ ''رہبرِ تحقیق'' ص: ۱۰۹

۱۳۔ ''تحقیق کا فن'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، (طبع سوم) ۲۰۰۳ء، ص: ۱۳

۱۴۔ بحوالہ ''تحقیق کا فن'' ص: ۱۲

۱۵۔ بحوالہ ڈاکٹر ش اختر ''تحقیق کا طریقہ کار'' سینٹر فار سائنٹیفک سٹڈیز اینڈ کلچر، رانچی، س ن، ص: ۱۹

۱۶۔ ''اردو میں اصولِ تحقیق'' (جلد اوّل) مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص: ۱

۱۷۔ ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۵ء ص: ۲۷

۱۸۔ Cambridge Dictionaries Online, Cambridge University Press 2003.

۱۹۔ Collins Essential English Dictionary, Harpercollins Publishers 2006, (2nd Edition)

۲۰۔ ''تحقیق کا فن'' ص: ۱۳

۲۱۔ پروفیسر محمد حسن ''ادبی تحقیق کے بعض مسائل''مشمولہ ''رہبرِ تحقیق'' ص: ۱۴۹

۲۲۔ ''تحقیق کے طریقے''،فضلی سنز لمٹڈ، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء ص: ۱۶

۲۳۔ ''اردو میں اصول تحقیق''(جلد اول) ص: ۵

۲۴۔ ''اردو میں اصولِ تحقیق''(جلد اوّل) ص: ۶/۷

۲۵۔ ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' ص: ۶۳

۲۶۔ ایضاً، ص: ۶۴

۲۷۔ ایضاً، ص: ۶۵

۲۸۔ ایضاً، ص: ۷۰

۲۹۔ ایضاً، ص: ۶۵

۳۰۔ ایضاً، ص: ۶۶

۳۱۔ ''تحقیق کے طریقے'' ص: ۳۴

۳۲۔ ''تحقیق کی بنیادیں'' بیکن بکس، لاہور ۲۰۰۴ء ص: ۲۰/۲۱/۲۲

۳۳۔ ''اردو میں اصولِ تحقیق''، (جلد اوّل) ص: ۴/۵

۳۴۔ ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' ص: ۳۸

۳۵۔ سید جمیل احمد رضوی ''لائبریری سائنس اور اصولِ تحقیق''مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد (طبع اول) ۱۹۸۷ء، ص: ۳۹

۳۶۔ ''تحقیق کی بنیادیں''(اشاعتِ دوم) ۲۰۰۴ء ص: ۵۲/۵۳

۳۷۔ ''اردو میں اصولِ تحقیق''(جلد اول) ص: ۶

۳۸۔ ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' ص: ۸۳

۳۹۔ ''تحقیق کا فن'' ص: ۹۵

۴۰۔ ایضاً، ص: ۱۰۷

۴۱۔ ایضاً، ص: ۲۴۵

۴۲۔ عبدالرزاق قریشی ''مبادیاتِ تحقیق'' خان بک کمپنی، لوئر مال لاہور، س ن، ص: ۵۴

۴۳۔ ایضاً ص: ۵۵

۴۴۔ ''تحقیق کا فن'' ص: ۲۴۹

۴۵۔ ایضاً، ص: ۲۹۱

۴۶۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری ''ادبی تحقیق کے اصول'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء (اشاعتِ اوّل) ص: ۲۰

۴۷۔ ''ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریقِ کار'' ص: ۱۸

۴۸۔ ڈاکٹر افتاب احمد آفاقی '' آزادی سے قبل اردو تحقیق'' مشمولہ ''تحقیق و تدوین'' از پروفیسر ابنِ کنول، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی ۲۰۰۶ء ص: ۲۶۷

۴۹۔ انور سدید، ڈاکٹر ''اردو ادب کی مختصر تاریخ'' عزیز بک ڈپو، لاہور، (طبع سوم) ۱۹۹۸ء، ص: ۳۸۵

۵۰۔ ایضاً ص: ۲۷۵

۵۱۔ رشید حسن خان ''ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ'' اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو، ۱۹۹۰ء، ص: ۱۱۰

۵۲۔ گیان چند، ڈاکٹر ''اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے'' مشمولہ ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' ص: ۲۳۹

۵۳۔ ایضاً، ص: ۲۳۰

۵۴۔ ایضاً، ص: ۲۳۰

۵۵۔ عقیل، معین الدین ڈاکٹر، ''اردو تحقیق صورتِ حال اور تقاضے''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص: ۲۰

۵۶۔ ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' ص: ۱۵

۵۷۔ ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' ص: ۱۲

۵۸۔ ''تحقیق کا فن'' ص: ۴

۵۹۔ ''تحقیق کا فن'' ص: ۴

۶۰۔ یہ تعداد راقم الحروف کی نظر میں آئے مضامین کی ہے، اِن کے علاوہ بھی ہو سکتے ہیں۔

باب دوم:

اُردو فنِ تحقیق پر کتُب کا جائزہ

(اِبتداء تا ۱۹۸۲ء)

☆۔مقالات انجمن اساتذہ اُردو جامعاتِ ہند۔ ☆۔(آج کل)''اُردو تحقیق نمبر''۔ ☆۔متنی تنقید۔ ☆۔مبادیاتِ تحقیق۔ ☆۔رہبرِ تحقیق۔ ☆۔ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں اُردو تحقیق۔ ☆۔اُصولِ تحقیق وترتیبِ متن۔ ☆۔عماد التحقیق۔ ☆۔ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ۔ ☆۔تحقیق و تدوین۔ ☆۔حافظ محمود شیرانی سیمینار کے مقالات۔ ☆۔تدوینِ متن کے مسائل۔ ☆۔فنِ خطاطی و مخطوطہ شناسی۔

اردو فنِ تحقیق کی روایت کا با قاعدہ آغاز مضامین سے ہوتا ہے۔مضامین سے قطع نظر کتابی صورت میں مطبوعات کا سلسلہ اُنیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں شروع ہوتا ہے۔اِس سلسلے میں ڈاکٹر خلیق انجم کی کتاب ''متنی تنقید'' پہلی با قاعدہ تصنیف قرار پاتی ہے جو تحقیق کے ایک اہم شعبے تدوینِ متن سے متعلق ہے۔یہ کتاب ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔اِسی سال دو اور اشاعتیں ایسی ہیں جو پہلی مرتبہ اس موضوع پر یکجا صورت میں مواد فراہم کرتی ہیں۔ان میں سے ایک انجمن اساتذہ اردو جامعاتِ ہند کے زیرِ اہتمام مئی ۱۹۶۶ء میں دہلی میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس کے مقالات ہیں۔جبکہ دوسری رسالہ'' آج کل'' (دہلی) کا ''اردو تحقیق نمبر'' ہے جو اگست ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔گویا اس روایت کے پہلے ہی سال تین مطبوعات منظرِ عام پر آئے۔جن میں سے ڈاکٹر خلیق انجم کی 'متنی تنقید' چونکہ با قاعدہ تصنیف ہے لہٰذا زیادہ اہمیت رکھتی ہے،جس کے بعد کتابی صورت میں یہ روایت آگے بڑھی اور اب تک بیسیوں کتابیں اس سلسلے میں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

کُتب کے حوالے سے توضیحی جائزے کے ضمن میں اِس ابتدائی باب میں ۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۲ء تک کے عرصے میں دستیاب ہونے والی ۱۳ مطبوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔تقریباً ۱۶ سال کے عرصے میں دستیاب ہونے والے اس سرمایے میں اصولِ تحقیق سے متعلق چند مستقل کتابوں کے علاوہ بعض مضامین کے مجموعے،ایک کانفرنس میں اس موضوع پر پیش کیے گئے مقالات،ایک سیمینار کے مقالات،ایک رسالے کا تحقیق نمبر،اور ایک سندی تحقیق کی رفتار کے حوالے سے کتاب،شامل ہیں۔

موضوع کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو عام تحقیقی اُصولوں سے زیادہ تدوینِ متن ان کُتب کا بنیادی موضوع نظر آتا ہے۔تدوینِ متن کو خالص موضوع کے طور پر برتنے والے مصنفین کے علاوہ عام تحقیقی اصولوں پر لکھنے والے محققین نے بھی اپنی کتابوں میں اس موضوع کو اہمیت دی ہے۔تدوینِ متن کے علاوہ اس دور میں تحقیق کے عمومی مسائل پر بھی زور ملتا ہے۔اس دور کی کتابوں میں زیادہ تر تحقیق کے مسائل ہی کو اصول شمار کیا گیا ہے۔اس دور کے بیشتر مصنفین اردو تحقیق کے موجودہ معیار سے مطمئن نظر نہیں آتے۔

مجموعی طور پر کُتب و مضامین کے حوالے سے یہ دورانیہ اردو تحقیق اور اصولِ تحقیق کی روایت اور فروغ و

ارتقاء میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔اصولِ تحقیق سے متعلق اِن اوّلین کُتب سے نہ صرف اس دور کی اردو تحقیقات اور اُن کے معیار میں بہتری آنے لگی بلکہ تحقیق وفنِ تحقیق' ہردو کا اعتبار بھی متعین ہونے لگا۔اِس دور میں اشاعت پذیر اِن مطبوعات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بعد میں اِس موضوع پر دستیاب ہونے والی تقریباً تمام تحریروں میں اِن کی بازگشت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔اس کا ایک بدیہی نتیجہ تکرار کی صورت میں بھی نظر آتا ہے۔ان اوّلین مطبوعات سے استفادے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

ذیل میں اس دور میں اشاعت پذیر تمام کُتب رمطبوعات کی توضیح الگ الگ لیکن تاریخی ترتیب سے پیش کی جا رہی ہے۔

مقالاتِ انجمن اساتذہ اُردو جامعاتِ ہند

مقالات' انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند کی دہلی کانفرنس پر مشتمل وہ اہم دستاویز ہے جو تحقیق کے حوالے سے برصغیر پاک و ہند میں پیش رفت کا درجہ رکھتی ہے۔مقالات کا یہ مجموعہ دراصل اُس کانفرنس کے مشمولات کے حوالے سے ہے جو دہلی میں مئی ۱۹۶۶ء کو منعقد ہوئی اور جس میں ہندوستان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے علاوہ اہلِ قلم اور دیگر نامور ریسرچ سکالرز نے حصہ لیا اور اپنے مقالات پیش کیے۔

یہ کتاب کانفرنس کے اُن چار پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہے جنھیں اس کانفرنس میں محوری نکتہ ہائے نظر کی حیثیت حاصل تھی۔اس کانفرنس میں موضوعات زیرِ بحث یہ تھے:

- شعبۂ اوّل ـــــــ اردو کے تعلیمی مسائل
- شعبۂ دوم ـــــــ نصاب کے مسائل
- شعبۂ سوم ـــــــ اردو تحقیق کے مسائل
- شعبہ چہارم ـــــــ موجودہ ہندوستانی سماج میں اردو استاد کا منصب

بحیثیت مجموعی یہ چاروں پہلو ہندوستان کی درس گاہوں خصوصاً جامعات کے تدریسی نظام کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں اور تدریس ـــ،تعلیم ـــ،نصابات ـــ،استاد کا منصب ـــ،اور تحقیق کے حوالے سے اہم ہے۔اس کانفرنس میں پڑھے جانے والے مقالات جب مئی ۱۹۶۶ء کو چھپ کر کتابی شکل میں سامنے آئے تو اس کی اہمیت کا اندازہ دور بیٹھے ہوئے اُن سکالرز اور اساتذہ کو بھی پہنچا جو بوجوہ کانفرنس میں شرکت تو نہ کر سکے تھے مگر اب اُس کی کاروائی دیکھ کر اندازہ لگا رہے تھے۔ہندوستان کے علاوہ مقالات پر مشتمل یہ کتاب پاکستان کے

سکالرز کے لیے بھی مہمیز ثابت ہوئی اور پہلی بار تحقیق کے موضوع کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔اس کتاب کو اس حوالے سے اوّلیت کا فخر حاصل ہے کہ اس میں پہلی بار نامور اساتذہ نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ان اساتذہ/سکالرز کے نام اور مقالات کے عنوانات درجہ ذیل ہیں:

• یونیورسٹیوں میں اردو ریسرچ کے مسائل	پروفیسر گیان چند جین
• اردو تحقیق کے مسائل	پروفیسر حسرت سہروردی
• اردو تحقیق کے مسائل	ڈاکٹر رضی الدین احمد
• ارتقائے اردو کی تحقیق اور اردو تھیئٹر میوزیم کا قیام	ڈاکٹر عبدالعلیم نامی
• اردو میں تحقیق اور اس کے کچھ مسائل	محترمہ نگہت فرید
• قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
• اردو تحقیق اور حقائق	ڈاکٹر خلیق انجم
• اردو تحقیق کے مسائل	ڈاکٹر فضل حق کامل قریشی

یہ مقالات ہمارے لیے اس لیے اہم ہیں کہ یہ تحقیق کے حوالے سے ہیں۔واضح ہو کہ یہ کانفرنس بحیثیت مجموعی تعلیم کے حوالے سے تھی اور اس کا مرکزی موضوع تحقیق نہیں تھا۔تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس میں تحقیق کے مسائل کے حوالے سے آٹھ مقالے پڑھنے کو بیک کتاب دستیاب ہوئے۔اس سے تحقیق کو ایک جداگانہ شعبۂ ادب کے طور پر مطالعے کا دروازہ کھلا۔اس کے اثرات کے نتیجے میں آنے والی دہائیوں میں تحقیق کا ایک جداگانہ شعبہ وجود میں آیا۔

آج جب قریباً نصف صدی کے بعد ہم اردو میں اصولِ تحقیق کے مختلف مسائل کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ کتاب اوّلین اہم سنگِ میل کے طور پر ہمیں اپنی اہمیت کا احساس دلاتی نظر آتی ہے۔اس کانفرنس میں پڑھے جانے والے تحقیق کے موضوع پر دستیاب آٹھ مقالات کے مشمولات کا جائزہ لیں تو تحقیق کے حوالے سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔تحقیق کے باب میں اوّلین مأخذ ہونے کے ناتے ان مقالات کا ذرا تفصیلی جائزہ ضروری ہے۔

تحقیق سے متعلق ان مقالات میں پہلا مضمون (۱) ڈاکٹر گیان چند کا ہے،جس میں یونیورسٹی تحقیق کو غالباً پہلی مرتبہ موضوع بنایا گیا ہے۔اگرچہ آزادی کے بعد یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کا کردار بڑھ رہا تھا لیکن بے شمار مسائل بھی درپیش تھے۔زیرِ بحث مضمون میں ڈاکٹر گیان چند نے موضوع پر دو پہلوؤں سے روشنی ڈالی ہے۔ایک

یہ کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ڈگری کے لیے تحقیق کرتے وقت ریسرچ سکالرز کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دوسرے یہ کہ اردو کے محقق کو تحقیق کے عمل میں کون کونسے علمی مسائل درپیش ہیں ۔ گویا تحقیق کے سندی اور غیر سندی دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اس تحقیقی مقالے کا اسلوب کافی حد تک شگفتہ ہے ۔

تحقیقی مسائل سے متعلق ان مقالات میں ''اردو تحقیق کے مسائل'' کے ایک ہی نام سے تین مضامین شامل ہیں ۔ ان میں سے پروفیسر سہروردی کا مضمون جذباتی نوعیت کا ہے اور زیادہ اہم نہیں ۔ ڈاکٹر رضی الدین احمد نے اپنے مقالے میں پانچ ایسے مسائل کی نشاندہی کی ہے جو اُن کے نزدیک فوری توجہ کے مستحق ہیں ۔ اُن کے خیال میں ایک مرکزی ادارے کا قیام، مختلف جامعات کا آپس میں تحقیقی تعاون، پی ایچ ۔ ڈی کے لیے ہر یونیورسٹی میں یکساں قوانین، تمام طلباً کے لیے وضائف کے یکساں مواقع، اور سندی مقالوں کی اشاعت جیسے مسائل یونیورسٹی تحقیق کے اوّلین مسائل ہیں ۔ ڈاکٹر فضل حق کامل قریشی نے اپنے مضمون میں اُن مسائل کو اہمیت دی ہے جو حصول مواد کے سلسلے میں طلباً کو لائبریریوں میں درپیش ہوتے ہیں ۔ انُھوں نے پہلی دفعہ سندی تحقیق کے لیے کورس ورک کے اجراء پر زور دیا ہے ۔

ڈاکٹر عبدالعلیم نامی نے اپنے مقالے میں اردو زبان کی تحقیق اور ایک تھیٹر میوزیم کے قیام کی خواہش کا اظہار کیا ہے ۔ انہوں نے بعض نوادرات کا ذکر کیا ہے جو تھیٹر میوزیم کے حوالے سے اُن کے پاس موجود ہیں ۔ نگہت فرید کا مضمون (۲) موضوع کے انتخاب سے متعلق اُمور پر روشنی ڈالتا ہے ۔ ان کے خیال میں مضمون کا خاکہ بناتے وقت تین باتیں؛ اغراض و مقاصد، طریقِ کار اور موضوع کی ادب کے لیے افادیت واضح ہونی چاہیے ۔

اصولِ تحقیق کے سلسلے میں مجموعے میں موجود دو مقالے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں ۔ پہلا مقالہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی کا ہے جس میں انہوں نے قدیم دواوین کی تدوین کے اہم موضوع کو مسائل کے حوالے سے پہلی مرتبہ اجاگر کیا ہے ۔ قدیم دواوین ہمارے ادب کا بیش قیمت سرمایہ ہے لیکن ابھی تک ان میں سے بیشتر کی جدید تحقیقی اصولوں کے تحت تدوین نہ ہو سکی ہے ۔ اس مضمون میں ڈاکٹر علوی نے نہ صرف اس مسئلے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ اس سلسلے میں پیش آنے والے مسائل بھی وضاحت سے بیان کیے ہیں ۔ اپنی اہمیت کے پیش نظر یہ مضمون کئی دیگر مقامات پر بھی چھپ چکا ہے ۔ (۳)

دوسرا اہم مضمون ڈاکٹر خلیق انجم کا ''ادبی تحقیق اور حقائق'' ہے ۔ یہ مضمون بھی اپنی افادیت کے پیش نظر کئی ایک مقامات پر شائع ہو چکا ہے ۔ (۴) اس مقالے سے ادبی تحقیق کی اہمیت، افادیت اور مقاصد پر روشنی پڑتی

ہے ۔اُنھوں نے پہلے اختصار کے ساتھ لیکن علمی انداز میں ادبی تاریخ کی اہمیت پر بحث کی ہے اور اس کے بعد ادبی محقق کے یہ تین کام بتائے ہیں:

۱۔ نئے حقائق کی تلاش

۲۔ حقائق کی تصدیق یا تردید

۳۔ حقائق کی تشریح و تعبیر

نظری تحقیق کے ضمن میں آنے والے اِن تینوں نکات پر مضمون کے اگلے حصے میں انہوں نے الگ الگ لیکن تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ اس نقطۂ نظر کا پہلا مقالہ ہے۔اسی زمانے میں وہ چونکہ اپنی کتاب ''متنی تنقید'' بھی لکھ رہے تھے لہٰذا اس مضمون کے بعض حصے ان کی مذکورہ تصنیف میں بھی جگہ پا گئے ہیں۔

مذکورہ بالا مضامین کے خلاصے سے درجہ ذیل اُمور سامنے آتے ہیں:

- تحقیق ادب کا ایک جداگانہ حصہ ہے۔
- ماضی میں اس پر سنجیدگی سے توجہ نہیں دی گئی۔
- ادب کی رفتار اور ارتقا کے بارے میں درست نتائج حاصل کرنے کے لیے تحقیق کو سائنٹفک بنیادوں پر استوار کرنا چاہیے۔

یہ وہ بنیادی خطوط تھے جن کی اہمیت کی طرف توجہ اس کانفرنس اور بعد میں ان چھپنے والے مضامین نے کرائی ۔اِسی اثناء میں ایک اور اہم تحقیقی ڈکومنٹ شائع ہوا جس نے تحقیق کی روایت کو اور آگے بڑھایا۔ یہ ''آج کل'' کا وہ خصوصی شمارہ ہے جو تحقیق کے حوالے سے شائع ہوا۔

(آج کل) کا ''اردو تحقیق نمبر''

تحقیق کے فن کے حوالے سے جہاں بہت ساری کتابیں چھپیں وہاں کافی مواد رسائل اور مضامین کی صورت میں بھی ملتا ہے۔اس باب میں ماہنامہ آج کل دہلی کا ''اردو تحقیق نمبر'' قابلِ ذکر ہے۔ یہ خصوصی نمبر اگست ۱۹۶۷ء میں عرش ملسیانی کی ادارت میں شائع ہوا اور تقریباً ۹ مضامین پر مشتمل ہے، جو درج ذیل ہیں:

- اصولِ تحقیق — قاضی عبدالودود
- مخطوطات؛ تلاش، قرأت، ترتیب — مالک رام

- اردو میں تحقیق کا معیار — (سمپوزیم)
- ہندوستان میں اردو تحقیق کی رفتار۔ایک جائزہ — گیان چند جین
- ہندوستان میں اردو کے تحقیقی ادارے — صباح الدین عبدالرحمان
- اردو تحقیق کے چند سنگِ میل اور ستون — علی جواد زیدی
- ادبی تحقیق کے بعض اصول — محمد حسن
- کیفی دتا ریہ کے خدمات — گوپی چند نارنگ
- ہندوستانی یونیورسٹیوں میں تحقیق کی رفتار — ----

ابتدائی رسمی نگارشات کے بعد پہلا با قاعدہ مضمون قاضی عبدالودود کا ''اصولِ تحقیق''(۵) ہے۔ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان کے ''فن تحقیق'' کے بعد اصولوں سے بحث کرنے والا یہ پہلا بہترین مقالہ ہے جس میں تحقیق سے متعلق چند اہم اصولوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔آغاز میں تحقیق کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''تحقیق کسی امر کو اُس کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش کا نام ہے''۔اُن کے خیال میں یہ ضروری نہیں کہ یہ کوشش ہمیشہ مشکور ہو۔اس میں کبھی کامیابی ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی اور کبھی دونوں باتیں ہوسکتی ہیں،یعنی جزوی کامیابی۔ان کے خیال میں حقیقت ہر حال میں موجود رہتی ہے یہ دوسری بات کہ اُسے ہم تلاش نہ کر پائیں۔قاضی عبدالودود نے آگے بڑھ کر اپنے مضمون میں نمبر شمار کے تحت تحقیق کے مختلف اصول گنوائے ہیں،جن میں موضوع کا انتخاب، صداقت، اسلوب تحقیق،مستند حوالے،اصطلاحات کی وضاحت،قلمی نسخوں اور صحتِ متن وغیرہ جیسے اہم تحقیقی اصولوں کی وضاحت ملتی ہے۔

مالک رام کا مضمون اپنے عنوان سے واضح ہے۔اُنہوں نے اپنی تحریر کے آغاز میں مخطوطات کے پس منظر پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے،جس کے بعد مخطوطات کی تلاش،جعلی نسخے،واحد مخطوطہ یا متعدد نسخے، قرأت وترتیب نیز اس سے پہلے اس مقصد کے لیے تیاری وغیرہ جیسے اہم امور کی مثالوں کی روشنی میں وضاحت کردی ہے۔مخطوطات کے حوالے سے یہ پہلی اہم تحریر ہے جو اپنے موضوع پر کسی کتاب سے زیادہ مفید ہے۔(۶)

''اردو میں تحقیق کا معیار''ایک مذاکرہ(سمپوزیم) ہے جس میں اردو کے محققین مالک رام،احتشام حسین، اختر اورینوی، ڈاکٹر گیان چند،محمد حسن اور گوپی چند نارنگ نے اردو تحقیق کے معیار پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ان میں سے کوئی بھی موجودہ معیارِ تحقیق سے مطمئن نہیں ہے،البتہ مستقبل سے مایوس ہونا بھی نہیں چاہتے۔

ڈاکٹر گیان چند نے کئی ایک مضامین تحقیق کی رفتار اور معیار کے حوالے سے لکھے ہیں۔اس تحقیق نمبر میں شامل ان کا مضمون بھی اسی حوالے سے ہے جو عمومی تحقیق کی رفتار کا ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے حوالے سے جائزے پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر گیان چند نے تقریباً سوا تین سو موضوعات کی روشنی میں یہ جائزہ مرتب کیا ہے۔ان کے مطابق اردو کے پہلے پی ایچ۔ڈی محی الدین قادری زور ہیں جنھوں نے ۱۹۲۹ء میں لندن یونیورسٹی سے یہ ڈگری حاصل کی۔واضح رہے کہ ڈاکٹر گیان چند کا یہ تجزیہ موضوعات کے اعتبار سے ہے۔

صباح الدین عبدالرحمٰن نے ہندوستان کے تحقیقی اداروں کو موضوع بنایا ہے۔جس میں فورٹ ولیم کالج سے شروع کر کے سرسیّد کی سائنٹفک سوسائٹی،انجمن ترقی اردو،دارالمصنفین،شبلی اکیڈمی،ادارہ ادبیاتِ اردو حیدر آباد دکن،ندوۃ المصنفین وغیرہ تک کے تمام نمایاں اداروں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔یہ ایک طویل مضمون ہے جس میں خاص طور پر انجمن ترقی اردو نیز مولوی عبدالحق کے کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ایک جگہ تحقیق میں غلطی کے نقطۂ نظر کو مولوی عبدالحق کے الفاظ میں یوں واضح کرتے ہیں:

> ''غلطی تحقیق و جستجو کی گھات میں رہتی ہے۔ادب کا کامل ذوقِ سلیم ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا۔بڑے نقاد اور مبصّر فاش غلطیاں کر جاتے ہیں۔لیکن ان سے ان کے کام پر حرف نہیں آتا۔غلطی ترقی کی مانع نہیں ہے بلکہ وہ صحت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔پچھلوں کی بھول چوک آگے والے مسافر کو راستہ بھٹکنے سے بچا دیتی ہے۔''(۷)

اگلے مضمون میں علی جواد زیدی نے پہلے اردو کے عمومی تحقیق پر روشنی ڈالی ہے۔اس کے بعد اردو تحقیق کے چوٹی کے چار محققین قاضی عبدالودود، مالک رام، امتیاز علی عرشی اور سید مسعود حسن رضوی ادیب کو موضوع بنایا ہے اور ان کے تحقیقی کارناموں کی تفصیل فراہم کی ہے۔پروفیسر محمد حسن نے اپنے مقالے(۸) میں تحقیق کے بعض مسائل کا ذکر کیا ہے۔اس تحریر میں تحقیق و تصحیح متن، تحقیق کی زبان، تحقیقی ماٰخذوں کی تدوین اور درجہ بندی وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔یہ مسائل اس زمانے کی تحریروں کا عام موضوع ہے۔

گوپی چند نارنگ نے اپنے مضمون میں تحقیق کی بجائے کیفی دتاریہ کی خدمات کا لسانی محقق کی حیثیت سے جائزہ لیا ہے۔اصول تحقیق کے سلسلے میں یہ مضمون زیادہ کارآمد نہیں ہے۔اردو تحقیق نمبر' کے آخری آٹھ صفحات میں ہندوستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کی رفتار کے تحت پی ایچ ڈی مقالات کی طویل فہرست دیا گیا ہے۔جس میں علی گڑھ، لکھنؤ، دہلی، جموں کشمیر، الہ آباد، پٹنہ، گورکھپور، ناگپور، مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی یا ڈی لٹ کے لیے دیے گئے رجسٹرڈ موضوعات کی فہرست شامل ہے۔

'آج کل' کا اردو تحقیق نمبر اس نسبت سے ایک تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے کہ یہ اردو کا اوّلین تحقیق نمبر ہے۔اس سے پہلے ہمیں اردو کے مختلف موقّر رسائل میں کہیں کہیں تحقیقی مضمون تو ملتے ہیں لیکن یکجا اتنے مضامین کسی اشاعت میں نظر نہیں آتے۔لہٰذا یہ کریڈٹ 'آج کل' کو جاتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے تحقیق کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے مختلف اربابِ علم و دانش سے تحقیق کے موضوع پر مضامین طلب کیے۔اس اعتبار سے اس رسالے کا مقام و مرتبہ اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ اس میں چھپنے والے سارے کے سارے مضامین اس رسالے ہی کے لیے لکھے گئے اور ان میں کوئی مضمون بھی ایسا نہیں جو اس سے پہلے کہیں چھپا ہو۔یہ رسالے کے ایڈیٹر کی کامیابی اور مضمون نگاروں کا اخلاص ہے کہ انہوں نے موضوع کی مناسبت سے اپنے ذہنی استعداد اور دستیاب ذرائع کی مدد سے پہلی بار تحقیق کے موضوع پر قلم اُٹھایا۔

اردو تحقیق نمبر کے مضامین کے جائزے سے ایک اور بات جو اردو تحقیق کے سفر میں نمایاں نظر آتی ہے ان مضامین کی بوقلمونی ہے۔یہ مضامین کم و بیش تحقیق کے تمام ضروری پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔ان میں اصول تحقیق پر بھی مضامین ہیں اور مخطوطات کے حوالے سے تلاش اور ترتیب کے موضوع پر بھی۔اسی طرح اس میں ہندوستان میں ہونے والی اردو تحقیق کی عمومی رفتار کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی جامعات میں ہونے والی تحقیق کی نشاندہی بھی ملتی ہے۔اس خاص نمبر میں تحقیق کے معیار اور ہندوستان میں تحقیقی اداروں کے حوالے سے بھی مواد ملتا ہے۔مختصر یہ کہ اگرچہ یہ رسالہ قریباً ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے لیکن یہ تحقیق کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔اردو تحقیق کی تاریخ میں اس نمبر کو اوّلین کی حیثیت حاصل رہے گی۔یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس کے بہت سے مضامین بعد کے انتخابات یا رسائل میں چھپتے رہے۔

معاصر اردو تحقیق کی روشنی میں اردو تحقیق نمبر کے بعض پہلوؤں پر تجزیاتی مطالعے کے نتیجے میں بعض خامیوں کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔اردو تحقیق کا فن کم و بیش پچاس سال کا سفر طے کر چکا ہے اور اس فن کے بہت سے اصول پہلے کی نسبت زیادہ مربوط ہو چکے ہیں،اس لیے پچاس سال پہلے چھپنے والے ان مضامین کا اسلوب اُتنا سائنٹفک نہیں جتنا آج کل لکھی جانے والی کتابوں کا۔تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ جب یہ تحقیق نمبر شائع ہوا اس وقت اتنا مواد بھی کہیں اور یکجا نظر نہیں آتا۔لہٰذا مسائل کی بعض کوتاہیوں کے باوجود تاریخی طور پر اس مختصر رسالے کا مقام و مرتبہ فن تحقیق کی ذیل میں ہمیشہ تاریخی حیثیت کا حامل رہے گا۔

متنی تنقید

ادبی تحقیق کا ایک نہایت اہم دائرہ کار متن کی تحقیق و تدوین یا ترتیب ہے۔کسی تحریر یا تصنیف کے متن کو اس کی تمام تر صحت کے ساتھ مرتب کرنا علمی اور ادبی تحقیق کی دنیا میں اہمیت رکھتا ہے۔قدیم مشرقی زبانوں کا کلاسیکی ادب زیادہ تر مخطوطات کی شکل میں ملتا ہے اور انہی قلمی نسخوں کی مدد سے ان کی ہیت اور حدود تک رسائی ممکن ہے۔متن کی ترتیب و تدوین کے دوران انتہائی بصیرت،شعور اور قوت فیصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔تدوین متن ایک نازک لیکن ناگزیر سرگرمی ہے۔کسی بھی محقق کو اس فریضہ سے کماحقہ،عہدہ براء ہونے کے لیے اس فن کے طریقِ کار اور اصولوں سے مکمل واقفیت ضروری ہے۔

فن تحقیق اور مسائل تحقیق کے سلسلے میں رہنمائی کرنے والے اولین محققین کی تحریروں میں تدوین متن کا خصوصی تذکرہ موجود ہے۔تاہم ان تحریروں کا بیشتر حصہ قدیم تحریروں کے پڑھنے کے فن اور متن کے موازنے کے طریقوں اور صرف ونحو سے متعلق ہے جن سے متن کی تدوین کے سلسلے میں صحیح رہنمائی نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے سب سے پہلے تحقیق کے اس اہم پہلو کی ضرورت کو محسوس کیا اور ''متنی تنقید'' کے نام سے تدوین متن کے محققین کی رہنمائی کے لیے ایک کتاب پیش کی۔یہ کتاب نہ صرف تدوین متن پر اوّلین کتاب ہے بلکہ اردو فن تحقیق کی روایت میں اولین باقاعدہ تصنیف بھی قرار پاتی ہے۔اس سے پہلے اس سلسلے میں جتنا سرمایہ موجود تھا وہ مختلف محققین کے مضامین و مقالات کی صورت میں ہے۔

متنی تنقید' سب سے پہلے خرام پبلی کیشنز دہلی سے ۱۹۶۷ء کو شائع ہوئی۔تاہم اس کا نیا ایڈیشن کافی ترامیم و اضافوں کے ساتھ حال ہی (۲۰۰۶ء) میں انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیر اہتمام شائع کیا گیا ہے۔پہلے ایڈیشن جس میں صفحات کی کل تعداد ۱۵۶ ہے کے مقابلے میں دوسرا ایڈیشن کافی ضخیم ہے۔پہلے ایڈیشن کا پیش لفظ پروفیسر ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کا تحریر کردہ ہے۔کتاب کا پس منظر ڈاکٹر خلیق انجم نے ''مقدمے'' میں یوں بیان کیا ہے:

> ''میں پچھلے دو تین سالوں سے متنی تنقید کے مسائل پر غور کر رہا تھا لیکن یہ موضوع پوری طرح میرے ذہن میں صاف نہیں تھا۔اس سال جب مجھے دہلی یونیورسٹی میں ایم لٹ اور ببلیوگرافی کی کلاسوں کو متنی تنقید پر لیکچر دینے پڑے تو طالب علموں کی مشکلات کو اچھی طرح سمجھنے کا موقع ملا۔جس کا نتیجہ یہ کتاب ہے۔''(۹)

جہاں تک نئے ایڈیشن کا تعلق ہے اس میں پہلے ایڈیشن کے تمام اہم موضوعات کے علاوہ نئے موضوعات

بھی شامل کیے گئے ہیں جس سے نہ صرف مواد بڑھ گیا ہے بلکہ کتاب کی افادیت میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔پونے چار سو صفحات پر مشتمل اس ایڈیشن کا انتساب اور پیش لفظ وہی رکھے گئے ہیں جو پہلے ایڈیشن میں موجود تھے۔البتہ ''مقدمہ'' از مصنف کو''حرف آغاز'' بنا کر قدرے طویل بنا دیا گیا ہے۔پہلے ایڈیشن کے برخلاف اس ایڈیشن میں ابواب بندی کرکے چھے ابواب بنائے گئے ہیں۔نئے ایڈیشن کے حوالے سے''حرف آغاز'' میں یہ وضاحت بھی ملتی ہے۔

> ''میں نے پوری کوشش کی ہے کہ متنی تنقید کے ان تمام مسائل کا بھی احاطہ کروں جن کا پہلے ایڈیشن میں ذکر نہیں مل سکا تھا۔ان مسائل کی تعداد بہت زیادہ ہے۔یہ نیا ایڈیشن متنی تنقید کے تقریباً تمام ،مسائل ،اصول اور ضوابط کا احاطہ کرتا ہے اور طلبہ، اساتذہ اور متنی نقادوں کو پہلے ایڈیشن کے مقابلے میں زیادہ معلومات فراہم کرتا ہے۔''(۱۰)

متنی تنقید کی اصطلاح ''Textual Criticism'' کا ترجمہ ہے جسے سب سے پہلے خلیق انجم ہی نے اردو کے حوالے سے وضع کی ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''میں نے اس فن کے لیے انگریزی اصطلاح Textual Criticism کا ترجمہ متنی تنقید کیا ہے اور پھر اس سے متن ،متنی نقاد ،تنقیدی ایڈیشن جیسی اصطلاحیں وضع کی ہیں۔''(۱۱)

متنی تنقید دراصل ایک سائنسی اندازِ تحقیق یا طریقہ کار ہے جس کا بنیادی مقصد متن کی تصحیح ہوتا ہے۔اور جس کے تحت اس متن کی بازیافت منظور ہوتی ہے جو مصنف، ادیب یا شاعر نے لکھا تھا۔

یوں تو پوری کتاب اس بازیافت کے سلسلے میں رہنمائی کرتی ہے لیکن کتاب کا پہلا باب خاص اہمیت کا حامل ہے۔یہ باب جو نسبتاً طویل ہے ایڈیٹنگ کے جملہ تمام مراحل کا احاطہ کرتا ہے۔اس کے آغاز میں متن کے مختلف مدارج بیان ہوئے ہیں چنانچہ تیاری، مواد کی فراہمی ،متن کی تصحیح ،قیاسی تصحیح اور اعلیٰ تنقید جیسے تدوین متن کے سلسلے کے ابتدائی پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے۔متنی تنقید کی اہمیت ،متن کا انتخاب، بنیادی نسخہ، موازنے کا طریقہ، مختلف قرأتوں کے مسائل اور دانستہ و نادانستہ غلطیوں کی تمام تفصیل اس باب کے دیگر اہم حصے ہیں۔اردو کے تشکیلی دور میں اردو رسم خط کی جتنی دشواریاں تھیں ان کو بھی مناسب مثالوں کے ذریعہ اس باب میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔متنی تنقید کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''متنی تنقید کا اصل مقصد حتی الامکان متن کو اصل روپ میں دوبارہ حاصل کرنا ہوتا

ہے۔اس روپ سے مراد وہ روپ ہے جو متن کا مصنف اپنی تحریر کو دینا چاہتا تھا۔"(۱۲)

کتاب کے دوسرے باب میں متن کے دیگر متعلقات شامل ہیں۔تعلیقات، مہریں، حواشی، تخریج، عرض دیدے، ترقیمے، یادداشتیں، تملیک اور مقدمہ وغیرہ اس باب کے اہم موضوعات ہیں۔جن کی تفصیل علیٰحدہ علیٰحدہ دی گئی ہے۔یہاں پر پرانے زمانے کے مختلف مہروں کے عکس بھی دیے گئے ہیں جن میں غالب کے چھے مہروں کے عکس بھی شامل ہیں۔اس باب کے تقریباً سارے موضوعات نئے ہیں اور پرانی ایڈیشن میں شامل نہیں تھے۔

کتاب کے تیسرے باب کو فارسی اشعار کا ترجمہ، توارد، اخذ مضمون، سرقہ اور الحاق کے علاوہ جعلی تحریروں کی خوبصورت مثالوں سے مزیّن کیا گیا ہے۔اردو نے فارسی شاعری سے نہ صرف سخن ہی مستعار لیے ہیں بلکہ تشبیہات و استعارات، الفاظ کا ذخیرہ اور فارسی شاعری کے مضامین بھی اپنائے ہیں۔چنانچہ فارسی اشعار کا اردو میں ترجمہ، اخذ، چربہ، اور سرقہ جیسے الفاظ وغیرہ اردو میں اس طرح استعمال ہوئے ہیں کہ ان میں فرق کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ایک ہی شعر کو فارسی کا ترجمہ، کسی شعر سے ماخوذ، توارد، کسی شعر کا چربہ اور سرقہ کہا جا سکتا ہے۔ اس باب میں ان سب موضوعات کی الگ الگ وضاحت مثالوں کی روشنی میں کی گئی ہے۔

جعلی تحریروں کی بحث جو خاص طور پر غالب اور اقبال کے حوالے سے مثالوں پر مبنی ہے، نہ صرف اس باب کو بلکہ پوری کتاب کو انفرادیت بخشتی ہے۔جعل سازی کی مثالیں اردو ادب میں کثرت سے ملتی ہیں لیکن اس کے سدباب کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ڈاکٹر خلیق انجم نے پہلی مرتبہ اس مسئلے کو اپنی کتاب میں کامیابی کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔"اقبال نامے" میں شامل کچھ خطوط میں کی گئی جعل سازی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "۔۔۔۔"نادر خطوط غالب" کی طرح ایک اور مثال عباس علی خان لمعہؔ کے نام علامہ اقبال کے وہ خطوط ہیں جو شیخ عطاء اللہ کے مرتب کیے ہوئے اقبال نامے کی پہلی جلد میں شامل ہیں۔ان خطوط کا پس منظر یہ ہے کہ علامہ اقبال کے لمعہؔ سے مراسم تھے اور ان دونوں کے درمیان کچھ خط کتابت بھی رہی تھی۔ماہرینِ اقبال کا خیال ہے کہ علامہ نے لمعہؔ کے نام کچھ خطوط ضرور لکھے تھے۔جب سر عبدالقادر کی سرپرستی میں اقبال کے خطوط مرتب کر کے شائع کرنے کے لیے ایک ادارہ قائم کیا گیا تو لمعہ کو اس کا نائب صدر مقرر کیا گیا۔لمعہ کے پاس بقول ان کے علامہ کے ساٹھ خطوط تھے۔انھوں نے انتیس خطوط نقل کر کے شیخ عطاء اللہ کو دے دیے۔شیخ صاحب نے بغیر کسی تحقیق یا تصدیق کے وہ خطوط "اقبال نامے" میں شامل کر لیے بعد میں محققین نے ثابت کر دیا کہ ان میں سے بیشتر

> خطوط وضعی ہیں یعنی لمعہ نے پورے کے پورے خطوط علامہ کی طرف سے اپنے نام لکھ لیے ہیں اور چند خطوط ایسے ہیں جو واقعی علامہ اقبال نے لکھے تھے لیکن لمعہ نے ان کی کچھ عبارت بدل دی اور کچھ خطوط ایسے ہیں جو دوسروں کے نام تھے۔انھیں لمعہ نے اپنے نام کرلیا۔''(۱۴)

کتاب کا چوتھا باب مختصر ہے اور متنی تنقید کے تین ۳ اعلیٰ ترین نمونوں یعنی بائبل، قرآن مجید، اور احادیث کی تدوین سے متعلق مختصر تبصروں پر مبنی ہے، جس میں تدوین کے ان لازوال نمونوں کی تحسین کی گئی ہے جن کی تدوین ہر حوالے سے معتبر گردانی جاسکتی ہے۔

پانچواں باب جن ذیلی عنوانات سے مزیّن ہے ان میں متن کی جمالیات، متنی تنقید میں متروکات کا مسئلہ، متن کی تاریخ تحریر کا تعین اور تنقیدی ایڈیشن کی تیاری میں املا کے مسائل اور رموزِ اوقاف' شامل ہیں۔اس باب میں مذکورہ مسائل کو واضح کرنے کے لیے بہت ساری مثالیں جمع کی گئی ہیں۔تنقیدی ایڈیشن کی تیاری میں چونکہ املا اور رموزِ اوقاف کی اہمیت زیادہ ہے اس لیے پہلے باب میں اس پر لکھنے کے باوجود یہاں اس کی مزید وضاحت شامل کی گئی ہے۔

کتاب کا چھٹا اور آخری باب نو وارد متنی محققین کی تربیت کے لیے ''مخطوطہ خوانی کی مشق''پر مشتمل ہے۔ اس میں کچھ مخطوطات کے عکس نمونے کے طور پر دیے گئے ہیں۔اور پھر نستعلیق میں کمپوز کی ہوئی عبارت دی گئی ہے تاکہ مشق کرنے والا پہلے مخطوطے کا متن پڑھے اور اگر کوئی عبارت یا لفظ نہ پڑھی جاسکے تو اس متن سے مدد لے جو نستعلیق میں دی گئی ہے۔نو وارد محققین کی تربیت کے لیے یہ نمونے یقیناً کسی تحفے سے کم نہیں۔

کتاب کے آخر میں اشخاص، کتب و رسائل اور مقامات کے حوالے سے مکمل اشاریہ موجود ہے۔ دوسری ایڈیشن میں چونکہ نئی کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، لہٰذا کتابیات میں نئی کتابوں اور مضامین کی تفصیل بھی درج ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک مکمل کوشش ہے جو تدوینِ متن کے منتشر مسائل کو نہ صرف پہلی مرتبہ یکجا کرتی ہے، بلکہ کچھ نئے پہلوؤں کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔اس کے علاوہ بعض اہم اصول بھی بیان کرتی ہے۔اس میں تمام مباحث اس طرح زیرِ بحث لائے گئے ہیں کہ کوئی پہلو چھوٹنے نہ پائے۔خاص طور پر دوسرے ایڈیشن میں نظر ثانی اور ترامیم کے بعد یہ تصنیف اپنے موضوع پر حرفِ آخر کا درجہ حاصل کرچکی ہے۔تدوینِ متن کے سلسلے میں بعد کی جتنی تحریریں ہیں اُن پر اِس کتاب کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں اور اسی سے اس کی اہمیت

کا اندازہ ہوتا ہے۔اردو اصول تحقیق کی روایت میں یہ اوّلین اہم کتاب ہے جس سے اس روایت کو مضبوط بنیاد فراہم ہوئی۔

مبادیاتِ تحقیق

متنی تنقید' صرف ''متن'' سے متعلق ہے۔عبدالرزاق قریشی کی تصنیف 'مبادیات تحقیق' میں تصحیح و تحقیقِ متن کے ساتھ ساتھ دیگر تحقیقی اُمور بھی پہلی مرتبہ منظر عام پر آئے۔اگر چہ یہ کتاب مختصر ہے اور صرف ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں تحقیق کے تمام اصولوں کو سمیٹنا ممکن نہیں تھا، لیکن پھر بھی چند مضامین سے قطع نظر یہ اس سلسلے کی پہلی کوشش ہے جو کتابی صورت میں شائع ہوئی۔

اس سے پہلے فن تحقیق کے ضمن میں زیادہ زور عمومی تحقیق کے مسائل بیان کرنے اور تدوین متن پر رہا ہے۔دو چار مضامین ایسے ضرور مل جاتے ہیں جن میں تدوین سے ہٹ کر فنِ تحقیق کے دیگر اصولوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔مثلاً ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مقالہ ''فن تحقیق'' اور قاضی عبدالودود کا مقالہ ''اصول تحقیق'' وغیرہ جن میں تحقیق کے بعض اصولوں کی بحث موجود ہے، لیکن مجموعی طور پر اس زمانے میں جدید تحقیقی اصولوں کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

زیر بحث کتاب جسے خود مصنف نے رسالہ شمار کیا ہے ادبی پبلشرز، بمبئی کے زیرِ اہتمام ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔فہرست ابواب کے بعد صرف ایک صفحے کا ''سرآغاز'' ہے جس کے مطابق کتاب کی تسوید فروری ۱۹۶۷ء میں مکمل ہو چکی تھی۔گویا ''متنی تنقید'' کی اشاعت کے وقت اس کتاب کی تکمیل بھی ہوگئی تھی لیکن اشاعت باقی تھی۔

'مبادیاتِ تحقیق' میں کل چھے ابواب ہیں۔پہلا باب ''فن تحقیق'' دوسرا باب ''لائبریری کا استعمال'' تیسرا باب ''آغاز کار'' چوتھا باب ''مقالہ کی تیاری'' پانچواں باب ''مقالہ کی تسوید'' اور چھٹا اور آخری باب ''تصحیح و تحقیق متن'' کے عنوان سے ہے۔ان سب ابواب کو ذیلی عنوانات سے بھی گرانبار کیا گیا ہے جن کی ترتیب ابجدی رکھی گئی ہے۔

جہاں تک کتاب کے مشمولات کا تعلق ہے کتاب کے پہلے باب میں تحقیق کی تعریف، اس کی خصوصیات، محقق کی خصوصیات اور تحقیقی سرگرمی کے دوران میں وقت کی تقسیم جیسے نکات کو جگہ دی گئی ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے نہ صرف اس باب میں بلکہ پوری کتاب میں بعض مغربی محققین سے مدد لی ہے۔مصنف اس باب میں تحقیق کی مختلف تعریفیں درج کرنے کے بعد ان کی روشنی میں تحقیق کا دائرہ کار یوں واضح کرتے ہیں:

''ان مختلف جامع تعریفوں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ تحقیق کا مقصد، (1) نامعلوم حقائق کی تلاش اور (2) معلوم حقائق کی توسیع یا اُن کی خامیوں کی تصحیح ہے۔ان دونوں کا نتیجہ حدودِعلم کی توسیع ہے اور حدودِعلم کی توسیع انسانی ترقی کا باعث ہے۔اسی لیے کیلی کی رائے میں تحقیق سب سے مشکل کام ہے جسے سماج نے دوسری تمام سرگرمیوں سے ممیّز کیا ہے اور جس میں صرف چند لوگ مشغول رہتے ہیں۔وہ کسی نئی انکشاف کو جنگ میں مارے جانے یا مذہب کے لیے زندگی وقف کردینے پر ترجیح دیتے ہیں۔'' (۱۴)

اس باب کے آخر میں تحقیق کی قسموں کا مختصر تذکرہ بھی قابل ذکر ہے۔(۱۵)

کتاب کا دوسرا باب لائبریری کے استعمال اور اس سے استفادہ کے طریقۂ کار کے علاوہ ہندوستان کی چند اہم لائبریریوں کی فہرست پر مشتمل ہے۔اس باب میں انہوں نے امریکہ کے مشہور محقق ''ملول ڈوئی'' (Melvel Devey) کی ڈوئی بسیمل سسٹم کی خاص طور پر وضاحت کردی ہے جو لائبریری میں کتابوں کی ترتیب کے حوالے سے جدید تکنیکی اور منطقی طریقہ ہے۔(۱۶)

تیسرے باب میں موضوع کے انتخاب جیسے اہم موضوع پر رہنمائی ملتی ہے۔جس کے مطالعے سے موضوع کی تلاش میں کافی مدد مل سکتی ہے۔اس میں مأخذ اور بنیادی ذرائع مأخذ کی وضاحت مغربی مصنفین کے حوالے سے کی گئی ہے۔اس باب کے آخر میں سوالنامہ اور انٹرویو کے طریقہ کار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔مقالہ کی تیاری کے مراحل کتاب کے چوتھے باب میں بیان ہوئے ہیں۔اس باب میں پڑھنے کی اہمیت اور نوٹ لینے کے بعض طریقے نیز، نقشے وغیرہ کی شمولیت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

''مقالہ کی تسوید'' (۱۷) کتاب کا پانچواں باب ہے جو نسبتاً اہم ہے۔اس باب میں مقالہ کی ترتیب، پی ایچ۔ڈی کے مقالہ کی ہیت وترتیب، حاشیہ اور حوالہ، کتابیات، اور اشاریہ کے حوالے سے تمام اہم اور ضروری نکات وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔۲۰ صفحات پر مشتمل کتاب کا یہ حصہ بہترین مثالوں سے مزیّن ہے۔ اس باب میں اسلوب کے حوالے سے اُن کی یہ رائے کتنی متوازن ہے:

''چونکہ مقالہ علمی ہے اس لیے اس کے پیش کردینے کا انداز بھی علمی ہونا چاہئے، یعنی تحریر میں عالمانہ وقار وتمکنت ہو۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے بلاوجہ خشک بنایا جائے۔علمی انداز تحریر کے باوصف اسلوب بیان شگفتہ ہوسکتا ہے۔'' (۱۸)

متن کی ترتیب و تحقیق ایک مشکل سرگرمی ہے۔کوئی متن مرتب کرنے میں محقق کو بیشار دشواریاں پیش

آتی ہیں۔الحاقی کلام کی پہچان کی صلاحیت کے علاوہ متنی محقق میں کچھ خاص خوبیوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔نسخوں کی تلاش اور حصول،ان کی ترتیب کے بعد باریک بینی سے ان کی پرکھ کی جاتی ہے۔مقدمہ اور تعارف کے علاوہ ،حواشی و تعلیقات کے ذریعے اس کی پوری وضاحت کی جاتی ہے،ان تمام مباحث کا احاطہ کتاب کے آخری باب میں کیا گیا ہے۔یہ باب اختصار کی خوبی کا حامل ہے اور متن کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں ضروری نکات کا بڑی حد تک احاطہ کرتا ہے۔

کتاب چونکہ مختصر ہے لہٰذا بعض مقامات پر تشنگی کا احساس ضرور ہوتا ہے۔تاہم اس سلسلے کی ابتدائی کوشش ہونے اور اس میں موجود بعض اہم مباحث کا حامل ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت مسلم ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں شامل بعض ابواب کو دوسری مرتّب کُتب میں ابھی تک دہرایا جا رہا ہے۔یہ اردو فن تحقیق کی اولین کتابوں میں سے ہے۔اُس وقت تک اردو میں فن تحقیق کے موضوع پر مواد نہ ہونے کے برابر تھا۔یہی وجہ ہے کہ مصنف کو زیادہ تر انگریزی کتابوں سے مدد لینی پڑی ہے۔

کتاب میں شامل بیشتر نکات چونکہ اہل اردو کے سامنے پہلی مرتبہ بیان ہو رہے تھے لہٰذا مصنف نے ''سرآغاز''میں اس کی صراحت یوں کر دی ہے:

> ''رسالہ میں چند تجویزیں جو اردو دنیا کے لیے نئی ہیں تجربے کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔اگر انہیں قبول عام حاصل ہوسکا تو میری سعی بھی مشکور ہوگی،ورنہ کم سے کم غور و فکر کا دروازہ تو کھل ہی جائے گا۔''(۱۹)

اختصار کتاب کی ایک اہم خوبی ہے۔کتاب میں روانی و تسلسل بھی مناسب ہے۔تقریباً اڑھائی درجن انگریزی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے بے شمار حوالے دیے ہیں لیکن اس کے باوجود ربط میں کمی محسوس نہیں ہوتی۔کتاب میں حوالے (فٹ نوٹ) ہر صفحے پر الگ الگ دیے گئے ہیں۔کتابیات کے علاوہ شخصی ترتیب سے ایک مختصر اشاریہ بھی کتاب کی اضافی خوبی ہے۔اردو اصولِ تحقیق سے متعلق کُتب میں یہ روایت بہت کم نظر آتی ہے۔

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ عبدالرزاق قریشی کی یہ تصنیف اردو فن تحقیق کی روایت میں ایک اہم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔اس میں تدوین متن کے ساتھ ساتھ دیگر تحقیقی اصولوں کو کتابی صورت میں پہلی مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔تحریر کے وقت خالص اردو ادب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔کئی سالوں تک یہ کتاب تنہا اردو محققین کی تربیت کا

سامان کرتی رہی۔بعد کی بیشتر تحریروں میں اس کتاب کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں جس سے تاریخی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی افادی حیثیت بھی متعین ہوتی ہے۔

رہبرِ تحقیق

رہبرِ تحقیق اردو میں ریسرچ کرنے والوں کی رہنمائی کی غرض سے شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی کی جانب سے شائع کی گئی کتاب ہے جس میں تحقیق سے متعلق مختلف رسائل میں بکھرے ہوئے مفید مضامین اور انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند کی کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے مقالات کو یکجا کیا گیا ہے۔کتاب کی ابتداء میں پروفیسر سید شبیہ الحسن کا ''پیش لفظ'' اور ''حرف چند'' کے تحت مرتبین کی جانب سے کتاب کے بارے میں مضامین شامل ہیں۔۱۸x۲۲/۸ سائز کی اس کتاب میں کل ۱۷۶ صفحات ہیں اور ۱۷ اصحاب کی تحریریں جمع کی گئی ہیں۔

رہبرِ تحقیق کی اشاعت ۱۹۷۶ء میں ہوئی۔مندرجات میں مستقل مضامین کے علاوہ چند اقتباسات ایک مترجمہ مضمون اور ایک مجلس مذاکرہ شامل ہے۔جن کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ صریر چند	پروفیسر شبیہ الحسن
۲۔ حرفے چند	مرتبین
۳۔ اردو میں تحقیقی کام (اقتباس از خطبہ صدارت)	پروفیسر عبدالقادر سروری
۴۔ اردو تحقیق پر ایک نظر	پروفیسر گیان چند جین
۵۔ اردو تحقیق (اقتباس از خطبہ صدارت)	پروفیسر گیان چند جین
۶۔ اردو تحقیقات کی رفتار و سمت	ڈاکٹر سید محمد حسنین
۷۔ اردو تحقیق (اقتباس)	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی
۸۔ قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۹۔ اردو تحقیق (اقتباس از خطبہ صدارت)	پروفیسر آل احمد سرور
۱۰۔ ادبی تحقیق اور حقائق	ڈاکٹر خلیق انجم
۱۱۔ تحقیقی کام (اقتباس)	نیاز فتح پوری
۱۲۔ اردو میں تحقیق	مالک رام
۱۳۔ ارتقائے اردو کی تحقیق (اقتباس)	ڈاکٹر عبدالعلیم نامی

۱۴۔ تحقیق وتنقید (ترجمہ)	پروفیسر نگیندر
۱۵۔ اصول تحقیق	قاضی عبدالودود
۱۶۔ وادیٔ تحقیق	پروفیسر نورالحسن ہاشمی
۱۷۔ اردو میں تحقیق کا معیار (مذاکرہ)	اختر اورینوی، مالک رام، پروفیسر احتشام حسین، پروفیسر گیان چند، پروفیسر محمد حسن، پروفیسر گوپی چند نارنگ،
۱۸۔ ادبی تحقیق کے بعض مسائل	پروفیسر محمد حسن
۱۹۔ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں متن کے مسائل	پروفیسر شبیہ الحسن

کتاب میں شامل تمام اقتباسات مختصر ہیں اور زیادہ تر مختلف کانفرنسوں کے صدارتی خطبات سے اخذ کیے گئے ہیں جن سے تحقیق کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔

دیگر مضامین میں 'تحقیق وتنقید' کے عنوان سے مترجمہ مضمون دہلی یونیورسٹی میں شعبہ ہندی کے پروفیسر ڈاکٹر نگیندر کا ہے جس کو بدیع الزمان نے اردو کے قالب میں ڈالا ہے۔اس مضمون میں مضمون نگار نے پہلے یونیورسٹی قوانین کے مطابق تحقیق کے تین عناصر:

۱۔ نامعلوم حقائق کی کھوج

۲۔ معلوم حقائق یا اصولوں کو دوبارہ پیش کرنا،اور

۳۔ علم کی حدود کی توسیع یعنی جدّت

کے حوالے سے تحقیق کی وضاحت کی ہے۔اس مقالے میں تنقید کو بھی موضوع بنایا گیا ہے اور آخری حصے میں تنقید وتحقیق کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مذاکرہ یا سمپوزیم میں اردو کے چھے ۶ محققین پروفیسر احتشام حسین، پروفیسر گیان چند، مالک رام، اختر اورینوی، پروفیسر محمد حسن اور پروفیسر گوپی چند نارنگ نے اردو تحقیق کے معیار پر اپنے خیالات کا الگ الگ اظہار کیا ہے۔یہ مذاکرہ اس سے پہلے آج کل کے ''اردو تحقیق نمبر'' میں شائع ہو چکا ہے چنانچہ اس کی مکمل وضاحت گزر چکی ہے۔فہرست میں شامل دیگر مضامین میں نمبر شمار ۸، ۱۰، ۱۵، اور ۱۸ بھی اس سے پہلے دیگر متعلقہ مقامات پر زیرِ بحث آ چکے ہیں، لہٰذا یہاں تکرار مناسب نہیں۔

باقاعدہ مضامین میں ڈاکٹر گیان چند کا مقالہ اس سے بیشتر آج کل (دہلی) جنوری ۱۹۷۴ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔انہوں نے اپنے مقالے میں تذکروں سے لیکر آزادی کے بعد تک کے تحقیقی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے۔یہ جائزہ عمومی تحقیق کے حوالہ سے ہے اور گیان چند نے آزادی کے بعد پاکستانی نگارشات سے اگرچہ معذوری ظاہر کردی ہے، تاہم اس میں عمومی تحقیق کے حوالے سے بعض اہم مسائل، رجحانات اور تحقیقی ماٗ خذات کی نشاندہی ملتی ہے۔

ڈاکٹر محمد حسنین نے اپنے زمانے تک کی تحقیقات کے سمت و رفتار کا جائزہ لیا ہے۔(۲۰) انہوں نے پہلے تحقیق کی دوقسموں واقعاتی تحقیق اور توضیحی تحقیق کا ذکر کیا ہے اور پھر نوعیت کے اعتبار سے جتنے تحقیقی مقالے ہو سکتے ہیں خواہ واقعاتی ہوں یا توضیحی سب کو چھے مختلف گروپوں یعنی ا۔لسانیاتی مقالے۲۔علاقائی مقالے۳۔شخصی مقالے ۴۔تصنیفی مقالے۵۔صنفی مقالے اور ۶۔نظریاتی مقالے، کے تحت تقسیم کر کے ہر گروپ کا الگ الگ جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے آخر میں جو نتائج مرتب کیے ہیں جو بڑی حد تک درست ہیں۔

مالک رام کے مضمون کا عنوان بھی وہی ہے جو گیان چند کے مقالے کا ہے۔انہوں نے بھی اردو کے تحقیقی سفر کا ارتقائی جائزہ لیا ہے۔تاہم ان کا انداز کسی قدر الگ اور تفصیلی ہے۔مقالے کی ابتداء میں تحقیق کی تعریف متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''تحقیق عربی زبان کالفظ ہے۔اس کا مادہ ہے ح ق ق، جس کے معنی ہے کھرے کھوٹے کی چھان بین یا کسی بات کی تصدیق کرنا۔دوسرے لفظوں میں تحقیق کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اپنے علم وادب میں کھرے کھوٹے سے، مغز کو چھلکے سے، حق کو باطل سے الگ کریں۔انگریزی لفظ ریسرچ کے بھی یہی معنی اور مقاصد ہیں۔''(۲۱)

اس مقالے (۲۲) میں اہم محققین اور ان کے کارناموں کو بھی موضوع بنایا گیا ہے اور اُن موضوعات کی نشاندہی کی گئی ہے جو ہماری توجہ کے مستحق ہیں اور جن پر ابھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

کتاب میں شامل واحد مقالہ جو خاص طور پر اس مجموعے کے لیے لکھا گیا (۲۳) پروفیسر شبیہ الحسن کی تحریر کردہ ہے۔اس مقالے میں اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں متن کے جو مسائل ہیں ان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔آزادی کے بعد یونیورسٹیوں میں جب تحقیق کی روایت پروان چڑھنے لگی تو اس سلسلے میں نصاب کے مسائل بھی درپیش ہونے لگے چنانچہ فاضل مقالہ نگار نے اس موضوع پر سیر حاصل مطالعہ کر کے ان مسائل کی نہ صرف نشاندہی کی ہے بلکہ ان ترجیحات کی نشاندہی بھی کردی ہے جو اردو کی اعلیٰ تعلیم کے لیے نصاب ترتیب دیتے وقت پیش نظر

رکھنے ضروری ہیں۔

مجموعی طور پر رہبرِ تحقیق کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے زمانے تک کے بہترین مقالات کا متوازن انتخاب ہے جس نے اردو فنِ تحقیق کی روایت کو آگے بڑھانے میں مدد دی۔ کتاب میں مشمولہ تمام مقالات اردو کے سرکردہ محققین کے تجربات کا نچوڑ ہیں۔ یہ مقالات اس وقت تحریر کی گئیں جب تحقیق اور خاص کر فنِ تحقیق کی روایت ابھی خاصی کمزور تھی اور تحقیق کی دنیا میں بے شمار مسائل سر اٹھائے کھڑے تھے۔ ان تحریروں میں انہیں مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے جو تحقیق اور اصولِ تحقیق کی راہ میں رکاوٹ تھے اور جوان محققین کے سامنے ذاتی تجربات سے روشن ہوئے تھے۔ بعد میں جب فنِ تحقیق پر مستقل کتابوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ان مسائل کو تفصیل کے ساتھ زیرِ بحث لایا گیا۔

قاضی عبدالودود نے اس کتاب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں تکرارِ مطالب اتنا ہے کہ پڑھنے والا اُکتا جاتا ہے نیز مختلف الانواع اغلاط بھی موجود ہیں (۲۴) یہ درست ہے لیکن اس سے اس کتاب کی اہمیت میں زیادہ کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ اردو تحقیق کے معیار کو بلند کرنے کے لیے اس وقت ایسے مجموعوں کی اشد ضرورت تھی۔ اس کتاب کا فائدہ جہاں ایک طرف مبادیاتِ تحقیق تک رسائی اور تحقیق کے چند خاص مشکلات کو حل کرنے میں معاونت ورہنمائی کی صورت میں ہے، تو دوسری طرف یہ کتاب مزید اہم اور جامع مأخذ سے استفادے نیز روایتِ تحقیق سے واقفیت کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

الغرض! یہ مجموعہ اپنے زمانے میں فنِ تحقیق کی روایت میں ایک اہم اضافہ تھا۔ خاص طور پر اس وقت جب نوواردانِ تحقیق کے سامنے اس موضوع پر مواد نہ ہونے کے برابر تھا۔ آج بھی اس کی افادیت کم نہیں ہوئی اور اس میں شامل مضامین اپنی اہمیت کے پیشِ نظر نئے مجموعوں میں دوبارہ اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔

<u>ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں اُردو تحقیق</u>

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ عثمانیہ نے آزادی سے پہلے ہی جامعاتی تحقیق کی روایت کا آغاز کر دیا تھا، لیکن آزادی کے بعد پاک و ہند میں درجنوں نئی یونیورسٹیوں کے قیام نے اردو تحقیق کی رفتار انتہائی تیز کر دی جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں تحقیقی مقالے منظرِ عام پر آنے لگے اور بہت جلد ایک کثیر سرمایہ جمع ہو گیا، تاہم بدقسمتی سے ان جامعات کے شعبہ ہائے اردو میں باہمی تال میل نہ ہونے کی وجہ سے بعض دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مثلاً کس یونیورسٹی میں کن موضوعات پر کیا تحقیقی کام ہو چکا ہے اور کونسے موضوعات کن یونیورسٹیوں میں

زیرِتحقیق ہیں۔ چنانچہ یہ احساس بڑھنے لگا کہ اردو میں اب تک جن موضوعات پر تحقیق ہو چکی ہے یا جو زیرِ تحقیق ہیں، ان سب کے ضروری کوائف یکجا کیے جائے تا کہ اردو تحقیق کی سمت و رفتار کا اندازہ بھی ہو سکے اور ایک ہی موضوع پر دو دو مرتبہ تحقیق کا امکان بھی ختم ہو۔

سید فرحت حسین کی مرتبہ زیرِبحث کتاب (۲۵) اسی ضرورت کی تکمیل کیلئے ترتیب دی گئی ہے جس کی اشاعت ''کتاب نما'' جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵ نے اپریل ۱۹۷۶ء میں کی۔ اس سے پہلے مختلف رسائل میں اس حوالہ سے جزوی فہرستیں شائع ہوتی رہی ہیں لیکن کتابی صورت میں یہ اس سلسلے کی پہلی کوشش ہے۔ یہ کتاب مختصر ہے اور محض ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں فہرست مقالات کے علاوہ چند دیگر تحریروں کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ کتاب کے آغاز میں ''اپنی بات'' کے تحت موضوع کی اہمیت وضرورت واضح کی گئی ہے، اس تحریر سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے اس کتاب کے محرک پروفیسر گوپی چند نارنگ بنے ہیں۔

اس فہرست میں صرف ہندوستان کی جامعات میں ہونے والی یا جاری موضوعات کو جگہ دی گئی ہے۔ پاکستانی یا دیگر ممالک کی یونیورسٹیوں کی فہرست اس میں شامل نہیں ہے۔ اس میں پہلے ان یونیورسٹیوں کے نام درج کیے گئے ہیں جن میں اردو کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہے اور جن کی فہرستین اس کتاب میں شامل ہیں۔ ہندوستان بھر میں ایسی یونیورسٹیوں کی کل تعداد ۳۸ ہے۔

فہرست درج کرنے کی ترتیب اس طرح ہے کہ مختلف عنوانات کے تحت الگ الگ فہرستیں ترتیب دی گئی ہیں۔ ہر عنوان کے ساتھ نمبر شمار نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ موضوعات اس طرح درج ہیں کہ پہلے نمبر شمار پھر مقالہ نگار کا نام، اس کے بعد موضوع، اگلے کالم میں تحقیق شدہ یا زیرِ تحقیق کے الفاظ، نیز اگر ڈی لٹ کا مقالہ ہے تو اس کی وضاحت، اور آخر میں متعلقہ یونیورسٹی کا نام درج کیا گیا ہے، البتہ نگرانِ مقالہ یا سنہ کا التزام نہیں رکھا گیا ہے۔

کتاب کے آخر میں فہرست کے بعد ''تحقیق اصول اور مسائل'' کے عنوان سے ایک مضمون بھی شامل ہے جو مرتب نے تحریر کیا ہے۔ یہ مضمون روایتی موضوعات یعنی موضوع کا انتخاب، مواد کی فراہمی، ببلیوگرافی اور کارڈ بنانا وغیرہ کے علاوہ تدوینِ متن کے جملہ پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ اچھی محققانہ تحریر کے لیے مرتب کی بیان کردہ یہ سفارشات واقعی قابلِ لحاظ ہیں:

''۱۔ واقعات کی صحت وترتیب ۲۔ ٹھوس اور مضبوط دلائل ۳۔ عنوان کی اہمیت کا واضح

اظہار اور ۴۔فطری، سلیس اور عام فہم نثر۔''(۲۶)

کتاب میں بعض اہم تحقیقی لائبریریوں کی ایک فہرست بھی موجود ہے اور ''دیگر تحقیقی ادارے'' کے عنوان سے جامعات سے باہر کے بعض تحقیقی اداروں کے حوالے سے ایک صفحے کی تحریر بھی ملتی ہے جو مذکورہ اداروں میں ہونے والے علمی ماحول کی اجمالی وضاحت پر مبنی ہے۔

ہندوستانی جامعات میں تحقیق کی رفتار کی سمت کا اندازہ لگانے اور تکرار سے بچنے کے لیے یہ اس وقت کی ایک بہترین کوشش تھی۔ایسے کاموں کو پروان چڑھانے اور updated کرنے کی ضرورت ہے۔یہ بات خوش آئند ہے کہ اس طرف اب توجہ بڑھنے لگی ہے۔لیکن یہ کام کوئی اہم تحقیقی ادارہ اپنے ذمے لے تو یہ اردو کی بڑی خدمت ہوگی۔

اُصولِ تحقیق و ترتیب متن

ڈاکٹر سلطانہ بخش ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) میں لکھتی ہیں:

''ہند و پاکستان کی ادبی تحقیق میں تحقیق کی دو واضح صورتیں ملتی ہیں۔ایک قدیم متون کی تصحیح و ترتیب اور دوسری حقائق کی بازیافت اور تفہیم و تحلیل۔''(۲۷)

ڈاکٹر گیان چند نے متن کی ترتیب کے لیے 'تدوین متن' بلکہ اس سے بھی زیادہ 'ترتیب متن' کی ترکیب پسند کی ہے۔تحقیق کی دوسری صورت یعنی حقائق کی بازیافت اور تفہیم و تحلیل کو چھوڑ کر جہاں تک ترتیب متن کا تعلق ہے اس میں نظم و نثر کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ متون کی ترتیب و تدوین اور ربنۓ ماٗخذ کی دریافت شامل ہے۔اس میں زیادہ تر قلمی نسخوں کی مدد سے ان کی ہیت اور حدود تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔تدوین متن دراصل تحقیق کی مذکورہ دوسری صورت سے الگ نہیں بلکہ اس کی ایک شاخ ہے۔اس کے لیے نہ صرف انہی صلاحیتوں اور ذہنی رجحان کی ضرورت ہوتی ہے جو عمومی تحقیق کے لیے درکار ہے بلکہ ایسے محقق میں چند دیگر اوصاف بھی ضروری ہیں۔

اردو سمیت قدیم مشرقی زبانوں کا ادب زیادہ تر مخطوطات کی شکل میں ملتا ہے چنانچہ اصول تحقیق کی ابتدائی تحریروں میں ترتیب و تصحیح متن پر بہت زور ملتا ہے۔اردو فن تحقیق پر اولین تصنیف 'متنی تنقید' بھی تدوینِ متن ہی سے متعلق ہے۔'متنی تنقید' کے بعد اس سلسلے میں جو دوسری اہم تصنیف منظر عام پر آئی ہے وہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی زیرِ بحث تصنیف 'اصول تحقیق و ترتیب متن' ہے۔

ڈاکٹر علوی تحقیق کی دنیا کے ایک اہم محقق اور معروف دانشور ہیں۔ان کا مطالعہ ادبیات کے علاوہ تصوف، تاریخ اور زبان وادب کے ساتھ ساتھ تہذیب کے رشتوں سے بھی گہرا ہے۔تحقیق کی دنیا میں ان کے اہم کارناموں میں ذوقؔ اور شاہ نصیرؔ کے دواوین کی تدوین اور حواشی و ترتیب کا کام شامل ہے۔غالب ان کا خاص موضوع رہا ہے۔وہ طویل عرصے سے تحقیق و تدوین کے کاموں میں مصروف رہے ہیں اور کوئی تیس ۳۰ کے قریب کتابوں کے مصنف ہیں۔

تدوین متن سے متعلق ان کی زیر نظر تصنیف دراصل ان کے ''نوائے ادب'' (بمبئی) کے لیے لکھے گئے مضامین کی کتابی صورت ہے۔اِن مضامین کا پس منظر خود بیان کرتے ہوئے ''حرف آغاز'' میں لکھتے ہیں:

> ''۔۔۔۔اساتذہ اور جامعات ہند کی کانفرنسوں میں مجھے ترتیب متن کے بعض مسائل پر اپنے مقالات پیش کرنے کا موقع ملا۔جس کی تحریک ڈاکٹر محمد حسن کی طرف سے ہوئی تھی۔نوائے ادب، کے مدیر (مرحوم) عبدالرزاق قریشی نے جن کو اس موضوع سے گہری دلچسپی تھی۔اپنے مکتوبات میں زور دینا شروع کیا کہ میں تنقید و تحقیق متن کے مسائل پر 'نوائے ادب' کے لیے بالاقساط لکھوں۔جب ایک باب لکھا جاتا تو دوسرے کے لیے تقاضے آنا شروع ہو جاتے۔جس کے نتیجے میں 'تنقید متن' سے لے کر 'تعلیقات متن' تک کے مختلف ابواب 'نوائے ادب' کے شماروں میں اشاعت پذیر ہوتے رہے۔صرف ایک باب تالیف متن' 'غالب نامہ' شمارہ نمبر۲ میں شائع ہوا۔'' (۲۸)

ڈاکٹر علوی کی یہ تصنیف پہلی مرتبہ ۱۹۷۷ء میں شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء میں دہلی ہی سے ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس نے شائع کیا۔پاکستان میں اس کی پہلی جبکہ مجموعی طور پر تیسری اشاعت سنگت پبلشرز، لاہور نے ۲۰۰۳ء میں کی۔اس ادارے کو ڈاکٹر تنویر علوی سے پاکستان میں اس کتاب کی اشاعت کے حقوق جناب مشفق خواجہ کی وساطت سے حاصل ہوئے۔(۲۹)

کتاب کو عبدالرزاق قریشی کے نام معنون کیا گیا ہے جو اس کتاب کے محرک تھے۔ان کو یہ مضامین کتابی صورت میں دیکھنے کی شدید خواہش تھی۔(۳۰) لیکن وہ اس اشاعت سے ۲ مہینے پیشتر ہی انتقال کر گئے۔

''پیش لفظ'' میں ڈاکٹر قمر رئیس نے کتاب کا تعارف مثالوں کے ذریعے کیا ہے۔انہوں نے تحقیق و تنقید کا مختصر موازنہ کر کے تحقیق کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، نیز وہ اسباب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے اردو میں تحقیق کے متعدد معیاری نمونوں کے باوجود متن کی تصحیح و تدوین پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا سکی۔

اصول تحقیق و ترتیب متن، کے مشتملات کو دس ابواب میں تقسیم کر کے علحدہ علحدہ عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ ہر عنوان کے تحت دستیاب ہونے والے مواد کی مناسبت سے مباحث کو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ کوئی پہلو چھوٹنے نہ پائے اور کوئی بحث تشنہ نہ رہے، اس کے ساتھ تکرار کا اندیشہ بھی نہ ہو۔ ڈاکٹر علوی نے اپنی تصنیف میں الگ انداز اپنایا ہے انھوں نے تقلید سے پرہیز کی ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس اُن کے اس وصف کو سب سے اہم شمار کرتے ہیں:

> ''ڈاکٹر علوی کی اس تصنیف کا سب سے نمایاں وصف میرے نزدیک یہی ہے کہ انھوں نے اس اچھوتے اور مشکل موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے کسی انگریزی یا غیر ملکی کتاب کو مشعل ہدایت نہیں بنایا۔ اور نہ ہی کسی کی تقلید کی۔ اپنے وسیع اور آزادانہ غور و فکر کے سہارے انھوں نے اس موضوع کے تمام اہم گوشوں اور مباحث کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔''(۳۱)

کتاب کے مستقل موضوعات سے پہلے انھوں نے ''متن اور روایت متن'' جو اس کتاب کے لیے ایک دیباچے کی حیثیت رکھتی ہے، میں مختلف متون کی صراحت کرنے کے علاوہ قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں اساسی، استنادی اور استشہادی روایتوں کی وضاحت کی ہے۔ یہاں پر وہ متن کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> ''متن text کسی ایسی عبارت ''تحریر'' یا نقوشِ تحریر کو کہتے ہیں۔ جن کی قرأت یا معنوی تفہیم ممکن ہو۔''(۳۲)

کتاب میں شامل مضامین (۳۳) کی فہرست درج ذیل ہے جس سے اس کی ترتیب میں ایک ارتقائی کیفیت کا اندازہ بھی بخوبی ہو جاتا ہے۔

> ۱۔ تالیف متن ۲۔ تنقید متن ۳۔ تحقیق متن ۴۔ تاریخ متن ۵۔ تاریخ کتابت متن
> ۶۔ تاریخ طباعت متن ۷۔ تصحیح متن ۸۔ ترتیب متن ۹۔ تحشیہ متن ۱۰۔ تعلیقات متن

تدوینِ متن سے متعلق کتاب کے یہ تمام ابواب/مقالے اپنے موضوع پر ایک مکمل دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا انداز انتہائی سائنٹیفک ہے۔ پہلے وہ موضوع کی تعریف کرتے ہیں پھر اس کی وضاحت کرتے ہیں اور پھر بے شمار مثالوں سے اس کی مزید تشریح کرتے ہیں اس سلسلے میں ان کے تمام حوالے مستند ہوتے ہیں۔ انھوں نے مثبت دلائل دیے ہیں اور منفی تنقید سے خود کو بچایا ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے قاری تاریخ ادب کے بیشمار

نئے گوشوں سے باخبر ہوتا ہے۔اپنے اسلوب سے انھوں نے خشک موضوع کو بھی قاری کے لیے قابل مطالعہ بنایا ہے۔کتاب کے تمام مضامین ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۷ء کے دوران مختلف اوقات میں لکھے گئے۔لیکن حیرت ہے کہ ان میں خوبصورت ربط اور تسلسل نظر آتا ہے۔اور پھر ہر مضمون اپنے ذیلی مباحث میں ایک ترتیب رکھتا ہے۔مثلاً ''تنقیدِ متن'' کے مباحث کی تقسیم اس طرح کی ہے کہ پہلے سارے بحث کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔یعنی:

۔۔۔معروضی مطالعہ

۔۔۔موضوعی مطالعہ

معروضی مطالعے کو مزید دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔متنی معارض ۲۔متنی مواقف

جب کہ موضوعی مطالعے کو بھی مزید تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

یعنی متنی معارف ۲۔متنی مصادر ۳۔متنی محاسن

یہی ترتیب کتاب کے آخر تک رہتی ہے۔وہ موضوع کا پہلے مکمل تعارف کرتے ہیں۔پھر موضوع کو پھیلاتے ہیں اور اس کے بعد بے شمار مثالوں سے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ایک باب ''تحقیق متن'' کا آغاز ملاحظہ ہو:

''الف۔متن کی ہیت (حدود) کا تعین۔

ب۔ الحاق و اضافات کی نشاندہی،جس کے ذیل میں تصرفات کا مطالعہ بھی آتا ہے۔

ج۔ متن کے گمشدہ سلسلوں کی بازیافت

د۔ متن حقائق کی جستجو اور چھان بین۔'' (۳۴)

کتاب کی یہ ترتیب ہر باب میں روا رکھی گئی ہے۔ہر باب اپنے ذیلی موضوعات میں تمام متعلقہ مسائل و مباحث کو سمیٹتا ہے اور دوسرے ابواب کے ساتھ ربط بھی رکھتا ہے۔ان کا اسلوب اس سلسلے میں ان کی پوری مدد کرتا ہے۔ان کے اسلوب میں وضاحت بھی ہے ترتیب بھی اور روانی اور سلاست بھی۔'متنی تنقید' کی طرح گو اس میں دیگر مباحث کو جگہ نہیں ملی ہے لیکن تدوین متن کے سلسلے کے روایتی طریق کار کی وضاحت شائد اس کتاب میں 'متنی تنقید' سے زیادہ بہتر ہوا ہے۔متنی تنقید کے برعکس اس کتاب میں ربط کی خوبی اضافی ہے۔ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کتاب پر متنی تنقید کا اثر نہ ہونے کے برابر ہے۔

کتاب کے آخر میں کتابیات کی ایک طویل فہرست موجود ہے جس میں موجود مجلّات ، مصادر، مراجع ، مطالعہ، ادارے ، شعبہ اردو، زبانیں، فرقے ،شہرو دیار،علوم مصطلحات مختلفہ اور متفرقات جیسے ذیلی عنوانات سے ان کی محنت اور کتاب کی افادیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔اس کے علاوہ اشخاص کی ترتیب سے ایک طویل اشاریہ بھی موجود ہے۔آخر میں کتاب کی اہمیت واضح کرنے کے لیے ڈاکٹر قمر رئیس کا یہ تبصرہ مناسب ہوگا۔وہ لکھتے ہیں:

> ''ڈاکٹر علوی کی یہ تصنیف موضوع کی تقسیم وتعبیر اور مباحث کی جامعیت کے لحاظ سے بلاشبہ ایسی ہے جس پر اردو زبان بجا طور پر فخر کرسکتی ہے۔جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔اس موضوع پر نہ صرف فارسی میں بلکہ ہندوستان کی کسی دوسری زبان میں بھی ایسی مستند اور معیاری کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی۔امید ہے کہ یہ کتاب تحقیقی کام کے مختلف مرحلوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء کی رہنمائی کرے گی اور عملی ذوق رکھنے والے عام قارئین بھی اس سے استفادہ کرسکیں گے۔''(۳۵)

عماد التحقیق

عماد التحقیق مولانا کلب عابد کی تالیف ہے جو ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔شعبہء دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی یہ کتاب فن تحقیق سے متعلق اوّلین کتابوں میں اس حوالے سے انفرادیت رکھتی ہے کہ یہ دیگر نوعیت کی تحقیقات کو نظر انداز کرتے ہوئے خالص تحقیقی مقالے کو موضوع بناتی ہے۔چنانچہ سرورق پر بھی یہ الفاظ درج ملتے ہیں:

> ''تحقیقی مقالہ اور تحقیقی کتاب کس طرح تحریر کرنا چاہیے''

اس موضوع پر اس سے پہلے کی قابل ذکر کتابیں یا تو تدوینِ متن پر زور دیتی ہیں یا مجموعہء مقالات کی صورت میں ہیں۔ڈاکٹر عبدرزاق قریشی کی کتاب ''مبادیاتِ تحقیق'' اگر چہ تحقیقی مقالہ سے سروکار رکھتی ہے لیکن بڑی حد تک تشنہ ہے اور سندی تحقیق میں پوری طرح معاونت نہیں کرتی۔

پروفیسر کلب عابد نے اپنی کتاب کی بنیاد مشہور مصری مصنف ڈاکٹر احمد شبلی کی تصنیف پر رکھی ہے۔چنانچہ مقدمہ میں درج کرتے ہیں:

> ''اس کا زیادہ تر مواد احمد شبلی کی مذکورہ بالا کتاب سے لیا گیا ہے،لیکن ہندوستان کے حالات اور اپنے شعبے تھیالوجی کے پیشِ نظر اس میں اتنی کمی، زیادتی اور تبدیلی کی گئی ہے

کہ یہ نہ تو مذکورہ کتاب کا ترجمہ ہے اور کوئی مستقل علیحدہ تصنیف ہے بلکہ ان دونوں کے بین بین کتاب ہے۔" (۳۶)

سوا سو صفحات پر محیط یہ کتاب چھے ابواب اور دو ضمیموں پر مشتمل ہے۔ کتاب میں شامل تمام ابواب خالص تحقیقی مقالے کے گرد گھومتے ہیں۔ اس میں مقالے کے لیے موضوع کے انتخاب سے لیکر آخری وائیوا (Viva) تک کے تمام مراحل کو اختصار کے ساتھ مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر اسلامی علوم کی تحقیق کو مدنظر رکھ کر تالیف کی گئی ہے تاہم یہ ادبی تحقیق سمیت ہر قسم کے سندی مقالوں کے سلسلے میں محقق کی رہنمائی کا مکمل سامان رکھتی ہے، بلکہ پہلے باب کے بعض حصّوں اور درمیان میں اکا دکا مذہبی نوعیت کی مثالوں کو ہٹایا جائے تو یہ خالص ادبی تحقیق سے متعلق کتاب شمار ہو سکتی ہے۔

جہاں تک کتاب کے مشمولات کا تعلق ہے پہلا باب تحقیق اور تحقیق کار سے متعلق ہے جس میں محقق کے لیے علمی اوصاف کے ساتھ ساتھ اخلاقی اوصاف پر زور دیا گیا ہے۔ اس باب میں موضوعات کی بحث میں خالص اسلامی موضوعات کا ذکر ملتا ہے تاہم اس ذیل میں نوجواں ادبی محقق کی تربیت کے لیے بعض اہم نکات موجود ہیں۔ اس باب کے آغاز میں وہ لفظ تحقیق کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> "تحقیق عربی لفظ ہے۔ یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ اسکے اصلی حروف ح ق ق ہیں۔ اس کا مطلب ہے حق کو ثابت کرنا' حق کی طرف پھیرنا۔ تقریباً انہی معنوں میں انگریزی لفظ research بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی ہیں careful investigation پوری ہوشیاری سے کھوج اور تلاش۔ لفظ کے معنوں ہی سے ظاہر ہے کہ تحقیق و ریسرچ کے لیے دو باتیں ضروری ہیں:
>
> ۱۔ کوئی حق اور واقعہ ہو جس تک پہنچنا مقصود ہو۔
>
> ۲۔ کچھ پردے اور اشتباہات ہوں جن کو دور کرنا ہو، تا کہ حقیقت نمایاں ہو سکے۔" (۳۷)

کتاب کے دوسرے باب کا عنوان "مقدماتِ تحقیق" ہے جس میں موضوع کے انتخاب، اس کی مزید وضاحت، ابواب وفصول نیز ضرورت پڑنے پر موضوع کی تبدیلی کے علاوہ مصادر کی تلاش، ان کا مطالعہ اور دیگر عملی تجربات ومشاہدات کو جگہ دی گئی ہے۔ گویا یہ باب تحقیقی موضوع کو پوری طرح واضح کرنے پر زور دیتا ہے۔ ہر محقق اپنی تحقیق میں پیش آنے والی ہر اُلجھن کے لیے نہ صرف ذہنی طور پر تیار ہو بلکہ اس الجھن کا بروقت سدِ باب بھی کر سکے۔

تیسرے باب میں مواد کی جمع آوری اور ترتیب کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔اس باب میں وہ اسلوب کا متوازن تصور بھی پیش کرتے ہیں۔اس حوالے سے وہ ڈاکٹر گیان چند کی طرح شگفتہ اسلوب کے قائل نظر آتے ہیں۔اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے درج کرتے ہیں:

> ''طرزِ نگارش کا حسن ہے کہ ہر جملہ بعد والے جملے سے دست و گریبان ہو،کڑی سے کڑی ملتی جائے،عبارت سادی ہو۔جس میں تعقید نام کو نہ ہو،مختصر عبارت میں مطلب ادا کیا جائے۔پڑھنے والا ہر جملے سے لطف لے،اور محسوس کرے کہ کوئی نئ بات معلوم ہو رہی ہے،جب بھی سکالر کو اس بات کا اندازہ ہو کہ مطلب ادا ہو گیا،وہیں رکھ جائے بلا سبب ایک سطر کا بھی اضافہ نہ کرے۔''(۳۸)

اقتباسات،علاماتِ تحریر،حاشیہ،جدولیں اور تصاویر وغیرہ کے ضمن میں بھی یہ باب بہترین رہنمائی کا حامل ہے۔

کتاب کا چوتھا باب تھیسس کی ہیت کے حوالے سے ہے۔اس باب میں تھیسس کا حجم،ٹائٹل پیج،فہرست مضامین، مقدمہ، وثائق اور ضمیمے وغیرہ کے ضمن میں تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔یہ باب اختصار کے ساتھ مذکورہ تمام پہلوؤں پہ روشنی ڈالتا ہے۔

کتابت اور جلد بندی کے عنوان سے پانچواں باب بھی قابل مطالعہ اور ضروری مباحث کا حامل ہے۔کتابت میں پیش آنے والی دقتوں اور حاشیہ کی وضاحت اس باب کے اہم حصے ہیں۔یہاں پر کتابت کی بحث میں بیشتر اسلوب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔زبانی امتحان یا وایؤا کی وضاحت پر مبنی آخری باب بھی نوجوان محقق کے لیے اہم مواد رکھتا ہے۔اس باب میں ''مقالے کا خلاصہ'' کے تحت جو تحریر ہے وہ اس باب کی افادیت میں خاطر خواہ اضافہ کرتا ہے۔تحقیق کی دیگر کتابوں میں اس پہلو کو عموماً نظر انداز کیا گیا ہے۔

کتاب میں دو مختصر ضمیمے بھی شامل ہیں جن میں سے پہلا ''اعراب'علامتیں'رموزِ اوقاف'' کے عنوان سے ہے۔یہ دراصل رشید حسن خان کی کتاب اردو املا سے تلخیص ہے۔دوسرا ضمیمہ ایک فہرست ہے جو ہندوستان کے بعض مشہور کتب خانوں کی ہے۔یہ فہرست اسلامی علوم کی تحقیق کے پیشِ نظر بنائی گئی ہے چنانچہ اسلامیات میں تحقیق کرنے والوں کے لیے زیادہ مفید ہے۔

کلب عابد کی زیرِ نظر تصنیف بڑی حد تک سندی تحقیقی اصولوں سے سروکار رکھتی ہے۔اس میں تحقیق کے ایک اہم شعبے تدوینِ متن کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔اس کے باوجود یہ کتاب اردو ادب کے محققین کے لیے ایک تحفہ ہے اور اپنے قارئین کو مایوس نہیں کرتی۔مولف کا انداز کافی حد تک موثر ہے۔رواں اسلوب میں وہ اختصار کے

ساتھ دلیلوں اور مثالوں کی روشنی میں اپنے مطلب کو پوری طرح واضح کرتے ہیں۔اختصار اور جامعیت اس کتاب کی سب سے اہم خوبی ہے۔

عمادالتحقیق میں وہی کچھ بیان ہوا ہے جو سندی تحقیق میں شروع سے لے کر سند کے حصول تک نئے محقق کی ضرورت ہوتی ہے۔موضوع کا انتخاب ایک اہم مسئلہ ہے جس کے انتخاب میں یہ کتاب کافی حد تک معاونت کرتی ہے۔مواد کی تلاش وترتیب، تھیسس کی ہیت، کتابت اور جلد بندی اور روائیوا کے تمام ضروری اور قانونی تقاضوں کی جس انداز میں یہ کتاب وضاحت کرتی ہے وہ دیگر کتابوں میں بہت کم نظر آتا ہے۔مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ انتخابِ موضوع اور پھر اس کے بعد جو سوالات ایک نوجوان محقق کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں یہ کتاب ان کے حل میں بڑی حد تک مدد فراہم کرتی ہے۔

عمادالتحقیق نسبتاً کم معروف ہے۔اس کتاب کا ذکر یا حوالے پیش رَو ہوتے ہوئے بھی دوسرے محققین یا ان کی کتابوں میں کم نظر آتے ہیں۔اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس کا ایک ہی مختصر ایڈیشن شائع ہو سکا نیز اسے محض اسلامی تحقیق سے متعلق کتاب خیال کیا گیا۔حالانکہ یہ کتاب اس سلسلے کی بعض خالص ادبی تحقیقی نقطۂ نظر سے لکھی گئی کتابوں سے زیادہ مفید ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ اردوفنِ تحقیق کا کوئی مورخ اس کتاب کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرسکتا۔

تحقیق وتدوین

سیّد محمد ہاشم کی مرتبہ اس کتاب کے اوپر 'جلد اوّل' درج ہے اور پیش لفظ میں اطلاع دی گئی ہے کہ دوسری جلد اردو میں تحقیق کے ارتقاء سے متعلق ہوگی۔تاہم تیس سال کا عرصہ گذرنے کے باوجود دوسری جلد کی نوبت نہیں آسکی ہے۔۱۹۷۸ء میں اتر پردیش اردو اکاڈمی کے مالی تعاون سے یہ کتاب مکتبہ جامعہ لمٹڈ، نئی دہلی نے شائع کی ہے۔مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام معنون اس کتاب کا مختصر دیباچہ پروفیسر خورشید الاسلام نے لکھا ہے۔پیش لفظ کے علاوہ مرتّب کا تحریر کردہ ایک مبسوط مقدمہ بھی شاملِ کتاب ہے۔یہ کتاب دراصل مقالات کا مجموعہ ہے اور پورے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا بنیادی موضوع تحقیق وتنقیدِ متن ہے،جس کا دائرہ کار مرتّب کسی حد تک وسیع شمار کرتا ہے۔'پیش لفظ' میں لکھتے ہیں:

> ''تحقیق وتدوین کی پہلی جلد ان اصولوں پر مبنی ہے جو عربی،فارسی اور اردو متون کی تحقیق اور ترتیب کے سلسلے میں موجودہ دور میں اپنائے جا رہے ہیں۔یہاں اس امر کے اظہار کی

ضرورت نہیں کہ ان میں مغربی اصولوں سے بھی بڑی حد تک استفادہ کیا گیا ہے جس نے
اس کے دائرہ کو وسیع تر کر دیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مکمل کتاب ہے۔" (۳۹)

اسی پیش لفظ میں کتاب میں شامل مضامین کے حوالے سے میں یہ تفصیل بھی درج ہے:

"موجودہ مضامین کے حصول کی تفصیل یہ ہے کہ 'اصولِ تحقیق، اردو مخطوطات تلاش۔۔۔'
'آج کل' دہلی کے تحقیق نمبر، ڈاکٹر نذیر احمد کے مضامین عطا کردہ نقل سے، تحقیقِ متن کے
اصول 'فکر ونظر' علی گڑھ سے، مخطوطات شناسی، مسالک و منازل سے، اور ترتیبِ متن
'نوائے ادب' سے نقل کیے گئے ہیں۔" (۴۰)

یہ کتاب ایک مبسوط مقدّمے اور چند ایک مضامین پر مشتمل ہے۔ مقدّمہ طویل اور پُرمغز ہے اور کتاب کے تقریباً آدھے صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ تحریر بذاتِ خود ایک چھوٹی سی تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔

مقدّمے کی ابتداء میں انہوں نے فنِ تحقیق پر موجود بعض کتابوں اور مقالات کا ذکر کیا ہے جس کے بعد مجموعے میں شامل دیگر نگارشات کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ مقدّمے کے اہم حصّے میں انہوں نے تدوینِ متن کے مختلف پہلوؤں اور مسائل کو پانچ ذیلی حصوں میں تقسیم کر کے ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ پہلے حصے میں متن کی تعریف، دائرہ کار اور دیگر متعلقات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ نیز اس حصے میں ان مباحث کی ضرورت و اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقالے کے دوسرے حصے میں اصول تدوین جبکہ تیسرے حصے میں اس کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ حصہ 'د' یا چوتھے حصے میں متن کی ثقاہت کے تعین کے اصول واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پانچویں اور آخری حصے کا عنوان 'زمانے کا تعین' ہے جس میں مثالوں سے مدد لی گئی ہے۔ اس مقالے (مقدّمے) پر ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی تحریروں کا اثر صاف نظر آتا ہے۔ لیکن اس بحث سے قطع نظر تدوینِ متن کے محقق کی رہنمائی کے لیے یہ مقدمہ ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں تدوینِ متن کے تمام ضروری نکات جمع کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی افادیت میں یقیناً اس مقدّمے کو دخل ہے۔

مجموعے میں دوسرے لوگوں کی جو تحریریں شامل کی گئی ہیں ان کی تعداد زیادہ نہیں، لیکن ان کی اہمیت کسی طور کم نہیں۔ ان میں پہلا مضمون قاضی عبدالودود کا "اصولِ تحقیق" ہے۔ یہ مضمون اپنی افادیت کے پیشِ نظر کئی مقامات پر شائع ہوا ہے۔ پہلی اشاعت اس مضمون کی چونکہ رسالہ (آج کل) کے "اردو تحقیق نمبر" میں ہوئی ہے۔ لہٰذا اسی نمبر کے ذیل میں اس کی توضیح گذر چکی ہے۔ کتاب کے دو اور مضامین مالک رام کی "مخطوطات' تلاش، قرأت و ترتیب' اور ڈاکٹر تنویر احمد علوی کے مقالے "تدوینِ متن" کی توضیح بھی متعلقہ مقامات پر گذر چکی

ہے۔

کتاب کے دیگر مقالوں میں ڈاکٹر نذیر احمد کے دو مقالے ''تاریخی تحقیق کے بعض مسائل'' اور ''تحقیق و تصحیح متن کے مسائل''، ڈاکٹر فضل الرحمن ندوی کا مترجمہ مضمون ''تحقیق متن کے اصول'' اور ضیاء احمد بدایونی کا مضمون ''مخطوطات شناسی'' شامل ہیں۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اپنے پہلے مضمون میں تاریخی تحقیق کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ تاریخی تحقیق سے ان کی مراد ایسی تحقیق ہے جس میں کسی قدیم شخصیت، یا واقعے یا حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انہوں نے اس مقالے میں تحقیق کا مفہوم، اس کی افادیت نیز اس کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس مضمون میں بہت کچھ ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد کا دوسرا مضمون (۴۱) متنی تنقید کے دائرہ کار اور مسائل سے متعلق بہترین مباحث کا حامل ہے۔ اس میں انہوں نے عربی رسم الخط کی وجہ سے آنے والی دشواریوں، متن میں تصرفات وتحریفات کے وجوہ، محققِ متن کی ضروری صلاحیت، اور تحقیق متن کی اسناد کے علاوہ تحقیق شدہ متن کی ترتیب وغیرہ پر اپنا زورِ قلم صرف کیا ہے۔ الغرض یہ مقالہ بہت مفید ہے اور متن سے متعلق بعض اہم نکات کی کامیاب وضاحت پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمن ندوی کا مقالہ (۴۲) عربی سے ترجمہ ہے جو مصر کے ممتاز محقق ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحریر ہے۔ یہ مقالہ اگرچہ عربی متون کو پیش نظر رکھ کر تالیف کیا گیا ہے لیکن اس میں بیان کیے گئے اصول اردو تحقیق میں بھی پوری طرح کارآمد ہیں۔ اردوفنِ تحقیق کی روایت میں بہت سارے دیگر محققین نے بھی اس مقالے سے خوشہ چینی کی ہے۔ تحقیقِ متن کے اصولوں کی وضاحت کرنے والی یہ تحریر جامعیت کی بھی ایک بہترین مثال ہے۔

پروفیسر ضیاؤ الدین بدایونی کا مضمون (۴۳) مخطوطات سے متعلق ہے جس میں انہوں نے مخطوطات کی پہچان' داخلی اور خارجی شہادتوں کی روشنی میں کرنے کے اصول سمجھائے ہیں۔ یہ مقالہ جعلی اور اصلی مخطوطات کی پہچان کے سلسلے میں بھی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ مقالہ نگار کے ہلکے پھلکے رواں اور خوبصورت اسلوب نے اس مقالے کو اور بھی قابلِ مطالعہ بنایا ہے۔

سید محمد ہاشم کے مرتبہ یہ مقالات اردوفنِ تحقیق کے ابتدائی سرمایے کے اہم پہلوؤں کو ایک جلد میں یکجا کرنے کی ایک مثالی کوشش ہے۔ ان مضامین میں مسائل بھی ہیں، اصول بھی اور تدوینِ متن کے نکات بھی بیان

ہوئے ہیں۔مضامین کا انتخاب انتہائی متوازن ہے۔اس میں اس وقت تک منظر عام پر آنے والی ایسی تحریروں کو جمع کیا گیا ہے جن کی حیثیت مسلّم تھی۔اس بات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بعد میں اس موضوع پر لکھی گئی بیشتر تحریروں میں ان مضامین کے حوالے جا بجا نظر آتے ہیں۔مرتب کی یہ کوشش رہی ہے کہ غیر ضروری مواد یا تکرار سے بچا جائے۔اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہیں۔کتاب کا بنیادی موضوع چونکہ تدوینِ متن ہے لہٰذا مرتب نے مقدمے میں ان پہلوؤں کو بھی واضح کر دیا ہے جن کی وضاحت دوسرے مضامین میں نہ تھی یا کم تھی۔مخطوطات کا ذکر اگرچہ فنِ تحقیق سے متعلق بیشتر کتب اور مقالات میں ضمنی طور پر موجود ہے لیکن با قاعدہ اس موضوع کی طرف تفصیلی توجہ کم دی گئی ہے۔اس موضوع پر دو اہم تحریروں کو اس مجموعے میں شامل کر کے مرتب نے اس کتاب کی افادیت میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

اس مجموعے کی ایک اور قابلِ ذکر انفرادیت یہ ہے کہ اس کے آخر میں مولّف نے پہلی مرتبہ اس کے تمام مقالہ نگاروں پر بشمول اپنے تعارفی مواد دیا ہے۔اس کتاب کے علاوہ اردو فنِ تحقیق سے متعلق کسی اور کتاب میں یہ روایت نہیں ملتی۔مجموعی طور پر یہ کتاب اپنے مباحث میں ثروت مند ہے اور اپنے پڑھنے والے کو مایوس نہیں کرتی۔

ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ

اردو تحقیق کے تقریباً ہر جائزے میں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ پرانے متون کو تصحیح و ترتیبِ متن کے جدید اصولوں کی روشنی میں مرتب کرنا ضروری ہے۔مگر عملی قدم اٹھانے والے اس سلسلے میں بہت کم ہیں۔جن تھوڑے لوگوں نے اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھ کر برتا ہے اُن میں ایک نام رشید حسن خان کا ہے۔رشید حسن خان کا انتقال حال ہی (فروری ۲۰۰۶ء) میں ہوا ہے لیکن انہوں نے اس سلسلے میں جو کارنامے چھوڑے ہیں وہ ان کے نام کو زندۂ جاوید رکھنے کے لیے کافی ہیں۔وہ نظریاتی سے کہیں زیادہ عملی محقق تھے۔وہ تدوین کو تحقیق سے آگے کی منزل شمار کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کی طرف انہوں نے زیادہ توجہ دی ہے۔''باغ و بہار''، ''فسانۂ عجائب''، ''مثنوی گلزارِ نسیم''، ''سحر البیان''، ''مثنویاتِ شوق'' اور ''زٹل نامہ'' وغیرہ اُن کی چند نمائندہ تحقیقی و تدوینی کارنامے ہیں۔

دیگر خدمات سے قطع نظر انہوں نے اردو فنِ تحقیق کی روایت میں بھی دو کتابیں پیش کر کے اپنا بھر پور حصہ ڈالا ہے۔اس سلسلے میں زیرِ نظر کتاب کے علاوہ ''تدوین تحقیق اور روایت'' دوسری کتاب ہے۔ذیل میں اُن کی زیرِ بحث کتاب کا توضیحی جائزہ پیش ہوگا جبکہ دوسری کتاب کا ذکر آگے آئے گا۔

ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ کی اشاعت پہلی مرتبہ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ کے زیرِ اہتمام ۱۹۷۹ء میں

ہوئی۔الفیصل ناشران، لاہور نے اس کی دوسری اور چوتھی اشاعت بالترتیب ۱۹۷۹ء اور ۲۰۰۳ء میں کی ہیں جبکہ اس کا تیسرا ایڈیشن اُتر پردیش اُردو اکادمی ۱۹۹۰ء میں شائع کیا تھا۔اس وقت میرے پیش نظر یہی کتاب ہے۔

انتساب قاضی عبدالودود کے نام ہے۔صفحات کی تعداد تین سو سے کچھ اُوپر ہے۔کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے جس میں پہلا حصہ ادبی تحقیق کے کچھ اصولوں اور مسائل سے متعلق ہے جبکہ دوسرا حصہ عملی تحقیق کے چار نمونوں پر مشتمل ہے۔کتاب کا پہلا حصہ ہمارے موضوع کے سلسلے میں اہم ہے۔اس کے مشتملات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔کچھ اصول تحقیق کے بارے میں

۲۔تحقیق کے متعلق بعض مسائل

ا۔ فارسی ماخذ کے اردو ترجمے

ب۔ دانش گاہوں میں تحقیق کے مسائل

ج۔ تحقیق اور رُبل ہوسی

د۔ علمی منصوبے اور اخلاقیات تحقیق

۳۔غیر معتبر حوالے

۴۔حوالہ اور صحت متن

۵۔تدوین اور تحقیق کے رجحانات

ان میں سے بیشتر مضامین مختلف اوقات میں تحریر کیے گئے ہیں،البتہ کتاب میں شامل کرتے وقت ان پر نظر ثانی کی گئی ہے۔پہلا مضمون (۴۴) تحقیق کے بعض اصولوں سے متعلق ہے۔مثلاً تحقیق میں سند کے بغیر دعویٰ نہیں کرنا چاہئے۔کسی موضوع سے جذباتی وابستگی ہو تو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔زندہ لوگوں پر تحقیق کرنا مناسب نہیں،زبان امکانی حد تک آرائش سے پاک ہو وغیرہ۔یہ اصولوں کے حوالے سے ایک مفید مضمون ہے لیکن اس پر قاضی عبدالودود کے مضمون ''اصول تحقیق'' کے واضح اثرات موجود ہیں۔

کتاب کا دوسرا مقالہ (۴۵) طویل تر ہے اور چار فصلوں پر مشتمل ہے۔پہلی فصل میں حوالے کی کتابوں اور اُن کے ترجمے کے مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔خاص کر تذکرے جو اُردو تحقیق کے بنیادی مآخذ شمار ہوتے ہیں اور بیشتر فارسی زبان میں ہیں۔مقالے کا دوسرا حصہ دانش گاہوں میں تحقیق کے مسائل سے متعلق ہے۔انہوں نے اس بات پر خاصی ناراضگی ظاہر کی ہے کہ ہماری درس گاہیں آسان پسندی کا دبستان بن کر رہ گئی ہیں۔موضوع سے

طبعی مناسبت جانچے بغیر طلباء کوموضوع دیکر ایسے اساتذہ کی نگرانی میں دے دیا جاتا ہے جو بذات خود اس کارِ خیر سے ناواقف ہوتے ہیں۔اس حصے میں ایک جگہ تدوین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''تدوین دراصل تحقیق سے آگے کی منزل ہے۔جو شخص شرائط تحقیق کو پورا کرتا ہو اور ساتھ ہی اصول تدوین سے پوری طرح واقف ہو اور اُس کا تجربہ بھی رکھتا ہو، یا اُس کو ایسی تربیت ملی ہو جو تجربے کا بدل ہو سکے، تو ایسا شخص تدوین کا کام انجام دے سکتا ہے۔(۴۶)

تیسری فصل ''تحقیق اور بوالہوسی'' کے عنوان سے ہے۔اس حصے میں بھی انہوں نے تحقیق کی کمزوریوں پر گرفت کی ہے اور بوالہوسی کے نمونے دکھائے ہیں۔انہوں نے تحقیقی عمل کو کلاسیکی موسیقی سے تشبیہ دی ہے۔لکھتے ہیں:

> ''تحقیق کا حال کلاسیکی موسیقی جیسا ہے۔جس میں عجلت، آسان پسندی، بلہوسی اور خفیف الحرکاتی کو مطلق دخل نہیں ہوتا''(۴۷)

اس مقالے کے آخر میں رشید حسن خان نے ہمارے ہاں خالص عملی منصوبوں کی ناکامی پر اپنا تاثر پیش کیا ہے۔اُن کے خیال میں اس کی بڑی وجہ اخلاقیات تحقیق کا فقدان ہے۔وہ آئندہ بھی اجتماعی تحقیق کی کامیابی سے مایوس ہیں۔تاثراتی نوعیت کی اس تحریر میں انہوں نے ان اسباب پر روشنی ڈالی ہے جس کا نچوڑ آخر میں دیے گئے اس شعر میں موجود ہے۔

> ؎ دربدر ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرتے ہیں سوال
> اور مجرم کی طرح اُن سے گریزاں ہے جواب

کتاب کا تیسرا مضمون (۴۸) غیر معتبر حوالوں کی نشاندہی کرتا ہے۔مقالہ نگار کے نزدیک حوالے کے تین درجے ہیں۔مستند، غیر مستند اور مشکوک۔ان میں سے اوّل الذکر کو چھوڑ کر باقی دونوں کو وہ غیر مفسرین کے زمرے میں شمار کرتے ہیں کیوں کہ مشکوک چیز اُن کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتی۔انہوں نے اس مضمون میں مثالوں سے زیادہ مدد لی ہے۔

''حوالہ اور صحت متن''(۴۹) ایک اور کامیاب مضمون ہے جو بے شمار مثالوں کے ذریعے اپنے پڑھنے والوں کی تربیت کا سامان مہیا کرتا ہے۔حوالہ دینے کے طریقے ہر دوسری کتاب میں دیے گئے ہیں لیکن حوالہ کی صحت کی پہچان کرانے والی یہ پہلی تحریر ہے۔انہوں نے طلباء اور اساتذہ پر زور دیا ہے کہ حوالہ دیتے ہوئے ماٗخذ کی صحت کا خصوصی طور پر خیال رکھیں۔وہ اس مضمون میں تحقیق کے طالب علموں کو ہر چیز کو شک کی نظر سے دیکھنے کی تلقین

کرتے ہیں۔

کتاب کے پہلے حصے کا آخری مضمون ''تدوین اور تحقیق کے رجحانات''(۵۰) ہے جس کے آغاز میں رشید حسن خان نے اس کا مقصد خود درج کیا ہے:

> ''اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد تحقیق اور تدوین میں جو رجحانات نمایاں ہوئے ہیں اختصار کے ساتھ اُن کا جائزہ بھی لیا جائے۔ایک جگہ ضمناً ۴۷ء سے پہلے کا بھی ذکر آ گیا ہے''(۵۰)

انہوں نے اس مضمون میں تحقیق اور تدوین کی الگ الگ وضاحت کرنے کے بعد ہماری تحقیق اور محققین کی کمزوریوں پر تفصیل سے مثالوں کے ذریعے روشنی ڈالی ہے۔اس مضمون کے اندر تحقیق اور محقق کے حوالے سے بہت سارے احوال مل جاتے ہیں۔مضمون کو آسانی کے لیے دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔مثالیں نسبتاً کم ہیں۔

رشید حسن خان کی اس کتاب کا دوسرا حصہ عملی تحقیق کے چار مفصل جائزوں پر مشتمل ہے جس میں درجہ ذیل چار اہم کتابوں کو زیرِ بحث رکھ کر ان کو جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔

۱۔ دیوانِ غالب (صدّی ایڈیشن)

۲۔ اُردو شاعری کا انتخاب

۳۔ علی گڑھ تاریخ ادب اُردو

۴۔ تاریخِ ادبِ اُردو

دوسرے حصے کے مضامین کو اس طرح مرتب کیا گیا ہے کہ عملی تحقیق کا انداز و اسلوب واضح ہو سکے۔ادبی تحقیق کے طریق کار اور اُسکے اصولوں کو صحیح طور پر سمجھنے اور سمجھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اطلاقی تحقیق کے شعبے کو وسعت دی جائے۔اُن کے خیال میں:

> ''تحقیق کے اصولوں کی تعریف کتنی ہی سادہ عبارت میں کی گئی ہو اور اُس کے طریقِ کار کی صراحت کتنے ہی واضح الفاظ میں کی جائے،اُن کی کونا کوں تفصیل معرض بیان میں نہیں آپاتیں۔البتہ مختلف مثالوں (جائزوں) کے واسطے سے اُن کو اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ جزئیات اور ذیلیات پوری طرح روشنی میں آجائیں''(۵۱)

یہی وجہ ہے کہ کتاب کے دوسرے حصے میں اطلاقی تحقیق کے مفصّل نمونے شامل کیے گئے ہیں تا کہ پہلے حصے کے مضامین پڑھ کر طلبہ کو ادبی تحقیق کے طریق کار،مسائل اور مشکلات کو سمجھنے میں مدد ملے اور پھر اُن کی مکمل

وضاحت دوسرے حصے میں عملی نمونوں کی صورت میں دستیاب ہو۔تاہم کتاب کے پہلے حصے کے مضامین بھی بیشمار مثالوں کی صورت میں ہونے کی وجہ سے عملی نوعیت رکھتے ہیں۔

رشید حسن خان کی یہ کتاب اُس وقت شائع ہوئی جب فن تحقیق پر ایسی کتابوں کی ضرورت تھی۔اس سے پہلے کی قابل ذکر کتابوں میں خلیق انجم اور تنویر احمد علوی کی کتابیں تدوین متن سے متعلق تھیں۔عبدالرزاق قریشی کی کتاب ''مبادیات تحقیق''عمومی تحقیق سے متعلق ہے لیکن تشنہ ہے۔کچھ مقالات کے مجموعے بھی اس دوران منظر عام پر آچکے تھے لیکن رشید حسن خان نے اپنے مضامین میں تحقیق کے اصولوں کو عملی صورت میں پرکھ کر پیش کیا ہے لہٰذا یہ نوجوان محققین کے لیے زیادہ مفید ہوگئے ہیں۔بعد کی بہت ساری کتابوں میں اس کتاب کے حوالے اس کتاب کی افادیت ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔یہ کتاب اپنے مفید مباحث کی بدولت فن تحقیق کی روایت میں ایک بہترین اضافہ ہے۔اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں نظری اُصول اور اطلاقی تحقیق آپس میں بغل گیر نظر آتے ہیں جس کے نتیجے میں یہ مضامین نوجوان محققین کی تربیت کا ایک بہترین کورس ثابت ہوتے ہیں۔

حافظ محمود شیرانی (سیمینار کے مقالات)

حافظ محمود شیرانی اردو کے اولین ممتاز محققین میں سے ایک ہیں۔انہوں نے کو اصول تحقیق یا نظری تحقیق پر براہ راست توجہ نہیں دی۔لیکن اپنی عملی تحقیق کے دوران جو طریق کار اپنائے اور جن اصولوں کو برتا اُن کا بالواسطہ شمار اُصول تحقیق ہی کے زمرے میں ہونا چاہئے۔بعد کے محققین کے لیے یہ بہترین نمونوں کا درجہ رکھتے ہیں۔حافظ محمود شیرانی بقول ڈاکٹر انور سدید تحقیقی ژوف نگاہی اور بصیرت کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔انہوں نے تحقیق میں داخلی شہادتوں کو اہمیت دی اور قیاسات پر انحصار بہت کم کیا، نیز تحقیق میں صحت وصداقت کو پروان چڑھایا۔(۵۲) جس سے تحقیق کی دنیا میں نئی روایت کا آغاز ہوا۔

۲۹ اور ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء کو حافظ محمود شیرانی کی ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ان کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں ادارہ تحقیقات اردو اور بہار اردو اکادمی نے مشترکہ طور پر ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔زیر نظر کتاب اسی سیمینار میں پیش ہونے والے مقالات کی کتابی صورت ہے جو بہار اردو اکادمی کے زیر اہتمام ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔

مجموعے میں ''پیش لفظ''، ''تاثرات''اور قاضی عبدالودود کے ایک مختصر پیغام کے علاوہ اٹھارہ مقالات کا ذکر ہے، جن میں سے دو مقالات موصول نہ ہونے کی وجہ سے شامل نہ ہوسکے نیز ان میں کچھ مقالے ایسے بھی ہیں

جو مذکورہ سیمینار میں پڑھے نہیں جا سکے۔ کلیم الدین احمد کا تحریر کردہ پیش لفظ مختصر اور رسمی ہے۔ ''تاثرات'' میں بہار کے اس زمانے کے گورنر ڈاکٹر اخلاق الدین قدوائی نے سیمینار میں شرکت کے وقت اپنے تاثرات پیش کیے ہیں۔

یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ سیمینار بنیادی طور پر حافظ محمود شیرانی سے متعلق ہے اور اس میں پیش ہونے والے زیادہ تر مقالات اُنہیں کی شخصیت وفن سے متعلق ہیں، لیکن ان میں کچھ تعداد ایسے مضامین کی بھی شامل ہے جو تحقیق اور اصول تحقیق سے براہِ راست متعلق ہیں۔ چنانچہ اس جائزے میں توضیح کے لیے یہ کتاب بھی شامل رکھی گئی۔

یوں تو مجموعے میں شامل تمام مقالات کسی نہ کسی حوالے سے فن تحقیق کی روایت میں مفید اضافے کا باعث ہیں کیونکہ حافظ محمود شیرانی سے متعلق مضامین میں بھی تحقیقی طریقہ کار سے متعلق نکات مل جاتے ہیں۔ لیکن ایسے مضامین جو براہ راست فن تحقیق سے متعلق ہیں۔ اُن میں عطا کاکوی کا ''تحقیق اور محقق''، قاضی عبدالودود کا ''اصول تحقیق''، ممتاز احمد کا ''تحقیق وتنقید''، ذکی الحق کا ''تحقیق ایک روایت''، سید حسن کا ''قلمی نسخے کے متن کی ترتیب اور انتخاب کے بارے میں تجربات'' محمد صدیق کا ''ادبی متن اور اس کی ترتیب کے مسائل'' نیر مسعود کا ''تحقیق میں روایت شناسی کا مسئلہ'' عابد رضا بیدار کا ''تدوین اور طبع موزوں'' اور ڈاکٹر محمد عرفان کا ''تنقید اور تحقیق''، شامل ہیں۔

عطا کاکوی کا مضمون تاثراتی نوعیت کا ہے تاہم اس میں تحقیق کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد اور ڈاکٹر محمد عرفان کے مقالے تحقیق اور تنقید کے باہمی رشتے کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان میں آخر الذکر کا مقالہ زیادہ مفید ہے۔ محمد ذکی الحق نے اپنے مقالے کے لیے مغربی مفکرین سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے انگریزی اقتباسات بھی شامل رکھے ہیں اور تحقیق کی عمومی روایت کا اس طرح جائزہ لیا ہے کہ اس میں مسلمانوں کا کردار نمایاں ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد صدیق نے اپنے مقالے کی ابتداء میں متن کی اہمیت پر زور دیا ہے اور اس سلسلے میں درپیش بعض مسائل کی نشاندہی ہے۔ انہوں نے کارل لاخمین' کے حوالے سے تحقیق متن کے دو مرحلے شمار کیے ہیں یعنی' اول متن کا نقل وضبط اور دوم اس کی تصحیح۔

''تحقیق میں روایت شناسی کا مسئلہ''(۵۳) میں نیر مسعود نے الگ ترتیب اپنائی ہے۔ انہوں نے پہلے کچھ دلچسپ مثالیں درج کی ہیں اور پھر اُن کی روشنی میں روایت شناسی کا مسئلہ اجاگر کیا ہے۔ یہ مضمون اپنی پیش کش

اور مواد دونوں حوالوں سے مفید ہے۔

''تدوین اور طبع موزوں'' عابد رضا بیدار کا طویل مقالہ ہے۔ یہ 'تدوین متن کے مسائل' مرتبہ عابد رضا بیدار میں بھی شامل ہے۔ چنانچہ اس کی توضیح مذکورہ کتاب کے تحت ہو چکی ہے۔ ''دو ہم آہنگ محقق'' کے عنوان سے اسی مقالہ نگار کا ایک اور مقالہ بھی اس مجموعے میں شامل ہے۔ جس میں حافظ محمود شیرانی اور قاضی عبدالودود کے مزاج تحقیق کا موازنہ کیا گیا ہے جو نئے محققین کے لیے ایک مفید نصاب کا درجہ رکھتا ہے۔

مقالات کا زیرِ نظر مجموعہ حافظ محمود شیرانی کی یادگار کے طور پر ہے چنانچہ اس میں شامل بیشتر نگارشات اُن کی شخصیت اور فن و فکر سے متعلق ہیں۔ ان مضامین میں ان کی شخصیت اور کارناموں کے ساتھ اُن کے طریقِ تحقیق کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی تحقیق کے اُصولوں پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے بعض اہم کارنامے بھی جو عملی تحقیق کے بہترین نمونے ہیں، اس کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔

یہ مضامین براہ راست فن تحقیق کے ذیل میں نہ آنے کے باوجود اصول تحقیق کے سلسلے میں مددگار ہیں۔ اس میں شامل حافظ محمود شیرانی کی ژرف نگاہی اور باریک بینی کی بیشمار مثالیں یقیناً محقق کے اوصاف بڑھانے میں معاونت کرتے ہیں۔ کتاب میں قاضی عبدالودود کا ایک اہم مضمون ''اصول تحقیق'' بھی شامل ہے یہ مضمون سیمینار پڑھے جانے والے مضامین سے الگ ہے جو اس مجموعے میں شامل ہونے سے تقریباً ۱۵ سال پہلے رسالہ آج کل کے ''اردو تحقیق نمبر'' میں شائع ہوا تھا۔ اس کی وضاحت اِسی تحقیق نمبر کے تحت گزر چکی ہے۔

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ حافظ محمود شیرانی سیمینار کے یہ مقالات اردو فن تحقیق میں ایک قابل لحاظ اضافہ ہیں۔ ان میں نہ صرف نظری تحقیق کے مباحث موجود ہیں، بلکہ عملی تحقیق کے بعض نمونے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں مسائل تحقیق، رفتارِ تحقیق اور تدوین متن کے پہلوؤں کو بھی اہمیت ملی ہے اور عملی تحقیق کے بڑے محقق حافظ محمود شیرانی کی شخصیت اور تحقیقی طریقہ کار پر بھی مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور یہی وہ نکات ہیں جو اس کتاب کو فن تحقیق کی روایت میں ایک اہم مقام دلاتے ہیں۔

تدوین متن کے مسائل

مشرقی زبانوں بشمول اردو میں کچھ وجوہات کی بنا پر تدوین متن کے مسائل زیادہ ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں اصولِ تحقیق سے متعلق بیشتر کتابوں میں اس موضوع پر ضرور مواد شامل ہوتا ہے۔ جزوی تحریروں کو چھوڑ کر اس سلسلے میں تین کتابیں ایسی ہیں جو صرف تدوین متن ہی کو زیر بحث لاتی ہیں۔ ان میں متنی تنقید، اصولِ

تحقیق وترتیب متن اورتدوین متن کے مسائل' شامل ہیں۔

اوّل الذکر دو کتابوں سے قطع نظر (کہ جن کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے) زیرِ بحث تیسری کتاب ایک سمینار کے مقالات کا مجموعہ ہے، جو دسمبر ۱۹۸۱ء میں خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری کے زیرِاہتمام منعقد ہوا۔ بعد میں سمینار کے یہ مقالے مذکورہ لائبریری کے ڈائریکٹر عابد رضا بیدار نے مرتب کرکے ۱۹۸۲ء میں شائع کیے۔

کتاب کے ''پیش گفتار'' میں 'اہم اور غیر اہم کی تمیز' کے عنوان سے مرتب نے غیر رسمی انداز میں متن کی اہمیت، مقدمہ اور حواشی وغیرہ کے سلسلے میں مختصر بحث کی ہے، جس کے آخر میں کتاب کے حوالے سے ذیل کی مختصر وضاحت بھی ملتی ہے:

> ''دسمبر ۸۱ء کے اس سہ روزہ خدابخش سمینار میں تدوین کے بعض جہات و جزیات پر تفصیلی گفتگو پیشِ نظر ہے۔ اُمید ہے یہ چند نظری اور عملی مقالے اور ان پر بحث تدوین کے لیے سائنٹفک فضا پیدا کرنے میں مزید معاون ہونگے۔ قاضی صاحب کی ایک اہم متعلقہ شائع شدہ تحریر بھی خاصے اضافے کے ساتھ شامل کی جارہی ہے۔'' (۵۴)

مجموعے میں مقالوں کی تعداد چھے ہے۔ جن میں پہلا مقالہ قاضی عبدالودود کا 'صحت متن' ہے۔ یہ مضمون اس سے پہلے ''تحریک'' (دہلی) ستمبر ۱۹۶۲ء میں چھپ چکا تھا لیکن اس مجموعے میں مصنف کی نظر ثانی کے بعد شامل کیا گیا ہے۔

اس مقالے میں قاضی عبدالودود نے آغاز میں ایک مغربی مصنفہ ایل۔ ایس اسٹیننگ کے حوالے سے یہ بحث اُٹھائی ہے کہ اصل متن بطور شاذ ہی ہم تک پہنچتا ہے اور اس کے بعد چھوٹی بڑی بے شمار مثالیں بڑی باریک بینی سے، جو کہ فاضل مقالہ نگار کا خاصہ ہے' تلاش کرکے نمبر شمار کے تحت جمع کی ہیں۔ یہ مثالیں زیادہ تر مرتّبہ دواوین کے حوالے سے ہیں۔ یہ مضمون بعد میں قاضی عبدالودود کے اپنے مجموعۂ مضامین ''اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں'' میں بھی شامل ہے۔

مجموعے میں شامل پروفیسر سید حسن کا مضمون ''تصحیح متن کے طریقے'' اس مقصد کے لیے تین طریقوں یعنی تصحیح انتقادی، تصحیح اتفاقی اور تصحیح قیاسی کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر طریقے پر انہوں نے الگ الگ لکھا ہے، البتہ آخر الذکر حصّہ کسی حد تک تشنہ ہے۔

ڈاکٹر نیّر مسعود کے مقالے ''قیاسی تصحیح'' سے پروفیسر سیّد حسن کے مقالے کے آخری حصے کی تشنگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں مقالہ نگار نے مثالوں سے زیادہ مدد لی ہے جس سے موضوع کے تمام ضروری پہلو اچھی طرح نمایاں

ہو گئے ہیں ۔(۵۵)

ڈاکٹر تنویر علوی کا مقالہ ''متن کی تحقیق و ترتیب'' جو اپنی اہمیت کے پیشِ نظر ''تحقیق شناسی'' میں بھی شامل ہے، تحقیق متن کے طریقوں اور اصولوں کو موضوع بناتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار اس سے پہلے اس موضوع پر کتاب بھی تصنیف کر چکے ہیں لہٰذا اس موضوع پر ان کی گرفت خاصی مضبوط نظر آتی ہے۔ انہوں نے متن کی تحقیق و ترتیب کے بعض پہلو اختصار کے ساتھ اس مضمون میں سمیٹے ہیں۔

رشید حسن خان اردو ادبی تحقیق کے سرکردہ محققین میں شمار ہوتے ہیں۔ تحقیق سے متعلق اس کے مضامین کے دو مجموعے نووارادنِ تحقیق کے لیے رہنمائی کا سامان رکھتے ہیں۔ اس کا مقالہ ''منشائے مصنّف کا تعین'' بھی زیرِ بحث مجموعے کی زینت ہے۔ اپنے مقالے کے آغاز میں وہ لکھتے ہیں کہ ''کسی تحریر میں سارے مباحث کا احاطہ نہیں ہو پاتا اور ہو بھی نہیں سکتا'' چنانچہ انہوں نے اپنے موضوع کی صرف دو حوالوں سے وضاحت کی ہے، یعنی مصنف کے مختارات (الفاظ و استعمال) اور پھر وہ عہد جس میں وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے لیکن جس سے ہم واقف نہ ہوں۔ انہوں نے بھی اپنے مقالے کو مثالوں سے گرانبار کیا ہے۔(۵۶)

فنِ تدوین کے مسائل اور اصولوں سے واقفیت کے لیے بہتر ذریعہ مثالوں کا ہے۔ چنانچہ اس مجموعے کا آخری مقالہ مثالوں کے حوالے سے ایک بہترین نمونہ ہے۔ یہ مقالہ کتاب کے مرتب عابد رضا بیدار کا تحریر کردہ ہے، جس کا عنوان ''تدوین متن اور طبع موزوں'' ہے۔ انہوں نے ابتداء میں اختصار کے ساتھ طبع موزوں کی اہمیت اور لوازمات بیان کیے ہیں اور پھر کئی تدوین شدہ دواوین کا تجزیہ کر کے بیشمار غلطیوں کی نشاندہی اور وضاحت کر دی ہے۔ اس طویل مقالے کے آخر میں ''مقالات پر بحث'' کے عنوان سے اہم اور غیر اہم متون، مشمولاتِ مقدمہ اور حواشی پر مختلف محققین کی آراء درج ہیں۔ یہ مقالہ حافظ محمود شیرانی سیمینار کے مقالات میں بھی شامل ہے اور ۹۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جو اس کی اہمیت کی دلیل ہے۔

ادبی متن کی تدوین ایک اہم اور ذمہ دارانہ کام ہے مگر ہمارے یہاں بدقسمتی سے اسے ادنیٰ درجے کا کام سمجھا جاتا ہے اور کبھی فضول، حالانکہ ادبی متون کی صحیح ترتیب کے بغیر ادبی سرمایہ یا تاریخ ادب کا صحیح اندازہ ممکن نہیں نیز ان سے ہماری تنقید و تفہیم بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہرتی۔ جب ادبی مواد ہی درست نہ ہو تو ان کے متعلق تبصرہ کس طرح قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے قلمی نسخوں کے ناقدانہ ایڈیشن تیار کریں، تاکہ ادب کی رفتار و تاریخ، نیز معیار کے بارے میں صحیح اندازہ لگایا جا سکے۔

ادبی متون کے اسی اہمیت کے پیشِ نظر اصول تحقیق سے متعلق تقریباً ہر اہم کتاب میں اس موضوع پر کچھ نہ کچھ مواد ضرور ملتا ہے۔چند ایک کتابیں تو خاص طور پر اس مقصد کے لیے منظر عام پر آئی ہیں۔زیرِ نظر کتاب بھی تحقیق کے اس اہم پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔اس میں مضامین کی تعداد کم ہے،لیکن یہ متون کی ترتیب کے تمام مسائل کا احاطہ کرتے ہیں،اور مثالوں کی صورت میں بہترین عملی نمونے فراہم کرتے ہیں۔تدوین متن کے سلسلے میں یہ کتاب بعد کے بالغ نظر متنی محققین کے پیشِ نظر ضرور رہی ہے،اور آئندہ بھی اس سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔

فنِ خطاّطی و مخطوطہ شناسی

قدیم متون پر تحقیق کرنے والے محقق سے جن صلاحیتوں کی توقع کی جاتی ہے اُن میں ایک اہم صلاحیت مخطوطات کی پہچان ہے۔قدیم مخطوطات کی تدوین و اشاعت کا مسئلہ مغربی زبانوں کے مقابلے میں مشرقی زبانوں میں زیادہ اہم ہے،اس کی دو وجوہات ہیں:

> اولاً:۔۔۔مغرب میں نسخ و کتابت کا کام کاتب و وراّق اتنا نہیں کرتے تھے جتنا کہ مشرق میں۔مغرب میں یہ کام اکثر متعلقہ علوم وفنون کے ماہر یا ان سے فی الجملہ آشنائی رکھنے والے فضلاء کیا کرتے تھے،مگر مشرق میں کاتبوں اور وراّقوں کا ایک مستقل طبقہ تھا جو ہر علم وفن کی کتابیں اجرت پر نقل کیا کرتا تھا۔یہ وراّق اکثر حالات میں متعلقہ فنون سے ناواقف ہوتے تھے۔اس لیے اپنے پیشرؤں کے عبارتوں کے صحیح پڑھنے اور صحیح نقل کرنے کے امکانات ان کے لیے مغرب کے پادریوں کے مقابلے میں بہت کم ہوتے تھے۔
>
> ثانیاً:۔۔۔اس باب میں ہماری دقتوں کے اندر ہمارے مخصوص رسم الخط نے اور اضافہ کر دیا ہے۔دوسرے رسوم خط کی تحریروں میں مستقل حروف لکھے جاتے ہیں جبکہ اردو میں مستقل حروف سے زیادہ ان کی ابتدائی،وسطی اور آخری شکلیں لکھی جاتی ہیں۔اس سلسلے میں ایک دوسری مشکل نقطوں کا مسئلہ ہے۔کسی لفظ کے اندر نقطے نہ ڈالے جائیں یا آگے پیچھے ہو جائیں تو پورا مفہوم غارت ہو جاتا ہے۔(۵۷)

مغرب والوں کی خوش قسمتی یہ بھی تھی کہ وہاں پریس بہت جلدی قائم ہو گیا تھا،جبکہ ہمارا بیش تر قدیم تہذیبی ورثہ قلمی نسخوں یا مخطوطات کی صورت میں ہے۔یہ قدیم کتب متنوع موضوعات پر مشتمل ہیں۔ادب،تاریخ،مذہب،فلسفہ الٰہیات،تصوف،سائنس،ریاضی،ہیئت،نجوم،طب اور دیگر بے شمار علوم وفنون میں ذہنِ انسانی کی کاوشوں کا ثمرہ ان نسخوں میں موجود ہے۔اگر چہ علم و ادب کے میدان میں دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے لیکن ان

کتابوں کی اہمیت بہ ہمہ وجوہ قائم ہے اورانہیں محض قدامت کی بنا پر رد کر دینا مناسب نہیں ۔ بہت سے گہر ہائے نابداران بظاہر بوسیدہ اوراق میں بکھرے پڑے ہیں(۵۸)اردو کا دامن بھی ایسے نابدار موتیوں سے بھرا پڑا ہے۔

یہ بوسیدہ اوراق کسی زمانے میں بڑے اہتمام سے لکھے گئے ہوں گے ،اور چونکہ اس زمانے میں لکھنے کی صلاحیت عام نہیں تھی بلکہ خاص کاتبوں اوروراقوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھی جوفن خطاطی کے استاد ہوتے تھے ۔یہی وجہ ہے کہ آج کے متنی محقق اور خاص کر قدیم قلمی نسخوں پر کام کرنے والے محقق سے جن صلاحیتوں کی توقع کی جاتی ہے ان میں مخطوطات شناسی کی صلاحیت لازمی ہے اور مخطوطات شناسی فنِ خطاطی کی اس زمانے کی روایت جانے بغیر ممکن نہیں ۔

ڈاکٹر فضل حق کی مرتبہ ''فن خطاطی ومخطوطہ شناسی'' متنی تنقید کے چند دیگر مباحث کے ساتھ انہی مسائل کے حل میں معاون ہے ۔شعبہ اردو ،دہلی یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۱۹۸۲ء میں منظر عام پر آنے والی اس کتاب میں کل ۱۵۴ صفحات ہیں ۔۱۰ مئی ۱۹۸۲ء میں کتاب کے مرتب نے ''احوالِ واقعی'' کے تحت جو اجمالی وضاحت کی ہے اس کے مطابق:

> ''اردوئے معلّٰی کا فن خطاطی ومخطوطہ شناسی نمبر اس وقت پریس جا رہا ہے جب دہلی میں اردو تحریک کے سربراہ اور شعبۂ اررو کے سرپرست پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صاحب چند ماہ بعد شعبۂ اردو سے ریٹائر ہونے والے ہیں ۔اس مجلّہ کی کتابت کا کام تقریباً دس سال پہلے مکمل ہو چکا تھا،اور کتابت شدہ مضامین کی نوک پلک درست کرنے کے بعد محّبی ابوجعفر زیدی صاحب نے ایک فائل میں رکھ کر اشاعت کے لیے اربابِ حل وعقد کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔پھر نہ جانے کب اور کیسے کتابت شدہ مضامین کسی دوسری فائل میں کچھ اس طرح گم ہوئے کہ عرصہ دراز تک ان کا سراغ نہ مل سکا ۔۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

> چند ماہ پہلے ایک ضروری کاغذ کی تلاش میں پرانی فائلوں کی ورق گردانی کرتے وقت پروفیسر ضیا احمد بدایونی مرحوم اور مکرمی شبیر احمد خان غوری کے مضامین انتہائی خستہ حالت میں دستیاب ہوئے ۔''(۵۹)

یہ کتاب انہی دو مضامین پر مشتمل ہے جن میں پہلا مختصر جبکہ دوسرا خاصا طویل ہے ۔ان میں سے پہلے مضمون میں پروفیسر ضیاء احمد بدایونی نے مخطوطات شناسی کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے ۔چونکہ یہ مضمون سید

محمد ہاشم کی مرتبہ کتاب ''تحقیق وتدوین'' میں زیرِ بحث آ چکا ہے لٰہذا تکرار سے بچتے ہوئے کتاب کے اہم حصے یعنی دوسرے مضمون کی طرف آتے ہیں۔

کتاب کا دوسرا مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے اور صفحہ ۲۵ سے لیکر کتاب کے آخر تک ایک سو انتیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ پہلا حصہ ''علم خط شناسی'' جبکہ دوسرا حصہ ''متنی تنقید'' کے نام سے ہے۔ یہ دونوں حصے اپنے الگ الگ ابواب اور پھر ان کے بھی ذیلی فصلیں رکھتے ہیں۔ پہلے حصے میں ۱۰ جبکہ دوسرے حصے میں ابواب کی تعداد ۷ ہے۔ گویا یہ ایک مقالہ نہیں بلکہ ایک پوری کتاب کے برابر تحریر ہے۔

اس مقالے کے پہلے حصے یعنی علمِ خط شناسی میں انہوں نے خط کے تشکیلی دور سے لیکر موجودہ زمانے تک کے پورے ارتقائی سفر کا احاطہ کیا ہے۔ ابتداء میں خط کی تعریف ہے جس کے بعد انہوں نے اردو رسم الخط اور اس کے اجمالی سلسلہ نسب کا جائزہ لیا ہے۔ یہاں سے انہوں نے قصیدے کے گریز کے انداز میں گریز کرتے ہوئے خط اور خطاطی کی پوری تاریخ اس طرح بیان کی ہے کہ قدیم مصر میں تحریر کے ابتدائی نقوش سے لیکر موجودہ ہندوستان میں خطاطی کی تجدید تک کی پوری تاریخ اس میں سمودی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مشہور خطاطوں کے علاوہ عربی ،فارسی اور پھر ہندوستان میں خطاطی کے آغاز وارتقاء پر زیادہ روشنی ڈالی ہے۔ اس علمی نوعیت کے موضوع میں اس کے اسلوب نے ان کا بھر پور ساتھ دیا ہے۔ خط نستعلیق کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ درج کرتے ہیں:

> ''خط تعلیق کے اختراع سے ایران کے ذوق وجمال کی کماحقہٗ تشفی نہیں ہو پائی اور اس کا جمالیاتی شعور اس سے زیادہ حسین وجمیل خط کا منتظر تھا۔ ایران کی یہ آرزوئے دیرینہ عہد تیموری کے مشہور خطاط میر علی تبریزی نے پوری کی۔ اس نے نسخ اور تعلیق کے امتزاج سے وہ نیا خط ایجاد کیا جو آج تک نستعلیق کے نام سے موسوم ہے۔''(۲۰)

مضمون کا یہ حصہ فن خطاطی اور رسم الخط کے حوالے سے اردو فن تحقیق کی روایت میں اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہے۔ یہ ایک مکمل تحریر ہے' اور اس میں مواد اور اسلوب دونوں حوالوں سے کہیں بھی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔

مضمون کا دوسرا حصہ ''متنی تنقید'' پہلے حصے کے مقابلے میں کسی حد تک مختصر ہے لیکن افادیت کے لحاظ سے کسی طرح کم نہیں۔ اس میں متنی تنقید کے جملہ مباحث اختصار کے ساتھ اس خوبصورتی سے بیان ہوئے ہیں کہ کسی بھی متنی محقق کی خوشگوار رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ اس حصے کے سات ابواب میں متنی تحقیق کا تعارف سے لے کر تعلیقات اور مقدمہ نویسی تک کے بیش تر ضروری پہلو سمیٹے گئے ہیں۔ اس کے ابواب پر ایک نظر ڈالنے سے ہی اس کے مشمولات کی جامعیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے:

باب اوّل :۔۔۔۔ متنی تنقید کا اجمالی تعارف

باب دوم :۔۔۔۔ انتخاب وترتیب نسخ

باب سوم :۔۔۔۔ قیاسی تصحیح

باب چہارم :۔۔۔ تحقیق متن کی عملی ہدایات

باب پنجم :۔۔۔۔ رسم الخط کا مسئلہ

باب ششم :۔۔۔۔ مقدمہ نویسی

باب ہفتم :۔۔۔۔ تعلیقات نویسی

ان سب ابواب کو مزید ذیلی فصلوں سے بھی سجایا گیا ہے،جن کے تحت متعلقہ دیگر نکات بھی واضح کیے گئے ہیں ۔مثلاً دوسرے باب کی بعض ذیلی فصلیں یہ ہیں ا۔نسخوں کی تلاش ۲۔نسخوں کی دستیابی ۳۔نسخوں کے مراتب ، وغیرہ ۔تدوینِ متن کے سلسلے میں مقدمہ نویسی اور تعلیقات نویسی پر شاید یہ سب سے بہترین رہنمائی کی حامل تحریر ہے ۔

مجموعی طور پر کتاب میں شامل دونوں مقالے انتہائی مفید اور اہم ہیں ۔اسلوب تحریر متوازن اور خوبصورت ہے،جس میں اختصار، روانی اور کسی حد تک شگفتگی ملتی ہے ۔حوالوں کی نوبت کم آئی ہے تاہم جو حوالے موجود ہیں وہ متن کے درمیان دیے گئے ہیں ۔

تحقیق ادب کے سلسلے میں تدوین متن کو کلیدی حیثیت حاصل ہے ۔تدوین متن کے جملہ مراحل سے کما حقہٗ عہدہ براء ہونے کے لیے محقق کو نہ صرف مخطوطات کی پرکھ کی غیر معمولی صلاحیت کا حامل ہونا لازمی ہے بلکہ علم خط شناسی اور اس کی تاریخ سے واقفیت بھی ضروری ہے ۔زیرِنظر کتاب متنی محقق کی انہی ضرورتوں کی تکمیل کا احاطہ کرتی ہے ۔اس سے پہلے تدوین متن کے سلسلے میں ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی کتابیں،اور ڈاکٹر نذیر احمد ،قاضی عبدالودود،اور رشید حسن خان وغیرہ کی تحریریں اگر چہ اس فن کی باریکیاں مکمل طور پر روشن کرتی ہیں،لیکن یہ کتاب ان سب میں کسی حد تک الگ ذائقے کی حامل ہے جو نہ صرف متنی محقق کو تدوین کے ضروری پہلوؤں سے آگاہ کرتی ہے بلکہ اس کے پس منظر سے بھی روشناس کراتی ہے ۔یہی نہیں بلکہ عام قاری کے لیے بھی یہ قابلِ مطالعہ اور معلومات افزا ہے اور یہی اس کی انفرادیت ہے ۔

حواشی

۱۔ یہ مضمون ''صبح'' (نئی دہلی) مئی ۱۹۶۶ء، کے علاوہ مصنف کی اپنی کتاب ''حقائق'' نیشنل آرٹ پریس، الہ آباد جون ۱۹۷۸ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۲۔ یہ مقالہ صبح (نئی دہلی) مئی ۱۹۶۶ء کے علاوہ ''ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریق کار'' مرتبہ عبدالستار دلوی میں بھی شائع ہوا ہے۔

۳۔ یہ مقالہ اپنی افادیت کے پیشِ نظر صبح (نئی دہلی) جولائی ۱۹۶۶ء، ''رہبر تحقیق'' مرتبہ سید شبیہ الحسن و دیگر، ''ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریق کار'' مرتبہ عبدالستار دلوی، ''اردو میں اصول تحقیق (جلد دوم) مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اور ''تحقیق شناسی'' مرتبہ رفاقت علی شاہد میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۴۔ یہ مضمون صبح (نئی دہلی) جولائی ۱۹۶۶ء، اردو (کراچی) جنوری ۱۹۶۸ء، ''رہبر تحقیق'' مرتبہ سید شبیہ الحسن و دیگر، ''ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریق کار'' مرتبہ عبدالستار دلوی، ''تحقیق شناسی'' مرتبہ رفاقت علی شاہد، اور حال ہی (۲۰۰۶) میں ''تحقیق و تدوین'' مرتبہ پروفیسر ابن کنول میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔جس سے اس کی افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۵۔ یہ مضمون ''رہبر تحقیق'' مرتبہ سید شبیہ الحسن ۱۹۷۶ء۔ ''تحقیق و تدوین'' مرتبہ سید محمد ہاشم ۱۹۷۸ء ''حافظ محمود شیرانی سیمینار کے مقالات'' بہار اردو اکادمی پٹنہ، ۱۹۸۲ء۔ ''غالب نامہ'' (قاضی عبدالودود نمبر) ۱۹۸۴ء۔ ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' مرتبہ عبدالستار دلوی ۱۹۸۴ء۔ ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، ۱۹۸۶ء، اور'' اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں'' خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۵ء میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۶۔ یہ مضمون ''تحقیق و تدوین'' مرتبہ سید محمد ہاشم ۱۹۷۸ء، اور جزوی طور پر'' آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق'' مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی ۱۹۹۰ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۷۔ کتاب مذکور ص :۴۱

۸۔ یہ مضمون ''نوائے ادب'' (بمبئی) اپریل/جولائی ۱۹۶۷ء۔ ''رہبر تحقیق'' مرتبہ سید شبیہ الحسن ۱۹۷۶ء۔ ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش ۱۹۸۶ء، اور'' آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق'' مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی ۱۹۹۰ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۹۔ کتاب مذکور،ص:۹؍۱۰ (نیا ایڈیشن)

۱۰۔ کتاب مذکور،ص:۱۴ (نیا ایڈیشن)

۱۱۔ ایضاً:ص:۱۴

۱۲۔ کتاب مذکور،ص:۲۲ (نیا ایڈیشن)

۱۳۔ کتاب مذکور،ص:۲۱۶(نیا ایڈیشن)

۱۴۔ کتاب مذکور،ص:۸

۱۵۔ کتاب کا پہلا باب اردو میں اصول تحقیق (جلد اول)مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش میں بھی شامل ہے۔

۱۶۔ کتاب کا یہ حصہ ''تحقیق میں لائبریری کا استعمال'' کے عنوان سے ''ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریق کار''مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۱۷۔ کتاب کا یہ باب ''اردو میں اصول تحقیق''(جلد اول)میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۸۔ کتاب مذکور(دوسرا ایڈیشن)خان بک کمپنی لاہور،ص:۵۱

۱۹۔ کتاب مذکور، ص: ۵

۲۰۔ یہ مقالہ اس سے پہلے آج کل (دہلی)نومبر ۱۹۷۳ءاور بعد میں''ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریق کار''میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۱۔ کتاب مذکور،ص:۵۵

۲۲۔ یہ مقالہ اس سے پہلے قومی زبان (کراچی)شمارہ نمبر۱،۱۹۶۷ءاور بعد میں''اردو میں اصول تحقیق (جلد دوم)میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۳۔ قاضی عبدالودود،''اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں''خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۱۹۹۵ء ص: ۳۱

۲۴۔ ایضاً، ص: ۳۵

۲۵۔ اس کتاب کا فہرست مقالات والا حصہ کچھ اضافوں کے ساتھ اردو میں اصول تحقیق (جلد دوم)مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۸ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۲۶۔ کتاب مذکور،ص: ۵۴

۲۷۔ ''اردو میں اصول تحقیق''(جلد دوم)مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، ورڈوژن پبلشرز،اسلام آباد،(طبع

چہارم)ص:۱۱

۲۸۔ کتاب مذکور،ص: ۲۰/۱۹

۲۹۔ کتاب مذکور،ص: ۵

۳۰۔ کتاب مذکور،ص: ۲۱(حرفِ آغاز)

۳۱۔ کتاب مذکور،ص: ۲۰/۱۹

۳۲۔ کتاب مذکور،ص: ۲۳

۳۳۔ اس کتاب کے دومضامین دیگر مقامات پر بھی چھپے ہیں۔چنانچہ ''متن اور روایتِ متن'' اور ''تنقیدِ متن'' ''اردو میں اصولِ تحقیق'' (جلد اول) جبکہ ان میں سے آخرالذکر'' آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق'' میں چھپ چکے ہیں۔

۳۴۔ کتاب مذکور،ص: ۷۸

۳۵۔ کتاب مذکور،ص: ۱۷

۳۶۔ کتاب مذکور،ص: ۱۱

۳۷۔ کتاب مذکور،ص: ۱۴

۳۸۔ کتاب مذکور،ص: ۷۳

۳۹۔ کتاب مذکور،ص: ۱

۴۰۔ کتاب مذکور،ص: ۲،۱

۴۱۔ یہ مضمون بعد میں ''اردو میں اصولِ تحقیق'' (جلد دوم) مرتّبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، میں بھی شائع ہوا ہے۔

۴۲۔ یہ مقالہ اپنے اردو روپ میں پہلی مرتبہ ''فکرونظر'' (علی گڑھ) اپریل ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔

۴۳۔ یہ مقالہ مصنف کی اپنی کتاب ''مناسک و منازل''، ''فنِ خطاطی ومخطوطہ شناسی'' مرتّبہ ڈاکٹر فضل حق، اور ''تحقیق شناسی'' مرتبہ رفاقت علی شاہد میں بھی شامل ہے۔

۴۴۔ یہ مضمون تحقیق، مرتبہ پروفیسر ابن کنول۔کتابی دنیا، دہلی ۶ میں بھی شائع ہوا ہے۔

۴۵۔ یہ مقالہ ''نوائے ادب'' (بمبئی) اور ''نگار پاکستان'' (کراچی) میں بھی اس ترتیب سے چھپا ہے۔
''نوائے ادب'' اپریل، جولائی ۱۹۶۷ء (حصّہ اوّل) اکتوبر ۱۹۶۷ء (حصّہ دوم) جنوری ۱۹۶۸ء (حصّہ سوم) اپریل ۱۹۶۹ء (حصّہ چہارم) ''نگار پاکستان''۔(حصہ اول) اپریل ۱۹۶۸ء۔(حصہ دوم)

مئی ۱۹۶۹ء

۴۶۔ کتاب مذکور، ص: ۳۷

۴۷۔ کتابِ مذکور، ص: ۴۵

۴۸۔ یہ مضمون ''آزادی کے بعد دہلی میں اُردو تحقیق'' مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی میں بھی ''ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ'' کے نام سے چھپا ہے۔

۴۹۔ یہ مضمون، شاعر (بمبئی) ۱۹۷۷ء، (ہم عصر اُردو ادب نمبر)، ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریق کار، مرتبہ عبدالستار دلوی، اور ''اُردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) مرتبہ سلطانہ بخش میں بھی شامل ہے۔

۵۰۔ یہ مضمون ''اُردو میں اصول تحقیق'' مرتبہ سلطانہ بخش (جلد اوّل) میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۵۱۔ کتاب مذکور، ص: ۷ (ابتدائیہ)

۵۲۔ انور سدید ''اردو ادب کی مختصر تاریخ'' (طبع سوم) عزیز بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۸ء ص: ۳۸۶

۵۳۔ یہ مضمون تحقیق شناسی میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

۵۴۔ کتاب مذکور، ص: ۳

۵۵۔ یہ مضمون ''تحقیق شناسی'' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۵۶۔ ایضاً۔

۵۷۔ کتاب مذکور، ص: ۱۲۴

۵۸۔ محمد سرور، ''قلمی نسخوں کی تدوین'' کاوش (لاہور) شمارہ ۲، ۱۹۹۲ء، ص: ۸۲

۵۹۔ کتابِ مذکور، ص: ۷/۸

۶۰۔ کتاب مذکور، ص: ۷۱

باب سوم:

اُردو فنِ تحقیق پر کتب کا جائزہ

(۱۹۸۳ء تا ۱۹۹۰ء)

☆۔ادبی اور لسانی تحقیق' اُصول اور طریقِ کار۔ ☆۔تحقیق کا طریقۂ کار۔ ☆۔رودادِ سیمینار ''اُصولِ تحقیق''۔ ☆۔تحقیق اور اُصولِ وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات۔ ☆۔اُردو میں اصولِ تحقیق ''انتخابِ مقالات'' (دو جلدیں)۔ ☆۔پاکستان میں اُردو تحقیق موضوعات اور معیار۔ ☆۔تصحیح و تحقیقِ متن۔ ☆۔ اُردو تحقیق یونیورسٹیوں میں۔ ☆۔تحقیق کا فن۔ ☆۔ریسرچ کیسے کریں؟۔ ☆۔آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق۔

تحقیق کی روایت کے حوالے سے اس باب میں ۱۲ مطبوعات کو جگہ دی گئی ہے۔ یہ تمام کتابیں ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۰ء کے دوران اردو اصول تحقیق کی روایت کا حصہ بن گئیں۔ ان میں چار مستقل تصانیف، چار مضامین کے مجموعے، ایک روداد سیمینار، دو اردو تحقیقات کے جائزے اور ایک تدوین متن سے متعلق کتاب شامل ہے۔ اس عرصے کی سب سے اہم کتاب ڈاکٹر گیان چند کی "تحقیق کا فن" ہے جو اصول تحقیق کی روایت میں اہم بھی ہے اور مقبول بھی۔ اس دور میں اشاعت پذیر ڈاکٹر سلطانہ بخش کی دو جلدوں پر مشتمل مرتبہ مقالات بھی یونیورسٹی تحقیقات میں زیادہ قابل قدر تصور کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد کی کتاب تدوین متن کے سلسلے میں اس دور کا ایک اہم اضافہ ہے۔

جدید تحقیقات کے متوازن جائزے اس دور میں ڈاکٹر معین الدین عقیل اور ڈاکٹر سید معین الرحمن نے پیش کیے ہیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر ش۔ اختر کی کتاب، ڈاکٹر نور الاسلام صدیقی کی تصنیف اور مقتدرہ قومی زبان کے زیر اہتمام 'اصول تحقیق' سیمینار کی روداد و مقالات کی کتابی صورت میں اشاعت اس عرصے میں اردو فن تحقیق کی روایت کو وسعت دینے والی چند نمایاں کتابیں ہیں۔ بمبئی سے عبدالستار دلوی اور دہلی سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے بھی مرتب کتابیں پیش کر کے اس عرصے میں فن تحقیق کی روایت کو استحکام بخشا۔

اس باب میں شامل پہلی کتاب ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔ گویا ۸۴ء سے ۹۰ء کے صرف سات برسوں میں درجن بھر اہم کتابیں اردو اصول تحقیق کے حوالے سے منظر عام پر آئیں جن سے اس دور میں اردو فن تحقیق کی روایت اور رفتار کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مضامین کی ایک بڑی تعداد ان سے الگ ہے۔ یہ تمام سرمایہ اردو تحقیق کے چوٹی کے محققین نے پیش کیا ہے جن میں ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ڈاکٹر عبدالستار دلوی، ڈاکٹر ش اختر، ڈاکٹر نذیر احمد ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر سیّد معین الرحمن اور ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

اصول تحقیق کے سلسلے میں منظر عام پر آنے والی یہ تمام کتابیں تحقیق کے تصور کو مختلف انداز میں پیش کرتی ہیں۔ تحقیق کے اصول و مسائل اور تدوینِ متن یہاں پر بنیادی موضوعات ہیں تاہم سندی تحقیق کے مراحل اور تحقیق کی رفتار و معیار کو بھی ان کتابوں کے اندر واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں سے کچھ کتابیں تو براہِ

راست اصولِ تحقیق سے سروکار رکھتی ہیں لیکن بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جو بالواسطہ اردو فن تحقیق کی روایت کو وسعت بخشتی ہیں۔ذیل میں ان سب کا الگ الگ جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ادبی اور لسانی تحقیق،اُصول اور طریقِ کار

۴فروری ۱۹۷۳ء کو بمبئی یونیورسٹی میں شعبہ اردو کا قیام عمل میں لایا گیا تو جلد ہی شعبہ اردو نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا اجراء کرنے کے بعد یونیورسٹی کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ وہ اردو نامہ کے عمومی نام کے تحت کسی ایک علمی وادبی موضوع پر ہر سال ایک کتاب شائع کرے گا۔ چنانچہ یہ تجویز منظور ہوئی اور زیرِ نظر کتاب اسی پروگرام کی پہلی کڑی ہے۔(۱) اس کی اشاعت دسمبر ۱۹۸۴ء (۲) میں ہوئی جبکہ اس کے مرتب اس وقت کے صدر شعبہ پروفیسر عبدالستار دلوی ہیں۔

زیر بحث کتاب دراصل اردو تحقیق کے مختلف موضوعات اور مسائل پر مبنی مضامین کا انتخاب ہے جو مختلف یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اردو کے علاوہ دیگر تحقیقی اداروں اور سند یافتہ،نیز ڈگریوں سے بالاتر محققینِ اردو کے جانب سے لکھے گئے۔ان میں بیشتر مضامین اس سے پہلے مختلف مقامات پر اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔کتاب میں تحقیق وتدوین،اس کے اصول اور مسائل اور تحقیقی جائزوں کے علاوہ لسانیاتی تحقیق کے بعض مسائل پہلی مرتبہ یکجا کیے گئے ہیں۔یہ تمام مضامین اپنے موضوع پر استناد کا درج رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر مضمون سے تحقیق کے اصولوں اور دائرہ کار پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ کتاب ایک ''پیش لفظ'' اور ۱۷ دیگر مقالات پر مشتمل ہے۔پیش لفظ میں اس کے مولف نے مجموعے کے پس منظر،اہمیت اور شعبۂ اردو بمبئی یونیورسٹی کے بعض دیگر علمی سرگرمیوں کی تفصیل فراہم کی ہے۔باقی ۱۷ مقالات درج ذیل ہیں:

۱۔ ادبی اور لسانی تحقیق۔اصول اور طریق کار	پروفیسر عبدالستار دلوی
۲۔ اصول تحقیق	قاضی عبدالودود (مرحوم)
۳۔ تحقیق اور اس کا طریق کار	ڈاکٹر عندلیب شادانی
۴۔ فن تحقیق	ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان
۵۔ تحقیق وتنقید	ڈاکٹر سید عبداللہ
۶۔ حوالہ اور صحت متن	رشید حسن خان

۷۔ تحقیق اور مواد کی فراہمی کا مسئلہ	پروفیسر سیّد محمد عقیل
۸۔ تحقیق میں لائبریری کا استعمال	عبدالرزاق قریشی
۹۔ ادبی تحقیق اور حقائق	ڈاکٹر خلیق انجم
۱۰۔ اردو تحقیقات کی رفتار اور سمت	پروفیسر محمد حسنین
۱۱۔ ببلیوگرافی: تحقیق کا پہلا قدم	یونس اگاسکر
۱۲۔ اردو میں تحقیق اور اس کے کچھ مسائل	نکہت فرید
۱۳۔ اردو میں جدید تحقیق کا آغاز	ڈاکٹر محمود الٰہی
۱۴۔ اردو کی ادبی تحقیق ازادی سے پہلے	ڈاکٹر گیان چند
۱۵۔ اردو تحقیق آزادی کے بعد	ڈاکٹر گیان چند
۱۶۔ قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۱۷۔ اردو میں لسانی تحقیق کی اہمیت	پروفیسر عبدالستار دلوی

ان میں سے نمبر شمار ۲، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، اور ۱۴ اس سے پہلے مختلف مقامات (متعلقہ) پر زیرِ بحث آ چکے ہیں لہٰذا یہاں ان کی تکرار سے بچتے ہوئے باقی مضامین کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ ان میں سے بھی بیشتر مضامین مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں لیکن فن تحقیق سے متعلق کسی کتاب میں چونکہ ان کا ذکر پہلی مرتبہ آ رہا ہے لہٰذا ذیل میں اِن کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

کتاب میں سب سے پہلے ڈاکٹر کا طویل مضمون ہے جس کے عنوان کو کتاب کا عنوان بنایا گیا ہے۔ یہ مضمون اس موضوع پر بذات خود ایک چھوٹی سی تصنیف کا درجہ رکھتا ہے۔ (۳) اس مضمون کے آغاز و خاتمہ پر تحقیق کے مختلف اقسام اور تحقیقی مقالے کے ضروری مراحل بیان ہوئے ہیں جبکہ درمیان میں بعض دیگر موضوعات کو جگہ دی گئی ہے اور حقیقت میں اس مقالے کا یہی درمیانی حصہ انفرادیت کا حامل ہے۔ اس میں ادبی تحقیق کی درجہ بندی ،عوامی ادب و جائزہ ، اور حلقہ جاتی کام کے تحت لسانی مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مضمون کے آخر میں ببلیوگرافی بھی شامل ہے جس میں درج تمام ماٰخذ انگریزی کے ہیں۔

ڈاکٹر عندلیب شادانی نے اپنے مضمون (۴) میں ریسرچ کو موضوع بنایا ہے اور اس کے جملہ مراحل یا کام کی تفصیل کو مندرجہ ذیل پانچ شقوں میں تقسیم کر کے ہر شق پر مختصراً روشنی ڈالی ہے۔

اول :۔۔۔ موضوع کا انتخاب اوراس کی حد بندی۔

دوم :۔۔۔ مآخذوں کا تعین اوران کی فہرست مرتب کرنا۔

سوم :۔۔۔ مقالے کا خاکہ تیار کرنا۔

چہارم:۔۔۔ مآخذ کا مطالعہ اوران سے مفید مطلب مواد کا انتخاب۔

پنجم :۔۔۔ مقالہ نگاری۔(۵)

مجموعے میں شامل ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مقالہ فن تحقیق کے بہترین مقالات میں سے ایک ہے۔کتاب کے حاشیہ میں اس کے حوالے سے درج ہے کہ ''یہ توسیعی لکچر،سندھ یونیورسٹی میں ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو پیش کیا گیا۔اس سے پہلے کُل پاکستان اردو تدریس کانفرنس منعقدہ لاہور(دسمبر ۱۹۶۱ء) میں اجمالاً پیش کیا گیا تھا۔''(۶) ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اپنی تصنیف ''پاکستان میں اردو تحقیق مسائل اور معیار'' میں اس خطبے(۷) کی اہمیت وتوضیح زیادہ مناسب انداز میں کی ہے لہٰذا ان کے الفاظ یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

> ''پاکستان میں فن تحقیق پر لکھا جانے والا یہ پہلا قابل توجہ مقالہ ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس فاضلانہ مقالے میں تنقید اور تحقیق کے درمیان رشتے کو استوار کرتے ہوئے اسلامی طرز تحقیق سے اپنی بات شروع کی ہے اور تاریخی مثالوں سے مسلمانوں کے طریق تحقیق کو واضح کیا ہے۔پھر مغربی طریق تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ سب کے سب قطعی طور پر مسلمانوں کے اصول حدیث سے ماخوذ ہیں۔اور یہ کہ ان کے اصول فکری تحقیق یا نظری تحقیق کے ذیل میں تو آسکتے ہیں لیکن عملی تحقیق کے دائرے سے باہر ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے موضوع تحقیق کی داخلی اور خارجی شہادتوں کو زیادہ اہمیت دی ہے اور مختصراً وہ اصول بیان کیے ہیں جن سے خارجی اور داخلی شہادتوں کا تعین کیا جاسکتا ہے،اور پھر ان کی بنیاد پر تحقیقی نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔یہ مقالہ مختصر ہے لیکن اس موضوع پر مزید کچھ نہ ہونے کی صورت میں اسے یقیناً غنیمت کہا جاسکتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس میں اختصار کے ساتھ جو باتیں کیں ہیں وہ بھارت میں لکھی جانے والی بعض بڑی بڑی کتابوں میں طول کلام کے ساتھ نظر آتی ہیں۔''(۸)

تحقیق وتنقید میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے پہلی مرتبہ اس اہم موضوع کو اجاگر کیا ہے۔اس مضمون میں،جس کی اشاعت اس سے پہلے اور بعد میں بھی ہو چکی ہے(۹) انہوں نے تحقیق وتنقید کے دائرۂ عمل کا تعین کرنے کی پہلی

کامیاب کوشش کی ہے اور ان دونوں کی ایک دوسرے کے لیے ناگزیریت واضح کی ہے۔ یہ مضمون اس موضوع پر اوّلین تحریروں میں سے ایک ہے اور اہم دستاویز کا درجہ رکھتا ہے۔

پروفیسر محمد عقیل کا مقالہ تحقیق میں مواد کی فراہمی کے حوالے سے ہے لیکن یہ مواد سے کہیں زیادہ تحقیق کے طریقِ کار اور اصولوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ انہوں نے مثالوں سے کافی مدد لی ہے۔(۱۰) یونس اگاسکر کا مضمون موضوع سے متعلق ابتدائی کتابیات کی تیاری کی وضاحت کرتا ہے۔ انہوں نے اس کو بجا طور پر تحقیق کا پہلا قدم شمار کیا ہے۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے اپنے مضمون میں سرسید اور ان کے نامور رفقاء کے حوالے سے عمومی تحقیق کو موضوع بنایا ہے۔(۱۱)

مجموعے کے اگلے دو مضامین ڈاکٹر گیان چند کے ہیں جو کہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد کے تحقیقی جائزوں پر مشتمل ہیں۔ اِن میں عمومی تحقیق کو موضوع بنایا گیا ہے۔ تاہم فنِ تحقیق کے نکات بھی مل جاتے ہیں۔ مثلاً:

> ''مثالی ترتیب میں مرتب متن کو ایک مقدمہ لکھنا چاہیے اس کے بعد صحیح متن کی باز تعمیر کرنی چاہیے۔ اختلاف نسخ درج کر کے حواشی دیے جائیں۔ اختلاف نسخ محض محنت کا کام ہے لیکن مقدّمے اور حواشی مرتب کے مبلّغ علم کی غمازی کرتے ہیں۔''(۱۲)

یہ مضامین خاصی محنت سے تیار کیے گئے ہیں اور ان سے اردو تحقیق کے ارتقاء پر کافی روشنی پڑتی ہے لیکن ان میں پاکستانی تحقیق پر مواد نہیں ملتا۔(۱۳)

کتاب کا آخری مضمون بھی کتاب کے مرتب کا ہے۔ اس مضمون میں لسانی تحقیق کی اہمیت کے لیے چند نکات بیان کیے گئے ہیں جن پر بقول ان کے ماہرین لسانیات کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وہ نکات درج ذیل ہیں:

- اردو کا صوتی تجزیہ
- اردو کا صرفی ونحوی مطالعہ
- اردو کی مختلف بولیوں کے جائزے
- اردو زبان کی تدریس کا مسئلہ
- اردو کے سماجی و ثقافتی پہلو
- ذولسانیات اور اردو

- اردو لغت کی تدوین (۱۴)

انہوں نے ان سب پر الگ الگ بھی روشنی ڈالی ہے۔(۱۵)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اس وقت تک فن تحقیق سے متعلق مضامین کا بہترین انتخاب ہے۔یہ جامع ہونے کے ساتھ ساتھ دوسری کتابوں سے کئی حوالوں سے مختلف ہے۔اس سے پہلے آنے والی کتابوں میں زیادہ تر مسائل کی نشاندہی ملتی ہے یا تدوین متن پر زور ہے لیکن اس کتاب میں پہلی مرتبہ تحقیقی مسائل اور تدوین متن کے علاوہ تحقیقی جائزے، لسانیات، تنقید و تحقیق کا رشتہ اور تحقیق کے دیگر اصولوں سے متعلق مواد بھی نظر آتا ہے۔اس میں شامل تمام مضامین اعلیٰ پائے کے ہیں اور چوٹی کے محققین کے رشحاتِ قلم سے ہیں۔ ان میں سے بعض مضامین اس سے پہلے بھی اشاعت پذیر ہوئے ہیں لیکن اس کتاب میں شامل ہو کر ان کا حلقۂ اثر اور بھی وسیع ہو گیا ہے۔اردو تحقیق کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے والی یہ کتاب اردو فن تحقیق کی روایت میں یقیناً ایک بیش قیمت اضافہ ہے، جو منفرد بھی ہے اور جامع بھی۔

تحقیق کے طریقۂ کار

ڈاکٹر ش۔اختر کی اس کتاب پر سنہ تصنیف نہیں ہے۔۱۹۹۰ء میں شائع ہونے والی دو کتابوں ''تحقیق کا فن'' اور ''ریسرچ کیسے کریں؟'' میں اس کا ذکر موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ کتاب ۱۹۹۰ء سے پہلے چھپی ہے۔ڈاکٹر گیان چند نے قیاس کیا ہے کہ ۱۹۸۵ء یا ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی ہوگی۔(۱۶) سینٹر فار سائنٹفک ریسرچ اینڈ کلچر، رانچی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی یہ کتاب پورے ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں دیباچہ کے علاوہ سات ابواب متن کے ہیں جبکہ کتابیات کو آٹھواں باب شمار کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر ش۔اختر جن کا اصل نام سید صابر حسین ہیں۔بنیادی طور پر ناول نگار اور افسانہ نگار ہیں لیکن تحقیق و تنقید سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔وہ ترقی پسند تحریک سے بھی وابستہ رہے(۱۷) شاعری میں بھی طبع آزمائی کر چکے ہیں لیکن زیر بحث کتاب ان کو فن تحقیق کی روایت میں بھی ایک اہم مقام دلاتی ہے۔

کتاب کے مصنف اگرچہ اردو کے ادیب ہیں لیکن ان کی یہ تصنیف خالص اردو سے متعلق نہیں۔یہ ادب سے زیادہ سماجی علوم میں تحقیق کے طریقۂ کار سے بحث کرتی ہے اور انگریزی کتابوں کی روشنی میں تیار کی گئی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

''اس میں انگریزی سے بہت کچھ لیا ہے۔لیکن اس کا بہت سا حصہ اردو ادب کی تحقیق میں

رہنمائی نہیں کرتا۔"(۱۸)

کتاب کی تیاری میں واقعی انگریزی کتابوں سے بہت کچھ لیا گیا ہے جس کا اندازہ متن میں بیشار انگریزی اصطلاحات اور انگریزی زبان ہی میں درج مختلف تعریفوں کے علاوہ آخر میں موجود کتابیات سے بھی ہوتا ہے جس میں اردو کی کوئی کتاب شامل نہیں۔ کتاب کے دیباچہ میں انہوں نے خود اس کا ذکر بھی کر دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"میں نے اپنی کتاب میں اس کی کوشش کی ہے کہ ریسرچ کے جدید طریقۂ کار کی وضاحت کروں اور اردو دنیا کو جدید طریقۂ کار کے تقاضوں کا احساس دلاؤں اس سلسلے میں میں نے انگریزی کتابوں سے فیض حاصل کیا۔ان کے مطالعے نے مجھے تحقیق کے دشوار مسئلوں کو سمجھنے میں مدد دی۔"(۱۹)

اپنی کتاب کے دیباچے میں انہوں نے تحقیق کی موجودہ کمزوریوں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس بات پر اصرار کیا ہے کہ تحقیق کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔ کتاب کی تصنیف کے وقت چونکہ اکثر تعلیمی اداروں کے نصاب میں ریسرچ کے طریقہ کار کا کوئی پرچہ شامل نہیں تھا،لہذا انہوں نے اس کی ضرورت و اہمیت پر بھی زور دیا ہے۔

جہاں تک کتاب کے بنیادی مندرجات کا تعلق ہے کتاب میں کسی باب کا باقاعدہ عنوان یا نام نہیں۔ تاہم ذیلی عنوانات کے ذریعہ متعلقہ مواد کو الگ الگ ابواب کے تحت رکھا گیا ہے۔ذیل میں کتاب کے مندرجات کا کسی قدر تفصیل جائزہ لیا جاتا ہے۔

کتاب کا پہلا باب تحقیق کی تعریف،تحقیق کی قسموں اور سکالر کے مسائل پر مبنی ہے۔تحقیق کی تعریفوں میں کچھ انگریزی میں ہی درج ملتے ہیں۔سکالر کے فنی مسائل کے علاوہ انہوں نے معاشی مسائل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔اس باب میں نگران کے فرائض کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

مقالے کا دوسرا باب نسبتاً اہم ہے جو جدید طریقِ تحقیق کی طرف وکالت کرتا ہے۔اس باب میں انہوں نے موضوع کے انتخاب(۲۰) کے علاوہ ریسرچ یونیورس اور ری ناپسس پر الگ عنوانات کے تحت بحث کی ہے۔اس باب میں تحقیقی ڈیزائن جسے بعد میں ڈاکٹر عطش درّانی نے زیادہ شرح وبسط سے بیان کیا ہے، کا ذکر بھی موجود ہے۔غالباً یہ اصطلاح اس کتاب میں پہلی مرتبہ استعمال کی گئی ہے۔اس باب میں مفروضات اور ان کی نوعیت کی وضاحت بھی ہے اور تحقیق کا نظریات سے رشتہ تلاش کرنے کی کوشش بھی ملتی ہے۔مجموعی طور پر یہ باب جدید تحقیقی تصورات کا حامل ہے جس میں سائنسی نقطہ نظر سے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کوئی تحقیقی کارنامہ

سرانجام دیا جاتا ہے۔اکثر محققین اس طرز تحقیق کو ادب کے ضمن میں ضروری خیال نہیں کرتے۔

تیسرے باب میں مواد کی حصول یابی اور اس کی صحت اور جانچ پرکھ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ باب ادب کے روایتی اور جدید تصورِ تحقیق دونوں میں قابل عمل ہے۔ کتاب کا چوتھا باب جدید سروے قسم کی تحقیق میں معاون ہے۔مشاہدات، انٹرویو، کیس اسٹڈی وغیرہ جیسے عنوانات پر اس باب میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔

کتاب کا پانچواں باب بھی جدید تحقیقی تصوّر کو تقویت پہنچانے والا ہے۔اس باب میں تحقیق کے آلات، سوال نامہ، سوالنامہ کا ڈیزائن اور اقتباسات وغیرہ کے حوالے سے مواد کو جگہ دی گئی ہے۔اس باب میں اقتباسات کے حوالے سے روایتی نوعیت کی بحث بھی موجود ہے۔

چھٹے باب میں ضمیمہ، حوالوں کا نظام، فٹ نوٹ اور اشاریہ جیسے موضوعات ملتے ہیں جو ہر قسم کی تحقیق میں بنیادی نوعیت کی حامل چیزیں ہیں۔ادبی تحقیق میں وارد نئے محقق کے لیے یہ باب تربیتی کورس کا درجہ رکھتا ہے۔اس باب میں ایک ذیلی عنوان ''تدوین'' بھی ملتا ہے جس میں خالص ادبی تدوین کو مدنظر رکھا گیا ہے۔تاہم اس کتاب میں یہ موضوع تشنہ ہے۔مجموعی طور پر یہ باب روایتی اور جدید تحقیقی اصولوں کے مشترک پہلوؤں پر مبنی ہے۔

کتاب کا ساتواں جبکہ متن کے لحاظ سے آخری باب دو ذیلی عنوانات رکھتا ہے۔پہلے عنوان کے تحت مقالے کی تدوین وتنقید جبکہ دوسرے عنوان میں تحقیقی رپورٹ کے حوالے سے معلومات کو جگہ دی گئی ہے۔ آخرالذکر ظاہر ہے سروے قسم کی تحقیق سے متعلق ہے جبکہ پہلے حصے میں ادبی تحقیق کے حوالے سے کچھ مواد موجود ہے لیکن وہ بھی خالص ادبی تحقیق سے متعلق نہیں۔

مجموعی طور پر اس کتاب میں روایتی اور جدید طرز تحقیق کے اصولوں کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ یہ جدید تحقیقی اصولوں مثلاً تحقیقی ڈیزائن، مفروضات، مشاہدات، انٹرویو، شماریات اور کوڈنگ وغیرہ کو بھی زیر بحث لاتی ہے اور روایتی نوعیت کے موضوعات یعنی موضوع کا انتخاب، ضمیمہ، فٹ نوٹ اور اشاریہ وغیرہ کو بھی اس میں موضوع بنایا گیا ہے۔اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ادب سمیت دیگر معاشرتی علوم میں تحقیق کرنے والوں کو بھی مناسب رہنمائی فراہم کرتی ہے۔تقریباً تیس سال پہلے تحقیق کے حوالے سے جو تصوّرات ڈاکٹر ش۔اختر نے اپنی کتاب میں پروان چڑھانے کی کوشش کردی تھی اب اس کی طرف توجہ بڑھنے لگی ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر عطش درّانی کی کتاب 'جدید رسمیات تحقیق' تحقیقی تصوّرات کے ان تمام جدید اور بکھرے موضوعات کو منضبط کرنے کی بہترین کاوش کے طور کچھ عرصہ پہلے منظر عام پر آچکی ہے۔

مختصر اًیہ کہ تحقیق کے طریقہ کار متوازن اسلوب میں جدید تحقیقی تصورات کی طرف پیش رفت کرنے والی پہلی با قاعدہ کوشش ہے۔اس سے پہلے تعلیمی تحقیق سے متعلق بعض کتابوں میں جدید تحقیقی تصورات اگر چہ ملتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر ش۔اختر نے ادبی اور سماجی نقطۂ نظر سے پہلی مرتبہ اپنی کتاب میں اس طرف توجہ دی ہے۔

رودادِ سیمینار، اُصولِ تحقیق

۱۴ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو جب مقتدرہ قومی زبان کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کا دفتر کراچی میں قائم کیا گیا۔بعد میں اس کا دفتر اسلام آباد منتقل ہوا اور اس کے نئے صدر نشین ڈاکٹر وحید قریشی منتخب ہوئے۔اُن کا دور اس ادارے کا زرّین دور کہلانے کا مستحق ہے۔(۲۱) ڈاکٹر وحید قریشی کے چار سالہ دور میں نفاذ اُردو کے سلسلے میں منظم اور تیز کوششیں کی گئیں۔نہ صرف ''اخبار اُردو'' میں اس موضوع پر خصوصی مضامین و مقالات کا اہتمام ہوا بلکہ اُردو ادب و تحقیق کے فروغ کے لیے اہم موضوعات پر خاص نمبروں کا اہتمام بھی کیا گیا۔اہم کتب کی اشاعت خاص کر حوالہ جاتی کتب پر خصوصی توجہ دی گئی جن کے تحت نصابیات، فرہنگ اور کتابیات وغیرہ کے حوالے سے مفید کتابیں شائع کی گئیں۔

اِس دور میں مقتدرہ قومی زبان نے نفاذ اُردو کے عمل کو ممکن بنانے کے لیے جہاں بہت سے دوسرے منصوبے شروع کیے وہیں بعض اہم اور حساس موضوعات پر سیمناروں کا سلسلہ بھی شروع کیا۔زیر نظر کتاب اسی سلسلے میں منعقد ہونے والے ایک سیمنار کی تحریری روداد ہے۔مذکورہ سیمنار اصول تحقیق کے موضوع پر تھا اور ۲۵ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۶ء کو منعقد ہوا تھا۔

روداد کے مرتب ڈاکٹر اعجاز راہی ہیں، جبکہ اس کی اشاعت مقتدرہ قومی زبان کے زیر اہتمام ہوئی ہے۔کتاب کے آغاز میں صرف ایک صفحے کا ''حرف آغاز'' ہے، مرتب ہی کے تحریر کردہ ہے حرفِ آغاز' میں سیمنار کے پس منظر پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

> ''فنی طور پر اس سیمنار کو اصول وضع اصطلاحات اور اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل پر ہونے والے سیمناروں کی توسیع سمجھنا چاہیے، کہ ان سیمناروں میں بار بار تحقیق کے بارے میں سوال اُٹھائے جاتے رہے ہیں اور اس ضرورت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ مقتدرہ جن خطوط پر اپنے خصوص منصوبوں پر کام کر رہا ہے، تحقیق کے بنیادی اصول وضع کیے بغیر اُن کی ابعاد کا صحیح تعین مشکل ہوگا۔چنانچہ پہلے سیمناروں کی توسیع کے طور پر اصول تحقیق پر

> ۲۵ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۶ء ایک سہ روزہ سیمینار منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے مختلف سکالروں نے حصہ لیا۔ اس سیمینار کی سات نشستیں ہوئیں، آٹھ مقالات پیش ہوئے اور پچاس سے زائد شرکاء نے سیمینار کی مختلف نشستوں میں ہونے والی بحثوں میں حصہ لیا، جس کی مکمل روداد قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔ جبکہ مقالات کا انتخاب ایک الگ جلد میں پیش کیا جائے گا۔"(۲۲)

اس اقتباس کے آخری جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ سیمینار میں پیش کیے گئے مقالات الگ جلد میں پیش ہونگے۔لہذا سیمینار میں پیش ہونے والے مقالات کی اصل توضیح مذکورہ کتاب کے تحت کی جائے گی۔ ویسے بھی اس روداد میں کوئی مقالہ، صدارتی خطبہ یا تبصرہ مکمل صورت میں شامل نہیں چنانچہ اُن کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنا ممکن بھی نہیں۔ تاہم چونکہ اس کے اندر سیمینار کے ضروری پہلوؤں کو اقتباسات کی صورت میں سمیٹنے کی ایک اچھی کوشش کی گئی ہے،لہذا اس کی مختلف نشستوں کا ایک اجمالی جائزہ ضروری ہے۔

روداد میں دی گئی تفصیلات کے مطابق سیمینار کی افتتاحی اجلاس میں ڈاکٹر وحید قریشی صدر نشین مقتدرہ قومی زبان نے ان سیمیناروں کے انعقاد کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ اس پہلے اجلاس کی صدارت بریگیڈیر گلزار احمد نے کی اور اپنے صدراتی کلمات میں زیادہ تر تحقیق میں مسلمانوں کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔

روداد کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ باقاعدہ اجلاسوں میں پہلے اجلاس میں تحقیق وتنقید کے ربط باہم اور تحقیق کے روایتی اسلوب پر دو مقالے پیش ہوئے، جن پر بالترتیب پروفیسر رشید احمد اور ڈاکٹر غلام حسین اظہر نے تبصرے کیے۔ اس اجلاس میں مہمان خصوصی ڈاکٹر رضیہ سلطانہ جبکہ صدارت ڈاکٹر صبیحہ سید کے حصے میں آئی ہے۔ اجلاس کے دیگر شرکاء نے بھی بحث میں حصہ لیا۔

روداد کے مطابق دوسرا اجلاس ۲۶ مارچ کو صبح گیارہ بجے پروفیسر خاطر غزنوی کی صدارت میں شروع ہوا۔ ڈاکٹر معیز الدین مہمان خصوصی جبکہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے مقالے پر علامہ عتیق فکری نے تبصرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے مقالے کا عنوان درج نہیں تاہم مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کا مقالہ "موضوع" سے متعلق ہے۔ اس اجلاس میں دیگر شرکاء نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔

تیسرے اجلاس میں دو مقالات پیش ہوئے جن کا تعلق زیادہ تر سماجی اور تعلیمی تحقیق سے ہے۔ روداد کے مطابق اس اجلاس میں محترمہ ڈاکٹر رفعت رشید اور ڈاکٹر سرفراز خواجہ نے اپنے مقالے پیش کیے، جبکہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی اور ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی نے ان پر تبصرے کیے ہیں۔ اس سیشن میں صدر اجلاس رضی الدین

صدیقی رہے جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر جنرل طلعت مسعود تشریف فرما رہے۔
سیمینار کے اگلے اجلاس میں بھی دو مقالے پیش ہوئے جن میں پروفیسر سعید الدین ڈار کا مقالہ 'حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات سے متعلق ہے جبکہ آغا سہیل کا مقالہ کتابیات کو موضوع بناتا ہے۔ اس چوتھے اجلاس کی صدارت سعید احمد قریشی نے کی ہے جبکہ مہمان خصوصی ضیاء جالندھری رہے ہیں۔ تبصرہ نگاروں میں عام شرکاء بھی شامل رہے تاہم اس مقصد کے لیے باقاعدہ طور پر ڈاکٹر ممتاز منگلوری اور پروفیسر نظیر صدیقی متعین تھے۔
پانچواں اجلاس ایک مجلس مذاکرہ پر مشتمل ہے۔ جس میں اُردو ادب میں تحقیق کی روایت پر گفتگو کی گئی ہے۔ روداد کے مطابق اس نشست کی صدارت ڈاکٹر وزیر آغا نے کی، اور مہمان خصوصی مسیح الدین احمد تھے۔ اس اجلاس میں دیگر عام شرکاء نے بھی بحث میں حصہ لیا اور بہت ساری قراردیں بھی پیش ہوئیں جن کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

روداد کے مطابق سیمینار کے اختتامی اجلاس میں کوئی مقالہ نہیں پڑھا گیا بلکہ اس میں صرف تاثرات پیش کیے گئے۔ اس اجلاس کی صدارت بھی ڈاکٹر وزیر آغا کے حصے میں آئی جبکہ ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے اظہار تشکر کے الفاظ ادا کیے ہیں۔ دیگر تاثرات پیش کرنے والوں میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ڈاکٹر نجم الاسلام، انتظار حسین، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اور ڈاکٹر خورشید رضوی شامل تھے۔
کتاب کے آخر میں وہ قراردادیں اور سفارشات الگ الگ صفحات پر دی گئی ہیں جو اس سیمینار کے پانچویں اجلاس میں پیش ہوئے اور جن کی توثیق آخری یعنی چھٹے اجلاس میں بھی کی گئی۔ روداد کے مطابق اجلاس میں شریک تقریباً ۲۰۰ ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں نے ان قراردوں کی منظوری دی۔ روداد میں بے شمار طباعتی غلطیاں بھی راہ پاگئی ہیں جن کا ازالہ آخر میں چار صفحات پر مشتمل 'اغلاط نامہ' شامل کر کے کیا گیا ہے۔
روداد سیمینار سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ہمارے نامور علمائے ادب اور محققین اُردو زبان وادب کی تحقیق کی طرف سنجیدہ رویہ رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے سیمینار میں بھرپور شرکت کر کے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ نئی تحقیق کے لیے جدید اصولوں کے خدوخال کو سنوارنے میں بنیادی کردار کے حامل ہیں۔ چوٹی کے نقادوں اور محققین نے اس میں شرکت کر کے یہ بات بھی ثابت کر دی ہے کہ تنقید اور تحقیق میں کوئی بیر نہیں۔ بلکہ دونوں زبان وادب کے فروغ وترقی کے اہم وسیلے ہیں۔ سیمینار کے شرکاء نے قراردادوں کی صورت میں جو مطالبے پیش کیے ہیں اُن سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو اور اُس کی تحقیق کی ترقی میں کئی ایک رکاوٹیں موجود ہیں، جن کا سدباب

ضروری ہے۔اس سلسلے میں خاص کر حکومت وقت کی عدم دلچسپی سے اُردو کے فروغ کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس سیمینار نے اُس کو اچھی طرح اُجاگر کیا ہے۔یہ مرتبہ روداد، سیمینار کے اہم پہلوؤں اور نکات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جو نئے محققین کیلئے موجودہ تحقیقی صورتحال پر مبنی اہم دستاویز ہے اور جو آئندہ کے لیے بھی سمت نما کا درجہ رکھتا ہے۔

تحقیق اور اُصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات

۱۹۸۶ء میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے پانچ مختلف سیمینار منعقد کیے۔ان میں تیسرے اور چوتھے سیمیناروں میں جو مقالات پیش کیے گئے، زیرنظر مجموعے میں ان کا ایک انتخاب پیش کیا گیا ہے۔یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل ہے اور ڈاکٹر اعجاز راہی نے مرتب کر کے مقتدرہ کے زیر اہتمام شائع کیا ہے۔

اس مجموعۂ مقالات کا پہلا حصہ مذکورہ تیسرے سیمینار ''اصول وضع اصطلاحات'' کے بعض منتخب مقالات پر مشتمل ہے جو ہمارے موضوع سے خارج ہے،الہٰذا اس کو چھوڑ کر دوسرے حصے یعنی اصول تحقیق کے منتخب مقالات پر کسی قدر تفصیل سے نظر ڈالتے ہیں۔

اصولِ تحقیق کے موضوع پر مذکورہ سیمینار ۲۵ تا ۲۷ مارچ ۱۹۸۶ء کو منعقد ہوا۔اس میں کل سات نشستیں ہوئیں جبکہ آٹھ مقالات پیش کیے گئے۔اس میں ملک بھر سے تقریباً دوسو کے قریب شرکاء نے شرکت کی اور پچاس سے زائد ادیبوں اور دانشوروں نے مختلف بحثوں میں حصہ لیا۔(۲۳)

زیرِموضوع مجموعے میں اصولِ تحقیق سیمینار کے تمام مقالات کے بجائے انتخاب کر کے صرف پانچ مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ان میں بھی مشمولہ پہلا مقالہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا ''تحقیق کے بنیادی لوازم'' سیمینار میں پیش نہیں ہوا، بلکہ اس کے حوالے سے ''ابتدائی کلمات'' کے تحت یہ وضاحت درج ہے:

> ''جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان علالت کے سبب سیمینار میں شریک نہ ہو سکے تھے، کرم کرتے ہوئے بطورِ خاص اپنا مقالہ اس مجموعے کے لیے تحریر فرمایا۔جو اہل علم پر عموماً اور مقتدرہ پر اس کا خاص احسان ہے۔''(۲۴)

اس مقالے(۲۵) میں غلام مصطفیٰ خان نے پہلے احادیث کے حوالے سے اسلامی طرز تحقیق کے تحت ان لوازمات کا ذکر کیا ہے جو ہمارے اسلافؒ کے پیش نظر تھے۔اور پھر آگے بڑھ کر موجودہ فن تحقیق کے بنیادی

لوازمات کا کسی قدر تفصیل سے احاطہ کیا ہے۔اس مقالے سے محقق کے اوصاف پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

جدید تحقیق میں حوالہ، حواشی اور اقتباسات تحقیق کا لازمی جز تصور ہوتے ہیں۔ پروفیسر سعید الدین ڈار نے اپنے مقالے ''تحقیق میں حواشی' حوالہ جات اور اقتباسات'' (۲۶) میں اس موضوع کے جملہ نکات اور طریقۂ کار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ان کے خیال میں یہ صحیح نہیں کہ بعض محققین حوالہ جات وغیرہ کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ نفسِ مضمون پس منظر میں چلا جاتا ہے اور حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات مطمع نظر بن جاتے ہیں۔

مجموعے میں شامل تحقیق سے متعلق اگلا مقالہ ڈاکٹر نجم الاسلام کا ''تحقیق کا روایتی اسلوب'' ہے۔اس مقالے میں اسلوب سے ان کی مراد اسلوبِ تحقیق یا تحقیقی فکر ہے نہ کہ روایتی اسلوب۔ڈاکٹر نجم الاسلام نے اسلامی تحقیقی روایت سے لیکر جدید زمانے تک کے عمومی تحقیق کا اسلامی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا ہے۔محدثین حدیث کے انداز تحقیق کو انہوں نے خاص طور پر اُجاگر کیا ہے۔اس کے علاوہ بعض اہل علم کے ہاں انہوں نے تحقیقی فکر اور اصولوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔

مظفر علی سید کا مضمون ''تحقیق اور تنقید کا ربطِ باہم'' (۲۷) اس مجموعے کے علاوہ بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔انہوں نے اپنے مقالے کی ابتداء میں وہ نکات بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے تحقیق وتنقید میں تضاد نظر آتا ہے۔اس کے بعد تحقیق اور تنقید پر الگ الگ تبصرے کیے ہیں اور آخر میں ان دونوں میں ربط تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے خیال میں ہر محقق میں ایک جزوی نقاد اور ہر نقاد ایک جزوی محقق کا وجود لازم ہے۔

اصول تحقیق حصے کا آخری مضمون جو مجموعے میں شامل ہے سماجی تحقیق سے متعلق ہے۔ڈاکٹر رفعت رشید نے ''سماجی تحقیق میں سائنسی رجحانات'' کے عنوان سے اپنے اس مقالے میں سماجی تحقیق کے بنیادی عوامل کے علاوہ ایسی تحقیق کے لیے چند مختصر لیکن نمایاں اصولوں کو جگہ دی ہے۔انہوں نے سائنسی تحقیق کے لیے ضروری چند اقدامات بھی بیان کیے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے اصولِ تحقیق سے متعلق سیمینار کے تمام مقالات اس مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ جو مضامین شامل ہیں ان میں بھی بعض براہِ راست اردو تحقیق سے متعلق نہیں ہیں، اگر چہ ان کی افادیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔مجموعے میں شامل زیر موضوع حصہ محض ۶۱ صفحات کا ہے اور اس میں صرف ۵ مضامین شامل ہیں۔

مذکورہ مضامین اردو تحقیق کے نامور اہلِ قلم نے تحریر کیے ہیں۔جن پر سیمینار کی مختلف نشستوں میں مباحث بھی کیے گئے ہیں۔کتاب میں شامل کرتے وقت ممکن ہے ان پر نظر ثانی بھی ہوئی ہوگی، چنانچہ اردو فنِ تحقیق کے

بعض پہلوؤں کو اجاگر کرنے والے یہ مضامین ہمارے اصولِ تحقیق کی روایت میں منفرد اضافہ کہے جا سکتے ہیں۔ ان کا مطالعہ نہ صرف نوجوان محققین کی علمیت میں اضافے کا باعث ہوگا بلکہ اُن کی تحقیق میں نکھار پیدا کرنے میں بھی معاون ہوگا۔

آخر میں مجموعے کے حصہ اوّل میں شامل مضامین کی فہرست شامل کی جا رہی ہے:

۱۔ قانونی اصطلاحات کے مسائل	جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن
۲۔ وضع اصطلاحات کے اصولی مباحث	شان الحق حقی
۳۔ معاشرتی علوم کی اصطلاحات کے مسائل	ڈاکٹر سی۔اے قادر
۴۔ دفتری اصطلاحات کے مسائل	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۵۔ فطری سائنس کے اصطلاحات کے مسائل	ڈاکٹر معین الدین عقیل
۶۔ اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ	ڈاکٹر انور سدید
۷۔ وضع اصطلاحات کے عمومی مسائل	ڈاکٹر سلیم اختر

اُردو میں اُصولِ تحقیق (انتخاب مقالات)

بیسوی صدی کی نویں دہائی تک آتے آتے جامعات نے اردو تحقیق کے اہم مراکز کا درجہ حاصل کیا۔ چنانچہ اردو تحقیق کا بیشتر حصہ جامعات ہی کے شعبہ ہائے اردو سے منسلک اساتذہ اور طلباء کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔گو اس کے معیار پر اعتراضات ہوتے رہے ہیں لیکن سندی تحقیق کے بعض نمونے ایسے بھی ہیں جو ہر لحاظ سے معیاری کہے جا سکتے ہیں۔دراصل لوگ اس بات کونظر انداز کرتے ہیں کہ سندی تحقیق کے معیار کی کمزوری کے کئی اسباب موجود ہیں تاہم یہاں اس بات سے قطع نظر کہ وہ وجوہات کونسے ہیں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسی معیار کی بلندی کے سلسلے میں نوجوان طلباء اور محققین کی رہنمائی کے لیے بے شمار مقالات کئی ایک کُتب اور پھر مقالات کے مجموعے مرتب کرکے شائع کیے جا چکے ہیں۔زیرِنظر مجموعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو اصولِ تحقیق وتدوین کے جملہ پہلوؤں پر بہترین تحریروں سے انتخاب ہے۔

ڈاکٹر سلطانہ بخش کی مرتبہ یہ انتخاب ''اردو میں اصولِ تحقیق'' دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ان میں پہلی جلد جون ۱۹۸۶ء میں مقتدرہ قومی زبان کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔اس میں مختصر ''حرفِ ناشر'' کے علاوہ ایک ''مقدمہ'' اور ۲۷ دیگر تحریریں شامل ہیں۔اس حصے میں شامل مضامین کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ مقدمہ	ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش
۲۔ تحقیق کے تقاضے	ڈاکٹر وحید قریشی (۲۸)
۳۔ تحقیق و تنقید	ڈاکٹر سید عبداللہ
۴۔ فنِ تحقیق	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
۵۔ تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول	ڈاکٹر جمیل جالبی (۲۹)
۶۔ فن تحقیق	عبدالرزاق قریشی
۷۔ تحقیقی عمل کے مراحل	پروفیسر عبدالستار دلوی
۸۔ موضوع کا انتخاب	ڈاکٹر ۔ش اختر
۹۔ دستاویزی طریق تحقیق	ڈاکٹر جمیل احمد رضوی
۱۰۔ تحقیق کے طریق کار	ڈاکٹر ۔ش اختر
۱۱۔ مقالہ کی پیش کش	پروفیسر عبدالستار دلوی
۱۲۔ مقالہ کی تسوید	عبدالرزاق قریشی
۱۳۔ تدوین اور تحقیق کے رجحانات	رشید حسن خان
۱۴۔ تحقیق و تصحیح متن کے مسائل	ڈاکٹر نذیر احمد
۱۵۔ تیاری اور مواد کی فراہمی	ڈاکٹر خلیق انجم
۱۶۔ متن اور روایت متن	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۱۷۔ تنقید متن	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۱۸۔ متن سنہ تصنیف کا تعین	ڈاکٹر خلیق انجم

اس فہرست میں صرف تین تحریروں نمبر شمار ۱،۲،۵ کے علاوہ باقی تمام مضامین ایسے ہیں جو اصول تحقیق سے متعلق دیگر کتابوں سے اخذ شدہ ہیں، چنانچہ دیگر کتابوں میں متعلقہ مقامات پر زیر بحث آ چکے ہیں۔نئی تحریروں میں ڈاکٹر سلطانہ بخش کی اپنی تحریر ''مقدمہ'' ایک بہترین مقالے کا درجہ رکھتا ہے،جس میں اس کتاب کے پس منظر اور پیش نظر پر روشنی ڈالنے کے علاوہ انہوں نے تحقیق کی مختلف اقسام،موضوع کا انتخاب،ماٗخذ کی تلاش،مواد کے ذرائع اور خاکہ وغیرہ پر اظہار خیال کیا ہے۔ان کی یہ تحریر تحقیق و فن تحقیق کی روایت اور ضرورت پر ایک مبسوط

دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور کتاب کی افادیت میں اضافہ کرنے والی ہے۔

ڈاکٹر وحید قریشی کے ''تحقیق کے تقاضے'' میں اصولوں سے بحث نہیں بلکہ اختصار کے ساتھ اردو تحقیق کے عمومی پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔انہوں نے اس سلسلے میں دکنی تحقیق اور دبستان لاہور کی تحقیق پر زیادہ روشنی ڈالی ہے۔آخر الذکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''دبستان لاہور کے محققین مختلف علوم اور مختلف زبانوں کے مطالعہ کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔وہ ادب کو جداگانہ اکائی نہیں مانتے بلکہ معاشرتی علوم کے وسیلے سے ادب کے مختلف رشتے دریافت کرتے ہیں۔خصوصاً تاریخ کو ان کے نظامِ تحقیق میں آساسی رتبہ حاصل ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ بنیادی طور پر مورخ ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔''(۳۰)

مجموعے کے نئے مضامین میں ایک مضمون ڈاکٹر جمیل جالبی کا ہے۔ان کی تحریر میں لکھنے کے گُر سکھائے گئے ہیں۔نیز تنقید و تحقیق کے باہمی ربط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ان کے خیال میں بہتر نثر لکھنا نظم لکھنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔وہ تنقید و تحقیق کے ذیل میں یہ مشورہ دیتے ہیں:

> ''تنقیدی تحریروں،افکار اور مطالعوں کی بنیاد تحقیق پر قائم کریں۔تحقیق یہی کام کرتی ہے۔وہ تنقید کی بنیادوں کو درست کر دیتی ہے۔وہ فکر اور نتائج کو صحیح راستے پر ڈال دیتی ہے۔اگر اردو تنقید اپنی بنیاد تحقیق پر قائم کریں اور ہمارے نقاد تحقیق و تنقید کو ملا کر ایک کر دیں تو اس سے نہ صرف اردو تنقید کا معیار و وقار بلند ہو جائے گا بلکہ تنقید وہ کام انجام دے سکے گی جو اس کا منصب ہے۔اور میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اس کام کو اسی طرح انجام دیں۔''(۳۱)

اہل تحقیق کے استفادہ کیلئے اس جلد کے آخر میں مختصر کتابیات اور مقالات کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

پہلی جلد میں شامل تقریباً تمام تحریریں تحقیقی اُصولوں اور طریقِ کار سے متعلق ہیں،اور اس میں ایسی تحریریں جمع کی گئی ہیں جن میں برصغیر پاک و ہند کے ممتاز محققین نے اردو ادب میں تحقیق کے ارتقاء،تحقیقی عمل کے مختلف مراحل،تحقیق کے اسلامی اور مغربی اصولوں نیز مختلف ادوار میں ممتاز محققوں کے طریقہ ہائے کار پر روشنی ڈالی ہے۔اس کے علاوہ مواد کی ترتیب،مقالے کی تسوید،تدوین اور تحقیق کے جدید رجحانات،متنی تنقید اور متن کے سنہ تصنیف کے تعین جیسے مسائل پر بھی کھل کر بحث کی گئی ہے۔اس جلد کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں دیے گئے

مقالات دراصل فن تحقیق کی نمائندہ کتابوں سے لیے گئے ابواب یا جزوی حصوں پر مشتمل ہیں۔مثلاً اس میں شامل ڈاکٹر ش۔اختر کی دو تحریریں دراصل ان کی کتاب ''تحقیق کے طریق کار'' کے دو ابواب ہیں۔اسی طرح ڈاکٹر تنویر علوی کی تحریریں ان کی کتاب اصول تحقیق و ترتیب متن کے دو ابواب ہیں۔عبدالرزاق قریشی اور خلیق انجم کی تحریریں بھی اسی طرح ہیں وغیرہ۔

پہلی جلد میں ایسے ''مقالات'' شامل کیے گئے ہیں جو تحقیق کے اساسی اصولوں کا احاطہ کرتے ہیں خواہ یہ تحقیق ادبی ہو یا عمرانی علوم کی۔ادبی تحقیق کے موضوع پر مقالات اس کی دوسری جلد میں پیش کیے گئے ہیں۔

جہاں تک دوسری جلد کا تعلق ہے اس کی اشاعت ۱۹۸۸ء میں یعنی دو سال بعد ہوئی۔اس جلد میں تحقیق کے نظری مباحث کے ساتھ ساتھ ادبی تحقیق کے جائزے اور اطلاقی تحقیق سے متعلق مواد شامل کیا گیا ہے۔دوسری جلد کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کی بیشتر تحریریں واقعی ''مقالات'' ہیں۔تاہم یہ مقالات اس سے پہلے کے دیگر مجموعوں میں بھی اشاعت پذیر ہو چکے ہیں، مثلاً پانچ مقالے ''ادبی اور لسانی تحقیق،اصول اور طریقِ کار'' میں چھپ چکے ہیں۔تین تحریریں ''رہبر تحقیق'' مرتبہ سید شبیہ الحسن و دیگر سے اخذ کی گئی ہیں وغیرہ۔

دوسری جلد کو ۲ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں ایک مقدمہ کے علاوہ ۱۶ دیگر مقالات شامل ہیں۔اُن کی ترتیب اس طرح ہے:

حصہ اول

مقدمہ	ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش
۱۔ اصولِ تحقیق	قاضی عبدالودود
۲۔ تحقیق اور اس کا طریقِ کار	ڈاکٹر عندلیب شادانی
۳۔ اردو میں لسانی تحقیق کی اہمیت	پروفیسر عبدالستار دلوی
۴۔ تحقیق و تنقید	پروفیسر ڈاکٹر نگیندر
۵۔ اردو میں جدید تحقیق کا آغاز	ڈاکٹر محمود الٰہی
۶۔ اردو میں تحقیق	مالک رام
۷۔ ادبی تحقیق کے بعض مسائل	پروفیسر محمد حسن
۸۔ قدیم دوارین کی ترتیب کے مسائل	ڈاکٹر تنویر احمد علوی

حصہ دوم

اس جلد یعنی جلد دوم میں بھی شامل دو ایک تحریروں کے علاوہ باقی تمام کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے لہٰذا یہاں پر اُن کی تکرار بھی مناسب نہیں ہوگی۔ جو تحریریں اس مجموعے میں پہلی مرتبہ سامنے آرہی ہیں ذیل میں ان پر نظر ڈالی جاتی ہیں۔

دوسری جلد میں سب سے اہم تحریر اس کا مقدمہ ہے جو بذاتِ خود ایک پُرمغز مقالہ ہے۔ اس کو باقاعدہ ''ادبی تحقیق، تحقیقات کی رفتار اور جائزہ'' عنوان دیا گیا ہے۔ اس تحریر کے آغاز میں ڈاکٹر سلطانہ بخش نے تحقیق کا تعارف پیش کرنے کے بعد ادبی تحقیق کی دو صورتیں شمار کی ہیں۔ ایک قدیم متون کی تصحیح و ترتیب اور دوم حقائق کی بازیافت اور ان کی تفہیم و تحلیل۔ اس کے بعد انہوں نے اردو کے تحقیقی سرمایے کو مندرجہ ذیل چار شقوں میں تقسیم کرکے ان کا الگ الگ جائزہ لیا ہے:

۱۔۔۔اصل ماٗخذ کی اشاعت یعنی بنیادی تحقیق
۲۔۔۔نتائج کی پیشکش یعنی اطلاقی تحقیق
۳۔۔۔لسانی تحقیق

۴۔۔۔کتب خانے کی تیاری

ڈاکٹر خلیق انجم کا بھرپور مقالہ ''ہندوستان میں اردو تحقیق وتدوین کا کام (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۵ء) سب سے پہلے ''اردو ادب'' (نئی دہلی) شمارہ ۳،۴/۱۹۸۶ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔اس مجموعے میں شامل کرتے وقت اس مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے الگ الگ شامل کیا گیا ہے۔ڈاکٹر خلیق انجم نے آزادی کے بعد ہندوستان میں ہونے والی عمومی تحقیق کا تجزیاتی انداز میں جائزہ لیا ہے۔انہوں نے اس جائزے سے جو نتائج اخذ کیے ہیں ان کے مطابق تحقیقی کام یونیورسٹیوں میں زیادہ ہو رہا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا امتیاز علی عرشی، قاضی عبدالودود، اور مالک رام جیسے اعلیٰ درجے کے محقق اور متنی نقاد یونیورسٹیوں کے باہر ہی کے ہیں۔انہوں نے لکھا ہے کہ ان حضرات کے پائے کا کوئی محقق یونیورسٹی میں پیدا نہیں ہوا۔

ہندوستان میں علامہ اقبال پر تحقیقی کام کم جبکہ تنقیدی کام زیادہ ہوا ہے۔غالب بھی بڑے پیانے پر موضوع بنے ہیں۔اس کے علاوہ تذکروں، اصناف ادب، اور اداروں وغیرہ پر بھی ہندوستان میں اہم کام ہوئے ہیں۔ مجموعی طور پر ہندوستان میں بڑے پیانے پر تحقیقی کام ہوا ہے جس میں ڈاکٹر خلیق انجم کے مطابق اعلیٰ درجہ کا کام بھی ہے اور سطحی نوعیت کا بھی۔

حصہ دوم کے آخر میں اسی تحریر کا دوسرا حصہ جو ہندوستان میں شائع ہونے والی اہم تحقیقی وتدوینی کتابوں کی فہرست پر مبنی ہے، شامل ہے۔آزادی کے بعد منظر عام پر آنے والی ان کتابوں کو باقاعدہ عنوانات مثلاً تذکرے، غالبیات، اقبالیات اور اصناف ادب وغیرہ کے تحت رکھا گیا ہے۔(۳۳)

دوسری جلد کے پہلے حصے میں ادبی تحقیق اصولوں اور طریق کار جبکہ دوسرے حصے میں تحقیقاتی جائزوں کو شامل کیا گیا ہے۔یہ تمام تحریریں اردو زبان وادب کے نامور علماء اور محققین کی گران قدر کاوشیں ہیں۔اس مجموعے میں بعض مقامات پر موضوعات اور مسائل کا تواردا ور تکرار اگرچہ نظر آتا ہے لیکن اس کے باوجود اس مجموعے کی انفرادیت یہ ہے کہ اس سے پہلے اتنے مقالات اس طرح یکجا صورت میں نہیں ملتے۔

پہلی جلد میں جو ببلیوگرافی دی گئی تھیں وہ اردو کتابوں اور مقالات کی تھی لیکن دوسری جلد میں انگریزی کتب کی مفید فہرست شامل کی گئی ہے تاکہ اہل تحقیق کو اگر ضرورت پڑے تو انگریزی کتابوں سے بھی استفادہ کرسکیں۔

مجموعی طور پر ان جلدوں میں ۳۶ بہترین تحریریں اور کچھ ببلیوگرافی جمع کی گئی ہے۔یہ ۱۹۸۶ء تک منظر عام پر آنے والی تحقیق وفن تحقیق سے متعلق تحریروں کا بہترین انتخاب ہے۔اس انتخاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس

میں با قاعدہ مضامین کے علاوہ فن تحقیق کی بہترین کتابوں سے اہم حصوں یا ابواب کو بھی بطور مضامین شامل کیے گئے ہیں۔اس سے پہلے کے مرتبہ مجموعوں میں اس روایت کا سراغ نہیں ملتا۔اس مجموعے کی پیش کش کا باعث وہی تحقیق کے معیار کی بہتری کی خواہش ہے جس کی طرف آغاز میں توجہ دلائی گئی تھی۔ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش کی درج کردہ مقدمے میں شامل درج ذیل الفاظ سے بھی اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے،وہ لکھتی ہیں:

> ''عرصہ دراز سے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ بہت سی ضروری شرائط اور بے خبری کی وجہ سے ساقط المعیار تحقیقی کام سامنے آ رہا ہے ،یہی خیال اس مجموعے کی پیش کش کا باعث ہوا''(۳۴)

اس کتاب کی ترتیب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ طریق کار،فن تحقیق اور اس کی قسمیں ،موضوع کا انتخاب، مواد کی ترتیب،متن، تیاری اور مواد کی فراہمی تحقیق متن اور تصحیح متن جیسے اہم موضوعات پر پاک و ہند کے ممتاز اہل علم اور محققین کے مقالات یکجا کیے جائیں،تا ہم یہ بھی ایک حقیقت ہے اور اس بات کا انہوں نے اعتراف بھی کیا ہے کہ تمام تحقیقی مقالوں پر دسترس نہ ہونے کی وجہ سے یہ کوشش مختصر دائرے میں کی گئی ۔

اس میں شک نہیں کہ ان دو جلدوں میں تحقیق اور اصولِ تحقیق کے حوالے سے بہترین مقالات کو یکجا کیے گئے ہیں اور تحقیق کے جملہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے،لیکن دو جلدوں میں یہ انتخاب پیش کرنے کے باوجود تحقیق کے حوالے سے کچھ اہم پہلو نظر انداز بھی ہوئے ہیں ۔مثلاً اولین اور ثانوی مأخذ جیسے اہم موضوع پر اس کے اندر کچھ نہیں ملتا۔تحقیق میں خاکہ بنانا ابتدائی اور اہم مرحلہ ہے اور اس کتاب میں اس پر کم از کم دو یا تین مضامین ہونے چاہئے تھے لیکن ایسا نہیں ہے ۔حوالہ ،تعلیقات ،فرہنگ ،اشاریہ، مطالعہ اور نوٹ لینے کا طریقہ وغیرہ کے حوالے سے یہ دو جلدیں محقق کی بھر پور رہنمائی نہیں کرتی ۔اس میں تحقیق کے جدید سائنٹفک اصولوں کا کوئی تذکرہ نہیں ۔

علاوہ ازیں؛چند دیگر خامیاں بھی اس سلسلے میں شمار کی جا سکتی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ایک متوازن اور مفید انتخاب ہے ۔ان دو جلدوں میں اردو فن تحقیق کا ایک بڑا اور اہم سرمایہ یکجا کیا گیا ہے اور وہ بھی اس وقت جب اس طرح کی کتابوں کی اردو تحقیق کو ضرورت تھی ۔اس وقت تک اردو فن تحقیق کا محض ایک تہائی کے لگ بھگ سرمایہ ہی منظر عام پر آ چکا تھا اور وہ بھی بکھرا ہوا اور منتشر حالت میں ،چنانچہ ڈاکٹر سلطانہ بخش نے محدود دائرے میں اتنا اہم مواد یکجا کر کے اہم کارنامہ انجام دیا ہے ۔

پاکستان میں اردو تحقیق موضوعات اور معیار

ڈاکٹر معین الدین عقیل کی یہ تصنیف دراصل اِس موضوع پر اُن کے ایک طویل مضمون کی اِرتقائی شکل ہے۔سب سے پہلے یہ مضمون ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۲ء میں '' پاکستان میں اردو تحقیق مسائل اور تجاویز'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔اپریل ۱۹۸۳ء میں یہی مضمون ایک بار پھر اسی رسالے میں ''معروضات'' کے تحت شامل کیا گیا۔ابتداء میں یہ تحریر آٹھ دس صفحات کے ایک سرسری جائزے پر مشتمل تھا۔لیکن ۱۹۸۵ء میں فاضل مصنف نے اس مضمون میں ترامیم و اضافے کر کے با قاعدہ ایک طویل مقالے میں تبدیل کیا۔جس کے بعد یہ پاکستان میں اردو تحقیق کی صورت حال کا ۱۹۸۴ء تک جائزہ بن گیا۔بعد میں یہ نیا مبسوط مقالہ انجمنِ ترقی اردو کے سہ ماہی جریدے ''اردو'' (کراچی) ۱۹۸۵ء جلد ۶۱، شمارہ نمبر ا اور ۲ میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔زیرِ نظر تصنیف اسی مقالے کی کتابی صورت ہے(۳۵)۔کتابی صورت میں اس کی اشاعت ۱۹۸۷ء میں انجمن ہی نے کی ہے۔

کتاب کا ''حرفے چند'' انجمن ترقی اردو کے معتمد اعزازی جمیل الدین عالی نے تحریر کیا ہے جس میں کتاب کے تعارف کے علاوہ تحقیق میں حائل بعض مسائل اور دشواریوں کا ذکر کیا گیا ہے۔یہاں جمیل الدین عالی نے ڈاکٹر سلمان شاہ جہان پوری کا شکریہ بھی ادا کیا ہے جنھوں نے انجمن کی درخواست پر ڈاکٹر عقیل کی اجازت سے کتاب کا اشاریہ ترتیب دیا۔واضح رہے کہ یہ اشاریہ ''اردو'' وغیرہ میں شامل نہیں تھا۔

ڈاکٹر معین الدین کی یہ قابلِ قدر کتاب آزادی کے بعد پاکستان میں ہونے والی تحقیقات کے اجمالی جائزے پر مشتمل ہے۔یہ جائزہ اجمالی ہونے کے باوجود ۱۴۴ صفحات پر محیط ہے۔اس مقالے میں پاکستان میں اردو تحقیق کا جائزہ ،صرف لسانی اور ادبی تحقیق تک محدود رکھا گیا ہے،اور اس میں بھی بقول مقالہ نگار ''صرف ان کاوشوں کا احصاٗ کیا گیا ہے جو ان کے پیشِ نظر رہیں''۔ان کے اس جائزے میں علمی اور مذہبی تحقیق شامل نہیں۔ البتہ بعض ایسی کاوشوں کا ذکر ضمنی طور پر ضرور ہوا ہے۔فہرست اور ''حرفے چند'' کے علاوہ ''حرف آغاز'' از مصنف بھی شامل ہے،جس میں انہوں نے اپنے دائرہ کار کی وضاحت کر دی ہے۔

ابتدائی رسمی نگارشات کے بعد ''ذخائر و ماٗخذ'' کے تحت ڈاکٹر معین الدین نے اُس علمی پس منظر کا جائزہ لیا ہے جب تقسیم ملک کے بعد ہمارے زیادہ تر علمی ذخائر ہندوستان میں رہ گئے۔اس وقت پاکستان میں تحقیق کے سلسلے میں بڑے مسائل درپیش تھے۔لیکن باوجود اس کے ہمارے محققین نے قابلِ قدر کاوشیں پیش کی ہیں۔ذخائر

وماٰ خذ کے بعد انھوں نے ''اصول تحقیق'' کے عنوان کے تحت قیام پاکستان کے بعد منظر عام پر آنے والے چند مقالوں کی نشاندہی اور اہم نکات بیان کیے ہیں۔

ان ضمنی مباحث کے بعد مولف نے تحقیقی کاموں کے اس جائزے کو دو بڑے حصوں یعنی لسانی تحقیق اور ادبی تحقیق اور پھر اُن کے بھی ذیلی شقوں میں تقسیم کیا ہے۔

لسانیات اردو تحقیق کا ایک اہم موضوع ہے۔اس میں ابتداء سے لے کر اب تک طویل تحقیقات سامنے آچکی ہیں۔خاص کر قیام پاکستان کے بعد اس میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔ڈاکٹر معین الدین نے لسانیات کے حوالے سے اس بحث میں عمومی ادبی تحقیق کے برعکس نسبتاً اختصار سے کام لیا ہے۔انہوں نے 'لسانی تحقیق' میں اردو زبان کے حوالے سے تمام اہم نظریات کا نہ صرف تجزیہ کیا ہے بلکہ ساتھ ساتھ اس سلسلے میں جتنے دیگر لسانیاتی کاوشیں اور مواد سامنے آیا ہے اس کی نشاندہی بھی کردی ہے۔لسانیاتی تحقیق کے حوالے سے یہ ایک اہم تجزیہ ہے جس سے لسانیات کے پس منظر اور پیش منظر دونوں پر روشنی پڑتی ہے۔

لسانی تحقیق کے برعکس ادبی تحقیق ایک وسیع میدان ہے چنانچہ دوسری شق 'ادبی تحقیق' خاصی طویل ہے جس کو پانچ ذیلی شقوں یعنی نمبر۱ نئے متون کی دریافت و اشاعت ،نمبر۲ ترتیبِ متون ،نمبر۳ تصحیح متون ،نمبر۴ دریافت و تعارف متون اور نمبر۵ متفرق تحقیقی کام' میں تقسیم کیا گیا ہے۔اوّل حصے کو چھوڑ کر باقی تین حصوں کا جائزہ مزید تین ذیلی حصوں یعنی نمبر۱ نظم ،نمبر۲ نثر ،اور نمبر۳ تذکرے میں تقسیم کرکے الگ الگ کیا گیا ہے،جبکہ پانچویں حصے میں مزید چھے ذیلی عنوانات کے تحت متفرق تحقیقی کام کی توضیح کی گئی ہے' جس میں شخصیات ،تصانیفِ اصنافِ ادب ،ادبی تاریخیں ،ادبی ادارے اور ادبی صحافت کا تفصیل کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے۔

اردو کی ادبی تحقیق کے سلسلے میں پاکستانی محققین نے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔متعدد نئے متون دریافت ہوئے ہیں،نظم ونثر کے قدیم متون کو مدوّن کیا گیا ہے اور اہم انکشافات سامنے لائے گئے ہیں۔شعراء اور نثر نگاروں کے حالات پر بھی تحقیق ہوئی ہے۔ادبی تاریخیں اور تذکرے بھی تصنیف ہوئے ہیں اور اصناف ادب پر بھی تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے۔چنانچہ 'ادبی تحقیق' میں ان سب کا جائزہ بہترین ترتیب کے ساتھ ملتا ہے۔اس جائزے کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ ۱۹۸۵ء تک پاکستان میں اس سلسلے میں کوئی کتاب شائع نہیں ہوسکی تھی۔

''حرف آغاز'' کی طرح کتاب کے آخر میں ''حرف آخر'' بھی موجود ہے جس میں مجموعی صورت حال انہوں نے خود بیان کردی ہے چنانچہ اُن کے اپنے الفاظ یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

''پاکستان میں اردو تحقیق'' کے جائزے سے یہ قابل اطمینان صورت حال سامنے آتی ہے کہ یہاں کے محقق اور بعض تحقیقی ادارے اردو کے تحقیقی اور ادبی سرمایے میں قابل قدر اضافہ کیا ہیں ۔ان کی کاوشوں سے قدیم ادبی سرمایے کی دریافت اور متون کی تصحیح ہوئی ہے۔اور ادب کا تہذیبی، سیاسی اور فکری پس منظر سامنے آیا ہے اور اکابر ادب اور ان کی تصانیف کے بارے میں معلوماتی موادفراہم ہوا ہے۔بعض ایسے منصوبے عمل میں آئے ہیں جو علمی اور تحقیقی لحاظ سے مثالی اور وقیع ہیں۔اداروں کی جانب سے بھی اور انفرادی حیثیت میں بھی بعض ایسے تحقیقی کام انجام دیے گئے ہیں۔جنہیں بلند اور اعلیٰ معیار کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے اور چند ایسے بھی کام مکمل ہوئے ہیں جن کی مثال شاید کہیں اور نہ مل سکے۔بعض محققین نے اس ضمن میں بے انتہا مستقل مزاجی ،دقت نظری اور محنت شاقہ سے کام لیا ہے ۔ستائش اور صلے کی تمنا سے بے نیازی اور بے لوثی کے لحاظ سے بھی بعض محققین کی کاوشیں لائق ستائش ہیں۔''(۳۶)

کتاب کے آخر میں ایک مفصل اشاریہ موجود ہے جو مصنف نے خود نہیں بلکہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری نے بنایا ہے۔البتہ کتابیات کوئی نہیں۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل کی یہ کاوش بلاشبہ پاکستان میں اردو ادبی ولسانی تحقیقات کے حوالے سے ایک اہم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔اس میں آزادی کے بعد پاکستان میں ہونے والی تحقیقات کا ۱۹۸۵ء تک جائزہ لیا گیا ہے۔اس عرصے میں ڈاکٹر معین الرحمن نے بھی تقریباً اسی موضوع پر قلم اُٹھایا ہے لیکن اُن کی تصنیف یونیورسٹی تحقیقات تک محدود ہے۔ڈاکٹر معین الدین عقیل کی اس کتاب سے ہمیں پاکستان میں نہ صرف اردو تحقیقات کی رفتار کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس کے معیار کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اصولیات تحقیق میں بھی افادیت رکھتی ہے۔جب تک ہمارے محققین کو ہماری تحقیقات کے معیار، مقدار اور رفتار کا اندازہ نہیں ہوگا وہ اپنی تحقیق میں انفرادیت اور وقعت پیدا نہیں کر سکتے۔یہ کتاب اردو محققین کی تحقیق میں بہتری لانے میں بالواسطہ معاون ہے اور یہی اس کتاب کی سب سے نمایاں خوبی ہے۔

تصحیح و تحقیقِ متن

ڈاکٹر نذیر احمد اردو اور فارسی کے ایک بلند پایہ محقق ہیں۔ادب کا دوسرے علوم کے ساتھ تعلق پر ان کی گہری نظر ہے۔تحقیق کے موضوع پر بھی ان کی تحریریں بکھری پڑی ہیں۔ان کا پسندیدہ موضوع ترتیب و تدوین متن

ہے ۔اس سلسلے میں انہوں نے ''سہ نثر ظہوری''، ''نورس'' اور'' قاطع برہان'' وغیرہ کی تدوین کر کے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔انہوں نے فارسی شعراء حافظ ،سعدی، عمر خیام وغیرہ پر بھی کامیاب مقالے تحریر کیے ہیں ۔زیرِ نظر تصنیف چونکہ تحقیق کے طریق کار سے متعلق ہے لہٰذا ان کے تجربات کا نچوڑ ان میں بھی منعکس ہوا ہے۔

تصحیح و تحقیق متن دراصل ڈاکٹر نذیر احمد کے تین مقالات ہیں جنہیں کتابی صورت دی گئی ہے۔ایک زمانہ میں شعبۂ اردو ممبئی یونیورسٹی نے سالانہ توسیعی خطبات کی روایت شروع کی تھی ۔جس کے تحت مختلف علمائے ادب کو مسائل ادب پر خطبات کی دعوت دی جاتی تھی ۔۲۲،۲۳اور ۲۴مارچ ۱۹۸۷ء کو اس سلسلے میں پروفیسر نذیر احمد نے ''تصحیح و تحقیق متن'' کے موضوع پر اپنے خطبات دیے۔ یہی خطبات ۱۹۸۸ء میں شعبہ اردو ممبئی یونیورسٹی کی طرف سے شائع کیے گئے ۔بعد میں اس کا نیا ایڈیشن مصنف کی نظر ثانی اور تصحیح کے ساتھ پاکستان میں ادارہ یادگار غالب کے زیرِ اہتمام شائع کیا گیا جس کی صراحت مصنف نے خود یوں کر دی ہے:

> ''زیرِ نظر رسالہ راقم کے تین لکچروں کا مجموعہ ہے۔ یہ لکچر ۱۹۸۸ء میں ممبئی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے زیرِ اہتمام ایراد کیے گئے تھے۔یہی میرے کرم فرما پروفیسر عبدالستار دلوی، صدر شعبہ اردو، کی توجہ سے چھپ گئے،لیکن نہ میں طباعت کی دیکھ بھال کر سکا اور نہ رسالے پر تجدیدِ نظر کا موقع نکال سکا۔خدا کا شکر ہے کہ رسالے کی طبع ثانی کی صورت نکل آئی تو مطبوعہ نسخے کی غلطیاں درست ہوگئیں اور جہاں تہاں رسالے پر تجدیدِ نظر بھی عمل میں آگئی۔''(۳۷)

چونکہ تجدیدِ نظر کے بعد کتاب کا نیا ایڈیشن زیادہ مفید ہوا ہے لہٰذا اس جائزے میں توضیح کے لیے اسی کو پیش نظر رکھا گیا ہے ۔کتاب کی نئی اشاعت، جس کے پاکستانی ایڈیشن کے محرک مشفق خواجہ ہیں (۳۸)، جنوری ۲۰۰۰ء میں ہوئی ۔صرف ۹۶ صفحات کے اس مختصر کتاب میں ''عرض مولف'' کے علاوہ ایک پیش لفظ اور شامل ہے جسے ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے پہلی اشاعت کے وقت تحریر کیا تھا۔'عرض مولف' میں مصنف نے رسمی باتوں کے علاوہ یہ بھی عرض کیا ہے کہ کتاب کے زیادہ تر حوالے فارسی زبان و ادب سے لیے گئے ہیں ۔''پیش لفظ'' میں عبدالستار دلوی نے متنی تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ترتیب متن کے چند اوّلین معماروں کا تذکرہ کیا ہے، نیز ڈاکٹر نذیر احمد کے تحقیقی کارناموں کی اجمالی تفصیل درج کرنے کے بعد اِن مقالات کے لیے ان کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔

زبانی لکچروں کی صورت میں پڑھے جانے والے تین مقالات کتاب میں آٹھ الگ الگ عنوانات کے

تحت ملتے ہیں جس سے ان کی افادیت میں یقیناً اضافہ ہوا ہے کیونکہ اس طرح ایک تو ہر ضروری پہلو الگ عنوان کے تحت بیان ہوا ہے اور دوسرے یہ کہ کتاب میں ایک ارتقائی ترتیب بھی پیدا ہوگئی ہے۔ ویسے بھی زبانی بیان اور تحریر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ لکچروں میں بقول مصنف ''کہیں کہیں گفتگو کی رو میں آگے نکل گیا ہوں'' (۳۹)۔ اس کے برعکس تحریر مصنف کے زبان وقلم پر ایک قسم کی روک لگاتی ہے جس کا مظاہرہ ان مقالات میں نظر آتا ہے۔

کتاب کے آٹھ حصوں میں سے پہلے حصے ''تصحیح وتحقیق متن'' کے تحت انہوں نے اظہارِ خیال کے وسیلوں سے بات شروع کرکے متن کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ فارسی رسم الخط کی وجہ سے تحقیقِ متن میں جو دشواریاں پیدا ہوتی ہیں آگے بڑھ کر انہوں نے ان وجوہات کی تفصیل سے نشاندہی کی ہے۔ کتاب کے اس پہلے حصے سے متن میں ہونے والے تصرّفات وتحریفات کے اسباب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

اگلے دو عنوانات کے تحت اسنادِ تحقیق یعنی بنیادی اور ثانوی اسناد کی نشاندہی اور پھر ان کے استعمال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''ترتیب متن'' کا حصہ نسبتاً مختصر ہے۔ اس میں اس طریقِ کار سے اختلاف ملتا ہے جس میں بقول مصنف کے ''بعض محققین کسی قدر معتبر نسخے کو ہو بہو متن قرار دیتے ہیں اور دوسرے نسخے کے مقابلے سے جو اختلافات سامنے آتے ہیں ان کا اندراج حاشیہ میں کردیتے ہیں۔ انتقادی متن میں املا کے بارے میں چند باتیں بھی اس حصے میں شامل ہیں۔

تعلیقات وحواشی تحقیق کے اہم لوازمات ہیں اور خاص کر تدوین متن میں ان کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ کتاب کے اگلے حصے میں تعلیقات وحواشی سے متعلق اُمور پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ضمن میں زیادہ تر مثالیں غالب کے خطوط سے تلاش کی گئی ہیں۔

''تخریج'' جو تعلیقات کے ضمن میں آتی ہے، نسبتاً نئی اصطلاح ہے۔ چنانچہ اسی عنوان کے تحت تخریج کے عمل کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''تخریج کے معنی' بیرون آوردن کے ہیں۔ فنِ تحقیق کی اصطلاح میں یہ وہ عمل ہے جس کے ذریعے کسی ادیب یا شاعر کے کلام میں دیگر اقوال کی نشاندہی کی جاتی ہے۔'' (۴۰)

تخریج کی وضاحت میں زیادہ تر مثالیں فارسی شاعری سے اخذ کی گئی ہیں۔

مقدمہ بھی انتقادی متن کی وضاحت کے لیے ضروری ہے لہٰذا اگلے حصے میں اس کے ضروری پہلوؤں کی نشاندہی ملتی ہے۔ مصنف کا تعارف، کتاب کا تعارف اور طریقِ کار کی وضاحت وغیرہ کے سلسلے میں یہ حصہ اہم

مباحث کا حامل ہے۔

آخری حصے کا عنوان ''فہرست سازی'' ہے جس کا زیادہ مناسب نام اشاریہ ہے۔اس حصے میں اشاریہ کی اہمیت اور طریقِ کار کی وضاحت درج کی گئی ہے۔انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اشاریہ مصنف خود ترتیب دے اور توجہ سے بنائے، نہ کہ کسی ادنیٰ طالب علم کو اس کام پر لگا دیا جائے۔

کتاب میں ہر حصے کے حواشی الگ الگ دیے گئے ہیں۔اسلوب واضح اور تحقیقی مسائل کی وضاحت کیلئے مناسب ہے۔تاہم مصنف کی صراحت کے باوجود جدید قارئین کے لیے اس میں ایک مسئلہ موجود ہے اور وہ ہے فارسی زبان و ادب سے لی گئی بیشمار مثالیں۔کیونکہ اردو ادب کا جدید طالب علم فارسی کے ابتدائی الف ب تک سے واقف نہیں ہوتے، چہ جائیکہ فارسی کی پُرمغز ادبی تاریخ۔

الغرض! یہ کتاب تصحیح و تدوین متن کے سلسلے میں ایک اہم اضافہ ہے، جس میں ڈاکٹر نذیر احمد نے بتایا ہے کہ کسی متن کو ترتیب کرنے کا طریقہ کیا ہے اور ایک معیاری متن کے مرتّب کے لیے کن اُمور کا جاننا ضروری ہے۔ تصحیح و تحقیقِ متن، اسنادِ متن، تعلیقات و حواشی، تخریج، مقدمہ نویسی اور فہرست سازی کے بنیادی لوازم اور اصول ایسے خوش اسلوبی سے بیان کیے گئے ہیں کہ نوجوان محققین بھی بڑی آسانی سے ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ یہ مختصر کتاب فاضل مصنف کی زندگی بھر کے علمی تجربات کا نچوڑ ہے اور رہ نوردانِ تحقیق کے لیے مشعل راہ۔اردو میں یہ اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب ہے جو مختصر بھی ہے اور جامع بھی۔

یونیورسٹیوں میں اُردو تحقیق

اردو تحقیق کے ابتدائی معمار انفرادی سطح پر تحقیق کی خدمت سرانجام دیتے رہے لیکن آزادی کے آس پاس نئی آگہی کے احساس کے ساتھ تحقیق کی ضرورت کا احساس بڑھنے لگا۔چنانچہ بہت جلد تحقیق کی مضبوط اور مسلسل روایات اُس وقت قائم ہوئیں جب تعلیم کی اعلیٰ جماعتوں میں اردو کو بار دیا گیا۔ڈاکٹر سلطانہ بخش کے بقول ''آزادی کے بعد ہندو پاک میں تحقیق کو اتنا فروغ حاصل ہوا ہے کہ اسے تحقیق کا زرّین دور کہا جا سکتا ہے''(۴۱)

ڈاکٹر سیّد معین الرحمن نے اپنی زیرِ بحث تصنیف ''یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق'' میں اسی عہدِ زرّین میں پاکستانی جامعات میں ہونے والی تحقیق کے ساتھ ساتھ چند دیگر تحقیقی سرگرمیوں کا احاطہ کیا ہے۔

پروفیسر صابر لودھی کے نام معنون یہ کتاب سب سے پہلے جنوری ۱۹۸۹ء میں یونیورسل بکس لاہور سے شائع ہوئی۔کل ۲۲۴ صفحات پر مشتمل اِس کتاب کے حواشی ہر صفحے پر الگ الگ دیے گئے ہیں۔البتہ اس

میں کتابیات کوئی نہیں۔

مشمولات کی فہرست اور ''حرفے چند'' کے علاوہ کتاب کے ابتدائی حصے میں ڈاکٹر سید معین الرحمن کی علمی اور تہذیبی مصروفیات، مطبوعات و مرتّبات، زیرِ طبع و ترتیب کتابیں، علمی و ادبی اعزازات اور انعامات کے علاوہ لاہور میں ان کی رہائش گاہ کا مکمل پتا بھی درج ہے۔

بنیادی طور پر یہ کتاب ایک تحقیقی جائزہ ہے جس کے پہلے حصّے میں بعض اہم وضاحتی مباحث کو جگہ دی گئی ہے، جبکہ دوسرے اور آخری نصف حصے میں تحقیق کے لیے موضوع کے انتخاب میں معاون سندی مقالات کی ایک طویل فہرست شامل ہے۔ کتاب کے کل مشمولات کو درجہ ذیل پانچ عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ اردو میں ڈاکٹریٹ کے اوّلین اسناد

۲۔ یونیورسٹیوں میں مطالعۂ اقبال کے چالیس سال

---صد سالہ جشنِ ولادت ۱۹۷۷ء تک

۳۔ یونیورسٹیوں میں مطالعۂ اقبال کے دس سال

---۱۹۷۸ء---۱۹۸۸ء

۴۔ پاکستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کے چالیس سال

---۱۹۴۷ء---۱۹۸۸ء (۴۲)

۵۔ تحقیق کے لیے موضوع کا انتخاب

---کچھ مآخذ و مصادر

جہاں تک کتاب کے بنیادی مباحث یا مشمولات کا تعلق ہے کتاب کے ابتدائی تعارف ''حرفے چند'' میں ڈاکٹر معین الرحمن نے اُن کی بہترین وضاحت خود ہی پیش کر دی ہے، چنانچہ کتاب کی مزید توضیح کے سلسلے میں اُن کے اپنے الفاظ نقل کیے جاتے ہیں جو زیادہ مناسب ہیں:

> ''یہ کتاب چھوٹے بڑے پانچ مطالعات پر مبنی ہے---اردو میں پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی اوّلین اسناد کن یونیورسٹیوں سے تفویض ہوئیں اور یہ کن اہلِ علم کو دی گئیں؟ کتاب کا پہلا مقالہ اختصار کے ساتھ ان سوالات کا جواب فراہم کرتا ہے۔
>
> اقبال ہمارے شعر و ادب کی اُن خوش قسمت اِستثنات میں سے ہیں جو اپنی زندگی ہی میں اہلِ علم کی توجّہ کا محور اور مرکز بن جاتی ہیں۔ ہماری جامعات کا وہ بالخصوص بہت

محبوب اور مرغوب موضوع ہیں اور رہے ہیں۔اور یہ صرف پاکستانی یونیورسٹیوں ہی کی بات نہیں،اقبال کا مطالعہ مشرق اور مغرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں ہوا ہے۔اور یہ تحقیقی وتنقیدی مطالعہ صرف اردو ہی میں نہیں دنیا کی متعدد زبانوں میں ہوا ہے۔۔۔

کتاب کے دوسرے اور تیسرے مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ پچھلے پچاس سال (۱۹۳۸ء۔۔۱۹۸۸ء) میں دنیا بھر کی دانش گاہوں میں اقبال پر جو تحقیقی کام ہوا ہے اس کی نشاندہی ہو جائے۔۔یہ مطالعہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔اقبال کے صد سالہ جشنِ ولادت (۱۹۷۷ء) تک یونیورسٹیوں میں مطالعۂ اقبال کے تحقیقی اِکتساب کا جائزہ میں نے اقبال عالمی کانگریس (منعقدہ لاہور ۲۔۔۹ دسمبر ۱۹۷۷ء) کے موقع پر پیش کیا تھا۔ ۱۹۷۷ء کے بعد ۱۹۸۳ء تک کے پانچ برس کی حدِ زمانی میں دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں اقبال پر تکمیل شدہ یا زیرِ تکمیل مقالات کی پیش رفت کا جائزہ مجھے دوسری اقبال عالمی کانگریس (لاہور ۹۔۔۱۱ نومبر ۱۹۸۳ء) کے لیے مرتب کرنے کا موقع ملا۔اب اس پر پانچ برس مزید گذر چکے، میں نے اس جائزے کو ۱۹۸۸ء تک بڑھا دیا ہے۔پیشِ نظر کتاب کا چوتھا مطالعہ پاکستانی یونیورسٹیوں میں اردو میں ادبی تحقیق کے چالیس برسوں (یعنی اگست ۱۹۴۷ء سے اگست ۱۹۸۸ء) کا منظر نامہ پیش کرتا ہے۔اس میں دو سو سے زائد تحقیقی مقالات کے حوالے آگئے ہیں۔کتاب کا آخری حصہ وادی تحقیق کے نو آموز واردان کو کچھ منتخب جامعاتی مآخذ ومصادر سے روشناس کراتا ہے۔اس سے اُنھیں اپنے لیے موضوع کے انتخاب میں کچھ سہولت یا رہنمائی میسّر آسکتی ہے۔۔یہ حصّہ ان چار سو کے قریب غیر مطبوعہ یا مطبوعہ تحقیقی اور تنقیدی مقالات کے کتابیاتی کوائف کو محیط ہے جو میرے ذخیرۂ کتب کا حصّہ ہیں۔۔اور جن پر ملک یا بیرون ملک کی کئی یونیورسٹیوں میں کسی نہ کسی یونیورسٹی سے کوئی اعلیٰ سند عطا ہوئی ہے۔'' (۴۳)

ڈاکٹر سیّد معین الرحمن نے اپنی تالیف میں یونیورسٹیوں میں ہونے والی تحقیق کے حوالے سے جو معلومات اور کوائف جمع کیے ہیں، ڈاکٹر سلیم اختر نے اُن کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے:

''ڈاکٹر سید معین الرحمن نے اپنی تالیف ''اردو تحقیق یونیورٹیوں میں'' پاکستان کی جامعات میں تحقیق کے حوالے سے جو معلومات اور کوائف جمع کیے ہیں ان کی رو سے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء تک کے ان چالیس برسوں میں پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے ایک سو ساٹھ

> کے قریب اہلِ قلم نے پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں۔ ان میں سے ۲۵ سے زیادہ خواتین بھی شامل ہیں" (ص:۸۲) پاکستان میں پی ایچ ڈی کی سب سے پہلی ڈگری پانے کا اعزاز ڈاکٹر صابر علی خان کو حاصل ہوا۔انھیں یہ ڈگری ۱۹۵۵ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے ان کے تحقیقی کام"سعادت یار خان رنگین ۔۔۔حیات وکلام"پر دی گئی" (ص:۳۹) جبکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اردو کے متعلق پی ایچ ڈی کی سب سے پہلے ڈگری ڈاکٹر محمد صادق (پیدائش ۱۸۹۸ء۔وفات ۱۷جون ۱۹۸۴ء) نے حاصل کی ۔مولانا محمد حسین آزاد کی حیات اور ادبی خدمات ان کی تحقیق کا موضوع تھا۔یہ مقالہ انگریزی زبان میں لکھا گیا" (ص:۲۷) جبکہ پاکستان میں کسی یونیورسٹی سے وابستہ فرمان فتح پوری پہلے محقق اور پروفیسر ہیں جنھیں اردو میں پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی اعلیٰ ترین علمی اسناد حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا" (۴۴)

ڈاکٹر سیّد معین الرحمن کی یہ تصنیف بلا شبہ پاکستانی جامعات میں ابتداء سے ۱۹۸۸ء تک ہونے والی سندی تحقیق کے سلسلے میں ایک اہم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔ جب تک ہمارے پاس تحقیق کے حوالے سے اس قسم کے مستند اعداد وشمار موجود نہیں ہوتے تحقیق کی رفتار ومعیار کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہ ہوگا۔یہ کتاب کو کہ تحقیق کے گذشتہ چالیس سالہ منظر نامے کو پیش کرتی ہے اور اس کے اندر براہِ راست فنِ تحقیق کے رموز تلاش کرنا عبث ہے تاہم اس میں جمع کیا ہوا مواد اس نوعیت کا ہے کہ محقق کو بہت کچھ سکھانے کا سزاوار ٹھہر سکتا ہے۔خاص طور پر موضوع کی تلاش میں اِس کی افادیت مسلّم ہے ۔اِس سلسلے میں کتاب کا پہلا اور آخری حصہ زیادہ اہمیت رکھتے ہیں ۔اقبالیات کے حوالے سے جو اعداد وشمار کتاب میں موجود ہیں وہ بھی کتاب کی انفرادیت میں اضافہ کرتے ہیں ۔

کتاب کی ترتیب بھی اپنی مثال آپ ہے۔اس سلسلے میں کتاب کے مرکزی عنوانات کے علاوہ کتاب کے بیشتر حصوں میں ہر اہم بحث کو الگ الگ نمبر شمار کے تحت رکھا گیا ہے جس سے متعلقہ موضوعات مزید ذیلی حصوں میں تقسیم ہو کر استفادے کے لیے اور بھی آسان ہو گئے ہیں ۔

المختصر !سیّد معین الرحمن نے اپنی اِس کاوِش میں جامعات میں سندی تحقیق کے سفر کو اس خوبصورت انداز اور محنت وتوجہ سے صفحۂ قرطاس پہ اُتارا ہے کہ اپنی مثال آپ ہے۔اس میں نہ صرف سندی تحقیق کی تاریخ واضح کی گئی ہے بلکہ اقبال کے حوالے سے دنیا بھر میں ہونے والی تحقیق کا احاطہ بھی کیا گیا ہے ۔مجموعی طور پر یہ کتاب اردو فنِ تحقیق کی روایت میں ایک اہم اور منفرد اضافہ ہے جس سے نہ صرف جامعات میں ہونے والی اردو تحقیق کے

ایک طویل دورانیے کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ اردو ادب کے نوجوان محققین کی فکر میں وسعت لانے کا سامان بھی فراہم کرتی ہے۔فنِ تحقیق کے ذیل میں یہی اس کتاب کی خوبی ہے۔

تحقیق کا فن

ڈاکٹر گیان چند اردو زبان و ادب کے بڑے محقق، بلند پایہ اُستاد اور ماہرِ لسانیات ہیں۔ان کی تصانیف اردو زبان و ادب میں حوالے کی کتاب کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔"تحقیق کا فن" ان کی تحریر کردہ بہترین کتابوں میں سے ایک ہے جو فن تحقیق پر لکھی گئی ہے۔انہوں نے خود لکھا ہے کہ "تحقیق کا فن" کو میں اپنی بہترین کتاب سمجھتا ہوں۔یہ کتاب اردو فن تحقیق اور اس کے جملہ لوازمات کا مکمل احاطہ کرتی ہے اور طلباء و اساتذہ کی تمام ضرورتوں کو سامنے رکھ کر تحریر کی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہندو پاک کی تقریباً تمام بڑی یونیورسٹیوں میں بطورِ نصاب شامل ہے۔

یہ کتاب سب سے پہلے اتر پردیش اردو اکادمی کے زیرِ اہتمام ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔اس کی ضرورت و اہمیت کے پیشِ نظر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے ۱۹۹۴ء میں اس کا پہلا پاکستانی ایڈیشن شائع کیا۔۲۰۰۲ء، ۲۰۰۳ء میں اسی ادارے نے اس کے مزید دو ایڈیشن شائع کیے۔۲۰۰۵ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی نے اس کا ایک اور ایڈیشن ہندوستان سے شائع کیا۔حال ہی (۲۰۰۷ء) میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے اس کا ایک نیا ایڈیشن پھر شائع کیا ہے۔اور اسی سے اس کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

'تحقیق کا فن' اردو فن تحقیق کی روایت میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔یہ اردو اصولِ تحقیق کے ان تمام دھاروں کو یکجا کرتی ہے جو اس سے پہلے مختلف سمتوں میں بہتی رہیں۔۱۹۹۰ء سے پہلے اس سلسلے میں جتنی بھی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں اور جتنے مقالات و مضامین لکھے گئے ہیں یہ ان سب کا نچوڑ کہی جا سکتی ہے۔اس میں پہلی مرتبہ جامع اور مبسوط انداز میں نہ صرف تمام لوازمات تحقیق جمع کیے گئے ہیں بلکہ بعض نئے پہلوؤں کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔موضوع، خاکہ، مواد کی فراہمی، مطالعہ اور نوٹ لینے کے طریقے، مقالہ کی تسوید، زبان و بیان، مقالہ کی ہیت وغیرہ جیسے روایتی موضوعات سے آگے بڑھ کر انہوں نے کسی ادیب پر مقالہ، تواریخ ادب کا جائزہ، صنف، رجحان، تحریک، دبستان، اجتماعی تحقیق، بین العلومی تحقیق اور تصحیحی تحقیق جیسے دیگر متعلقہ موضوعات کو پہلی مرتبہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تدوین متن کا باب الگ ایک چھوٹی سی تصنیف کا درجہ رکھتا ہے۔اردو تحقیق کا وسیع سرمایہ اس کی تصنیف میں پس منظر کا کردار ادا کرتا ہے۔انہوں نے عمومی تحقیق کو بھی ملحوظ رکھا ہے لیکن سندی تحقیق کو خاص طور پر پیشِ نظر

رکھا ہے۔انھوں نے نئے اصطلاحات بھی متعارف کرائے ہیں۔اگر چہ بنیادی طور پر یہ کتاب روایتی اصولِ تحقیق ہی کے دائرے میں گھومتی ہے اور زیادہ تر انہی موضوعات کو بیان کرتی ہے جو اس سے پہلے موجود تھیں۔لیکن ایک الگ انداز سے، نئے اضافوں کیساتھ اور جدید اصولِ تحقیق کی روشنی میں۔

ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب 'تحقیق کا فن' میں سب سے اہم بحث اسلوب کے حوالے سے کی ہے۔وہ تحقیقی اسلوب میں شگفتگی کے قائل ہیں۔انھوں نے خود اس کتاب میں اس کا مظاہرہ کیا ہے۔ساڑھے چھ سو سے اوپر صفحات ہیں لیکن پڑھتے ہوئے کوئی بوریت محسوس نہیں ہوتی۔اُن کی کتاب میں بے تکلفی ایسی ہے کہ قاری بہت جلد ان سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔اس میں ایک روانی، سلاست اور وضاحت ہے۔ان کے ہاں ابہام نہیں، خشک اور غیر شخصی اسلوب کے وہ مخالف ہیں۔وہ دوسروں کو بھی شگفتگی کا درس دیتے ہیں۔اسلوب کے حوالے سے انھوں نے کتاب کے پیش لفظ میں تین چیزوں کی بھرپور وکالت کی ہے:

۱۔ تحقیق کی زبان غیر دلچسپ اور بوجھل نہیں بلکہ سلیس و شگفتہ ہونی چاہیے۔

۲۔ تحقیق کو غیر شخصی اسلوب میں نہ لکھیے۔قاری اور اپنے بیچ ایک رشتہ شناسائی قائم کیجیے۔ اور اسے اپنا رفیق سفر بنا کر آگے بڑھیے۔

۳۔ فٹ نوٹ اور حوالے کم ہونے چاہئیں۔مختصر حوالوں کو متن کے بیچ ہی درج کرنا بہتر ہے۔(۴۵)

تحقیق کا فن' میں کل ۲۲ ابواب ہیں۔ابتداء میں ایک ''پیش لفظ'' اور آخر میں تحقیقی اصطلاحات کی ایک فرہنگ، کتابیات اور کتاب کا طویل اشاریہ شامل ہے۔کتاب کے اہم موضوعات (ابواب) میں موضوع، خاکہ، مواد کی فراہمی، مطالعہ اور نوٹ لینا، مقالہ کی تسوید، زبان و بیان، ہیت اور تدوین متن وغیرہ شامل ہیں۔ذیل میں کتاب کے اہم پہلوؤں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

کسی بھی نئے محقق کے لیے تحقیقی موضوع کا انتخاب مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ڈاکٹر گیان چند کی یہ کتاب اس سلسلے میں بہترین رہنمائی کرتی ہے۔انھوں نے ایک الگ باب میں اس پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیا ہے۔پہلے انھوں نے سندی اور غیر سندی مقالوں کا فرق واضح کیا ہے، اس کے بعد مناسب اور نا مناسب موضوعات دکھائے ہیں جس کی روشنی میں ہر طالب علم اپنے لیے موضوع کی تلاش خود کرسکتا ہے۔ان کے نزدیک موضوع طالب علم اور نگران دونوں کے مزاج سے ہم آہنگ ہو۔موضوعات کی مختلف قسمیں شامل کر کے انھوں نے اس باب کی افادیت

دو چند کر دی ہے۔خود لکھتے ہیں:

> ''یہ سچ ہے کہ فن تحقیق کی کتاب میں تحقیق کے موضوع کے انتخاب کے طریقے ہی درج کرنے چاہئے۔اچھے اور برے موضوعات کی شناخت کا معیار مقرر کرنا چاہئے ،خود موضوعات تجویز کرنے کی ضرورت نہیں۔لیکن بات کو زیادہ واضح کرنے ،نیز سکالروں کی سہولت کیلئے چند موضوعات بھی سپردِقلم کیے گئے ہیں۔''(۴۶)

موضوع کے بعد ''خاکہ'' تحقیقی عمل میں بنیادی اہمیت کی حامل سرگرمی ہے۔اس پہلو پر اصولِ تحقیق سے متعلق اس سے پہلے کے سرمایے میں بہت کم توجہ دی گئی تھی۔(۴۷) ڈاکٹر گیان چند نے پہلی مرتبہ مربوط انداز میں اس پر قلم اٹھایا ہے۔انہوں نے اس کو ایک مسلسل عمل قرار دیکر اس کے اصولوں میں ترقی پیدا کی۔وہ خاکے میں غیر ضروری سیاسی وسماجی پس منظر کی مخالفت کرتے ہیں۔انھوں نے نمونے کے طور پر چند ایک خاکے شامل کر کے گویا عملی تربیت کا سامان بھی فراہم کر دیا ہے۔

مواد کی فرہمی سے متعلق باب میں انھوں نے نہ صرف نوجوان محقق کو مواد تک رسائی کے طریقے سمجھائے ہیں بلکہ مواد کے اربابِ اختیار کو بھی مدد پر اُکسایا ہے۔مطالعہ اور نوٹ لینے کے طریقے اب اگر چہ جدید اصولوں کے تحت کچھ اور ترقی یافتہ شکل میں آرہے ہیں،لیکن گیان چند نے بھی روایتی تمام طریقوں میں بہترین طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

''مقالہ کی تسوید'' کے سلسلے میں زیادہ تر مغربی مصنفین سے مدد لی گئی ہے۔کتاب کا یہ باب مقالہ لکھنے کے لیے مناسب کوشۂ تحریر تک کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔وہ حشویات سے پرہیز پر خصوصی زور دیتے ہیں۔اپنی کتاب ''ذکر و فکر'' کے حوالے سے وہ اس کی مزید وضاحت یوں کرتے ہیں:

> ''رشید حسن خان نے مجھے لکھا کہ ہر چیز مجموعے میں شامل کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ان کا یہ مشورہ واقعی برجستہ تھا۔کتاب میں ص ۳۷۰ سے ۴۸۴ تک چھوٹے چھوٹے مقدّمے اور تبصرے ہیں۔اب سوچتا ہوں کہ ان ۱۱۵ صفحات کو حذف کر دیا جاتا تو کتاب کی قدر و قیمت بڑھ جاتی۔کیونکہ اس میں سے ہلکی چیزیں نکل جاتی۔''(۴۸)

کتاب کا ایک اور باب زبان و بیان سے متعلق ہے اور یہی باب کسی حد تک متنازعہ بھی ہے۔ڈاکٹر گیان چند نے تحقیق کے اسلوب کے لیے شگفتگی اور شخصی انداز کو پسند کیا ہے۔اسلوب کی بحث کے آغاز میں انھوں نے پہلے ان اُمور پر روشنی ڈالی ہے جن کی پیروی تحقیقی اسلوب میں لازم ہے اور جن کو سب مانتے ہیں۔اس کے بعد

شگفتہ اسلوب کی حمایت اور غیر شخصی اسلوب کی مخالفت کی ہے۔اگر چہ اس سلسلے میں ان سے اختلاف کے زاویے موجود ہیں لیکن انھوں نے تقریباً ہر بڑے محقق کی تحریروں سے ''میں'' یا ''ہم'' جیسے شخصی الفاظ تلاش کر کے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی ''تاریخ ادب اردو'' (جلد اول) میں تو ان کا نام بھی متن کے اندر تلاش کرتے ہیں:

''لیکن اب جمیل جالبی! کس کس کا ذکر کرو گے؟ تاریخ میں تو صرف انہی لوگوں کا ذکر ہوسکتا ہے جو۔۔۔۔۔۔۔'' (۴۹)

کتاب کا ایک اور باب ''ہیت'' کے موضوع پر ہے۔یہ حصہ سندی مقالے کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔فہرست عنوانات، مقدمہ، حواشی، کتابیات، فرہنگ، ضمیمہ، اشاریہ، رموز اوقاف، علامات، مخففات وغیرہ تمام پہلوؤں پر اس باب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب میں پندرواں باب ''تدوین متن'' سے متعلق ہے، جو طویل تر ہے۔ان کے نزدیک 'تدوین متن' یا ڈاکٹر خلیق انجم کی وضع کردہ اصطلاح 'متنی تنقید' کے مقابلے میں ''ترتیبِ متن' 'اس کے لیے زیادہ مقبول عام اصطلاح ہے۔انھوں نے تدوین متن سے متعلق تمام ضروری نکات اس باب میں سمیٹے ہیں۔'تدوین متن' کی تعریف سے لے کر مقدمے، حواشی، فرہنگ، اشاریہ، ضمیمہ، وغیرہ تمام متعلقات بھی مناسب مثالوں کی روشنی میں اس باب کے اندر بیان ہوئے ہیں۔

تحقیق کا فن' کے بعض موضوعات ایسے ہیں جو تحقیق سے متعلق ہو کے بھی بڑی حد تک لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب میں ایسے موضوعات کو باقاعدہ ابواب بنا کر شامل رکھا ہے اور اُن کے حوالے سے متعلقہ تحقیقاتی دائرہ بھی واضح کیا ہے۔ذیل میں ان کے ایسے ہی بعض ابواب کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ایک ادیب پر مقالہ: اردو تحقیق میں زیادہ کام ادیبوں ہی پر ہوا ہے۔یہ باب ادیب/شاعر پر لکھنے کے طریقۂ کار کی وضاحت کرتا ہے۔(۵۰)

ادبی تاریخ: تاریخ کا سب سے مہتمم بالشان کام پورے ادب کی تاریخ لکھنا ہے۔ادبی تاریخ لکھنے کے کیا اُصول اور کیا مقاصد ہیں، اس باب میں انہی نکات پر غور کیا گیا ہے۔

ادب کے کسی جزو پر تحقیق: کسی دور، علاقہ، گروہ یا طبقہ یا ادارے کو موضوع بنانے کے سلسلے میں یہ باب رہنمائی

کرتا ہے۔

صنف،تحریک،دبستان،رجحان: اپنے عنوان میں واضح ہے۔

اجتماعی تحقیق: اس میں اجتماعی تحقیق کے دوطریقے بیان ہوئے ہیں۔نیز ایک مرکزی ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے قیام پر زور دیا گیا ہے۔

حوالے کی کتابیں: حوالے کی کتابوں کی تیاری کے لیے انھوں نے اس باب میں ۲۴ موضوعات کی تفصیل کے ساتھ نشاندہی کی ہے۔

بین العلومی تحقیق: زیادہ تر اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور بعض مشترکہ موضوعات کی وضاحت بھی ہے۔

ادبی لسانیات: ادب اور لسانیات کے مشترکہ موضوعات۔

تصحیحی تحقیق: وہ ایسی تحقیق کی حمایت کرتے ہیں لیکن اعتراضات کا لہجہ مناسب ہو۔

گیان چند کے ہاں تحقیق کی تعریف،اس کی قسمیں،تحقیق وتنقید کا رشتہ،محقق ونگران کے اوصاف، مقالے کا حجم وغیرہ جیسے روایتی نکات کی وضاحت بھی منفرد انداز میں ملتا ہے۔کتاب کے آخری باب میں انھوں نے تاثراتی انداز میں اچھے محقق کی چند دیگر خوبیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔اُن کے خیال میں محقق میں نقاد اور تخلیق کار کی صلاحیتیں بھی بدرجہ اتم موجود ہونی چاہیے۔اس کتاب میں تحقیق سے متعلق بعض ضروری اصطلاحات کی ایک فہرست،اشخاص،شخصیات اور رسالوں کے حوالے سے کتاب کا مکمل اشاریہ بھی موجود ہے۔

مجموعی طور پر ''تحقیق کا فن'' ایک ایسی کتاب ہے جو نہ صرف مصنف کے لیے باعث افتخار ہے۔ بلکہ اردو فن تحقیق کی پوری روایت کو بھی اس پر فخر کرنا چاہیے۔یہ فن تحقیق کے سلسلے میں اب تک کی جامع ترین تصنیف ہے جو نہ صرف تحقیق اور تدوین کے مختلف طریقہ ہائے کار کا احاطہ کرتی ہے بلکہ بعض متعلقہ اُن پہلوؤں کو بھی زیر بحث لاتی ہے جو اس سے پہلے کی کتابوں میں نظر انداز کیے گئے۔اس کے مباحث میں کہیں بھی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ہر ضروری نکتے کی وضاحت تفصیل سے اور مثالوں کے ذریعے کی گئی ہے۔جو اُصول انھوں نے اپنی کتاب میں دکھائے ہیں یہ کتاب اس کی عملی تصویر ہے۔

اُن کا انداز انتہائی معروضی ہے۔وہ اپنے تجربات و مشاہدات ہی کی روشنی میں بات کرتے ہیں۔اپنی غلطیوں پر بھی گرفت کرتے ہیں۔اختلافی نکات کی وضاحت میں بھی ان کا نقطۂ نظر ہمدردانہ ہوتا ہے۔ہر ضروری حوالہ موجود ہے۔دوسروں کے کاموں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔وہ قاری کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور فن

تحقیق کے مختلف پہلوؤں میں ان کی تربیت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی ''پیش لفظ'' میں اس کی افادیت یوں واضح کرتے ہیں:

''اس کتاب میں نہ صرف ان کی زندگی کے علمی وتحقیقی تجربوں اور وسیع، گہرے مطالعے کا نچوڑ آ گیا ہے بلکہ ترتیب کے ساتھ فن تحقیق کے وہ سارے پہلو بھی سامنے آ گئے ہیں جو تحقیق کرنے والے ہر طالب علم، ہر استاد اور سب محققوں کے لیے نہایت مفید ہیں۔اس کتاب کے مطالعے سے تحقیق کرنے والوں کی ایسی تعلیم وتربیت ہو جاتی ہے، جن کی مدد سے وہ تحقیق کو سائنٹفک بنیادوں پر قائم کر سکتے ہیں۔اس کتاب کے مطالعے سے ایک طرف ایم فل / پی ایچ ڈی کے مقالوں کا معیار بلند ہوگا، تحقیق وتدوین کی بہتر صورت وجود میں آئے گی اور ساتھ ہی تحقیق کرنے والوں میں ایک گہرا شعور بھی پیدا ہوگا۔''(۵۱)

ڈاکٹر عطش درانی نے اس کتاب کی خوبیوں کا احاطہ ان الفاظ میں کیا ہے:

گیان چند جین کی کتاب 'تحقیق کا فن' پہلی مبسوط کتاب ہے جو ادبی تحقیق کے اصول اور تکنیک شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتی ہے۔تاہم اس میں عمومی تحقیق کاری کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے اور جابجا اردو کے تحقیقی کاموں سے مثالیں دی گئی ہیں۔موضوع، خاکہ، مواد، مطالعہ، جائزہ، تسوید، زبان وبیان اور ہیئت اس کے خصوصی ابواب ہیں۔تدوین متن ایک الگ موضوع کے طور پر زیر بحث لائی گئی ہے۔بعض نئی اصطلاحات بھی وضع کی گئی ہیں جن میں تحقیقی تصورات بیان ہوئے ہیں۔''(۵۲)

ڈاکٹر گیان چند کی یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۹۰ء میں منظر عام پر آئی۔اس وقت تک جتنے بھی تصورات فن تحقیق سے متعلق تھے ان تمام کا بھرپور تفصیلی احاطہ اس کتاب کے اندر کیا گیا ہے۔تاہم اب جدید تحقیق میں کچھ نئے تصورات ایسے بھی داخل ہوئے ہیں جو نئے سائنسی تحقیقی اصولوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ڈاکٹر عطش درانی نے اسی نقطۂ نظر سے اس کتاب کا تجزیہ اس طرح کیا ہے:

''اصولی طور پر یہ کتاب روایتی تحقیق کی روش ہی کو پروان چڑھاتی ہے۔تکنیک، مسئلہ، فرضیہ، تحدید، ڈیزائن اور نتائج وسفارشات پر کوئی باب شامل نہیں اور نہ ہی انھیں کوئی اہمیت دی گئی ہے۔ادبی تحقیق کے تجربات کو پیش کرتے ہوئے بھی وہ زیادہ تر اپنی ہی

واردات (Experience) پر انحصار کرتے ہیں۔چنانچہ روایتی دبستانوں کی روش اس
میں بھی جھلکتی ہے۔''(۵۳)

ڈاکٹر عطش درانی تحقیق کے طریقۂ کار کے حوالے سے اپنا جدید سائنسی تصوّرات پر مبنی نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔اپنی منضبط کتاب ''جدید رسمیات تحقیق'' میں انھوں نے یہی نقطۂ نظر اپنایا ہے۔ڈاکٹر گیان چند کی کتاب ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب سے ۱۷ سال پہلےلکھی گئی۔اس وقت تک جدید تصورات اردو کے حوالے سے ابھی عام نہیں ہوئے تھے۔اُن کی کتاب میں روایتی موضوعات یقیناً زیادہ ہیں، لیکن یہ موضوعات ادبی تحقیق کے زیادہ قریب ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگ اس روایتی تصور تحقیق کو ہی پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تکنیک،فرضیہ،مفروضہ، ڈیزائن،تحدید وغیرہ سائنسی یا تعلیمی نوعیت کی تحقیقات میں تو کارآمد ہو سکتے ہیں لیکن ادبی تحقیق میں اِن کی افادیت زیادہ نہیں۔

بہر حال اس بحث سے قطع نظر 'تحقیق کا فن' فن تحقیق کی روایت میں اپنا ایک الگ اور نمایاں مقام رکھتی ہے۔خود ڈاکٹر عطش درانی نے اپنی کتاب میں اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔اس کتاب کی سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ یہ جن اصولوں کی بحث کرتی ہے وہ واقعی قابل عمل ہیں۔جامعیت،معروضیت اور شگفتگی اس کتاب کی چند دیگر نمایاں خوبیاں ہیں۔اردو اصول تحقیق کے ضمن میں بعد میں آنے والی بیشتر تحریروں پر اس کتاب کا واضح اثر نظر آتا ہے اور اسی سے اس کتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

ریسرچ کیسے کریں؟

ریسرچ کیسے کریں؟ کے مصنف ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی ہیں،جنہوں نے اس کا آغاز اپنے دور طالب علمی میں کیا اور سات آٹھ سالوں میں اس کی تکمیل کر سکے۔(۵۴) ۱۹۹۰ء میں شاد پبلی کیشنز نئی دہلی کے زیر اہتمام اشاعت پذیر اس کتاب میں صفحات کی کُل تعداد ۴۷۲ ہے۔کتاب کے بنیادی ابواب صرف تین ہیں لیکن ان کو ذیلی ابواب سے کافی حد تک گرانبار کیا گیا ہے۔کتابیات کو چوتھا باب شمار کیا گیا ہے جو کہ جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں درست تصوّر نہیں ہوتا۔

کتاب کا ''پیش لفظ'' ڈاکٹر نذیر احمد نے تحریر کیا ہے جس میں کتاب و مصنف کا تعارف تحقیقی پس منظر کے ساتھ درج ہے۔''تعارف'' کے عنوان کے تحت پروفیسر نثار احمد فاروقی نے بھی مصنف کے ذہنی و تعلیمی سفر کا جائزہ لیا ہے۔ان کے ہاں ریسرچ کی وضاحت اور قرآن و حدیث کی جمع و ترتیب کے علاوہ اسلامی تحقیق کے دیگر

معیارات کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ کتاب میں مصنف کا تحریر کردہ ''مقدمہ'' الگ سے ہے جس میں کتاب کی تالیف کا پس منظر اور اس کے لیے جواز تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تحقیقی عمل کو بذاتِ خود برت کر جن لوگوں نے تحقیق کے اصول وضوابط پہ قلم اٹھایا ہے ان میں ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی بھی شامل ہیں۔ زیرِ بحث تصنیف دراصل ان کے ایسے ہی ذاتی تجربات کی روشنی میں تیار کی گئی کاوش ہے جو تحقیق کے اصولوں سے سروکار رکھتی ہے۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا یہ کتاب تین بڑے ابواب (حصّوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جہاں تک پہلے حصے کا تعلق ہے اس میں ریسرچ کے مراحل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں تنقید و تحقیق کے باہمی روابط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ تیسرے حصے/باب میں تدوینِ متن کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ذیل میں کتاب کے مشمولات کی مزید توضیح پیش کی جا رہی ہے۔

کتاب کا پہلا باب جس کا عنوان ''ریسرچ مرحلہ بہ مرحلہ'' ہے، طویل تر ہے اور تقریباً سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس باب میں آٹھ ذیلی عنوانات کے تحت نئے سکالر کے سامنے پیش آنے والے تحقیقی مراحل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ابتداء میں ریسرچ یا تحقیق کی تعریف متعین کرتے ہوئے انھوں نے عملی اور نظری تحقیق کی وضاحت کر دی ہے۔ نئے سکالر کی خصوصیات، موضوع کی تلاش، نگران، ببلیوگرافی، لائبریری کا استعمال، مواد کی فراہمی، اقتباسات، مقالے کی ترتیب، حاشیہ، کتابیات، ضمیمہ اور مقالے کی فائل کاپی وغیرہ جیسے تمام ضروری مباحث کو اختصار کے ساتھ لیکن مبتدیانہ انداز میں اس باب میں سمیٹا گیا ہے۔ ان کے مخاطب چونکہ نوجوان اور نووارد محققین ہیں لہٰذا نئے سکالر کے سامنے جنم لینے والے بعض مسائل کو انھوں نے زیادہ اہمیت دی ہے، اور اُن کو مثالوں کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد اس باب کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''پہلے باب میں ریسرچ سکالروں کو جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اُن کا احاطہ کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ محقق کی ساری ضرورتوں کا احاطہ کرنا دشوار ہے، پھر بھی اس باب کے مطالعے سے محقق زبان کی عام ضرورتیں پوری ہوسکتی ہیں۔'' (۵۵)

کتاب کے دوسرے باب ''تنقید و تحقیق'' کی صراحت مصنف نے اپنے مقدمے میں خود اس طرح کیا ہے:

> ''کتاب کا دوسرا باب تنقید و تحقیق سے متعلق ہے۔ پہلے تحقیق اور پھر تنقید اور اس کے بعد ان دونوں کے باہمی رشتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تنقیدی مطالعہ کس طرح کرنا چاہیے؟

> اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟اس سلسلے میں فارسی ،اردو اور عربی کے طلباً کی نفسیات اور اُن کے دائرہ کار کا لحاظ رکھتے ہوئے انھیں تین بنیادی مضامین یعنی ’’تزکرہ‘‘،’’تصوف‘‘ اور ’’ادب‘‘ کے تنقیدی مطالعہ کے سلسلے میں پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔‘‘(۵۶)

اُنھوں نے اس حوالے سے مذکورہ تمام گوشوں کا تعارف کرانے کے بعد ان پر تنقید کرنے کی نوعیت واضح کی ہے اور عملی نمونے بھی فراہم کیے ہیں۔ کتاب کے اس باب میں بھی نئے محقق کی رہنمائی کے لیے اچھے مواد کو جگہ دی گئی ہے۔ بطورِ خاص مثالوں کی خاطر عملی نمونے فراہم کرنے کی روایت اس کتاب کی انفرادیت ہے۔

تدوین تحقیق کا ایک اہم شعبہ ہے۔ خاص کر مشرقی زبانوں میں اس کی اہمیت بوجوہ بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فنِ تحقیق سے متعلق تقریباً تمام اہم کتابوں میں اس پر مواد ضرور ملتا ہے۔ ڈاکٹر نورالاسلام صدیقی نے بھی اپنی کتاب میں اس موضوع کو نظر انداز نہیں کیا۔ ان کی کتاب کا تیسرا باب اسی موضوع سے سروکار رکھتا ہے، جس میں فنِ تدوین کے تمام قابل ذکر مباحث بیان ہوئے ہیں۔ اس باب کے آغاز میں انھوں نے تدوین کے طریقِ کار پر روشنی ڈالی ہے، جس کے بعد نسخوں کی تلاش اور حصول، نسخوں کے مختلف مراتب، اُن کی ترتیب و تدوین کے علاوہ مخطوطات کے حوالے سے بھی بعض ہدایات درج کی ہیں۔ ایک دانشور کے حوالے سے تدوین کے ضمن میں درج کرتے ہیں:

> ’’(Editing) جس کے لیے ترتیب کے بجائے تدوین کی اصطلاح مناسب تر ہے، ایک بسیط فن ہے، اور لطف یہ ہے کہ اس میں گنجائش بھی موجود ہے کہ ’بقدر شوق‘ اس کی وسعتوں میں اضافے بھی ہو سکیں، اس لیے اس فن کی حدوں کا تعین کرتے ہوئے احتیاط کی ضرورت ہے، تدوین خالصتاً ایک عملی فن ہے اور اس کے برتنے، دیکھنے یا سمجھنے کے لیے بھی اسی نگاہ اور ذہن کی ضرورت ہے۔‘‘(۵۷)

مختصراً اس باب میں متن کیا ہے؟، متن کی زبان، تحقیق و تدوین متن کا مقصد، متن کتاب کے مختلف درجے، تحقیق و تدوین متن کی پیچیدگیاں، محقق یا مدوّنِ متن کے صفات، نسخوں کی تلاش اور حصول کے طریقے اور نسخوں کے مختلف مراتب کے حوالے سے انھوں نے متوازن مواد کو جگہ دی ہے۔

کتاب کے آخر میں کتابیات درج ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ فنِ تحقیق سے متعلق اس وقت تک شائع ہونے والی تمام اہم کتابیں مصنف کے پیشِ نظر رہی ہیں۔ کتاب میں مذکورہ کتابوں کے حوالے جا بجا نظر بھی آتے

ہیں، جن سے کتاب کو مفید بنانے میں مدد ملی ہے۔

کتاب نئے محققین اور طالب علموں کے لیے ترتیب دی گئی ہے، جو یقیناً ان کے لیے کسی تحفے سے کم نہیں۔ کیونکہ اس میں موجود زیادہ تر ایسے نکات زیر بحث لائے گئے ہیں، جو نوجوان محققین کو ہی عموماً درپیش آسکتے ہیں۔

یہ کتاب چونکہ ایک نوجوان محقق کی کاوش ہے لہذا بعض کمزوریوں کا احساس بھی ہوتا ہے۔ مثلاً پہلے باب میں خاکہ جیسے اہم موضوع کا محض ذکر ہوا ہے، کوئی تفصیلی وضاحت نہیں حالانکہ نئے محقق کے سامنے خاکہ بنانے کا عمل کسی پہاڑ سے کم محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح کتاب کے دوسرے باب 'تنقید و تحقیق' کی اہمیت موجود ہے لیکن جس طوالت اور غیر ضروری مثالوں سے اس کو گرانبار کیا گیا ہے اس کی ہرگز ضرورت نہیں تھی۔

مجموعی طور پر یہ کتاب تحقیق کے نوجوان محققین کے لیے کارآمد مواد کا حامل ہے۔ مصنف نے کو اکثر اصولوں کو اپنے تجربات کی روشنی میں دکھایا ہے لیکن موضوع سے متعلق دیگر اہم کتابوں سے استفادہ بھی کیا ہے جس سے اس کے مباحث کافی حد تک وقیع ہو گئے ہیں۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں ان نکات کو بھی جگہ دی گئی ہے جو دوسرے مصنفین کے ہاں نظر انداز ہوئے ہیں۔

یہ کتاب جزیات نگاری کی بھی ایک خوبصورت مثال ہے۔ اس کا اسلوب بھی انتہائی متوازن اور رواں ہے جو اپنے مباحث کی پوری ترسیل میں کامیاب ہے۔ اس کتاب میں جامعیت بھی ہے اور ترتیب بھی۔ گو یہ روایتی تحقیق سے ہی سروکار رکھتی ہے اور اس میں بعض کمزوریوں کی نشاندہی بھی مشکل نہیں، لیکن اس کی خوبیوں میں آسانی سے اس کی خامیوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اردو فن تحقیق کی روایت میں یقیناً اس کتاب کو مقام حاصل ہے۔ یہ ایک طالب علمانہ کاوش ہے لیکن بعض حوالوں سے یہ بڑے محققین کی کتابوں پر بھاری ہے۔

آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق

اردو زبان و ادب کی ترقی میں اردو کے بعض تحقیقی اور اشاعتی اداروں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو علم و تحقیق کے اہم مرکز دہلی میں بھی اس وقت چند ادارے اردو ادب کی فروغ و اشاعت اور تحقیق میں سرگرم عمل ہیں۔ انہی اداروں میں سے ایک دہلی اردو اکادمی بھی ہے، جس نے اپنے سفر کا آغاز ۱۹۸۱ء سے شروع کیا تھا۔ ایک چھوٹے سے دفتر سے اپنے کام کا آغاز کرنے والے اس ادارے کا شمار اب اردو کے فعال ترین اداروں میں ہوتا ہے۔ اردو زبان و ادب اور ثقافت کے فروغ میں اس ادارے کی کوششوں کو ہمیشہ تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا

ہے۔اس ادارے کی دیگر علمی و ادبی کارناموں سے قطع نظر ایک اہم سرگرمی اعلیٰ معیار کی علمی اور ادبی کتابوں کی اشاعت ہے۔

زیرِ مطالعہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں آزادی کے بعد دہلی میں ہونے والی تحقیقی سرگرمیوں کا تعارف اور بعض اہم تحقیقی مضامین جمع کیے گئے ہیں۔سلسلۂ مطبوعاتِ اردو اکادمی دہلی کے پنتالیسویں نمبر پہ شائع ہونے والی اس کتاب کی اب تک تین اشاعتیں منظر عام پر آچکی ہیں۔جن کی اشاعت مذکورہ ادارے نے خود کی ہے۔ان میں پہلی اشاعت ۱۹۹۰ء، دوسری ۱۹۹۲ء اور تیسری اشاعت ۲۰۰۱ء میں ہوئی ہے۔

کتاب کے ابتداء میں ایک مختصر ''حرف آغاز'' ہے۔جس کے بعد کتاب کے مرتب ڈاکٹر تنویر احمد علوی کا ایک تعارفی مقالہ شامل ہے۔''دہلی میں اردو تحقیق ایک منظر نامہ'' کے عنوان کا یہ مقالہ ۱۹۲۵ء میں دہلی کالج کے قیام سے لیکر ۱۹۹۰ء تک کی ان علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کا مختصر تذکرہ ہے، جس کا مرکز ''دہلی'' رہا ہے۔مذہبی مناظروں سے لیکر تعلیمی اداروں، دہلی کالج، شعبۂ اردو اور دیگر ذرائع سے ہونے والے اردو تحقیقی کوششوں کا اجمالی جائزہ یا زیادہ مناسب منظر نامہ اس تحریر میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔چونکہ اس موضوع کا دائرہ بہت وسیع بنتا ہے لہٰذا اس مضمون میں کہیں نہ کہیں تشنگی کا احساس بھی ضرور اُبھرتا ہے۔اس قدر پھیلے ہوئے موضوع کا حق ادا کرنا ویسے بھی ایک چھوٹے سے مقالے میں ممکن نہیں تھا۔

زیرِ بحث کتاب مضامین کا مجموعہ ہے اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔اس کے پہلے حصے میں پانچ مضامین ہیں جبکہ دوسرے حصے میں نو مضامین کو جگہ دی گئی ہے۔پہلا حصہ جو ''اصولیاتِ تحقیق'' کے عنوان سے ہے، درجہ ذیل نگارشات پر مشتمل ہے:

۱۔ مخطوطات۔	مالک رام
۲۔ ادبی تحقیق کے بعض مسائل۔	ڈاکٹر محمد حسن
۳۔ غیر معتبر حوالے (ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ)	رشید حسن خان
۴۔ بنیادی نسخہ۔	ڈاکٹر خلیق انجم
۵۔ متن اور روایتِ متن	ڈاکٹر تنویر احمد علوی

یہ تمام نگارشات مذکورہ بالا ادیبوں کے رشحاتِ قلم سے ہیں اور اُن کی کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں چنانچہ کتاب کے مرتب اس کی وضاحت یوں پیش کرتے ہیں:

''یہ نگارشات ایسے مضامین کا حصہ ہیں جوان صاحبِ قلم حضرات نے اپنی کسی تصنیف کے کسی اہم جُزو کے طور پر لکھے ہیں۔اور کسی خاص بحث کواس میں قلم بند کیا ہے یا پھر کسی موضوع پر مستقل مقالے کی صورت میں ترتیب دیا ہے۔مالک رام صاحب اور ڈاکٹر حسن صاحب کے مقالات اس ذیل میں آتے ہیں۔خلیق انجم،رشید حسن خان اور راقم الحروف سے نسبت کے ساتھ جو رشحاتِ قلم یہاں درج کیے گا رہے ہیں،وہ ان کی تصانیف کا حصہ ہیں۔مثلاً بنیادی متن خلیق صاحب کی کتاب ''متنی تنقید'' سے اخذ کیا گیا ہے۔غیر معتبر حوالے رشید حسن خان کے مجموعۂ مقالات ''ادبی تحقیق،مسائل اور تجزیہ'' کے اسی عنوان کے ذیل میں آنے والے ایک موالے کا حصہ ہیں۔متن اور روایتِ متن راقم الحروف کی کتاب اصولِ تحقیق اور ترتیبِ متن کا حصۂ آغاز ہے۔''(۵۸)

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ یہ تمام مضامین اس سے پہلے کی دیگر کتابوں میں زیرِ بحث آ چکے ہیں لہٰذا یہاں پر تکرار کی ضرورت مناسب معلوم نہیں ہوتی۔تاہم اتنا ضرور کہا جائے گا کہ یہ تحریریں اپنے اپنے موضوع کے حوالے سے اہم دستاویز کا درجہ رکھتی ہیں،اور چوٹی کے محققین کے تجربات کا نچوڑ ہیں۔

کتاب کے دوسرے حصے میں شامل مضامین کا تعلق تحقیقی اصولوں سے نہیں بلکہ عملی تحقیق سے ہے۔ان کی تعداد نو ہے،اور یہ براہِ راست ہمارے موضوع کے ذیل میں نہیں آتے۔تاہم یہ تحریریں عملی تحقیق کی خوبصورت مثالیں ہیں اوران کا مطالعہ تحقیق کے بعض نکات کو سمجھنے میں ضرور معاون ہوں گے۔ان کی فہرست شامل کی جارہی ہے تا کہ ان میں شامل موضوعات کا کچھ اندازہ ہو۔

- غالب کے چند غیر مطبوعہ فارسی رقعات حضرت غمگین کے نام۔پروفیسر خواجہ احمد فاروقی
- زبان اور قواعد ایک تنقیدی جائزہ۔ مولوی حفیظ الرحمٰن واصف
- بیاض غالب۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی
- غالب کا جذبۂ حب الوطنی اور سنہ ستاون۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ
- مومن کا مسلک۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی
- پریم چند کی کہانیوں پر تحقیقی نظر۔ پروفیسر قمر رئیس
- بیاضِ گالب،تحقیقی جائزہ۔ جناب کمال احمد صدیقی

- میر حسن، خاندانی حالات۔ پروفیسر فضل حق
- رباعی کے اصول او راوزان، ایک عروضی مطالعہ۔ پروفیسر عفوان چشتی
- تذکرہ آثارالشعراء۔ پروفیسر مظفر حنفی
- بہادر شاہ ظفر۔ ڈاکٹر اسلم پرویز

کتاب چونکہ مجموعۂ مقالات ہے لہٰذا کتابیات کی نوبت نہیں آسکی ہے۔ ہر تحریر کے حوالے اور مآخذ بعض اسی صفحے اور بعض مضمون کے آخر میں دیے گئے ہیں۔ کتاب میں صفحات کی کل تعداد ۲۹۰ ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب تحقیق کے ایک اہم مرکز دہلی کی اردو تحقیق کی دنیا میں انفرادیت کو نمایاں کرتی ہے۔ یہ کتاب اگر چہ اصولوں کی حد تک زیادہ انفر دیت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ سابقہ مواد ہی کی تکرار کرتی ہے۔ تا ہم اس کے اندر دیے گئے عملی تحقیق کے بعض نمونے تحقیق کے نئے طالب علموں کو تحقیق کے خدو خال سمجھنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابتداء میں ''دہلی میں اردو تحقیق کا منظر نامہ'' کے عنوان سے کتاب کے مرتب ڈاکٹر تنویر احمد علوی کا مبسوط مقدمہ عمومی تحقیق سے متعلق ہونے کے باوجود فنِ تحقیق کے ضمن میں بھی کافی معلومات افزا ہے۔ اس سے دہلی میں فن تحقیق کی نہ صرف موجودہ صورت حال پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اردو ادب کے اس اہم مرکز میں تحقیق کی روایت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب سے دہلی کے نامور محققین کے حوالے سے بھی بعض تعارفی نکات سامنے آتے ہیں۔

حواشی

۱۔ کتاب مذکور،ص: ۹
۲۔ ڈاکٹر گیان چند نے لکھا ہے کہ یہ کتاب دراصل ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی۔ ''تحقیق کا فن''مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد (طبع سوم) ۲۰۰۳ء،ص: ۴
۳۔ ایضاً،ص: ۴
۴۔ یہ مضمون ''صحیفہ'' (لاہور) جولائی ۱۹۶۵ء،اور'' سب رس'' (حیدر آباد) اپریل ۱۹۷۳ء کے علاوہ ''اردو میں اصول تحقیق'' مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش (جلد دوم) میں بھی شائع ہوا ہے۔
۵۔ کتاب مذکور،ص: ۹۱
۶۔ کتاب مذکور،ص: ۹۹
۷۔ یہ توسیعی خطبہ اس کے علاوہ ''نقوش'' (لاہور) جنوری ۱۹۶۶ء،اور پھر کتابی صورت میں بھی شائع ہوا۔نیز ''اردو میں اصول تحقیق''، (جلد اول) مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش میں بھی شامل ہے۔
۸۔ مطبوعہ انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۸۷ء،ص: ۱۷
۹۔ یہ مضمون پہلی مرتبہ ''نیا دور'' (کراچی) شمارہ ۵/۶۔۱۹۵۶ء، اور بعد میں 'اردو میں اصول تحقیق''، (جلد اوّل) مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش میں بھی شامل ہے۔
۱۰۔ یہ مضمون ''نقوش'' (لاہور) شمارہ ۱۰۷، ۱۹۶۷ء کے علاوہ مصنف کی اپنی کتاب ''تنقید اور عصری آگہی'' میں بھی شائع ہوا ہے۔
۱۱۔ یہ مضمون ''فکر و نظر'' (علی گڑھ) جولائی ۱۹۶۴ء کے علاوہ مصنف کی اپنی کتاب 'بازیافت'' میں بھی شامل ہے۔
۱۲۔ کتاب مذکور،ص: ۲۱۷
۱۳۔ ان میں سے اوّل الذکر مصنف کی اپنی تصنیف 'ذکر و فکر' ۱۹۸۰ء، اور 'اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔
۱۴۔ کتاب مذکور،ص: ۲۵۷
۱۵۔ کتاب کا یہ حصہ ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) اور ''تحقیق شناسی'' مرتبہ رفاقت علی شاہد میں بھی

شامل ہے۔

۱۶۔ ''تحقیق کا فن''،ص: ۴

۱۷۔ وہاب اشرفی ''تاریخ ادب اردو'' (جلد دوم) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۷ء،ص: ۱۱۱۲

۱۸۔ ڈاکٹر گیان چند ''تحقیق کا فن'' مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء،ص: ۴

۱۹۔ کتاب مذکور،ص: ۱۱

۲۰۔ کتاب کا یہ حصہ (موضوع کا انتخاب) اردو میں اصول تحقیق (جلد دوم) میں بھی شامل ہے۔

۲۱۔ ''تحقیق شناسی'' رفاقت علی شاہد،ص: ۳۲۵

۲۲۔ کتاب مذکور،ص: ز

۲۳۔ بحوالہ ''روداد سیمینار'' اردو تحقیق۔ مرتّبہ اعجاز راہی۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۶ء،ص: ز، ۱۲۷

۲۴۔ کتاب مذکور،ص: ز

۲۵۔ یہ مقالہ اس کے علاوہ ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ا، ۱۹۸۷ء۔ ''اردو بک ریویو'' (نئی دہلی) جون و جولائی، ۱۹۹۴ء۔ اور ''تحقیق شناسی'' مرتبہ رفاقت علی شاہد میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۲۶۔ یہ مقالہ بعد میں ''اردو بک ریویو'' (نئی دہلی) جلد اوّل، ۱۹۹۶ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۷۔ یہ مضمون اس کے علاوہ ''ادب لطیف'' (لاہور)، (گولڈن جوبلی نمبر) جلد ۵۲، ۱۹۸۶ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۲۸۔ یہ مضمون ''صحیفہ'' (لاہور) شمارہ ۴۵ا اکتوبر ۱۹۶۸ء اور ''مقالات تحقیق'' از مصنف، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۸ء میں بھی چھپا ہے۔

۲۹۔ یہ مضمون ''نئی تنقید'' مرتبہ خاور جمیل، رائل بک کمپنی، کراچی ۱۹۸۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۳۰۔ کتاب مذکور،ص: ۲۶/۲۵ (جلد اول)

۳۱۔ کتاب مذکور،ص: ۶۷/۶۶ (جلد اول)

۳۲۔ اس کتاب میں شامل کرتے وقت اس مضمون میں کچھ اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۳۳۔ یہ حصہ اس کے علاوہ ''فکر و تحقیق'' (دہلی) جولائی تا دسمبر ۱۹۸۹ء میں بھی اشاعت پذیر ہوا ہے۔

۳۴۔ کتاب مذکور،ص: ۲۰ (جلد اول)

۳۵۔ یہ مقالہ اس کے علاوہ ''اردو تحقیق'' (جلد دوم) مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش ۱۹۸۶ء میں بھی شامل ہے۔ تاہم

حر۔فے چند، حرف آغاز، حرف آخر اور اشاریہ وغیرہ اس میں نہیں۔اس کی ایک تلخیص 'معیار تحقیق' (پٹنہ) شمارہ ۲، ۱۹۹۱ء میں بھی شامل ہے۔نیز یہ مصنف کی اپنی کتاب ''پاکستانی زبان وادب مسائل و مناظر''الوقار پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۹ء میں بھی شامل ہے۔

۳۶۔ کتاب مذکور،ص: ۱۴۱

۳۷۔ کتاب مذکور،ص: ۷

۳۸۔ کتاب مذکور،ص: ۷

۳۹۔ کتاب مذکور،ص: ۹

۴۰۔ کتاب مذکور،ص: ۷۳

۴۱۔ ''اردو میں اصول تحقیق''مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش،اسلام آباد ۲۰۰۱ء،ص: ۱۳

۴۲۔ کتاب کا چوتھا مقالہ کچھ کمی کے ساتھ ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۳ء'اردو میں اصول تحقیق' (جلد دوم) ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش،اور''معیار وتحقیق'' (پٹنہ) شمارہ ۲، ۱۹۹۱ء میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

۴۳۔ کتاب مذکور،ص: ۱۴/۱۳

۴۴۔ ڈاکٹر سلیم اختر ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۰ء،ص: ۵۴۲

۴۵۔ کتاب مذکور،ص: ۱۰۴

۴۶۔ کتاب مذکور،ص: ۲

۴۷۔ اب اس پر توجہ بڑھ گئی ہے چنانچہ نئی کتابوں اور مضامین و مقالات میں اس کو مختلف نوعیتوں میں زیر بحث لایا جا رہا ہے۔

۴۸۔ کتاب مذکور،ص: ۲۳۰/۲۲۹

۴۹۔ ڈاکٹر عطش درانی اپنی کتاب ''جدید رسمیات تحقیق''میں لکھتے ہیں کہ''تحقیق کا اپنا انداز بیان یا کینڈا (Genre) ہوتا ہے۔یہ ہمیشہ غیر شخصی بلکہ اجتماعی انداز لیے ہوتی ہے۔اور حوالوں میں یکسانیت ہی بنیادی امر قرار پاتی ہے۔''

۵۰۔ کتاب مذکور،ص: ۲۶۱

۵۱۔ کتاب مذکور،ص: ۳۵۴

۵۲۔ کتاب مذکور،ص: ۲/۱

۵۳۔ ''جدید رسمیات تحقیق'' اردو سائنس بورڈ، لاہور ۲۰۰۵ء، ص: ۱۷

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ کتاب مذکور، ص: ۷

۵۶۔ کتاب مذکور، ص: ۱۹

۵۷۔ کتاب مذکور، ص: ۲۱۱

۵۸۔ کتاب مذکور، ص: ۲۲

باب چہارم:

اُردو فنِ تحقیق پر کُتب کا جائزہ

(۱۹۹۱ء تا ۲۰۰۲ء)

☆۔اُردو میں قنی تدوین۔ ☆۔ادبی تحقیق کے اُصول۔ ☆۔ اُصولِ تحقیق۔ ☆۔تصنیف وتحقیق کے اُصول۔ ☆۔اُردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں۔ ☆۔تعینِ زمانہ۔ ☆۔تحقیقِ اقبالیات کے مأخذ۔ ☆۔تحقیق کے اُصول وضوابط (احادیث نبویہ کی روشنی میں)۔ ☆۔اصول اور جائزے۔ ☆۔تدوین، تحقیق روایت۔ ☆۔تحقیقی مقالہ نگاری (طریقِ کار)۔ ☆۔ اردو تحقیق مسائل ومعیار۔ ☆۔ مقالہ نگاری کے اُصول مع رہنمائے مطالعہ۔ ☆۔تحقیقی مقالہ نویسی کا فن۔

اُردوفن تحقیق سے متعلق کتُب کے جائزے میں اس باب کے تحت آنے والی کتابوں کی تعداد ۱۴ بنتی ہے۔
جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۲ء تک کے دس بارہ سالوں پر محیط یہ عرصہ بھی اس روایت کے لیے کارآمد ثابت ہوا۔اس دوران شائع ہونے والی کتابوں میں خالص ادبی تحقیق کو موضوع بنانے والی کتابوں کی تعداد نسبتاً کم ہے۔اس کے برعکس ایسی کتابیں زیادہ شائع ہوئیں جو ادبی تحقیق کے تصوّر کو دیگر حوالوں سے وسعت بخشتی ہیں۔بالفاظ دیگر یہ کتابیں اِس روایت میں نئے زاویوں سے اضافہ کرتی ہیں۔

اس عرصے میں شائع ہونے والی کتابوں میں ادبی تحقیق سے متعلق کتُب کے علاوہ تین کتابیں اسلامی تحقیقات سے متعلق ہیں۔ایک کتاب جدید فنّی تدوین یا ایڈیٹنگ سے متعلق معلومات فراہم کرتی ہے۔ایک اور کتاب ''لکھنے کے عمل'' کی وضاحت پیش کرتی ہے۔اقبالیات کی تحقیق میں اوّلین و ثانوی ماٴخذ کی نشاندہی کرنے والی ایک مختصر تصنیف بھی اس عرصے میں شائع ہوئی۔

عام طور میں ہماری تحقیقات میں کوشش یہ کی جاتی ہے کہ جدید مغربی اصولوں سے استفادہ کیا جائے۔یہ یقیناً ایک صحت مند رجحان ہے۔لیکن ہمارے مشرقی علوم اور خاص کر اسلامی تحقیقی اصول بھی قابلِ پیروی اور اہم ہیں اور اُن کی رہنمائی میں بھی حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔لہٰذا اس باب میں شامل اسلامی تحقیقی طریق کار سے متعلق کتابیں ہمیں وہ پیمانے فراہم کرسکتی ہیں، جن پر عمل کرکے اردو تحقیقات کو بہتر کیا جاسکتا ہے اور صحیح نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اردو ادبی تحقیق کے حوالے سے دیکھیے تو قاضی عبدالودود اور رشید حسن خان کے بعض مضامین کے مجموعے اس دور کو گراں بار کرتے ہیں۔اس دور میں شائع ہونے والی ایک کتاب تحقیق کی رفتار کا جائزہ پیش کرتی ہے۔جزئیات نگاری اور عملی نوعیت کی مثالوں کی روشنی میں خالص تحقیقی مقالہ نگاری کے طریقۂ کار سمجھانے والی ایک اور کتاب بھی اس عرصے میں شائع ہوئی جو فن تحقیق کی اس روایت کو استحکام بخشتی ہے۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے اہم مضامین پر مبنی کتاب بھی اسی عرصے میں شائع ہوئی۔

مجموعی طور پر ان چند سالوں میں دستیاب ہونے والی کتابیں اردو اُصولِ تحقیق کی روایت میں اہم اضافہ کہے جاسکتے ہیں۔یہ تمام کتابیں اصول تحقیق کے روایتی موضوعات میں بعض نئے پہلوؤں کا اضافہ کرتی دکھائی دیتی

ہیں ۔ان میں سے تقریباً ہر کتاب انفرادیت کی حامل ہے ۔اس دور کی کتابیں نہ صرف اس روایت کو وسعت بخشتی ہیں بلکہ تنوع کا باعث بھی ہیں اور اسی تنوع کو ہم اس عرصے کی انفرادیت کہہ سکتے ہیں ۔ذیل میں مذکورہ کتابوں کی الگ الگ توضیح پیش کی جارہی ہے ۔

اُردو میں فنی تدوین

یہ کتاب ایک سہ روزہ ورک شاپ میں پیش ہونے والے مقالات پر مشتمل ہے ۔یہ ورکشاپ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے جون ۱۹۸۴ء میں راولپنڈی میں منعقد کیا تھا ۔اس سے ایک سال بیشتر یہ ادارہ اسی قسم کا ایک ورک شاپ انگریزی کُتب کی تدوین کے سلسلے میں بھی منعقد کرچکا تھا ۔اس سہ روزہ قومی ورک شاپ 'فنی تدوین اردو' میں پاکستان بھر کے سرکاری اور نجی اداروں سے وابستہ پچاس کے قریب مدیران، ماہرین، مصنفین، کتب خانوں کے مہتمم اور طباعت ونشرو اشاعت سے متعلق افراد نے اپنے اپنے اداروں کی طرف سے شرکت کی ۔اس ورک شاپ میں شرکت کے لیے جن اداروں نے اپنے نمائندے بھیج دیے ان میں وفاقی وزارتِ تعلیم، نیشنل بک کونسل آف پاکستان، مجلسِ ترقی ادب، اقبال اکیڈمی، اُردو سائنس بورڈ، ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور، پاکستان کونسل فار سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، سائنس فاؤنڈیشن، پاکستان ٹیلی وژن کارپوریشن، مقتدرہ قومی زبان، ادارہ تحقیقات اسلامی کے علاوہ بعض دیگر اشاعتی ادارے شامل ہیں ۔

اردو میں فنی تدوین یعنی ایڈیٹنگ سے متعلق اس قومی ورک شاپ کے پانچ اجلاسوں میں مختلف مقالہ نگاروں نے فنی تدوین کے مختلف پہلوؤں پر اپنے مقالات پیش کیےاور دیگر شرکاء نے ان پر بحثوں میں حصہ لیا ۔ورک شاپ میں زیرِ بحث آنے والے تمام مضامین کا مقصود اعلیٰ کُتب کے حوالے سے معیار بندی تھا جس کے حصول کی برابر سعی کی گئی ۔کوئی کتاب تدوین سے لے کر طباعت تک جن مراحل سے گزرتی ہے، وہ تمام اس ورک شاپ کا موضوع تھے ۔زیرِ نظر کتاب میں ورک شاپ میں پیش ہونے والے ان مضامین کو مناسب تدوین کے ساتھ ڈاکٹر ایس ۔ایم ناز نے از سرِ نو ترتیب دی ہے اور کتابی صورت میں پیش کیا ہے ۔

کتاب میں شامل مقالات ،تدوین ،تہذیب ،ترتیب ،طباعت اور تکمیل کے عنوانات کے تحت تقسیم کیے گئے ہیں ۔مشمولہ مضامین/مقالات کی فہرست اس طرح ہے:

ا ۔فنی تدوین کی معیار بندی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بشیر محمود اختر

۲۔۔تدوین مسودہ کے مراحل ۔۔۔۔۔۔؛	عطش درانی
۳۔۔نصابی کتب کی فنی تدوین ۔۔۔۔۔۔۔؛	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۴۔۔فنی تدوین کتب اور جرائد ۔۔۔۔۔۔؛	ڈاکٹر اعجاز راہی
۵۔۔ابجدی ترتیب کے مسائل ۔۔۔۔۔۔۔؛	ڈاکٹر فرمان فتح پوری
۶۔۔اردو میں املاء و ہجا کے مسائل ۔۔۔۔؛	ڈاکٹر سید علی رضا نقوی
۷۔۔ابواب بندی، پیرا بندی اور عنوان بندی ۔۔۔؛	ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی
۸۔۔اقتباسات و کتابیات ۔۔۔۔۔۔۔۔ ؛	ڈاکٹر گوہر نوشاہی
۹۔۔حوالہ جات کا طریق کار ۔۔۔۔۔۔۔۔؛	کرنل غلام سرور
۱۰۔۔حاشیہ نگاری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؛	ڈاکٹر محمد طفیل
۱۱۔۔مسودے کی تیاری برائے طباعت ۔۔۔۔۔۔؛	ڈاکٹر مختار رمنگلوری
۱۲۔۔فنی تدوین کے لحاظ سے کتابت کے مسائل ۔۔۔؛	خالد یوسفی
۱۳۔۔نوری نستعلیق ۔۔۔۔۔۔۔۔؛	احمد مرزا جمیل
۱۴۔۔فن ادارت اور پروف خوانی ۔۔۔۔؛	مسعود احمد برکاتی
۱۵۔۔تزئین و آرائش ۔۔۔۔۔۔۔۔؛	ضیاء الدین صوفی
۱۶۔۔ٹائٹل کی تیاری ۔۔۔۔۔۔۔۔؛	سعیدہ خانم
۱۷۔۔طباعتی نظام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؛	نعمان عزیز
۱۸۔۔اشاریہ سازی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؛	سید جمیل احمد رضوی
۱۹۔۔دستور العمل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؛	عطش درانی

فہرستِ بالا پر نظر دوڑائی جائے تو چند ایک مضامین ہی ادبی تحقیق سے متعلق ہیں ۔باقی مضامین بنیادی طور پر اشاعتِ کُتب یعنی ایڈیٹنگ اور اس کے معیار و طریقۂ کار سے متعلق ہیں ۔تاہم چونکہ یہ ایڈیٹنگ وغیرہ اردو کتب کے حوالے سے ہے،لہٰذا اس کی افادیت اردو محققین کے لیے بھی موجود ہے۔اردو محقق کو خواہ وہ سندی تحقیق کر رہا ہو یا غیر سندی، طباعتی اُمور سے واسطہ پڑتا ہے۔رسم الخط ، املا و تلفظ اور رموزِ اوقاف وغیرہ سے واقفیت اس کے لیے بھی اہمیت رکھتے ہیں ۔یہ مضامین انہی حوالوں سے ادبی محقق کی معاونت کرتے ہیں ۔اس ضمن میں ایک اور

بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض مقالات خالص اردو سے متعلق محققین نے تحریر کیے ہیں، چنانچہ لامحالہ ان میں ادبی تحقیق سے متعلق باتیں بھی شامل ہوگئی ہیں۔

کتاب کے وہ مضامین جو خالص تحقیقی اصولوں سے بحث کرتے ہیں اور براہ راست اصول تحقیق کی ذیل میں آتے ہیں، ذیل میں ان کی مختصر توضیح پیش کی جاتی ہے۔

کتاب کے ایسے مضامین جو اصولِ تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں اُن میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا مقالہ ''اقتباسات و کتابیات'' کے عنوان سے ہے جو اقتباس کی تکنیکی باریکیاں اور کتابیات کے عملی پہلو واضح کرنے والی تحریر ہے۔چند ایک صفحات میں انہوں نے اقتباس اور کتابیات کے سلسلے میں درکار تمام طریقوں کی وضاحت کر دی ہے۔اس سلسلے میں انھوں نے مثالوں سے کافی مدد لی ہے۔

کرنل غلام سرور کے مضمون میں حوالہ دینے کے مختلف طریقے بیان ہوئے ہیں۔انہوں نے کتابیات کی ترتیب کے طریقے بھی سمجھائے ہیں۔وہ حوالہ جاتی خدمات کے سلسلے میں باقاعدہ تعلیم وتربیت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد طفیل کا مقالہ 'حاشیہ نگاری' بھی کتاب کی اہمیت بڑھانے والی تحریر ہے۔اس مضمون میں حواشی کی اقسام اور اس کے بنیادی اُمور کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔انہوں نے حاشیہ نگاری کے فکری ارتقاء پر بھی لکھا ہے۔
سید جمیل احمد رضوی نے اپنے مضمون (۱) میں اشاریہ کا تاریخی پس منظر دکھایا ہے، نیز اشاریہ کے اندر پاکستانی ناموں کے اندراج کے طریقے تفصیل سے سمجھائے ہیں۔

کتاب کے اوّلین دو مضامین بشیر محمود اختر کا ''فنی تدوین کی معیار بندی'' اور ڈاکٹر عطش درانی کا ''تدوین مسودہ کے مراحل'' بھی ادبی محقق کیلئے اتنا ہی رہنمائی کا سامان رکھتے ہیں جتنا کہ کسی اشاعتی ادارے کے لیے۔ان مقالات سے بھی ادبی محقق بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔

ان کے علاوہ کتاب کے دیگر مضامین ادبی تحقیق میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ان سے فن تحقیق کے کسی نئے پہلو کی نشاندہی بھی نہیں ہوتی،البتہ اِن کا مطالعہ ادبی محققین کے لیے افادیت سے خالی بھی نہیں۔مجموعی طور پر یہ کتاب اردو اصولِ تحقیق میں زیادہ کارآمد نہیں لیکن اس کے بعض مباحث سے ادبی محقق صرفِ نظر بھی نہیں کرسکتا۔

ادبی تحقیق کے اُصول

ڈاکٹر تبسم کاشمیری کا اصل نام محمد صالحین (۲) ہے۔بنیادی طور پر شاعر ہیں۔لیکن نقاد، محقق اور مترجم بھی

ہیں۔تمثال،نوحے،تختِ لاہور کے،کافی بارش میں دھوپ،بازگشتوں کے پھول وغیرہ ان کی شاعری کے خوبصورت مجموعے ہیں۔دوسری کتابوں میں نقدِ سرشار،اقبال اور قومی ثقافت،شعریاتِ اقبال،ادبی تحقیق کے اُصول اور حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''اردو ادب کی تاریخ ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک'' شامل ہیں۔انھوں نے ایک ناول ''قصہ کہانی'' کچھ تراجم اور اس کے علاوہ ن م راشد پر بھی لکھا ہے۔ان تمام میں ادبی تحقیق کے اصول چونکہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے لہٰذا ذیل میں اس کا ذکر تفصیل سے کرتے ہیں۔

ادبی تحقیق کے اصول' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے زیرِ اہتمام ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔۲۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مصنف کے ۹ مضامین کا مجموعہ ہے جن میں سے بیشتر وہ مضامین ہیں جو ۸۱۔۱۹۸۰ء میں قلم بند کیے گئے اور مختلف رسالوں کی زینت بنتے رہے۔ان میں کچھ مضامین ایسے بھی ہیں جو کتاب سے پہلے کہیں شائع نہیں ہوئے۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری کا ایک اور مضمون ''تحقیق کے طریقے'' جو اسی نوعیت کا ہے ''نگار پاکستان'' (کراچی) اگست وستمبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا تھا لیکن معلوم نہیں اس کتاب میں شامل کیوں نہیں کیا گیا۔کتاب میں شامل مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔ جدید اردو تحقیق افکار و مسائل

۲۔ تحقیقی مباحث

۳۔ تحقیقی موضوع کے انتخاب کا مسئلہ

۴۔ تحقیق کی تین اقسام

۵۔ دستاویزی تحقیق

۶۔ مفروضہ کیا ہے،

۷۔ مطالعہ احوال

۸۔ سروے

۹۔ حوالہ نگاری کا حُسن

جہاں تک ان مضامین کا تعلق ہے پہلا مضمون ''جدید اردو تحقیق افکار و مسائل'' (۳) تعارفی نوعیت کا ہے۔اس میں تحقیق کی روایت پر بھی نظر ڈالی گئی ہے۔اس کے علاوہ اس مضمون میں تحقیق وتنقید میں جو غلط قسم کا بُعد پروان چڑھایا گیا ہے اس کو پاٹنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔کتاب کا دوسرا مضمون (۴) ''تحقیقی مباحث''

تحقیق کی اہمیت، ضرورت اور وسعت کی وضاحت کرتا ہے۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے ہاں تحقیق ایک ترقی پسند قوت ہے جو کہ مسلسل لیکن تغیر پذیر عمل ہے۔ اُن کے مطابق تحقیق ہمیشہ منطقی اور معروضی معیارات پر مبنی ہوتی ہے۔تحقیق میں جرأت اظہار، تخیل کی کارفرمائی اور شک وشبہ کی عادت ضروری ہے۔

موضوع کا انتخاب تحقیق کا اوّلین مرحلہ ہے۔کتاب میں شامل تیسرے مضمون(۵) میں اسی موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔اس مضمون میں بھی وہی کچھ بیان ہوا ہے جو موضوع کے انتخاب کے ضمن میں ہر دوسری کتاب میں نظر آتا ہے لیکن تبسم کاشمیری کا انداز دوسروں سے زیادہ متاثر کن ہے۔یہاں پر ذیلی طور پر محقق کے اوصاف بھی بیان ہوئے ہیں۔

مفروضے کی اہمیت ادبی تحقیق میں زیادہ تسلیم نہیں کی جاتی، تاہم اس کی ضرورت سے انکار بھی ممکن نہیں، چنانچہ کتاب کے اگلے مضمون میں مفروضے کی ضرورت و اہمیت بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے اردو ادب سے مثالیں بھی تلاش کی ہیں۔''تحقیق کی تین اقسام''(٦) ایک اور مضمون ہے جس میں وہ تحقیقی مراحل کو تین اقسام یعنی:

۱۔ حقائق کی تلاش،

۲۔ تنقیدی تشریح وتوضیح۔۔۔اور

۳۔ کامل تحقیق

میں تقسیم کرتے ہیں۔اُن کے نزدیک حقائق وواقعات سے حاصل ہونے والے مواد کی تنقیدی تشریح وتوضیح کرکے جب تک کسی نقطۂ نظر کی تشریح نہیں کی جاتی جس کو وہ ''وژن'' کا نام دیتے ہیں اس وقت تک تحقیق کی مکمل صورت نہ بن سکے گی۔ان کی نظر میں ابتدائی دو اقسام جب یکجا ہوتے ہیں تو کامل تحقیق بن جاتی ہے۔

کتاب کا سب سے طویل اور اہم مضمون ''دستاویزی تحقیق''(۷) ہے۔ہماری قدیم تحقیق زیادہ تر حقائق کی تلاش تک محدود رہی ہے، لہٰذا تحقیق کا یہ طریقۂ کار بھی زیادہ مقبول رہا۔آج بھی اس کی ضرورت ختم نہیں ہوئی لیکن ادبی تحقیق کے جدید تقاضے کچھ اور بڑھ گئے ہیں۔ادبی تحقیق میں بڑا حصہ اسی نوعیت کی تحقیق کا ہے۔ دستاویزی تحقیق دراصل تاریخی تحقیق کا دوسرا نام ہے۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں:

> ''اس طریقے میں دستاویزات وریکارڈ پر کام کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔اس لیے اس طریقے
> کو دستاویزی تحقیق کا نام بھی دیا جاتا ہے، تحقیق کا یہ طریقہ تاریخ، ادب، لسانیات اور علوم

انسانی میں اختیار کیا جاتا ہے۔تحقیق کی تاریخ میں یہی طریقہ سب سے قدیم سمجھا جاتا ہے کہ اسے یونانی علماء نے استعمال کرنا شروع کیا تھا۔''(۸)

اس مقالے میں دستاویزی طریقِ تحقیق کے وہ ذرائع جن سے مواد حاصل کیا جاتا ہے مثلاً سرکاری ریکارڈ، معاصر اخبارات و رسائل ،عینی شہادتیں ،خطوط ، ذاتی ڈائریاں ،سوانح عمریاں ، آپ بیتیاں اور یادداشتیں وغیرہ کی تفصیلات فراہم کرنے کے بعد دستاویزی تحقیق کی مختلف اقسام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔دستاویزات کی تنقید کے سلسلے میں داخلی اور خارجی جانچ پرکھ کے ذیلی عنوانات کے تحت انہوں نے طویل مباحث اور مثالوں سے اس مقالے کو خاصا وقیع بنا دیا ہے۔

کتاب میں شامل آخری تین مضامین کسی قدر مختصر ہیں۔''مطالعۂ احوال'' کے تحت اس طریقِ تحقیق کو ادب میں استعمال کرنے پر زور دیا گیا ہے جس سے کسی ادبی شخصیت کے کارناموں کے پیچھے کام کرنے والے نفسیاتی محرکات کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔''سروے'' ادب سے زیادہ دوسرے علوم وفنون میں مقبول ہے، تا ہم ادب کے بعض جدید مسائل اور مفروضوں میں بھی اس سے مدد لی جاسکتی ہے۔کتاب کا آخری مضمون ''حوالہ نگاری کا فن'' ہے جس میں حوالوں کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے بعد اردو تحقیق میں حوالہ نگاری کے اعتبار سے جو انتشار ہے، اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔یہاں پر حوالہ دینے کے طریقے بھی تفصیل سے درج ہیں۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے جس وقت اُصولِ تحقیق کی طرف توجہ دی اس وقت تک اردو فنِ تحقیق کی روایت زیادہ مستحکم نہیں تھی۔اس وقت تک اگر چہ روایتی تحقیقی تصورات پر مبنی چند کتابوں اور مقالات و مضامین کا ایک قابل ذکر ذخیرہ منظر عام پر آچکا تھا لیکن ان میں سے بیشتر میں تحقیق کے مسائل ،تدوینِ متن کے مسائل یا پھر عمومی تحقیقی جائزوں پر زور ملتا ہے۔جدید تحقیقی تصورات پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ڈاکٹر احسان اللہ خان کی کتاب ''تعلیمی تحقیق اور اس کے اصول ومبادی'' میں اگر چہ بعض نئے تصورات کی ابتداء ہوگئی تھی، لیکن وہ کتاب چونکہ تعلیمی تحقیق سے متعلق تھی لہٰذا بہت آسانی سے نظر انداز کی گئی۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے مضامین میں روایتی طرزِ تحقیق اور جدید تحقیقی تصورات کا ایک حسین امتزاج پہلی مرتبہ نظر آتا ہے۔یہ مضامین اگر چہ فنِ تحقیق کے تمام مباحث کا احاطہ نہیں کرتے ،لیکن ان کے اندر جو مسائل اٹھائے گئے ہیں وہ بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ان مضامین میں اردو فنِ تحقیق کو جدید خطوط پر استوار کرکے ترقی دینے کی شدید خواہش ملتی ہے۔ان مضامین کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان میں ادبی اور دیگر علوم کی تحقیق میں جو بنیادی

فرق ہونا چاہیے اس کو نہ صرف ملحوظ رکھا گیا ہے بلکہ روایتی ادبی تحقیق کو جدید تحقیقی تصوّرات کے ساتھ ہم آہنگ کرکے پیش کیا گیا ہے۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری تحقیق کو محض حقائق کی تلاش تک محدود نہیں کرتے بلکہ وہ تحقیق کے منصب کو اس سے بہت آگے دیکھتے ہیں۔

مختصراً یہ کتاب جو اختصار، جامعیت اور آسان اسلوب کی اضافی خوبیوں سے مزیّن ہے اپنے مباحث میں جدید اور قدیم طرز ہائے تحقیق کے سنگم پر ہے اور فن تحقیق کی روایت میں ایک سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔

اُصول تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ قاضی کی زیرِ نظر تصنیف اسلامی نقطہ نظر سے لکھی گئی ایک مختصر کاوش ہے جس کی پہلی اشاعت ۱۹۹۲ء میں پشاور سے ہوئی۔۱۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۵ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے جن کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔۔۔تحقیق اسلامی تناظر میں

۲۔۔۔اقسامِ تحقیق

۳۔۔۔فنِ روایت و درایت

۴۔۔۔تحقیق کے بنیادی عوامل

۵۔۔۔مقالہ لکھنے کا طریقہ

۶۔۔۔حوالہ دینے کا طریقہ

۷۔۔۔اقتباسات

۸۔۔۔قلمی نسخے کی تحقیق وتوضیح

۹۔۔۔مقالے کی تیاری

۱۰۔۔۔مقالے کی ہیّت

۱۱۔۔۔ٹرانسلٹریشن (Transliteration)

۱۲۔۔۔ایک اچھے مقالے کی خصوصیات

۱۳۔۔۔مقالے پر نظر ثانی

۱۴۔۔۔مقالے کی کتابت، طباعت اور جلد بندی

۱۵۔۔۔زبانی امتحان(Viva Voce) ۔۔مصادرومراجع (Bibliography)

کتاب میں شامل درج بالا تمام ابواب خاصے مختصر ہیں جن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض ابواب محض دو صفحات پر مشتمل ملتے ہیں۔ابتدائی ابواب میں کسی قدر تفصیل ضرور موجود ہے، لیکن یہ ابواب تحقیق کے اسلامی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہیں جبکہ اصولوں کی بحث زیادہ تر بعد کے ابواب میں ہوئی ہے۔

جہاں تک ابواب کے مشتملات کا تعلق ہے پہلا باب اس حوالے سے انفرادیت کا حامل ہے کہ اس میں تحقیق کو اسلامی تناظر میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس باب میں قرآن وحدیث کے علاوہ انبیائے کرام، فرشتوں اور صحابہ کرامؓ کے حوالے سے تحقیق کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔تحقیق سے متعلق دیگر کتابوں میں یہ نقطۂ نظر بہت کم نظر آتا ہے۔

کتاب کے دوسرے باب میں اقسامِ تحقیق کے تحت روایتی دو بڑی قسموں یعنی بنیادی یا نظری تحقیق اور اطلاقی تحقیق کا ذکر کیا گیا ہے۔روایت ودرایت مع اسماء الرجال کے فن کا تذکرہ تیسرے باب میں کیا گیا ہے۔اس باب میں نا قابل اعتبار حدیثوں کی پہچان کرانے والے بعض نکات بھی بیاں ہوئے ہیں۔

کتاب کے چوتھے باب میں بہتر مواد کو جگہ دی گئی ہے، چنانچہ اس میں موضوع کا انتخاب اور تحقیق کے اوصاف وغیرہ پر لکھنے کے بعد انہوں نے اسلامی نقطہء نظر سے تحقیقی کام کے مختلف شعبے واضح کیے ہیں۔ان میں ٹیکنیکل تحقیق، تاریخی تحقیق، تعمیری تحقیق، تطہیر فکر اور تعمیرِ فکر جیسے شعبے شامل ہیں۔اس حصے میں نگران کے اوصاف پر بھی قلم اٹھایا گیا ہے۔

پانچویں باب میں مصادر و مآخذ کی پہچان کرانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ انہوں نے نوٹ لینے کے مختلف طریقے سمجھائے ہیں۔اس باب میں مقالے کا حجم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مقالے کا حجم اور ضخامت کے بارے میں کوئی لگا بندھا فیصلہ موجود نہیں ہے۔سائنس کے مضامین سے متعلق مقالے کا حجم اکثر کم ہوتا ہے۔اور آرٹس اور علوم اسلامیہ سے متعلق مقالے کی ضخامت اچھی خاصی ہوتی ہے۔بہر حال مقالے کا حجم اور ضخامت اتنی ہونی چاہیے جس میں مضمون کے تمام ضروری پہلو واضح ہو چکے ہوں۔
>
> ایم فل کا مقالہ عام طور پر ۲۰۰ صفحات یعنی (چالیس ہزار ۴۰۰۰۰) الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے۔اور پی ایچ ڈی کا مقالہ ۳۰۰ صفحات یعنی (ساٹھ ہزار ۶۰۰۰۰) الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے۔''(۹)

اگلے دو ابواب میں سے ایک میں حوالہ نگاری اور دوسرے میں اقتباسات کے ضمن میں ضروری نکات واضح کیے گئے ہیں۔ایک باب میں قلمی نسخے یا خطوط کی تحقیق وتوضیح کا طریقہ کار مختصر انداز میں بیان ہوا ہے۔

باب نمبر ۹ سے لے کر باب نمبر ۱۵ تک تمام ابواب مختصر ہیں اور محض دو دو صفحات پر مشتمل ہیں۔ان میں سندی مقالے کی تیاری کے مختلف مراحل کو الگ الگ ابواب کی صورت میں لیا گیا ہے۔یہاں پر زیرِ بحث لائے گئے تمام مباحث روایتی نوعیت کے ہیں اورفنِ تحقیق کی دوسری کتابوں سے اخذ شدہ معلوم ہوتے ہیں۔تاہم اس سلسلے میں اُنہوں نے جو نکات جمع کیے ہیں وہ سماجی علوم کے تقریباً ہر قسم کے سندی مقالوں کی تکمیل میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔یہ ابواب اختصار کے باوجود تشنگی کا احساس نہیں ہونے دیتے۔تمام ابواب کے حوالہ جات کتاب کے آخر میں لیکن کتابیات سے پہلے دیے گئے ہیں۔کتابیات میں درج مآخذ کی فہرست بھی کافی طویل ہے جس سے کتاب کی افادیت کا اندازہ بڑی حد تک ہو جاتا ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو 'اصول تحقیق' اسلامی علوم کی تحقیق کے پیش نظر تیار کی گئی تصنیف ہے۔یہ اپنی جامعیت اور حقیقت پسندانہ اُصولوں کی بدولت ادبی تحقیق میں بھی یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہے۔یہ ادبی تحقیق کے ضمن میں اس حوالے سے بھی زیادہ مفید ہے کہ اس کی تیاری میں بیشتر ادبی تحقیق کے متعلق کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جس کا اندازہ کتابیات پر ایک نظر دوڑانے سے ہی بخوبی ہو جاتا ہے۔اس کتاب کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ اس میں تحقیق کی اہمیت وضرورت کو اسلامی تناظر میں پہلی مرتبہ مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اختصار، روانی اور وضاحت اس کی چند دیگر خوبیاں ہیں۔آخر میں مصنف کا یہ بیان، جو کافی حد تک حقیقت پر مبنی ہے درج کیا جاتا ہے جس سے ان کے تحقیقی تصوّر پر مزید روشنی پڑتی ہے:

> ''حقیقت یہ ہے کہ اصول تحقیق کا علم صرف کتابیں پڑھنے سے سمجھ میں نہیں آتا۔یہ عملی طور پر بروئے کار لانے سے سمجھ میں آتا ہے۔دنیا میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو صرف پڑھنے سے یاد نہیں ہوتیں۔بلکہ کرنے سے یاد ہو جاتی ہیں۔مثلاً حج کے بارے میں انسان کتابوں میں بہت کچھ پڑھ لیتا ہے مگر جب تک حج کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا اور انسان خود اس سعادت سے لطف اندوز نہیں ہوتا اس وقت تک حج کرنے کا طریقہ سمجھ میں نہیں آتا۔
>
> یہی معاملہ اصولِ تحقیق کا بھی ہے۔جب تک انسان خود میدان میں نہیں اترتا اور اصولِ تحقیق کی روشنی میں کسی موضوع پر کام کی ابتداء نہیں کرتا اس وقت تک ان سے

کما حقہ واقفیت حاصل نہیں کرسکتا۔''(۱۰)

تصنیف وتحقیق کے اُصول

ڈاکٹر قاضی عبدالقادر فلسفے کے نامور استاد رہے ہیں اور درس وتدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ان کی یہ تصنیف بقول ان کے ایسے لوگوں کے لیے لکھی گئی ہے جو لکھنے اور پڑھنے سے خائف ہیں۔اپنی کتاب کے مختصر دیباچے میں تحریر کرتے ہیں:

''یہ صفحات انہیں کے لیے ہیں جو پڑھنے اور لکھنے کے عمل کو اپنی زندگی کے قریب لانا چاہتے ہیں۔آئندہ صفحات میں انہیں باتوں سے سروکار رکھا گیا ہے۔کچھ کہنے کے بارے میں کچھ پڑھنے اور تحقیق کے بارے میں مثالیں اچھا لکھنے والوں کی بھی ہیں اور برُا لکھنے والوں کی بھی۔''(۱۱)

قاضی عبدالقادر کی یہ تصنیف اختصار اور جامعیت کی خوبصورت مثال ہے۔۹۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب تصنیف وتحقیق کے ضروری اصولوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ مثالوں سے اُن کی وضاحت بھی کرتی ہے۔بنیادی طور پر یہ کتاب ''مضمون نویسی'' یا لکھنے کے طریقۂ کار سے سروکار رکھتی ہے لیکن اسی ذیل میں فن تحقیق کے بعض ضروری نکات بھی اس میں بیان ہوئے ہیں۔چونکہ ادبی محقق کو بھی اپنی تحقیق کے عمل میں انہی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے لہٰذا اس کی افادیت اس کے لیے بہ نسبت دوسرں کے زیادہ ہے۔

یہ کتاب مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد کے زیر اہتمام ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔''پیش لفظ'' جسے ڈاکٹر جمیل جالبی نے تحریر کیا ہے مختصر اور تعارفی نوعیت کا ہے۔کتاب کا متن یا بنیادی مباحث کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔جن میں سے ابتدائی تین ابواب مضمون نویسی کے جملہ پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔علمی مضمون کیسے لکھیں؟اس کی مختلف قسمیں،اس سلسلے میں موضوع سے متعلق مطالعے کی اہمیت وغیرہ پر ان ابواب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔تصنیف وتحقیق کی دنیا میں قدم رکھنے والے نئے راہ نوردانِ شوق کیلئے یہ تین ابواب کسی نعمتِ مترقبہ سے کم نہیں۔اس کتاب کا چوتھا باب بھی انہی اُمور سے متعلق ہے جس میں لکھنے کے ''عمل'' کی وضاحت ملتی ہے۔اس باب میں تحریر کے اخلاقی پہلو،نیز سادگی،شائستگی اور تحقیق پر بہت زور دیا گیا ہے۔

کتاب کا پانچواں باب کسی قدر طویل ہے۔اس میں عمومی تحقیق کے فکری اور منطقی تقاضوں کی تفصیل درج ہے۔فکری تقاضوں میں صداقت اور خطا کو موضوع بنایا گیا ہے۔جب کہ منطقی تقاضوں میں تحقیق کے ساتھ سابقہ

معلومات، فرضیہ، معطیات کی فراہمی، شماریاتی تجزیہ اور معقولاتی تحقیق وغیرہ جیسے ذیلی عنوانات شامل کیے گئے ہیں جو موضوع کو مکمل واضح کرنے والی چیزیں ہیں ۔اس باب میں ادبی محقق کے لیے اصولِ تحقیق کا مفید مواد موجود ہے جس سے بھرپور مدد لی جاسکتی ہے ۔

کتاب کا آخری باب ''حوالہ جاتی اصول'' ہے ۔یہ باب بھی ادبی تحقیق کیلئے اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ علمی مضمون کے لیے ۔اس باب کی ابتداء میں سند کی ضرورت ، ذیلی حاشیہ کے عمومی اصول، اشارہ اور علامت کی وضاحت کے علاوہ حوالہ دینے کے متعدد طریقوں کی نشاندہی ملتی ہے ۔ذیلی حاشیہ کیلئے ''پاورقی'' کی خوبصورت اصطلاح غالباً اس کتاب میں پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آئی ہے ۔

کتاب کے آخری حصے میں ہر باب کے حوالے الگ الگ دیے گئے ہیں جس کے بعد کتابیات درج ہے ۔البتہ اس سے بیشتر ''تہذیبی کتابیات'' کے تحت چند اہم علمی و ادبی کتابوں کی مختصر فہرست دی گئی ہے جو بقول مصنف کے ہمارے پڑھے لکھے گھرانوں میں موجود رہنی چاہیے، مثلاً خطبات بہاولپور، خطبات مدراس، بال جبریل، دیوان غالب، الفاروق، پطرس کے مضامین وغیرہ ۔اس فہرست کی تیاری میں سحر انصاری اور عبدالقدیر سلیم نے مصنف کی مدد کی ہے ۔

اختصار کے ساتھ اس کتاب کا تجزیہ کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رواں اور شگفتہ اسلوب سے مزیّن یہ کتاب طلبہ، اساتذہ اور نئے لکھنے والوں کے لیے یکساں مفید ہے ۔اس کا مجموعی انداز شگفتہ اور معروضی ہے ۔اس میں اخلاقیات پر خصوصی زور ملتا ہے، جگہ جگہ قرآنی آیات کے حوالے دیے گئے ہیں ۔گو یہ کتاب خالص ادبی نقطہ نظر سے نہیں لکھی گئی لیکن اس میں جو اُصول اور مثالیں درج کی گئی ہیں وہ بیشتر اردو ادب سے لی گئی ہیں ۔یہی نہیں بلکہ ان کے ماٰخذ کا بیشتر حصہ اردو اصولِ تحقیق ہی کا وسیع سرمایہ ہے ۔لہٰذا یہ کتاب ادبی محقق کے لیے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہوسکتی ہے ۔

اُردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں

قاضی عبدالودود اردو تحقیق کے اہم محققین میں شمار ہوتے ہیں ۔ان کا طرزِ تحقیق دوسروں سے مختلف ہے ۔ غیر معمولی حافظہ، گہری نظر اور اُردو و فارسی کے علاوہ مغربی ادبیات کا انہوں نے گہرا مطالعہ کیا تھا ۔خاص کر فرانسیسی ادب کا مطالعہ انہوں نے براہ راست کیا تھا، جس کی بنیاد پر انہوں نے اپنا طرزِ تحریر بدلا ۔تنقید کا سائنٹیفک طرز اپنایا ۔ادبی تصوّرات بدلے اور اردو تحقیق کو نئی بلندی اور نئی سمت عطا کی ۔(۱۲)

قاضی صاحب کا کُل تصنیفی سرمایہ مضامین، مقدمے، مقالات اور تبصروں پر مشتمل ہے۔انہوں نے کوئی مستقل تصنیف بطور یادگار نہیں چھوڑی لیکن ان کا منتشر سرمایہ اتنا ہے کہ اس سے درجنوں مجموعے مرتب کیے جا سکتے ہیں۔ان کے بعض مضامین اتنے طویل ہیں کہ کسی کتاب سے کم نہیں۔مثلاً ''غالب بحیثیت محقق'' یا ''تعین زمانہ'' وغیرہ۔

پٹنہ میں خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے اربابِ اختیار نے قاضی صاحب کے کارناموں کو اُن کی خواہش کے مطابق یکے بعد دیگرے پیش کرنے کا منصوبہ بنایا۔چنانچہ اس سلسلے میں ۱۹۹۵ء میں ان کی مضامین پر مشتمل دو کتابیں شائع کی گئیں۔زیرِ نظر مجموعہ انہی میں سے ایک ہے۔

اس مجموعے میں قاضی صاحب کے چند مضامین شامل کیے گئے ہیں جو تحقیق، اصولِ تحقیق اور صحتِ متن کے بارے میں ان کے سوچے سمجھے خیالات۔۔۔اور دو اہم تھیسسوں پر ان کی طرف سے کی گئی تنقید پر مشتمل ہے۔ مجموعے میں کل چھ مقالات ہیں جن میں سے آخری دو ''لکھنو کا دبستان شاعری'' اور ''دہلی کا دبستان شاعری'' تنقیدی نوعیت کے ہیں، لہٰذا ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں، اگرچہ ان کے مطالعے سے بھی نوجوان محقق بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔اس کتاب کے سارے مضامین اس سے بیشتر مختلف رسالوں میں بھی چھپ چکے ہیں جن کی نشاندہی کتاب کی فہرست میں بھی کر دی گئی ہے۔

کتاب میں مختصر ''حرفے چند'' اور ''فہرست'' کے بعد پہلا مقالہ ''اُصولِ تحقیق'' ہے۔یہ مقالہ (۱۳) باقی تین مضامین کے مقابلے میں طویل تر ہے اور اہم بھی، لیکن چونکہ اس کی اِشاعت اس سے بیشتر ہو چکی ہے اور رسالہ آج کل کے 'اردو تحقیق نمبر' کے تحت اِس کی توضیح گذر چکی ہے لہٰذا اس سے قطع نظر کرتے ہوئے دوسرے مضامین پر نظر ڈالتے ہیں۔

کتاب میں شامل دوسرا مضمون دراصل ۱۰ جنوری ۱۹۵۸ء کو قاضی صاحب کے زیرِ صدارت ہونے والی ایک نشست میں ادب اور تحقیق سے متعلق قاضی صاحب کی گفتگو کا خلاصہ ہے۔اس کے آغاز میں قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ تحقیق کے سلسلۂ اظہار میں صاف گوئی اور ایک خاص مزاج کا ہونا ضروری ہے۔اُن کے نزدیک تحقیق کے سلسلے میں چار اہم اجزاء یہ ہونگے:

۱۔ مناسب موضوع کا انتخاب

۲۔ مواد کی فراہمی

۳۔ پیرایۂ اظہار یعنی واضح اسلوب اور
۴۔ تحقیقی اخلاقیات۔

اس مضمون میں ذیلی عنوان ''ادب'' کے تحت ادب کے حوالے سے چند عمومی باتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔یعنی ادب کا کوئی نہ کوئی مقصد ہونا چاہئے، عالمگیریت نہ ہوتو یہ ادنیٰ ادب ہے اور ادب میں تقلید سے پرہیز لازم ہے'وغیرہ۔

کتاب میں شامل تیسرا مضمون ''صحت متن'' (۱۴) قاضی عبدالودود کے مزاجِ تحقیق کی خوبصورت مثال ہے۔قاضی صاحب اپنی تحقیقات میں کسی رعایت کے قائل نہیں، چنانچہ اُن کی تحقیق نگاری پر بعض اصحاب نے اعتراضات اُٹھائے ہیں۔یہ لوگ ان کے تحقیقی کارناموں کو منفی تحقیق،نکتہ چینی اور عیب جوئی پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو تحقیق سے کم اور دوسروں کی غلطیاں پکڑنے سے زیادہ دلچسپی ہے۔(۱۵)

اگر چہ یہ درست ہے کہ قاضی صاحب کے ہاں سخت گیری موجود ہے اور وہ مضمون میں معمولی غلطیوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔لیکن اس کے باوجود اُن پر لگائے گئے تمام اعتراضات درست نہیں۔اگر اُن کی جملہ تحریروں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بہت سی باتیں خود بخود غلط ثابت ہو جائیں گی۔وہ حق کی جستجو کرنے والے بے لاگ محقق ہیں انہیں صرف سچ سے سروکار ہے۔ان پر اعتراض کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے زیادہ تر معاصرین کی غلطیاں دکھائی ہیں جن سے وہ ان کے مخالف ہو گئے۔زیرِ بحث مضمون ''صحت متن'' کی مناسب توضیح ''تدوینِ متن کے مسائل'' کے تحت گزر چکی ہے۔

اس مجموعے میں شامل چوتھا مضمون 'رہبرِ تحقیق' کے متعلق قاضی عبدالودود کے تبصرے پر مشتمل ہے۔ 'رہبرِ تحقیق' اردو سوسائٹی، شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی کی شائع کردہ کتاب ہے جو مقالات کا مجموعہ ہے اور بقولِ قاضی عبدالودود اِس کی اشاعت غائی ان طلبہ کی رہبری ہے جو تحقیق کے میدان میں قدم رکھ چکے ہیں یا رکھنے والے ہیں۔قاضی صاحب نے اس کتاب کا تجزیہ کرکے غلطیوں کی وضاحت کردی ہے۔نیز انھوں نے اپنے ایک مضمون جو کہ بغیر اجازت اس مجموعے میں شامل کیا گیا، کے حوالے سے اعتراض کیا ہے۔قاضی صاحب کا یہ مضمون خدا بخش لائبریری جرنل، نمبر ا میں بھی اس سے پہلے شائع ہو چکا ہے۔

کتاب میں شامل دو مضامین دو مختلف کتابوں پر تبصرے ہیں یہ تنقیدی نوعیت کے ہیں۔البتہ مزاجِ تحقیق سے آشنائی حاصل کرنے کے لیے ان کا مطالعہ مناسب ہے۔مجموعی طور پر قاضی عبدالودود کے یہ مضامین عملی تحقیق کی

ذیل میں آتے ہیں اور تحقیق کے اصولوں کی طرف راغب کرنے والے اور تحقیق کا اعتبار بڑھانے والے ہیں۔تحقیق میں جس احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے یہ اُس کی واضح مثالیں ہیں۔

تعین زمانہ

تعین زمانہ'۵۱صفحات پر مشتمل ایک چھوٹی سی تصنیف ہے جو خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔کتاب کے بارے میں مختصر ''حرفِ چند'' میں جو تھوڑی بہت تفصیل ملتی ہے اس کے مطابق یہ کتاب قاضی عبدالودود کے کارناموں کو اُن کی خواہش کے مطابق یکے بعد دیگرے پیش کرنے کے منصوبے کا حصہ ہے۔اس کتاب میں دراصل ایک ہی طویل مضمون ہے جس کی مختلف قسطیں ''معاصر'' یا قاضی صاحب کے اپنے پرچے ''تحقیق'' میں ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۳ء کے دوران میں بھی شائع ہوئیں۔مضمون میں کوئی ذیلی عنوان نہیں البتہ بعض حصوں میں مواد کو نمبر شمار کے تحت رکھا گیا ہے۔

تعین زمانہ' اردو زبان وادب کے تشکیلی وارتقائی دور کے مختلف ادیبوں اور شاعروں کے زمانے کا صحیح تعین کرنے کے لیے قاضی عبدالودود کی تحقیق پر مبنی ایک قابلِ قدر کاوش ہے۔قاضی صاحب کے دور میں عام طور پر ہمارے محققین اور مصنفین سہل انگاری، غیر محتاط طرزِ نگارش اور تحقیق کے نہ صرف عادی ہو چکے تھے بلکہ اس روش کے بدلنے کو بھی تیار نہ تھے۔اس صورتِ حال سے بہت سارے ادباء وشعراء کے دور اور پیدائش و وفات کی تاریخوں میں بے شمار غلطیاں راہ پا گئی تھیں۔قاضی عبدالودود نے لوگوں کو اس روش کے خلاف متنبہ کیا اور بتایا کہ تحقیق کا کام اتنا آسان بھی نہیں۔یہ بڑی ریاضت، محنت اور لگن کا کام ہے اور اسے انتہائی سائنٹیفک اصولوں پر ہی سرانجام دینا لازم ہے۔

قاضی عبدالودود کی تحقیق نگاری کا بڑا وصف یہ ہے کہ وہ ہر بات کو مدلّل انداز میں کہتے ہیں۔وہ جب کسی کے دعویٰ کو باطل قرار دیتے ہیں یا کسی بات پر تنقید کرتے ہیں تو وہ اتنے دلائل سے کام لیتے ہیں کہ ان کی بات کی تردید ناممکن ہو جاتی ہے۔کسی کی بات کو غلط کہنا آسان ہے لیکن اسے ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ان کی تحقیق کا کمال یہ ہے کہ وہ جس بات کو غلط کہتے ہیں اس کو ثابت بھی کرتے ہیں۔(۱۶) زیرِ مطالعہ مضمون اُن کی اسی روش کی ایک بہترین مثال ہے۔اپنے مضمون میں وہ بغیر کسی تمہید کے اختصار کے ساتھ شاعر یا ادیب کا نام لکھ دیتے ہیں۔دوسروں کی غلطیوں کی وضاحت کرتے ہیں اور اپنی تحقیق درج کرتے ہیں۔اس سلسلے میں ''تعین زمانہ'' سے ایک ہی مثال کافی ہے جس سے اُن کے اندازِ تحقیق کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے:

> ''خواجہ امین عظیم آبادی' جوشش وغیرہ کے معاصر تھے۔خمخانہ جاوید، جلد نمبر ا میں کسی سند کے بغیر لکھا ہے کہ ۱۹۴۰ء کے قریب تک زندہ تھے۔ جواہر سخن، مرتبہ کیفی چڑیا کوٹی و مصححہ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی میں ظاہراً اسی کی بنیاد پر مرقوم ہے کہ ''۱۹۵۹ھ تک زندہ تھے'' (ص ۲۹۴)، مگر یہ بے بنیاد ہے۔ان کی وفات ۱۱۹۹ھ ہی میں ہو چکی تھی۔(بیاض محمد علی، تمنا عظیم آبادی نسخہء رقم)'' (۱۷)

کتاب کے آغاز سے لے کر آخر تک یہی انداز ہے جو اختصار، جامعیت، قطعیت اور حق گوئی کی خوبصورت مثال ہے۔اُن کے مضامین میں موجود اِنہی خوبیوں کی وجہ سے کتاب کے ''حرف آغاز'' میں عابد رضا بیدار نے اُن کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

> ''رہے گا نام ذات حق کا! اور رہے گا نام حق جستجو کرنے والے بے لاگ محقق کا جس نے سچ کی تلاش میں، سچ سننے، سچ کہنے اور سچ دیکھنے کی ایک بار قسم کھائی تو موت تک اس کو نبھایا!! سچ بحرف سچے اور سچ کے سوا کچھ نہیں۔'' (۱۸)

قاری کی آسانی کی خاطر ابتداء میں متعلقہ مواد کا انڈکس (اشاریہ) بھی شامل ہے۔

تحقیقِ اقبال کے مآخذ

ہماری علمی و فکری اور شعری و ادبی دنیا میں اقبالیات کو ایک مستقل اور قابل لحاظ شعبے کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔پاکستان کے متعدد اقبالیاتی ادارے علامہ کی فکر و فن پر نقد و تحقیق اور ان سے متعلق کتابوں اور جریدوں کی اشاعت میں مصروف ہیں۔بیرون ملک بھی بہت سے اقبال دوست اور چند ایک اقبالیاتی انجمنیں فروغ اقبالیات کے لیے اپنی کاوشیں کر رہی ہیں۔دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں اقبال کی نظم و نثر کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ان کے سوانح، افکار، اور شاعری پر ۲۲ زبانوں میں ایک عظیم الشان ذخیرہ کتب و جرائد وجود میں آ چکا ہے۔

اقبالیات کے مختلف پہلوؤں پر گزشتہ نصف صدی سے بیسوں نامور اساتذہ، معروف محققین اور ممتاز نقادوں کے ساتھ، نوجوان تحقیق کار بھی کام کرتے چلے آ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے نتائجِ تحقیق سے دنیائے اقبالیات میں قیمتی اِضافے کیے ہیں۔(۱۹)

ایسی حالت میں کہ اقبالیات کا ایک وسیع ذخیرہ ہمارے سامنے ہے اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔اقبالیاتی مآخذ کی نشاندہی ایک ناگزیر ضرورت تھی۔خاص طور پر جامعات میں نئے وارد ہونے والے محققین

اقبالیات کے نزدیک اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے ۔زیرِنظر تصنیف اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے تحریر کی گئی ہے جو نامور اقبال شناس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے رشحاتِ قلم سے ہے۔

جولائی ۱۹۸۵ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ اقبالیات نے اپنے ایم فل کے طلباء کے لیے اسی موضوع پر ایک لیکچر کا اہتمام کیا جس میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو اس موضوع پر اظہارِ خیال کرنے کی دعوت دی گئی ۔زیرِنظر کتاب اسی لیکچر کی کتابی صورت ہے جو مناسب ترامیم اور اضافوں کے بعد شائع کی گئی ہے۔صرف ۳۹ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی (۲۰) اشاعت ۱۹۹۶ء میں اقبال اکادمی لاہور، پاکستان کے زیرِ اہتمام ہوئی ہے۔

جس شعبۂ علم میں تحقیق کی جاتی ہے اس سلسلے میں اُن تمام ماٰخذ اور دستاویزات کو مجتمع کر کے استفادہ کیا جاتا ہے جن پر تحقیق کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔اس مقصد کے لیے عام طور پر دو قسم کے مصادر استعمال کئے جاتے ہیں۔

۱۔بنیادی مصادر یا ماٰخذ

۲۔ثانوی مصادر یا ماٰخذ

زیرِ مطالعہ کتاب اقبالیات کے حوالے سے ان دونوں پہلوؤں کی نشاندہی پوری جامعیت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔بنیادی طور پر اس تصنیف کے دو حصے ہیں، اوّلین ماٰخذ اور ثانوی ماٰخذ۔ چنانچہ اس کے ذیل میں اقبالیات کے اوّلین اور ثانوی تمام ماٰخذات کی تفصیل بہترین ترتیب کے ساتھ مہیا کی گئی ہے۔اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ وضاحت کے لیے مثالوں کی تلاش نہیں کرتی بلکہ اس میں با قاعدہ تمام ماٰخذات کی نشاندہی کی گئی ہے۔مثلاً اوّلین ماٰخذ کے تحت درجہ ذیل چیزیں شامل کی گئی ہیں:

شعری کلیات،

باقیاتِ شعرِ اقبال کے مجموعے،

مستقل نثری تصانیف،

متفرق نثری مجموعے، کتابیں،

مکاتیبِ اقبال کے مجموعے۔

ثانوی ماٰخذ میں یہ چیزیں شمار کی گئی ہیں:

کلامِ اقبال کے اشاریے، کتبِ رجال و فرہنگ، تحقیقی مقالات کی فہارس، عمومی کتابیات، رسائل کی

فہرستیں اور اشاریے، متفرق ماٗخذ۔

اوّلین اور ثانوی ماٗخذ کی الگ الگ نشاندہی کرنے کے بعد ڈاکٹر رفیع الدین نے ان کے بارے میں دیگر کوائف بھی فراہم کیے ہیں جس سے اس مختصر تصنیف کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ یہ کتاب اِن ماٗخذات کے حصول میں بھی معاونت اور رہنمائی کرتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ایک زیرک، باریک بین اور ممتاز محقق ہیں۔ ان کا خاص میدان اقبالیاتی تحقیق ہے۔ ان کی تصانیف کا ایک بڑا حصہ ''اقبالیات'' سے متعلق ہے۔ لہٰذا اس اہم موضوع کے لیے جب ان کو منتخب کیا گیا تو انہوں نے یقیناً اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکچر کی تحریری شکل میں آ کر ان کی اس مختصر کاوش کی اہمیت دائمی ہوگئی ہے۔ فنِ تحقیق کی روایت میں یہ ایک منفرد اضافہ ہے۔ یہ اقبالیات کے علاوہ دیگر محققین کے لیے بھی اولین اور ثانوی ماٗخذ کی نشاندہی کے سلسلے میں ایک عملی نوعیت کا اور مثالی نمونہ ہے۔

تحقیق کے اُصول وضوابط (احادیث نبویہ کی روشنی میں)

علمائے اسلام نے علمِ حدیث کی حفاظت، جمع و تدوین اور تحقیق و تدقیق کے سلسلہ میں قابل قدر کاوشیں سرانجام دی ہیں۔ علم و ادب کی تاریخ میں ان کی مساعیٔ جمیلہ کی مثال ملنا دشوار ہے۔ احادیث میں چھان بین کے لیے انہوں نے جرح و تعدیل کے اصول وضع کیے ہیں جن کی بدولت اسماء الرجال کا مستقل فن معرض وجود میں آیا، اور کم و بیش چھ صدیوں تک جرح و تعدیل اور فن اسماء الرجال پر کتابیں لکھی جاتی رہی۔ قرونِ اولی کے مسلمانوں نے علم حدیث کے بارے میں روایت اور درایت کے لیے جو اُصول منضبط کیے ہیں ان پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔(۲۱)

اسماء الرجال کی مدد سے مسلمانوں نے تقریباً پانچ لاکھ راویوں کے حالات محفوظ کیے یہ تمام تر کوششیں حدیث کو حتمی اور یقینی بنانے کے لیے کی گئیں جس کے نتیجہ میں ایک بڑا علمی اور تحقیقی ذخیرہ وجود میں آیا۔ اس علمی اور تحقیقی ذخیرہ کی موجودگی میں درایتِ حدیث کے سلسلے میں مزید کام کی گنجائش محدود ہے لیکن دورِ حاضر کے جدید تقاضوں کے پیشِ نظر احادیث نبویؐ کی روشنی میں تحقیق کے اصول وضوابط کا تحلیلی جائزہ یقیناً ہمارے محققین کے لیے نشانِ راہ کا کام دے گا اور تحقیقی اداروں کے لیے تحقیق کی ایک طرح ڈالے گا۔ زیرِ نظر کتاب اسی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح تحقیق کی جدید راہوں کے لیے یہ جائزہ ضروری اور مفید ہے اور عام تحقیقات میں اس سے کتنا استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

سید مودودی انسٹی ٹیوٹ لاہور کے ڈائریکٹر کرنل (ر) ڈاکٹر عمر فاروق غازی کی یہ تصنیف ناران کمیونی کیشنز، لاہور سے اگست ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔اس میں کل صفحات کی تعداد ۱۷۲ ہے۔یہ کتاب جسے مصنف خود مقالہ شمار کرتا ہے بنیادی طور پر دو بڑے ابواب میں تقسیم کیا گیا جن کو مزید ذیلی فصلوں سے سجایا گیا ہے۔پہلے باب کا عنوان ''احادیث نبوی میں تحقیق کے اصول وضوابط'' جبکہ دوسرے کا عنوان ''اصولِ حدیث میں تحقیق کے اصول'' ہے۔پہلے باب میں پانچ جبکہ دوسرے باب میں چار ذیلی فصلیں ہیں۔

پہلے باب کی پانچ فصلوں میں سے پہلی تین فصلیں تحقیق کی اہمیت وضرورت،اس کے مفہوم اور اس کی غرض وغایت اور مقصد پر روشنی ڈالتی ہیں۔ان فصلوں میں احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں محقق کی رہنمائی اور پھر انسانی فلاح،مفید معلومات کا حصول یعنی علم تک رسائی اور عملی اور متعلقہ سوالات کو تحقیق کے اغراض و مقاصد میں شمار کیا گیا ہے۔

ایک اور فصل ''تحقیق کے اصول'' میں ذوق وشوق،محنت و جانفشانی،زعم و قیاس آرائی سے احتراز،تکرار و مذاکرہ اور روایات کی جانچ پڑتال کا احاطہ کیا گیا ہے۔اِس باب کے آخری فصل میں تحقیق کے معیار کو احادیث نبوی کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کے دوسرے باب کا تعلق تحقیق کے اطلاقی یا عملی پہلو سے ہے،جس کے تحت اصولِ حدیث میں تحقیق کے اصول وضوابط پر مبنی چار فصلیں قائم کی گئی ہیں۔دوسرے باب کی پہلی فصل علم حدیث میں تحقیق کے موضوعات ، مسائل،مقاصد اور اس کی تعریف پر مشتمل ہے۔اس فصل کو مزید دو ذیلی بحثوں میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔

دوسری فصل کا عنوان ''علم الحدیث میں تحقیق کے طریقے'' ہے۔اس فصل میں علم الحدیث میں تحقیق کے طریقوں میں علم الرجال اور جرح و تعدیل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔تیسری فصل ''علم الحدیث میں تحقیق کے اصول و ضوابط'' پر مبنی ہے جس کی سات ذیلی بحثیں تحقیق کے بنیادی اصولوں سے سروکار رکھتی ہیں۔اور آخری یعنی اس باب کی چوتھی فصل میں علم الحدیث کے تحقیقی اصول وضوابط کے دیگر علوم وفنون پر جو اثرات مرتب ہوئے ان کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر کتاب کا دوسرا حصہ زیادہ علمی ہے،جس کے لیے زیادہ تر ابن حجرؒ اور ابن الصلاحؒ کی تحقیق اور مسائل واحکام پر تبصرے اور تقریظات پر اعتماد کیا گیا ہے(۲۲) تاہم ادبی تحقیق کے حوالے سے کتاب کا پہلا باب

زیادہ مفید ہے۔

یہ کتاب بنیادی طور پر اسلامی تحقیق سے سروکار رکھتی ہے لیکن اس میں بیان کیے گئے اصول اتنے جامع ہیں کہ ان سے دیگر علوم کی تحقیق کے لیے بھی خوشہ چینی کی جا سکتی ہے۔ دنیا کی بیشتر اقوام نے احادیث نبویؐ اور اس کے سلسلے میں پروان چڑھنے والے تحقیقی اصولوں سے استفادہ کیا ہے۔ اردو ادب کی تحقیق میں بھی ان سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ اس میں بیان شدہ بعض اصول تو براہ راست بغیر کسی تبدیلی کے ادبی محقق کو اپنانے چاہئے۔ مثلاً پہلے باب کی چوتھی فصل جس میں ذوق وشوق، محنت و جانفشانی، زعم و قیاس آرائی سے احتراز، تکرار و مذاکرہ اور روایات کی جانچ پڑتال ادبی محقق کے لیے بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے کسی دوسری تحقیق سے وابستہ محقق کے لیے۔ اسی طرح ''تحقیق کے مصادر'' اور ''تحقیق کی غرض و غایت اور مقصد'' جیسی فصلیں ادبی محقق کو نہ صرف حقیقت پسند بنانے میں کردار ادا کر سکتی ہیں بلکہ ان کی ہمت بھی بڑھانے کا باعث بن سکتی ہیں۔

اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ یہ جدید دور کی تحقیقاتی رویّوں کو نظر انداز نہیں کرتی۔ احادیث اور پھر اس کے سلسلے میں ہونے والی تحقیق سے یہ ایسے اصولوں کا استنباط کرتی ہے جو دینی علوم کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کی تحقیق میں بھی مفید ثابت ہو سکتے ہیں، بلکہ کتاب کا بنیادی نکتہ ہی یہی ہے کہ ہم جدید تحقیق میں ان اصولوں سے کتنا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

الغرض' اس کتاب میں شامل دونوں ابواب میں پیش ہونے والے نکات بالواسطہ اور بلاواسطہ ہر قسم کی تحقیق میں رہنمائی کا مواد رکھتے ہیں۔ اردو ادب جو اسلامی پس منظر میں پروان چڑھا ہے اور اس سے وابستہ بیشتر ادیب مسلمان ہیں، لہٰذا دوسرے علوم کی بہ نسبت ان سے اردو تحقیقات میں بہتر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اُصول اور جائزے

مقصود حسنی کی یہ تصنیف ۱۹۹۸ء میں قصور سے شائع ہوئی۔ اس کے ناشر مصنف خود ہیں۔ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۲۲ مختصر مضامین پر مشتمل ہے اور کسی قسم کا تعارف، پیش لفظ یا دیباچہ سے عاری ہے۔ کتاب کے مضامین کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے حصے میں ''اصول'' کے زیرِ عنوان ۱۰ مضامین جبکہ دوسرے حصے میں ''جائزے'' کے تحت ۱۲ تحریریں شامل ہیں۔ نگارشات کی مکمل فہرست اس طرح ہے:

اُصول

۱۔۔۔۔تحقیق اور اقسامِ تحقیق

۲۔۔۔۔متن اور اقسامِ متن

۳۔۔۔۔بنیادی اور ثانوی ماٗخذ

۴۔۔۔۔خارجی اور داخلی شواہد

۵۔۔۔۔حواشی و اقتباسات

۶۔۔۔۔ادبی تحقیق میں مفروضے کی ضرورت و اہمیت

۷۔۔۔۔ادبی تحقیق میں اجتہادی صلاحیت کی ضرورت

۸۔۔۔۔تخلیق اور تبصرہ

۹۔۔۔۔ادبی تحقیق میں حوالہ سازی

۱۰۔۔۔۔ایک اچھے مقالے کی خصوصیات

جائزے

۱۔۔۔۔''آب حیات''غیر معتبر ادبی ماٗخذ

۲۔۔۔۔''مہران نقش''تنقیدی و تعارفی مطالعہ

۳۔۔۔۔زندہ و جاوید غالب

۴۔۔۔۔''نسخۂ خواجہ''۔ایک جائزہ

۵۔۔۔۔''فلسفۂ عجم''۔تنقیدی مطالعہ

۶۔۔۔۔شاعری پر ایک عام اور بالموازنہ نظر

۷۔۔۔۔''مقدمہ شعروشاعری''۔ایک مطالعہ

۸۔۔۔۔''شاخِ عمر''۔تخلیقی جائزہ

۹۔۔۔۔''داستانِ وفا''ادبی معلومات کا خزینہ

۱۰۔۔۔۔''کثرتِ نظارہ''۔ایک منفرد سفر نامہ

۱۱۔۔۔۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے تخلیقی تنقیدی اور لسانی نظریے

۱۲۔۔۔۔غیر ادبی مگر ادبی ذائقے کی حامل کتاب

اس فہرست پر نظر دوڑانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کا دوسرا حصہ ہمارے موضوع کے دائرہ کار سے

باہر ہے کیونکہ اس حصے میں پیش کیے گئے مضامین اصولِ تحقیق سے متعلق نہیں۔اس حصے میں پیش کیا گیا مواد ادبی محقق کے لیے پس منظری مطالعے کے ضمن میں تو مفید ثابت ہوسکتا ہیں لیکن خالص تحقیقی اُصولوں کی مباحث اِن میں نہیں ملتے۔لہٰذا اس کو چھوڑ کر کتاب کے پہلے حصے پر قدرے تفصیل سے نظر ڈالتے ہیں۔

کتاب کے پہلے حصے میں کل ۱۰ مضامین شامل ہیں جن میں سے ایک مضمون ''تحقیق اور تبصرے'' کے علاوہ باقی تمام مضامین اصول تحقیق سے متعلق ہیں۔یہ مضامین مختصر ہیں اور اصولِ تحقیق کے تمام موضوعات کو تو ارتقائی انداز میں پیش نہیں کرتے لیکن جن موضوعات کو ان مضامین میں اہمیت دی گئی ہے وہ یقیناً اہمیت کے حامل اور ضروری ہیں۔

اصولِ تحقیق کے متعلق ان مضامین میں سے پہلا مضمون نسبتاً طویل ہے اور تحقیق کی تعریف،اس کے بنیادی اصول اور تحقیق کی بعض اقسام پر روشنی ڈالتا ہے۔اس مضمون میں مقصود حسنی نے پہلے اردو اور انگریزی محققین کے خیالات درج کیے ہیں، پھر ان کا تجزیہ کیا ہے اور آخر میں تحقیق کی وضاحت کے لیے ڈاکٹر سلطانہ بخش کے درجہ ذیل تصوّر سے اتفاق ظاہر کیا ہے کہ:

> ''تحقیق کی بنیاد تلاش،جستجو،مشاہدات،تجربات اور علوم کی افہام وتفہیم پر ہوتی ہے۔تحقیق ایک محتاط،سرگرم جستجو اور مسلسل کاوشِ اظہار ہے جس میں مروّجہ حقیقتوں کی تصدیق،نئی حقیقتوں کی تلاش،اور سچائی کی کھوج مضمر ہے،جس کے منطقی نتائج یا نظریات پر نظر ثانی کی جاتی ہے اور ان کے اثرات کا کھوج لگا کر اس کی صحیح تاویل کی جاتی ہے۔''(۲۳)

انہوں نے اس مضمون میں تحقیق کے کچھ بنیادی اصول بیان کر کے تحقیق کی اقسام پر توجہ صرف کی ہے اور تحقیق کی پانچ بڑی قسموں یعنی تاریخی تحقیق،بیانیہ تحقیق،تجرباتی تحقیق،کلینکل تحقیق اور موضوعاتی تحقیق کی الگ الگ وضاحت کی ہے۔

کتاب میں شامل اصولِ تحقیق سلسلے کا دوسرا مضمون متن کے حوالے سے ہے۔اس مضمون میں متن کی تعریف کے علاوہ انہوں نے متن کی اقسام بیان کرتے ہوئے مختلف مُتون کے درجوں کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔تدوین متن کے سلسلے میں اُن کا یہ مختصر مضمون یقیناً قابلِ لحاظ اور مفید ہے۔

کتاب میں شامل اگلی دو تحریریں کتاب کی قدر و قیمت میں اس حوالے سے اضافہ کرنے والی ہیں کہ ان میں بنیادی و ثانوی مأخذ اور داخلی و خارجی شواہد دو ایسے موضوعات زیرِ بحث لائے گئے ہیں جن پر اصولِ تحقیق کی دیگر کتابوں میں بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ان دونوں مضامین میں مثالوں پر کم انحصار کیا گیا ہے لیکن موضوع کے

ضروری نکات کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ محقق کی نہ صرف رہنمائی ہوتی ہے بلکہ اس کی تربیت بھی ہو جاتی ہے۔ یہ دو مضامین اس سلسلے میں یقیناً اچھا اضافہ کہے جا سکتے ہیں۔

جدید تحقیق میں مفروضوں کی اہمیت و ضرورت پر بہت زور دیا جا رہا ہے۔ مقصود حسنی کی زیرِ بحث کتاب میں بھی اس موضوع پر ایک مضمون ملتا ہے۔ اس حوالے سے کتاب میں شامل اپنے مضمون میں انہوں نے اس اہم موضوع کی اہمیت پر موثر انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ مفروضہ سے ان کی مراد محقق کا ابتدائی نقطۂ نظر ہے اور جس کے تحت ہی آخر میں نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں، مفروضہ کی وضاحت میں وہ لکھتے ہیں:

> ''جب تک ''لا'' کی قیمت متعین نہیں کی جائے گی اس وقت تک اس کی اصل قیمت جو نا معلوم ہے یا پس پردہ ہے یا معلوم نہیں ،تک رسائی حاصل نہ ہو سکے گی۔ جب اس کی فرضی قیمت دو مقرر کر دی جاتی ہے تو معاملہ آگے بڑھتا ہے۔ اس فرضی قیمت کے تناظر میں ''لا'' کی قیمت سے متعلق معلومات جمع کی جاتی ہیں۔ تحقیق و تلاش کے بعد آخر ''لا'' کی اصل قیمت تک رسائی ہو سکے گی۔'' (۲۴)

واضح رہے کہ وہ مفروضوں کی اہمیت کے قائل ہیں لیکن غیر متعلق مفروضوں سے بچنے کی پُرزور تلقین بھی کرتے ہیں بقول اس کے اس طرح معاملہ سلجھنے کی بجائے مزید الجھ جاتا ہے۔

کتاب کے اگلے مضمون میں محقق کی صلاحیتوں میں 'اجتہاد' کی صلاحیت کا اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور محقق کو مجتہد کی بعض خوبیاں اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے انہوں نے اس مضمون میں تنقیدی نوعیت کی مثالوں سے مدد لی ہے۔

''حواشی و اقتباسات'' میں نہ صرف ان کے طریقۂ کار کی وضاحت ملتی ہے بلکہ اُن کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مضمون میں اختصار کے ساتھ انھوں نے حواشی و تعلیقات سے متعلق تمام ضروری نکات جمع کیے ہیں۔ ''ادبی تحقیق میں حوالہ سازی'' کافی مختصر ہے اور محض ڈیڑھ صفحے کا ہے۔ یہ مضمون تاثراتی نوعیت رکھتا ہے اور اس میں غیر ضروری حوالہ نگاری سے پرہیز پر زور دیا گیا ہے۔ کتاب میں اصول تحقیق سلسلے کا آخری مضمون (۲۵) زیادہ کارآمد ہے جس میں ایک اچھے تحقیقی مقالہ کی بعض خصوصیات گنوائی گئی ہیں۔ اس مضمون میں اسلوب تحریر سے لے کر، حوالہ جات، مواد کی ترتیب، اِختصار اور صداقت شعاری وغیرہ کے حوالے سے مقالہ کی مختلف خوبیاں پہلے کسی قدر تفصیل سے اور آخر میں نکات کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں۔

مجموعی طور پر مقصود حسنی کی اس کتاب میں اصولِ تحقیق کے حوالے سے شامل ان مضامین سے اندازہ ہوتا

ہے کہ مقصود حسنی تحقیق کا ایک کافی حد تک جدید اور حقیقت پسندانہ تصور رکھتے ہیں ۔خاص کر تحقیق کی تعریف متعین کرتے ہوئے پہلے مضمون میں یا چھٹے اور ساتویں مضمون میں مفروضے اور اجتہادی فکر کے تحت ان کا تصور یقیناً متوازن، حقیقت پر مبنی اور بڑی حد تک قابل لحاظ ہے۔انہوں نے اپنی کتاب میں فن تحقیق کے ان پہلوؤں کو جگہ دی ہے جو اس ضمن میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں ۔بنیادی اور ثانوی مآخذ، داخلی اور خارجی شواہد اور مفروضے کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے جو مضامین اس مجموعے کا حصہ ہیں وہ اپنے موضوع پر اہم دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں ۔اچھے تحقیقی مقالے کی خصوصیات بیان کرکے انہوں نے دراصل محقق کو اپنے کام پر تنقیدی نظر ڈالنے کی دعوت دی ہے۔

الغرض !تحقیق کے اصولوں سے متعلق یہ مضامین اردو فن تحقیق کے بعض اہم گوشوں کو جدید و قدیم تحقیقی تصور کی روشنی میں واضح کرتے ہیں ۔مصنف کا انداز اس سلسلے میں کافی حد تک تاثراتی بھی ہے لیکن جو مباحث یہاں پر بیان کیے گئے ہیں وہ اپنی اہمیت مسلّمہ طور پر رکھتے ہیں ۔ان مضامین میں اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے لیکن اس کے باوجود اِن کی اہم خوبی یہ ہے کہ موثر اور مدلل انداز میں اپنے موضوع کی مکمل تفہیم کراتے ہیں اور یہی اوصاف ایسے ہیں جو اردو فن تحقیق کی روایت میں ان مضامین کو ایک ممتاز مقام دلانے کے لیے کافی ہیں ۔

تدوین، تحقیق،روایت

رشید حسن خان کی پہلی کتاب کا ذکر گزر چکا ہے ۔زیرِ نظر کتاب اُن کی اِس سلسلے کی دوسری کاوش ہے جو اُن کے چند مقالات کا مجموعہ ہے۔ان میں بیشتر مضامین تدوین متن سے متعلق ہیں ۔۲۵۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی اشاعت ۱۹۹۹ء میں ہوئی ۔مضامین کی کل تعداد ۱۱ ہے جن کی فہرست حسب ذیل ہے:

۱۔۔۔۔شہرت ،روایت اور تحقیق

۲۔۔۔۔کلام حافظ سے فال نکالنے کی روایت اور اس کی حقیقت

۳۔۔۔۔تدوین میں منشائے مصنف کا تعین

۴۔۔۔۔تدوین اور اعراب نگاری

۵۔۔۔۔کلام اقبال کی تدوین

۶۔۔۔۔تدوین کلام غالب کے مسائل (املا کے لحاظ سے)

۷۔۔۔۔دکنی ادب کی تدوین کے مسائل شمالی ہند کے ایک طالب علم کے نقطہ نظر سے

۸۔۔۔۔اردو میں تدوین کے پچاس سال

۹۔۔۔۔حافظ محمود شیرانی کی تاریخی اہمیت

۱۰۔۔۔۔تحقیق کا معلم ثانی

۱۱۔۔۔۔ایک نیا انتخاب

اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ اِس میں کچھ مضامین براہ راست اصولِ تحقیق کے ایک اہم شعبے تدوین متن سے متعلق ہیں لیکن بیشتر مضامین ایسے ہیں جو بالواسطہ اُصول تحقیق کے ضمن میں افادیت رکھتے ہیں۔ جہاں تک اصول تحقیق کے حوالے سے اہم مضامین کا تعلق ہیں ان میں نمبر شمار ۱،۳،۴،۵،اور ۱۸ اہم ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ان کی وضاحت کسی قدر تفصیل سے کی جاتی ہے۔

''شہرت، روایت اور تحقیق'' کتاب کا پہلا مضمون ہے جن میں رشید حسن خان نے روایت کے ضمن میں غلط شہرت کی حقیقت واضح کی ہے۔ بعض چیزیں روایت کے لحاظ سے درست نہیں ہوتی لیکن وہ مشہور ہو جاتی ہیں زیر نظر مضمون میں انھوں نے کافی مثالیں دے کر منفی روایت یا شہرت کے نرغے میں آنے سے بچنے کی تلقین موثر انداز میں کی ہے۔

''تدوین میں منشائے مصنف کا تعین (۲۶)'' کتاب کا غالباً سب سے بہترین مضمون ہے۔ اس کے آغاز میں جو صراحت ملتی ہے وہی اس کی بہترین توضیح بھی ہے لہٰذا اُن کے اپنے الفاظ یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

> ''یہ تحریر دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں اصلاً اس پر گفتگو کی گئی ہے کہ تحقیق اور تدوین کے نقطہ نظر سے متن کس کی ملکیت ہوتا ہے۔ مصنف کی یا قاری کی۔ نیز یہ بات کہ ابتدائی سطح پر متن کے کسی بنیادی مفہوم کا تعین کیوں ضروری ہے اور یہ کہ اس سے کثرتِ تعبیر کے عمل کی نفی نہیں ہوتی۔ دوسرے حصے میں الفاظ کے تعین اور ترتیب پر بحث کی گئی ہے۔ منشائے مصنف کی بازیافت جو تدوین کا مقصود ہوتا ہے اس کے لحاظ سے کن لفظوں کو نہیں بدلا جا سکتا اور کن صورتوں میں املا کے الفاظ کو بدلنا ضروری ہے۔ تیسرے حصے میں ان اضافوں کی تفصیل لکھی جائے گی جو خارج متن ہوتے ہیں، لیکن متن کی تقسیم کے لحاظ سے ان کا شمول ضروری ہوتا ہے۔''(۲۷)

''تدوین اور اعراب نگاری (۲۸)'' اپنے عنوان سے ظاہر ہے۔ اُصولِ اعراب نگاری تدوین کا جزو نہیں بلکہ اضافہ شمار ہوتا ہے۔ اس مضمون میں تدوین کے سلسلے میں اعراب کی ضرورت و اہمیت نیز طریق کار پر مثالوں کی

مدد سے روشنی ڈالی گئی ہے ۔

''کلام اقبال کی تدوین''(۲۹) عملی تحقیق کے ذیل میں شمار ہونے والا مضمون ہے ۔اس سلسلے میں انہوں نے کلامِ اقبال کی اشاعت پر بحث کی ہے اور خاص طور پر اقبال اکیڈمی لاہور کے مرتب کردہ کلیاتِ اقبال (۱۹۹۰) کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے ۔اس حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> ''اقبال اکادمی کا نسخہ کلیات حسنِ طباعت کے لحاظ سے قابل ذکر ہے ۔اس کے صفحات کے حواشی ایسی گلکاری اور رنگ آمیزی سے مزیّن ہے کہ کچھ دیر کے لیے تو محسوس ہوتا ہے جیسے آنکھوں کی روشنی بڑھ گئی ہو،لیکن جیسے ہی سیمیا کی سی نمود ختم ہوتی ہے تو خیال ہوتا ہے کہ تحقیق اور تدوین کی روایت شاید اردو میں موجود ہی نہیں ۔''(۳۰)

کتاب کا ایک اور مضمون ''اردو میں تدوین کے پچاس سال'' کے عنوان سے ہے جو گزشتہ نصف صدی کے تدوینی جائزے پر مشتمل ہے ۔اس مضمون میں ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ ''تدوین کے طریق کار کی وضاحت اس تحریر کے دائرے میں شامل نہیں'' تاہم اس مضمون سے ۱۹۴۷ء سے اب تک تدوین سے متعلق نشونما پانے والے اہم رجحانات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے چنانچہ تدوینِ متن کے ہر طالبعلم کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے ۔

کتاب میں شامل ایک اور مضمون دکنی ادب کی تدوین سے متعلق ہے جس میں طالب علمانہ نقطہ نظر کو ملحوظ رکھ کر دکنی ادب کی مشکلات کی وضاحت کی گئی ہے ۔دکنی ادب پر تحقیق کرنے والے محقق کے لیے یہ مضمون کسی نعمت سے کم نہیں ۔اقبال کے بعد کلامِ غالب کی تدوین کے مسائل پر بھی ایک مضمون کتاب میں شامل ہے لیکن اس میں صرف املا کے مسائل سے سروکار رکھا گیا ہے ۔اپنے ایک اور مضمون ''تحقیق کا معلم ثانی'' میں انہوں نے حافظ محمود شیرانی کے بعد قاضی عبدالودود کو تحقیق کا معلم ثانی شمار کیا ہے ۔اس مجموعے کے ایک اور مضمون میں حافظ محمود شیرانی کو بھی موضوع بنایا گیا ہے ۔

کتاب میں شامل بعض مضامین عملی تحقیق کے بہترین نمونے ہیں ۔یہ مضامین بھی نوجوان محققین کے لیے تربیت کا سامان رکھتے ہیں ۔ویسے بھی تحقیق کے اصولوں کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے سب سے بہترین طریقہ بھی یہی ہے ۔رشید حسن خان اس کی افادیت سے پوری طرح واقف ہیں چنانچہ ان کے ہاں زیادہ تر مضامین عملی تحقیق سے متعلق ہی ملتے ہیں ۔انہوں نے نظری تحقیق پر لکھتے ہوئے بھی کثرت سے مثالیں شامل کر کے ان کو عملی تحقیق کے قریب کر دیا ہے ۔زیر بحث کتاب میں بھی انھوں نے مثالوں سے زیادہ استفادہ کیا ہے ۔

یہ کتاب چونکہ مضامین کا مجموعہ ہے لہذا کسی 'کتابیات' سے عاری ہے ۔اس کے بہت کم مضامین دوسرے

مقامات پر چھپے ہیں۔تدوین سے متعلق ہونے کے باوجود ان میں تنوع موجود ہے۔اصولِ تحقیق کے ضمن میں کو رشید حسن خان کی پہلی تصنیف زیادہ بہتر ہے لیکن یہ مجموعہ بھی فنِ تحقیق کی روایت میں ایک اہم اضافہ ہے اور نسبتاً جدید تر تحریروں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ان کی افادیت بعض حوالوں سے زیادہ ہے۔

تحقیقی مقالہ نگاری (طریق کار)

یہ کتاب فنِ تحقیق سے متعلق ایک انگریزی کتاب

Writing Research Papars :

(A guide to the process)

By : Stefhan Beerner,Domenick Caruso

کا اردو ترجمہ مع حواشی و تعلیقات ہے، جو ۱۹۹۸ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں ایم فل کی ڈگری کے لیے پیش ہوا(۳۱) تاہم کتاب کے اوپر ترجمہ کا لفظ نہیں، البتہ مذکورہ کتاب کو بنیاد ضرور شمار کیا گیا ہے۔پروفیسر محمد عارف اپنے اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''یوں تو ہم نے تحقیقی طریق کار پر لکھے گئے اکثر مقالات سے استفادہ کیا ہے، تاہم کیروسو اور ویڈن بورنر کے بے حد شکر گذار ہیں کہ ان کی مایہ ناز کتاب:
>
> **Writing Research Papers**
>
> **(A Guide to the process)**
>
> ہمارے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئی۔ہمیں اعتراف ہے کہ تازہ ترین امریکی تحقیقی طریق کار پر یہ جامع ترین مقالہ ہماری حقیر کاوش کی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔''(۳۲)

۱۹۹۹ء میں ادارہ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی یہ کتاب تقریباً پانچ سو صفحات کو محیط ہے۔ڈاکٹر سہیل احمد خان کے ایک مختصر ''حرفِ اوّل'' کے بعد پیش لفظ الگ ہے جو اس کتاب کا تعارف پیش کرتا ہے۔

پروفیسر محمد عارف کی یہ کتاب تحقیقی عمل کے جملہ پہلوؤں کو برتنے کے طریقۂ کار سے متعلق ہے جو عملی نمونوں کی صورت میں اپنے مباحث پیش کرتی ہے۔اس میں تحقیقی اصول محض بیان نہیں ہوئے بلکہ کافی حد تک دکھائے گئے ہیں۔یہ کتاب جزئیات نگاری کی خوبصورت مثال ہے، اور ادبی تحقیق سمیت سوشل سائنس اور نیچرل سائنس کی تحقیق کو مدِ نظر رکھ کر تالیف کی گئی ہے۔اس کتاب میں براہِ راست اصولوں کی بحث نہیں ہے بلکہ تحقیق

کے مختلف پہلوؤں اور مراحل کو اس میں مثالوں کی روشنی میں نمایاں کیا گیا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر یہ کتاب رہنمائی نہیں بلکہ رہبری کرتی ہے۔ اس میں تحقیق کے دوسرے شعبوں کو نظر انداز کیا گیا ہے اور خالص تحقیقی عمل اور طریقِ کار سے سروکار رکھا گیا ہے، جس کا اندازہ فہرستِ ابواب پر ایک نظر ڈالنے سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

ابتدائی رسمی نگارشات کے بعد کتاب کو دس ابواب رحصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو درجہ ذیل ہیں:

(1)۔۔۔تحقیقی عمل (2)۔۔۔بنیادی تحقیقی کار (3)۔۔۔لائبریری کا استعمال

(4)۔۔مصادر کی تلاش (5)۔۔۔مصادر کا مطالعہ اور نوٹ لینا (6)۔۔مقالہ لکھنے کی تیاری

(7)۔۔۔مقالہ لکھنا (8)۔۔۔مصادر کا حوالہ دینا (9)۔۔۔مبیّضہ تیار کرنا

(10)۔۔۔تسوید و تبییض

''تحقیقی عمل'' تعارفی نوعیت کا ہے۔ اس حصے میں پہلے تحقیقی عمل سے متعلق چند اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے جس کے بعد تحقیقی عمل کی مزید تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ جس سے تحقیق کے حدود کی پہچان آسان ہو جاتی ہے۔ اس باب کے آخر میں مفروضہ اور موضوع کی تحدید کے حوالے سے بھی معلومات کو جگہ دی گئی ہے۔

''بنیادی تحقیقی کام'' کے عنوان سے شامل کتاب کے دوسرے حصے میں بھی زیادہ تر 'موضوع' کو ہی زیرِ بحث رکھا گیا ہے۔ موضوع کی تلاش و انتخاب، اس کے لیے مفروضہ کی تشکیل اور پھر کتب حوالہ کی تفصیل اس باب کے نمایاں پہلو ہیں۔ کتب حوالہ کے ضمن میں اس حصے میں بعض اردو اور انگریزی کتابوں کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔

لائبریری کا استعمال تفصیل سے الگ حصے (باب) میں دکھایا گیا ہے۔ لائبریری سے استفادے کے سلسلے میں یہ کتاب جتنی مفید ہے شاید ہی کوئی دوسری ہو۔ اس میں لائبریری سے استفادہ کے طریقے اس وضاحت سے پیش ہوئے ہیں کہ کسی بھی لائبریری سے کم سے کم وقت میں مطلوبہ مواد تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔ کتاب کے اس حصے میں بھی ایک فہرست شامل ہے جو اردو اور انگریزی رسائل اور جرائد پر مبنی ہے۔

تاریخی تحقیق میں مصادر کی اہمیت مسلّم ہے۔ معتبر مصادر کی تلاش اور حصول ہی دراصل تحقیق کی رفتار اور نتائج پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کتاب کے اگلے حصے میں تحقیق کے اِسی پہلو کو روشن کرنے کی جستجو کی گئی ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بنیادی و ثانوی مأخذ اور اہم اور غیر اہم مصادر کی پہچان میں بڑی حد تک معاون ہے۔ یہاں پر موضوع مقالہ پر نظر ثانی کی بھی وکالت کی گئی ہے۔

کتاب کے اگلے حصے/ باب میں بھی مصادر کی بحث کو جاری رکھا گیا ہے لیکن مصادر کی چھان بین کے بارے میں وضاحت کرنے کے بعد یہ باب مکمل طور پر مطالعہ اور نوٹ لینے کے طریقوں کو تفصیل سے روشن کرتا نظر آتا ہے ۔یہاں پر اقتباس لینے کے وجوہات یوں بیان ہوئے ہیں:

''اقتباس پیش کرنے کے عملاً چار وجوہات ہیں۔۔۔۔ایجاز و اختصار،صحت، نا قابلِ فراموش زبان،اور سند۔''(۳۴)

نوٹ لینے کی جس قدر تفصیل اس کتاب میں ملتی ہے وہ کہیں اور نہیں ملتی ۔مثالوں کے لیے عملی قسم کے نمونوں سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔اس باب کے آخر میں سرقہ کے حوالے سے مختصر بحث بھی قابلِ مطالعہ ہے۔

کتاب کے چھٹے حصے میں لکھنے کی تیاری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ابتدائی مسودہ لکھنے سے پہلے اپنے نوٹوں کو ترتیب دینا،ابتدائی تعارف لکھنا جس میں بنیادی تحقیق کا تعین بھی ہو،اس حصے میں پیش ہونے والے اہم نکات ہیں۔کتاب کے اگلے حصے میں بھی یہی موضوع آگے بڑھتا ہے،چنانچہ اس باب میں ابتدائی مسودہ تیار کرنا اور پھر اس پر نظر ثانی کر کے ترامیم و اضافے کرنا،نیز مقالہ تیار کرنے کا عمل سمجھایا گیا ہے۔

''مصادر کا حوالہ دینا'' کتاب میں شامل آٹھواں حصہ ہے جس میں حوالہ نگاری پر بحث کی گئی ہے۔یہ حصہ حوالہ نگاری کے تمام اہم طریقوں یعنی فٹ نوٹ،آخری نوٹ،قوسین میں حوالہ نگاری، حوالہ نگاری کا عددی نظام وغیرہ کی مکمل وضاحت فراہم کرنے کے علاوہ فہرستِ کتابیات میں کتب کے اندراج کے حوالے سے بھی معلومات کا حامل ہے۔یہ تمام طریقے مثالوں کی روشنی میں دکھائے گئے ہیں جن کے باعث ان کی تفہیم بڑی حد تک آسانی ہوگئی ہے۔

نویں حصے میں مقالہ کی تیاری یا لکھنے کے عمل کو مقالوں کی صورت میں تین نمونوں کی وساطت سے واضح کرنے کی کامیاب سعی کی گئی ہے۔ان تین نمونوں میں سے ایک نمونہ ادب،ایک سوشل سائنس اور ایک نیچرل سائنس سے لے کر عملی نوعیت کی مثالیں ترتیب دی گئی ہیں،جن سے مطالعے کے دوران اہم نکات سمجھنے،اقتباس لینے، نیز اپنی تحقیق کو بہتر سے بہتر کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔یہ روایت تحقیق سے متعلق ہماری دیگر کتابوں میں نہیں ملتی۔اس حصے میں مثالیں نسبتاً طویل ہیں لیکن افادیت کے لحاظ سے مسلّم ہیں۔

کتاب کا آخری حصہ 'تسوید و تبیض' کے عنوان سے ہے۔یہ حصہ تسوید،اسلوب اور زبان کے علاوہ تبیض کے مضمرات کی وضاحت پر مبنی ہے۔اس میں ایم ایل اے ہینڈ بک کی مقالے کے حوالے سے سفارش کردہ بعض

ضروری نکات کی فہرست بھی شامل ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ کتاب دوسری کتابوں سے اس حوالے سے منفرد ہے کہ یہ اپنی پیش کش میں زیادہ موثر اور قابلِ تقلید مثالوں سے مزیّن ہے۔ یہ تحقیقی مقالہ نگاری کے تمام مراحل کی معروضی انداز میں اس طرح وضاحت کرتی ہے کہ قاری نہ صرف کمزور پہلوؤں سے باخبر ہو جاتا ہے بلکہ کمزور سے ذرا بہتر اور پھر بہترین کا فہم بھی حاصل کر لیتا ہے۔ اس کتاب میں تحقیقی عمل کے ان پہلوؤں کی وضاحت بھی کی گئی ہے جو دوسروں نے سہل پسندی سے یا غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کیے ہیں۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اپنے قاری کو اپنے مباحث میں شامل کرتی ہے۔ اس میں قاری کو ہر اہم نکتے کی وضاحت نہ صرف منطقی انداز میں بلکہ تفصیل اور جزئیات نگاری کے ساتھ ملتی ہے۔

اس کتاب کی بنیاد چونکہ انگریزی کتاب ہے لہٰذا اس کے مباحث انگریزی کتابوں یا مغربی طرزِ تحقیق ہی سے سروکار رکھتے ہیں اور اس کے اندر دی گئی مثالیں بھی انگریزی کتب یا مقالات سے لیے گئے ہیں لیکن اس سے اس کی افادیت میں کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوتی۔ کتاب کا موجودہ (اردو) روپ اس حوالے سے بھی زیادہ مفید ہے کہ اس میں اردو تحقیق کے نقطۂ نظر سے کافی اضافے کیے گئے ہیں جس کے باعث اب یہ اردو تحقیق کے مزاج سے کافی حد تک ہم آہنگ ہو گئی ہے۔

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب اردو فنِ تحقیق کی تاریخ میں ایک نئے طرز کا اضافہ ہے۔ مقالہ نگاری کے جملہ نکات جس تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس میں بیان ہوئے ہیں وہ شاید کسی اور کتاب میں نہیں ہوئے۔ معروضی انداز، جزئیات نگاری اور موثر مثالوں کی بدولت یہ کتاب اردو فنِ تحقیق کی روایت میں ایک نئے اُفق کا پتہ دیتی ہے اور منفرد مقام کی حامل کاوش ٹھہرتی ہے۔

اُردو تحقیق، مسائل و معیار

اردو تحقیق کا یہ المیہ رہا ہے کہ سندی مقالوں کی مکمل فہرستیں دستیاب نہیں، چنانچہ ایک ہی موضوع پر کئی طلباء بیک وقت مصروفِ عمل ہوتے ہیں۔ اردو زبان و ادب کے بے شمار گوشے ابھی تحقیق طلب ہیں ایسے میں ایک ہی موضوع پر ایک سے زیادہ محققین کی صلاحیتیں ضائع کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اس صورت حال میں تکرار سے بچنے اور تحقیقی رفتار کا اندازہ لگانے کے لیے جزوی فہرستوں کی ترتیب کی کوششیں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں۔ لیکن یہ کوششیں اس سلسلے میں کافی نہیں۔ اب تک اس سلسلے میں جو مختصر سرمایہ موجود ہے، اُس میں اسد فیض کی مرتبہ کتاب

''اردو تحقیق مسائل و رفتار'' کو ایک معتبر کوشش قرار دیا جا سکتا ہے، جسے ہم عصر پبلی کیشنز ملتان نے زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ یہ کتاب دراصل ''ہم عصر'' (ملتان) کا ''جامعاتی تحقیق نمبر'' جنوری، مارچ ۲۰۰۱ء کی کتابی صورت ہے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں نہ صرف زیادہ توجہ جامعات میں ایم فل اور پی ایچ۔ڈی سطح کے کام کی زیادہ سے زیادہ فہارس جمع کرنے میں صرف کی گئی ہے بلکہ ان میں علمی یا نظری تحقیق کے حوالے سے چار مفید تحریریں بھی جمع کی گئی ہیں۔ یہ تحریریں جو کتاب کی افادیت میں اضافہ کرنے والی ہیں کتاب کے ابتدائی حصے میں شامل ہیں۔

رسمی نگارشات کے بعد کتاب کی پہلی تحریر ڈاکٹر طاہر تونسوی کا مختصر مضمون ''اردو تحقیق کا المیہ'' ہے۔ ڈاکٹر تونسوی اپنے مضمون میں تحقیق کے موجودہ معیار سے مطمئن دکھائی نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک تحقیق کے نام پر جو کچھ لکھا جا رہا ہے، وہ محض کاغذوں کو ''کالا'' کرنے کے مترادف قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ سندی تحقیق کی کمزوریوں کا ذمہ دار یونیورسٹیوں کے ان پروفیسروں کو گردانتے ہیں جو طلبہ کے نگران مقرر کیے جاتے ہیں۔

نظری مباحث کے سلسلے میں اگلی تحریر ''ڈاکٹر سلیم اختر سے ایک ادبی مکالمہ'' کے عنوان سے ہے جو مرتب نے خود تحریر کیا ہے۔ یہاں پر ڈاکٹر سلیم اختر نے مرتب کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے تحقیق اور پھر تنقید کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے، نیز سندی تحقیق پر کھل کر اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے خیال میں سندی تحقیقات میں معیار کے گرنے کی سب سے بڑی وجہ تحقیق سے وابستہ مالی فائدہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر زندہ شخصیات پر تحقیق کرنے کے بھی حق میں ہیں۔ وہ تحقیق کے مراحل میں انتظامی رکاوٹوں کے شدید مخالف ہیں۔

ڈاکٹر نثار احمد کا مقالہ ''شخصیات پر تحقیقی مقالہ اور تحقیقی تقاضے'' (۳۴) بھی ایک متوازن اور تحقیق کے اصولوں پر پورا اترنے والا مضمون ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون کے آغاز میں تحقیقی مقالہ جات کو مندرجہ ذیل سات گروپوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ لسانی مقالے ۲۔ علاقائی مقالے ۳۔ شخصی مقالے ۴۔ تصنیفی مقالے
۵۔ نظریاتی مقالے ۶۔ صنفی مقالے ۷۔ مجلّاتی تحقیقی مقالے

اس کے بعد ان کی مختصر وضاحت کی ہے اور پھر شخصی مقالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کے اندازے کے مطابق موجودہ ادبی تحقیق کا تقریباً ستر فیصد شخصیتی مقالات پر مبنی ہے۔ ان کے نزدیک استثنائی مثالوں کو چھوڑ کر باقی

کوکسی صورت بھی معیاری تحقیق کا نمونہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔انہوں نے اس صورت حال کے اسباب بھی تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب میں شامل سب سے بہترین مضمون ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا ''پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق'' (۳۵) ہے۔اس تحریر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ان مسائل کوموضوع بناتی ہے جوتحقیق میں آج کل درپیش ہیں اور ہر جگہ ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں ۔یہ مقالہ تحقیق کے جدید مسائل کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرتا ہے۔پاکستان میں تحقیق بڑی حد تک جامعات سے وابستہ ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین کے خیال میں ادبیات میں تحقیقی کام کا تقریباً ۸۰ فیصد حصہ جامعات کے طلبہ اور اساتذہ کی کاوشوں پر مشتمل ہے۔تاہم بڑے محققین جیسے مولوی شفیع ،حافظ محمود شیرانی ،عبدالعزیز میمن ،سید عبداللہ ، غلام مصطفی خان اور وحید احمد قریشی وغیرہ سے جامعات محروم ہونے کی وجہ سے اب جامعات میں تحقیق کی روایت رو بہ زوال ہے ۔انہوں نے آگے بڑھ کر ان وجوہات اور رکاوٹوں مشکلات اور مسائل کا بھی تفصیل سے تجزیہ کیا ہے جو اس صورت حال کا باعث ہیں ۔مقالے کے آخری حصے میں اس صورت حال سے نکلنے کے لیے بعض قابل عمل تجاویز بھی دیے گئے ہیں ۔

نظری مباحث کے بعد کتاب کا دو تہائی حصہ مقالات کی فہرستوں پر مشتمل ہے۔یہ مقالات دو بڑے زمروں میں تقسیم کیے گئے ہیں ۔پہلے حصے میں پاکستانی جامعات کی فہرستیں ہیں ۔جبکہ دوسرے حصے میں ہندوستانی جامعات کے ایم فل ، پی ایچ ڈی کے موضوعاتی فہارس شامل ہیں ۔

ان فہارس میں بے شمار موضوعات جمع کیے گئے ہیں لیکن ان کی ترتیب قابل رشک نہیں ہے۔کہیں پر نمبر شمار موجود ہے تو کہیں پر نہیں ۔بعض جگہ رجسٹریشن یا ڈگری کا سال مع مہینہ اور دن کا اندراج موجود ہے اور بعض جگہ بالکل نہیں ۔بعض جگہ موضوعات پہلے اور بعد میں مقالہ نگار کا نام ہے جبکہ بعض جگہ مقالہ نگار کا نام پہلے اور موضوعات بعد میں درج ہیں ۔معلوم ہوتا ہے کہ جس یونیورسٹی کے مقالات کی فہرست جس صورت میں ان کو دستیاب ہو سکی اسی طرح شامل کی گئی ہے جس سے ایک انتشار اور بے ترتیبی سی پیدا ہوگئی ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس کتاب کی افادیت سے انکار ممکن نہیں ۔اس میں ہر یونیورسٹی کی فہرست الگ الگ عنوان کے تحت موجود ہے جس سے کسی خاص موضوع کی تلاش نسبتاً آسان ہوئی ہے۔پاکستانی جامعات کی تعداد چونکہ ہندوستانی جامعات کے مقابلے میں کم ہے لہٰذا ہندوستانی جامعات میں ہونے والی تحقیقات کا اس میں زیادہ احاطہ ہوا ہے۔

کتاب کے آخر میں رضا لائبریری رام پور (انڈیا) کے حوالے سے ایک تعارفی نوعیت کی تحریر بھی شامل ہیں جس میں مذکورہ لائبریری کے ماضی و حال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

موضوعات کی فہارس کے سلسلے میں یہ ایک مفید کوشش ہے۔ایسی کوششوں کو زیادہ موثراور فہارس کو uptodate بنانے کی ضرورت ہے۔یہ کام کوئی مرکزی ادارہ سرانجام دے تو زیادہ بہتر ہوگا بلکہ سرکاری طور پران فہارس کی اشاعت اور پھر مختلف یونیورسٹیوں اور قومی لائبریریوں اور دیگر تحقیقی اداروں میں مہیا کرنے کے علاوہ انٹرنیٹ پر بھی شائع کرتے رہنا چاہیے،تاکہ ہماری تحقیقات کا نہ صرف رفتار درست رہے بلکہ اس کا معیار بھی بلند کرنے میں مدد ملے۔

مقالہ نگاری کے اُصول مع رہنمائے مطالعہ

برصغیر کے دینی مدارس میں طلباء کوایک خاص مرحلے پر تحقیق کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اورعموماً اُن کی اس کورس میں کامیابی تحقیقی مقالے سے مشروط ہوتی ہے چنانچہ یہ کتاب انہیں طلباء کی رہنمائی کے لیے ایک عربی تصنیف ''المعراس فی فن اعداد و کتابۃ الابحاث'' کا اردو ترجمہ ہے۔عربی میں اس کتاب کی اشاعت ۱۹۹۶ء میں ہوئی جبکہ اس کے مصنف جامعہ اُم القریٰ کے استاد ڈاکٹر محمد صالح بن علی جان ہیں۔اِسے اردو کے قالب میں مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور کی ترغیب پر مفتی عقیل الرحمٰن نے ڈالا ہے۔

اردو میں اس کی پہلی اشاعت جولائی ۲۰۰۱ء جبکہ دوسری اشاعت مئی ۲۰۰۳ء میں مکتبہ ارسلان،کراچی کے زیر اہتمام ہوئی۔یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے جس میں پہلا حصہ ترجمہ ہے لیکن دوسرا حصہ واضح نہیں۔اس حصے کے حوالے سے فہرست،تعارفی دیباچہ یا عرضِ مترجم میں بھی کوئی وضاحت نہیں۔پہلے حصے کے اختتام پر الگ صفحے پر ''رہنمائے مطالعہ و مضمون نگاری'' کا عنوان جلی حروف میں درج ہے،نیز مصنف کے طور پر مولانا مفتی جمیل احمد نذیری کا نام موجود ہے۔اس حصے میں کچھ اردو کتابوں کے حوالے بھی موجود ہیں جو ظاہر ہے ترجمہ میں نہیں ہوسکتے۔اس کے علاوہ پہلے حصے کے اختتام پر ''تم بعون اللہ تعالیٰ وتوفیقہٖ'' کے الفاظ درج ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ دوسرا حصہ مذکورہ ترجمے کا تسلسل نہیں۔الغرض کتاب کا پہلا حصہ ہی اصل ترجمہ ہے اور کتاب کا بنیادی حصہ ہے۔

جہاں تک کتاب کے اِس بنیادی حصے کا تعلق ہے اس میں تحریر یا مقالہ نگاری کے سلسلے میں اہم اور جدید اصولوں کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔کتاب کے اس حصے کو بھی دو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلی فصل ''علمی تحقیق نگاری کی اوّلین صورت'' میں مقالہ نگاری کے اصول بیان ہوئے ہیں جبکہ دوسری فصل ''مقالہ کی حتمی

شکل'' میں مقالہ نگاری اور مطالعہ کے سلسلے میں رہنمائی کی گئی ہے۔

پہلی فصل میں تحقیق کے لیے موضوع کا انتخاب،موضوع کا خاکہ،مواد جمع کرنا اور تحقیق کا مسوّدہ لکھنا وغیرہ کے علاوہ اُن دیگر اُمور پر جزیات نگاری اور اختصار سے روشنی ڈالی گئی ہے جو تحقیق نگار کے لیے مقالے کی تیاری کے سلسلے میں معاونت کرتے ہیں۔موضوع کے انتخاب کے سلسلے میں موضوع کی تحریر یا ''عنوان'' کی بحث اس کتاب کی خصوصیت ہے۔اس ذیل میں کتاب کی یہ رہنمائی کتنی مناسب ہے:

> ''بہتر ہوگا کہ عنوان کم سے کم کلمات پر مشتمل ہو،اس کا حدودِ اربعہ واضح اور متعین ہوں۔
> عنوان کے الفاظ سے موضوع کی باریکیاں جھلکتی ہوں۔اسی طرح ''عنوان'' دلکش،انوکھا
> اور جاذبِ نظر ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ میں ڈھلا ہونا چاہئے کہ قاری کو از اول تا
> آخر پڑھتے چلے جانے پر مجبور کردے۔''(۳۶)

فصل دوم میں مقالے کی حتمی شکل میں ترتیب کے لیے عمومی ہدایات تفصیل سے درج کرنے کے بعد حاشیہ اور متن میں حوالہ درج کرنے اور کتابیات تیار کرنے کے طریقے واضح کیے گئے ہیں۔یہاں پر عمومی ہدایات میں زیادہ تر رموزِ اوقاف شامل ہیں۔فصل اوّل اور فصل دوم کے یہ تمام مباحث مع فہرست و ابتدائی تحریروں کے صرف ۷۴ صفحات میں بیان ہوئے ہیں۔

یہ مباحث اگرچہ عربی سے مترجمہ ہیں لیکن اس میں بیان کردہ اُصول کسی تخصیص کے بغیر ہر قسم کی تحقیق میں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔اس میں بیان کردہ تمام اُصول حقیقت پسندانہ ہیں اور واقعی طور پر قابل پیروی ہیں۔ ادبی تحقیق میں بھی ان سے بڑی حد تک استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں بھی پہلے حصے ہی سے ملتا جلتا مواد ملتا ہے۔یہ حصہ پہلے حصے سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے اور الگ ایک چھوٹی سی تصنیف کا درجہ رکھتا ہے۔اس میں کچھ بکھرا سا مواد شامل ہے،لہٰذا اس کی اہمیت پہلے حصے کے برابر نہیں۔

اس حصے کے آغاز میں ''کتب خانہ اور لائبریری'' اور ''مطالعہ روح کی غذا'' جیسے عنوانات ملتے ہیں۔جس کے بعد ''مضمون نگاری'' کے حوالے سے رہنما اُصول کسی قدر تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔''تحقیق و ریسرچ'' الگ عنوان ہے۔جس میں اگرچہ تحقیق کا اسلامی تصوّر مصنف کے پیشِ نظر ہے لیکن ادبی اور دیگر سماجی علوم میں بھی اس کی افادیت موجود ہے۔دوسرے حصے میں کارآمد حصہ یہی ہے۔اس حصے کے دیگر مباحث میں رموزِ اوقاف کو بھی اہمیت دی گئی ہے اور مطالعہ و تحقیق کے سلسلے میں چند مشہور شخصیات و مصنفین کے تجربے اور مشورے اقتباسات

کی صورت میں جمع کیے گئے ہیں۔

مجموعی طور پر کتاب کے دونوں حصے تحقیقی مقالہ نگاری کے سلسلے میں اہم اصولوں کو نئے تناظر میں پیش کرتے ہیں۔خاص کر کتاب کا پہلا حصہ اختصار و جامعیت کی بہترین مثال ہے۔اس میں جدید و قدیم، نیز مشرقی ومغربی طرزِ تحقیق کے نمائندہ اُصولوں کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔یہ حصہ نہ صرف بڑے تحقیقی مقالے کے سلسلے میں مفید ہے بلکہ مختصر مقالے یا مضمون کی ترتیب وتحریر کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔کتاب کے مترجم کا اسلوب بھی انتہائی رواں اور سلیس ہے جس نے تحریر کے بنیادی مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر ترجمہ کیا ہے۔کتاب پڑھتے ہوئے یہ احساس بالکل نہیں ہوتا کہ یہ کتاب دراصل ترجمہ ہے بلکہ اس میں اصل تحریر جیسی خوبیاں جمع ہیں۔مترجم کا اسلوب بعض کہنہ مشق ادیبوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں بعض مقامات پر تکرار کا احساس ہوتا ہے۔کیونکہ اس کے بعض مباحث پہلے حصے میں بھی بیان ہوئے ہیں۔مثلاً ''رموزِ اوقاف'' پہلے حصے میں بیان ہونے کے باوجود یہاں دوبارہ اور تفصیل سے درج ملتے ہیں۔اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کتاب کا دوسرا حصہ بالکل بے کار ہے۔اس حصے میں بھی چند اہم تحریریں ہیں جو لاشعوری طور پر تحقیق کے اُصول سکھاتے ہیں۔خاص کر مضمون نگاری کے اُصول اور مشہور شخصیات کے تجربات پر مشتمل اقتباسات کتاب کی اہمیت میں اضافہ کرتے ہیں۔یہ تمام خوبیاں اس کتاب کو ادبی محقق کے لیے بھی قابل تقلید و استفادہ بناتی ہیں۔

تحقیقی مقالہ نویسی کا فن

اس کتاب کے مؤلف ایس ایم شاہد ہیں۔ایس ایم شاہد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں فیکلٹی آف ایجوکیشن سے وابستہ ہیں، چنانچہ اُن کی کتاب کا عمومی نقطۂ نظر بھی تعلیمی تحقیق کے ہی گرد گھومتا ہے۔اس کتاب میں زیادہ تر ایسے اُمور کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جو تقریباً ہر ڈسپلن میں تحقیقی کام سرانجام دینے والے طلباء کے لیے ضروری ہیں۔ادبی اور سماجی تحقیق سے منسلک طلباء بھی اس سے کافی اِستفادہ کرسکتے ہیں۔تحقیق کا مفہوم، مقاصد، تحقیقی مشیر، مقالہ کمیٹی، اور مقالے کا دفاع وغیرہ چند ایسے موضوعات ہیں جن سے تحقیق کے تقریباً ہر طالب علم کو سروکار رہوتی ہے اور واسطہ پڑتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مقصود عالم کے نام معنون یہ کتاب مختصر اور گائیڈ نما ہے لہٰذا زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔فہرستِ ابواب کے بعد ایک طویل ''تعارف'' ہے، جس میں تحقیق کا مفہوم، تحقیق کے مقاصد، معیار، نیز تعلیمی اور پیشہ ورانہ

تحقیق کی امتیازی خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ذیل میں نو ابواب پر مشتمل اس کتاب کی مختصر توضیح پیش کی جارہی ہے۔

کتاب کا پہلا باب ''تحقیقی کام کا مشیر'' ہے، جس میں اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے طریق کار کے تحت مشیر اور اس کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔واضح رہے کہ یہاں پر مشیر سے اُن کی مراد روایتی نگران نہیں ۔

اس کتاب میں شامل اگلے دو ابواب تعلیمی تحقیق کے حوالے سے موضوع یا مسئلہ اور پھر اس کے طریقِ کار (پروپوزل) سے متعلق ہیں۔کتاب کے چوتھے باب کا عنوان ''مقالہ کمیٹی'' ہے۔مقالہ کمیٹی کی یہ روایت علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے علاوہ دیگر یونیورسٹیوں میں شاذ ہی نظر آتی ہے۔کتاب میں ''تحقیقی منصوبے کی منظوری'' پانچواں جبکہ ''تحقیق کا انصرام'' چھٹا باب ہے، جو اپنے عنوانات میں ہی اپنی وضاحت رکھتے ہیں۔مسودہ لکھنے کے عمل کی رہنمائی ساتویں باب میں کی گئی ہے۔آٹھواں باب ''مقالے کا دفاع'' جبکہ نواں اور آخری باب مقالے کے تکمیلی اُمور سے متعلق ہے۔

فنِ تحقیق کے ذیل میں منظر عام پر آنے والی کتابوں میں یہ کتاب بھی اپنے بعض خصوصیات کے ساتھ نوجوان محققین کی رہنمائی کرتی ہے، گو اس میں شامل مباحث کہنہ مشق محقق کو متاثر نہیں کرتے۔اس کے اندر سندی تحقیق اور اس کے بعض مراحل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے اصول وضوابط کے پیشِ نظر بیان کیے گئے ہیں۔اس میں اکثر مثالیں تعلیمی تحقیق سے متعلق ہیں۔چونکہ بنیادی طور پر یہ ایک گائیڈ بک ہے لہٰذا حوالہ، حواشی اور کتابیات وغیرہ سے عاری ہے۔مجموعی طور پر یہ کتاب اردو اصولِ تحقیق کے حوالے سے زیادہ متاثر کن نہیں۔اِس کی اشاعت ۲۰۰۱ء میں مجید بک ڈپو، لاہور سے ہوئی ہے۔

حواشی

۱۔ یہ مقالہ ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ا ، ۱۹۸۷ء میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۲۔ وہاب اشرفی، ''تاریخ اردو'' (جلد دوم) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۷ء، ص: ۱۱۱۸

۳۔ یہ مضمون ''ماہ نو'' (لاہور) فروری ۱۹۸۱ء اور ''ہماری زبان'' (نئی دہلی) ۱۹۸۰ء میں چھپا ہے۔

۴۔ یہ مضمون ''قومی زبان'' (کراچی) اگست ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا ہے۔

۵۔ یہ مضمون ''ماہ نو'' (لاہور) اکتوبر ۱۹۸۱ء میں بھی اشزعت پذیر ہوا ہے۔

۶۔ یہ مضمون ''نگار پاکستان'' (کراچی) جون و جولائی ۱۹۸۱ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۷۔ یہ مضمون ''اورینٹل کالج میگزین'' (لاہور) جولائی ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا ہے۔

۸۔ کتاب مذکور، ص: ۵۸

۹۔ کتاب مذکور، ص: ۴۷

۱۰۔ کتاب مذکور، ص: (پیش لفظ)

۱۱۔ کتاب مذکور، ص: ۷

۱۲۔ ڈاکٹر محمد نورالاسلام (علیگ) ''قاضی عبدالودود کی علمی اور ادبی خدمات'' ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی نمبر ۴، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۴۱

۱۳۔ یہ مقالہ ''حافظ محمود شیرانی مقالات'' ''غالب نامہ'' قاضی عبدالودود نمبر ۱۹۸۴ اور ''ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریقہ کار'' میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۴۔ یہ مضمون سب سے پہلے ''تحریک'' (دہلی) ستمبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔

۱۵۔ ڈاکٹر محمد نورالاسلام (علیگ)، قاری عبدالودود کی علمی اور ادبی خدمات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نمبر ۶، ۲۰۰۰ء ص: ۱۴۵

۱۶۔ ڈاکٹر محمد نورالاسلام (علیگ)، قاری عبدالودود کی علمی اور ادبی خدمات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نمبر ۶، ۲۰۰۰ء ص: ۱۴۷

۱۷۔ کتاب مذکور، ص: ۲۸

۱۸۔ کتاب مذکور، ص: ۱

۱۹۔ کتاب مذکور،ص: ۹

۲۰۔ یہ کتاب مضمون کی شکل میں (دوقسط) ''اورینٹل کالج میگزین'' (لاہور) شمارہ خاص ۹۶۔۱۹۹۵ء میں بھی چھپا ہے۔

۲۱۔ ''فن تحقیق'' از ڈاکٹر غلام مصطفی خان، مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد اول) مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص: ۴۲

۲۲۔ کتاب مذکور،ص: ۴

۲۳۔ کتاب مذکور،ص: ۷،۸

۲۴۔ کتاب مذکور،ص: ۴۵

۲۵۔ یہ مضمون کتاب سے پہلے ''تجدید نو'' (لاہور) ستمبر ۱۹۹۴ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۶۔ 'منشائے مصنف کا تعین' نام سے مصنف کا ایک اور مضمون بھی ہے لیکن اس مضمون سے یکسر مختلف ہے۔

۲۷۔ کتاب مذکور، ص: ۴۲

۲۸۔ یہ مضمون ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) فروری ۱۹۸۳ء میں اس سے پہلے چھپ چکا ہے۔

۲۹۔ یہ مضمون اس سے پہلے ''اقدار'' (کراچی) اور ''سیارہ'' (لاہور) میں بھی چھپ چکا ہے۔

۳۰۔ کتاب مذکور،ص: ۸۹

۳۱۔ ''تحقیق شناسی'' مرتبہ رفاقت علی شاہد، القمر انٹر پرائزز، لاہور۔۲۰۰۳ء، ص: ۳۴۲

۳۲۔ کتاب مذکور، ص: ۱۴

۳۳۔ ایضاً ص: ۲۰۶

۳۴۔ یہ مقالہ ''اردو ادب'' (اسلام آباد) ستمبر ۱۹۹۵ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۳۵۔ یہ مضمون انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد کے زیر اہتمام ''پاکستان میں جامعات کا کردار'' کے موضوع پر ایک سیمینار ۱۲ستمبر ۱۹۸۸ء میں پیش کیا گیا۔ مشمولہ 'پاکستان میں جامعات کا کردار'' (اسلام آباد) ۱۹۹۹ء اس کے علاوہ یہ مضمون تحقیق شناسی مرتبہ رفاقت علی شاہد اور مصنف کی اپنی کتاب ''تفہیم و تجزیہ'' میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۳۶۔ کتاب مذکور، ص: ۱۳

باب پنجم:

اُردو فنِ تحقیق پر کتُب کا جائزہ

(۲۰۰۳ء سے تا حال "۲۰۰۶ء")

☆۔تحقیق شناسی۔ ☆۔اُصولِ تحقیق۔ ☆۔اُردو تحقیق (منتخب مقالات)۔ ☆۔تحقیق کی بنیادیں۔ ☆۔تحقیق وتدوین۔ ☆۔اُصولِ تحقیق وتدوین۔ ☆۔اُصولِ تحقیق وتدوین۔ ☆۔ جدید رسمیاتِ تحقیق۔ ☆فنِ تحقیق 'مبادیات، اصول اور تقاضے ☆۔مبادیاتِ تحقیق۔ ☆۔تحقیق وتدوین۔ ☆۔اردو تحقیق پنجاب یونیورسٹی میں۔ ☆۔جامعاتی تحقیق۔ ☆۔اقبالیاتی تحقیق۔

اُردو میں اصولِ تحقیق کے حوالے سے اکیسویں صدی کے ابتدائی چند سالوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ عرصہ کُتب و مضامین کی اشاعت میں سب سے کامیاب دورانیہ نظر آتا ہے۔آغاز کے دو ایک سال چھوڑ کے، کہ جن کا تذکرہ پچھلے باب میں گذر چکا ہے، ۲۰۰۲ء کے بعد کے محض اِن تین چار برسوں میں نہ صرف درجن بھر کتابیں شائع ہوئیں بلکہ مضامین کی ایک بڑی تعداد بھی منظرِ عام پر آئی ہے۔

اس دور میں شائع ہونے والی کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو ان میں زیادہ تر متفرق نوعیت کی کتابیں نظر آتی ہیں۔با قاعدہ کتابوں کے ضمن میں اس عرصے کی اہم تصنیف ڈاکٹر عطش درانی کی ''جدید رسمیات تحقیق'' ہے جو ادبی اور لسانی تحقیق کے لیے جدید سائنسی طرزِ تحقیق پر زور دیتی ہے۔اس عرصے کی ایک اور کتاب عبدالحمید خان کی ''اصولِ تحقیق'' بھی انفرادیت رکھتی ہے جو نوجوان محققین کی رہنمائی کے لیے تحقیق کے تمام اہم پہلوؤں کو تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

مجموعۂ مقالات کی صورت میں بھی کئی کتابیں اس دور کو ثروت مند بناتی ہیں۔''تحقیق شناسی'' اور ''اردو تحقیق (منتخب مقالات)'' کے علاوہ حال ہی میں انڈیا سے شائع ہونے والی ''تحقیق و تدوین'' چند ایسی کتابیں ہیں، جو بیشتر نئی تحریروں سے مزیّن ہیں۔یہ کتابیں تحقیق کے تمام قدیم و جدید پہلوؤں پر مستند مضامین کی صورت میں مواد کی حامل ہیں۔جدید تحقیقی تصورات، جامعات میں تحقیق کے جدید تر مسائل اور تحقیق کے عمومی معیار کو بہتر کرنے پر ان مجموعوں کے مضامین میں خصوصی توجہ نظر آتی ہے۔

''جامعاتی تحقیق'' اس عرصے میں شائع ہونے والی ایک اور ایسی کاوِش ہے جو سندی مقالات پر مشتمل اب تک کی جامع ترین فہرستوں میں سے ایک ہے۔حال ہی (۲۰۰۶ء) میں اشاعت پذیر ہونے والی اس کتاب میں پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور ترکی کے جامعات میں انجام دی جانے والی ۲۲۰۶ مقالات کی فہرست فراہم کی گئی ہے۔تحقیق کے معیار کو بہتر بنانے اور تکرار سے بچنے کے لیے ایسی فہرستوں کی ضرورت اور اہمیت سے کسی صورت اِنکار ممکن نہیں۔

تحقیق کی وادی میں قدم رکھنے والے نئے طلباء کی رہنمائی کے لیے مرتب کی گئی کچھ دیگر کتابیں بھی اس عرصے میں اردو اصولِ تحقیق کی روایت کو مستحکم کرنے میں کردار ادا کرتی ہیں۔تاہم ایسی کتابوں میں سے بیشتر کا

معیار ناقص ہے۔اس کے علاوہ اس دور میں کچھ پبلشروں نے تجارتی مقاصد کے لیے بعض غیر معیاری کتب کی اشاعت بھی کی ہیں جن کا بھی بہر حال اس روایت میں حصہ ہے۔

بحیثیتِ مجموعی ہم اکیسویں صدی کے اِن ابتدائی چند برسوں کو اردو اصولِ تحقیق کی روایت میں ایک اہم اور زرخیز دورانیہ قرار دے سکتے ہیں۔گنتی کے اِن چند سالوں میں مجموعی طور پر ہمیں اس موضوع پر درجن سے زائد کتابوں کے علاوہ سو سے زائد مضامین بھی ملتے ہیں، جو اردو اصولِ تحقیق کے سرمایے کو نئے تحقیقی تصورات اور اصولوں سے ثروت مند بنانے کے ساتھ ساتھ اردو تحقیق کے معیار کو بھی بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں۔اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اب نئے دور میں ہمارے علمائے تحقیق کی توجہ ادب کی اس اہم ضرورت کی طرف پوری طرح ہو چکی ہے۔ان کتب و مقالات میں جدید اور با مقصد تحقیق کی طرف ہمارے محققین کا خصوصی رجحان نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور یہی عمل انشاء اللہ ہماری آیندہ تحقیقات میں نئے زاویوں سے مثبت تبدیلیوں کا موجب ہوگا۔

ذیل میں اِس دور میں منظرِ عام پر آنے والی کتابوں کا الگ الگ جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

تحقیق شناسی

رفاقت علی شاہد نوجوان محقق ہیں،حال ہی میں اردو گلدستوں کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی کر چکے ہیں،اور لاہور میں مجلس ترقی ادب کے رسالے ''صحیفہ'' کی ادارت سے وابستہ ہیں۔تحقیق میں ان کا نام بعض کتابوں کے علاوہ کئی اہم مقالات کے حوالے سے ممتاز مقام کا حامل ہے۔بنیادی طور پر وہ دریافت (Discovery) کرنے والے محققین میں شمار ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ان کے تحقیقی مزاج کا آئینہ دار ہے جس میں انہوں نے فنِ تحقیق و تدوین پر منتخب مقالات کا ایک ایسا جامع انتخاب پیش کیا ہے جو اختصار کی اضافی خوبی رکھتا ہے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام معنون یہ کتاب ۲۰۰۳ میں القمر انٹر پرائزز،لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔اس کے اندر کوئی چھتیس تحریریں مع ضروری حواشی و تعلیقات کے صرف ۳۶۷ صفحات میں سمو دیے گئے ہیں۔تقریباً اتنی ہی تحریروں کے لیے ڈاکٹر سلطانہ بخش نے (اردو میں اصولِ تحقیق) آٹھ سو کے قریب صفحات اور دو جلدوں کا سہارا لیا ہے۔

''حرفے چند'' از ڈاکٹر تحسین فراقی اور ''مقدمہ'' از مرتب کے علاوہ کتاب کے مقالات کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو تحقیق سے متعلق تمام ضروری پہلوؤں کا احاطہ کرتے نظر آتے ہیں۔کتاب میں شامل مضامین کی فہرست کچھ اس طرح ہے:

حصہ اوّل: تحقیق اور متعلقاتِ تحقیق

۱۔ تحقیق کی چند تعریفات	ڈاکٹر نجم الاسلام
۲۔ ادب اور تحقیق	قاضی عبدالودود
۳۔ تحقیق کے بنیادی لوازم	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
۴۔ فنِ تحقیق	عبدالرزاق قریشی
۵۔ ادبی تحقیق اور حقائق	ڈاکٹر خلیق انجم
۶۔ تاریخی تحقیق کے بعض بنیادی مسائل	ڈاکٹر نذیر احمد
۷۔ شہادتِ کلام	حافظ محمود شیرانی
۸۔ تحقیق میں روایت شناسی کا مسئلہ	ڈاکٹر نیر مسعود
۹۔ تحقیق کا دوسرے علوم وفنون سے رشتہ	ڈاکٹر گیان چند
۱۰۔ پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
۱۱۔ محقق کے اوصاف	ڈاکٹر گیان چند
۱۲۔ اردو کی ادبی تحقیق میں فارسی کی اہمیت	فاروق احمد صدیقی
۱۳۔ ادبی تحقیق کی قسمیں	ڈاکٹر گیان چند
۱۴۔ تحقیق وتنقید	ڈاکٹر سید عبداللہ
۱۵۔ تحقیق میں تنقید کی اہمیت	ڈاکٹر شارب ردولوی

حصہ دوم: مقالے کی تیاری کے مراحل

۱۶۔ مقالہ نگاری؛ طریقِ کار اور ضوابط	ڈاکٹر زاہد منیر عامر
۱۷۔ مواد کی فراہمی	ڈاکٹر گیان چند
۱۸۔ تعلیقات وحواشی	ڈاکٹر نذیر احمد
۱۹۔ حاشیہ نگاری	ڈاکٹر محمد طفیل
۲۰۔ اقتباسات وکتابیات	ڈاکٹر گوہر نوشاہی
۲۱۔ ضمیمہ، فرہنگ، اشاریہ	ڈاکٹر گیان چند

حصہ سوم: اصول و مدارجِ تدوین

۲۲۔ تدوین کے اصول و مدارج	ڈاکٹر محمد انصار اللہ
۲۳۔ تدوین متن	ڈاکٹر گیان چند
۲۴۔ متن اور متنی تنقید	ڈاکٹر خلیق انجم
۲۵۔ متن کی تحقیق و ترتیب	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۲۶۔ منشائے مصنف کا تعین	رشید حسن خان
۲۷۔ قیاسی تصحیح	ڈاکٹر نیز مسعود
۲۸۔ متون کی تصحیح و تنقید میں تخریج و تعلیقات کی اہمیت	ڈاکٹر نذیر احمد
۲۹۔ قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۳۰۔ مخطوطات شناسی	ضیا احمد بدایونی

حصہ چہارم: متفرقات

۳۱۔ اسلامی تحقیق: اس کے معنی، مدعا اور دائرۂ کار	ڈاکٹر محمد رفیع الدین
۳۲۔ نفسیات میں تحقیقی طریقے	ڈاکٹر سی اے قادر
۳۳۔ اردو میں لسانی تحقیق کی اہمیت	ڈاکٹر عبدالستار دلوی
۳۴۔ تحقیقی اصطلاحوں کی فرہنگ	ڈاکٹر گیان چند
۳۵۔ اردو تحقیق کے چند معروف اشاعتی ادارے	رفاقت علی شاہد (مرتب)
۳۶۔ کتابیاتِ تحقیق	رفاقت علی شاہد (مرتب)

اس فہرست کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر تحریریں اس سے پہلے دیگر مجموعوں میں زیر بحث آ چکی ہیں، لہٰذا تکرار سے بچتے ہوئے ذیل میں صرف اُن تحریروں کی وضاحت کی جائے گی جو پہلی مرتبہ کسی مجموعے کے تحت کتابی صورت میں سامنے آئے ہیں۔

جہاں تک فہرستِ مقالات کے پہلے حصے کا تعلق ہے اس میں تحقیق سے متعلق عمومی مباحث کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تحقیق کی تعریف، تحقیق کی قسمیں، تحقیق کے لوازمات، تحقیق کے مسائل، تحقیق و تنقید، اور تحقیق کا دوسرے عوام سے رشتہ وغیرہ جیسے موضوعات اس حصے میں رکھے گئے ہیں۔ اس میں ۱۵ ایسی تحریروں کو جگہ دی گئی

ہے جو نوجوان محققین کی تربیت کے لیے افادی پہلو رکھتے ہیں ۔اس حصے میں صرف دو مضامین ایسے ہیں جو اس سے پہلے زیر بحث آنے سے رہ گئے ہیں ۔پہلی تحریر ڈاکٹر نجم الاسلام کی ہے جو مختصر اور انگریزی سے ترجمہ ہے اور تحقیق کی چند ایک تعریفات پر مشتمل ہے ۔دوسرا مضمون تحقیق میں تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے اور ڈاکٹر شارب ردولوی کی کاوش ہے ۔یہ دونوں نگارشات اِختصار کے ساتھ اپنے مباحث میں قاری کے ذوق کی آبیاری کرتے ہیں ۔

کتاب کا دوسرا حصہ سندی تحقیق میں مقالہ کے لوازمات سے متعلق ہے ۔اس حصے میں مقالہ نویسی کا طریقۂ کار، مواد کی فراہمی، حاشیہ، ضمیمہ اور اشاریہ وغیرہ موضوعات کے حوالے سے مضامین شامل رکھے گئے ہیں ۔اس ذیل میں صرف ایک مضمون ایسا ہے جو نیا ہے اور کسی دوسری کتاب کے تحت زیر بحث نہیں آیا ۔یہ مضمون پنجاب یونیورسٹی کے طلباء کی تحریروں میں یکسانیت لانے کیلئے دو مصنفین ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اور ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے مل کر تیار کیا ہے ۔اس مضمون میں اختصار کے ساتھ مقالہ نگاری کے روایتی لیکن ضروری قواعد اور اُصول یونیورسٹی طلباء کی رہنمائی کی غرض سے بیان کیے گئے ہیں ۔

تدوینِ متن کے مسائل مغربی زبانوں کی بہ نسبت بوجوہ مشرقی زبانوں میں زیادہ ہیں ۔اردو بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں ۔چنانچہ اردو اُصولِ تحقیق کی روایت کی ابتداء میں زیادہ تر اِسی کو تحقیق کے مترادف سمجھا گیا ہے ۔اس مجموعے کے تیسرے حصے میں اسی حوالے سے نگارشات مہیا کی گئی ہیں ۔تدوینِ متن کے عمومی مسائل کے علاوہ تحقیقِ متن ،تنقیدِ متن ، قیاسی تصحیح ، اور مخطوطات شناسی وغیرہ پہلوؤں پر اس حصے میں مضامین شامل رکھے گئے ہیں ۔اس حصے میں کل ۹ تحریریں ہیں جن میں ڈاکٹر نذیر احمد کا مقالہ ''متون کی تصحیح وتنقید میں تخریج وتعلیقات کی اہمیت''(۱) اس حوالے سے قابلِ ذکر ہے کہ اہم ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے مجموعے میں ابھی تک اشاعت پذیر نہیں ہوا۔تدوین کے سلسلے میں تخریج کی اصطلاح کسی قدر نئی ہے ۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر نذیر احمد اس مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''تخریج'' کے معنی ''بیرون اوردن'' بفکر ''بیرون اور دن'' کے ہیں اور فن تحقیق کی اصطلاح میں وہ عمل ہے جس کے ذریعے کسی ادیب یا شاعر کے کلام میں دوسرے، اور کلام کی نشاندہی کی جاتی ہے ۔''(۲)

ڈاکٹر نذیر احمد نے اپنے مضمون میں تعلیقات اور تخریج کے حوالے سے طویل مثالیں جمع کی ہیں جن کی

روشنی میں نہ صرف اِن کی وضاحت ہوجاتی ہے ۔بلکہ تدوینِ متن میں ان دونوں اِصطلاحات کی اہمیت بھی متعین ہوجاتی ہے ۔

مجموعے کا آخری حصہ 'متفرقات' بعض ایسی تحریروں پر مشتمل ہے جو براہِ راست تحقیق یا فنِ تحقیق کے ذیل میں نہیں آتے لیکن اس سلسلے میں افادیت سے خالی بھی نہیں ۔اس حصے میں ایک مضمون اِسلامی تحقیق (۳) سے متعلق ہے ۔ایک مضمون اردو میں لسانی تحقیق کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔تحقیقی اصطلاحوں کی فرہنگ کے علاوہ اس حصے میں ایک مضمون نفسیات میں تحقیقی طریقوں سے متعلق بھی ہے، جو شخصیات پر تحقیق کے سلسلے میں اہمیت کا حامل ہے۔'متفرقات' میں مرتب نے چند اشاعتی اداروں کا تعارف بھی کرایا ہے۔جن میں مقتدرہ قومی زبان، انجمن ترقی اردو، مکتبہ جامعہ لمٹڈ، دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ، اورمجلسِ ترقی ادب شامل ہیں ۔یہ روایت اس مجموعے کے علاوہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتی ۔کتاب کے آخر میں فنِ تحقیق کے متعلق کتابوں اور مقالات کی ایک مفید فہرست شامل کی گئی ہے ۔جس سے نہ صرف مرتب کی محنت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اس سے کتاب کی قدر و قیمت بھی بڑھ گئی ہے ۔راقم الحروف کو اپنے اِس مقالے کی تیاری میں اس فہرست سے خاطر خواہ مدد ملی ۔

کتاب کے ''سخنے چند'' میں ڈاکٹر تحسین فراقی نے تحقیق کی تاریخ میں یوں سفر کیا ہے کہ اس کی اہمیت واضح ہوکر سامنے آگئی ہے ۔انہوں نے کتاب کا مختصر تعارف پیش کرنے کے علاوہ اپنی اِس تحریر میں تحقیق وتنقید کے حوالے سے نئے اُفق تلاش کرنے پر بھی زور دیا ہے ۔کتاب میں شامل مرتب کا ''مقدمہ'' طویل تر ہے جس کے آغاز میں انہوں نے اُن نکات کی تفصیل سے نشاندہی کی ہے جن سے اُن کے نزدیک کسی مرتّب کی واقفیت ضروری ہے ۔مضامین کے حوالے سے اُن کی یہ اطلاع بھی قابلِ ذکر ہے کہ اِس مجموعے کے بعض مضامین سے غیر ضروری حصے حذف کر دیے گئے ہیں ۔

ڈاکٹر سلطانہ بخش کی مرتبہ ''اردو میں اصول تحقیق'' کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جس میں یہ التزام رکھا گیا ہے کہ باقاعدہ مضامین کے علاوہ فنِ تحقیق سے متعلق اہم کتابوں کے مفید حصے بطورِ مضمون اس مجموعے میں شامل کیے گئے ہیں ۔خاص کر 'تحقیق کا فن' سے متعدد حصے اس میں شامل ہیں ۔اس کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں اختصار کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے ۔چنانچہ ساڑھے تین سو کے لگ بھگ صفحات میں ۱۳۶ اہم تحریریں جمع کی گئی ہیں ۔ایک اور انفرادیت اس کتاب کی یہ بھی ہے کہ اس میں مشمولہ مضامین کے اُوپر ضروری حواشی و تعلیقات درج کیے گئے ہیں جو اِن مضامین کے مباحث کی تفہیم آسان بناتے ہیں ۔اس سلسلے میں مرتب کا

نقطہ نظر کچھ اور صحت مند نظر آتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''مجموعہ مضامین کسی بھی موضوع پر مرتب کیا جائے اس میں بیشتر پرانے مضامین شامل کیے جاتے ہیں۔لہٰذا مشمولہ مضامین کے مباحث تازہ معلومات وافکار سے خالی ہوتے ہیں،ایسے میں حواشی کے عمل سے تازہ مباحث شامل کرکے مضمون کو زیادہ بہتر طور پر قابل استفادہ بنایا جاسکتا ہے۔''(۴)

ان کے درج کردہ حواشی کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں اختلافی نکات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اچھے پہلوؤں کی تائید بھی ملتی ہے۔ ہر مضمون کے آخر میں مأخذ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

مجموعی طور پر یہ ایک بہترین انتخاب ہے، جو فنِ تحقیق کے ایک وسیع سرمایے، جن میں نہ صرف مضامین ومقالات بلکہ کتابیں بھی شامل ہیں، کو پیشِ نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔اِس کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے اندر ۱۹۵۴ء میں لکھا گیا مضمون بھی شامل ہے اور ۲۰۰۳ء میں لکھی ہوئی تحریر بھی۔اس کے اندر نہ صرف تحقیق کے مسائل پر مواد موجود ہے بلکہ اصولِ تحقیق اور تدوینِ متن کے جملہ تمام مباحث کو ایک جلد میں یکجا کیا گیا ہے۔متفرقات کے تحت دیگر ضروری لیکن متعلقہ مباحث بھی اس میں شامل رکھے گئے ہیں جس سے اس کی افادیت میں اور اضافہ ہوا ہے۔اگر چہ اس میں بعض کمزوریوں کی نشاندہی بھی کی جاسکتی ہے جیسے سندی مقالے کی تیاری کے مراحل کے حوالے سے دوسرا حصہ کسی قدر تشنہ ہے۔''مقدمے''میں بعض غیر ضروری باتوں کو شامل گیا ہے، اسی طرح بعض مضامین کے کچھ حصے حذف کرنے سے ان کے مجموعی تاثر میں کمی آگئی ہے۔طباعتی اُمور میں بھی یہ کتاب کمزور ہے۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کی افادیت اور خوبیوں میں یہ کمزوریاں بڑی حد تک نظر انداز کی جاسکتی ہیں۔

اُصولِ تحقیق

اصولِ تحقیق، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کی شائع کردہ کتاب ہے۔اس کی تالیف وترتیب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں شعبہ قرآن وتفسیر کے انچارج اسسٹنٹ پروفیسر عبدالحمید خان نے کی ہے۔۲۰۰۳ء میں طبع ہونے والی اس کتاب پر پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی اور ڈاکٹر عبدالحیٔ ابڑو نے نظر ثانی کی ہے۔کتاب کے پس منظر پر اپنے ''تقدیم''میں مصنف روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''۱۹۹۷ میں میں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم فل اسلامیات میں

داخلہ لیا تھا۔اس کے ایک کورس کوڈ نمبر ۷۱۱(اصول تحقیق) کی چار مشقیں حل کرنا تھیں۔میں نے ہر مشق کے سوالات کے جوابات تیار کرنے کیلئے مواد کو مستند کتب سے اخذ کر کے مدون کیا اور ساتھ ساتھ حوالے بھی دیتا گیا۔جب مشقیں محترم ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب صدر اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور جو کہ اس کورس کے ٹیوٹر تھے، کی خدمت میں ارسال کیں، تو انہوں نے نمبر اندازی کے بعد انہیں ایک خط کے ساتھ واپس بھیج دیا۔خط میں محترم ڈاکٹر صاحب نے میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان کے خط نے مجھے ایک نیا جذبہ بخشا۔''(۵)

چنانچہ اس کتاب کی تیاری میں اِنہی مشقوں کے مواد کو اضافوں اور ترامیم کے ساتھ نئے سرے سے مرتب کر کے ابواب کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔عبدالحمید خان کی یہ تصنیف بنیادی طور پر اِسلامی تحقیق سے متعلق، نیز علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں نصاب کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر تالیف کی گئی ہے۔چنانچہ خود لکھتے ہیں:

''۔۔۔اصول تحقیق کوڈ نمبر (۷۱۱،۷۴۴) ایم فل علوم اسلامیہ کے کورس تحقیق نگاری کوڈ نمبر (۷۱۴) اور ایم اے علوم اسلامیہ کے تمام تخصصات (Specializations) کے کوڈ نمبر (۴۵۸۰) کے طلبہ کے نصابی ضرورت کو کافی حد تک پورا کرے گی۔جہاں تک دیگر یونیورسٹیوں کے ایم۔اے، ایم۔فل کے طلباء کا تعلق ہے تو ان کے لیے بھی یہ کتاب مفید اور مددگار ثابت ہو گی۔''(۶)

لگ بھگ ساڑھے تین سو صفحات پر پھیلی ہوئی اس کتاب کی ابتداء میں پیش لفظ، چند کلمات، تقریظ، تاثرات اور تقدیم وغیرہ کے عنوانات سے کئی مختصر تحریریں شامل ہیں جن کے مطالعے سے کتاب و مصنف پر روشنی پڑتی ہے۔بیس صفحات پر پھیلے ہوئے طویل ''فہرست عنوانات'' میں ۷ ابواب کے تحت چھوٹے چھوٹے بے شمار ذیلی عنوانات جمع کر دیے گئے ہیں۔کتاب کے مرکزی عنوانات یعنی ابواب کی فہرست کچھ اس طرح ہے:

۱۔۔۔اسلام میں تحقیق کے اصول (اصول روایت و درایت)

۲۔۔۔تحقیق و تنقید کا مفہوم اور دونوں کا باہمی تعلق

۳۔۔۔تحقیق کی خصوصیات اور اس کے بنیادی لوازم

۴۔۔۔موضوعِ تحقیق کا انتخاب اور خاکہ

۵۔۔۔اقسامِ تحقیق اور ان کے مابین فرق

۶۔۔۔۔مأ خذ کا مفہوم اور اوّلین و ثانوی مأ خذ میں فرق

۷۔۔۔۔دستاویزی تحقیق اور اس کیلئے بنیادی و ثانوی ماخذ کا تعین

۸۔۔۔۔تحقیق کے لیے حصول مواد کے وسائل اور طریقے

۹۔۔۔۔مفروضات اور تحقیق میں ان کی اہمیت

۱۰۔۔۔۔حواشی و تعلیقات، حوالہ جات، احتسابات اور اشاریہ سازی میں فرق اور ان کی اہمیت

۱۱۔۔۔۔الحاقی کلام اور اس کی نشاندہی کے طریقے

۱۲۔۔۔۔تحقیق متن کے طریقے اور متن میں غلطیاں معلوم کرنے کے ذرائع

۱۳۔۔۔۔رموزِ اوقاف اور ان کے استعمال کے اصول

۱۴۔۔۔۔اِملا کے اصول

۱۵۔۔۔۔حوالہ جاتی اصول اور کتابیات کی تیاری کے طریقے

۱۶۔۔۔۔معیاری تحقیقی مقالے کی خصوصیات

۱۷۔۔۔۔تحقیق و تدوین کی اردو و انگریزی اصطلاحات

کتاب کے مولّف نے اسے ایک طالب علمانہ کاوش شمار کیا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے مشمولات، اُن کی تنظیم و ترتیب اور کسی حد تک مولّف کا اُسلوب ایسے اُمور ہیں جو اس کتاب کو ایک بلند درجے پر فائز کرتے ہیں۔یہ مواد کے لحاظ سے بھی بھرپور ہے اور پیش کش کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ۔اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ علوم اسلامیہ کی تحقیق سے متعلق ہے لیکن ادبی تحقیق سمیت دیگر علوم سے متعلق تحقیقات کے تمام پہلوؤں پر بھی حاوی نظر آتی ہے۔ادبی تحقیق کا تو یہ زیادہ قریب ہے، بلکہ پہلے باب کو چھوڑ کر باقی تمام ابواب ادبی تحقیق ہی سے متعلق نظر آتے ہیں۔بعض مباحث تو ایسے بھی ہیں جو اردو فنِ تحقیق کی بعض اہم تصانیف میں بھی نظر نہیں آتے مثلاً اوّلین و ثانوی مأ خذ یا رموزِ اوقاف کا استعمال وغیرہ۔اس کی ایک وجہ شاید یہ ہے کہ مصنف نے جن مأ خذ سے استفادہ کیا ہے ان میں بڑا حصہ ادبی تحقیق کے اصولوں سے متعلق کُتب کا ہے۔اس بات کا اندازہ ہر باب کے آخر میں دیے گئے حوالہ جات اور آخر میں درج کتابیات پر ایک نظر ڈالنے سے بھی ہو جاتا ہے۔

پہلے باب کے علاوہ باقی ابواب میں جو مثالیں ملتی ہیں وہ بھی تقریباً تمام ادبی تحقیق سے متعلق ہیں۔یوں لگتا ہے کہ مولّف نے اسلامی علوم کے طلباء کی رہنمائی کے لیے اسلامی نقطہ نظر سے اپنے کام کا آغاز کیا لیکن

لاشعوری طور پر ادبی تحقیق کی طرف نکل گئے ۔اس میں کچھ آ ثار تعلیمی اور معاشرتی تحقیق کے بھی موجود ہیں ۔لیکن اِن سب کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہوں نے اسلامی نقطۂ نظر کو یکسر نظر انداز کیا ہے۔

جہاں تک کتاب کے ابواب کا تعلق ہے پہلا باب خالص اسلامی تحقیق سے متعلق ہے جس میں اُصول روایت و درایت پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اُنہوں نے آخر میں اپنی بحث کے نتائج بھی مرتب کیے ہیں اور ان اصولوں کی نشاندہی کی ہے جو ہمارے اسلاف نے تدوینِ حدیث کے سلسلے میں روا رکھیں۔

دوسرے باب میں تحقیق وتنقید کا مفہوم پیش کرنے کے بعد انہوں نے اِن کا آپس میں تعلق واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔باب کے آخر میں انہوں نے تحقیق وتنقید کی خوبیوں سے مزیّن بعض اسلامی کتب بھی موضوع بحث لائے گئے ہیں۔

کتاب کے اگلے باب میں تحقیق ومحقق کی خصوصیات اوران کے لوازم کا احاطہ کیا گیا ہے۔جبکہ کتاب کا چوتھا باب موضوع اورخاکے سے متعلق ہے جس میں کچھ مفروضات اور آلاتِ تحقیق جیسے سائنسی علوم کی تحقیق سے متعلق موضوعات بھی ملتے ہیں۔اس کے بعد اقسامِ تحقیق کا باب ہے جواس کتاب کے آغاز میں ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔انہوں نے اس باب میں مقاصدِ تحقیق کے علاوہ اسلامی علوم میں ہونے والی تحقیقات کی قسمیں دکھائی ہیں۔

باب نمبر ۶ میں ماٗخذ کا مفہوم اوراوّلین و ثانوی ماٗخذ کے فرق کوواضح کیا گیا ہے۔نیز ماٗخذ کا مفہوم اور اس کی مختلف اقسام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔عام طور پر بنیادی اور ثانوی ماٗخذ کا تعین ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور خاص کر دستاویزی یا تاریخی تحقیق میں یہ مسئلہ اور بھی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔لیکن اس کتاب کا یہ باب اُن کے تعین میں کافی حد تک معاونت کرتا ہے۔

کتاب کے اگلے باب میں بھی انہوں نے اسی موضوع کو آگے بڑھایا ہے اور ہر قسم کے ماٗخذ کی پہچان کرانے کی کوشش کی ہے۔کتاب کے ایک اور باب میں مواد کے وسائل اور پھراُن کے حصول کے طریقے بیان ہوئے ہیں۔اس باب میں کچھ تعلیمی اور معاشرتی تحقیق سے متعلق چیزیں بھی نظر آتی ہیں۔مثلاً سروے،سوالنامہ، کیس سٹڈی وغیرہ۔کتاب کا نواں باب بھی اس سے ملتا جلتا ہے جس میں مفروضات اور پھر تحقیق میں اُن کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تحقیق خواہ اسلامی ہو یا ادبی، معاشرتی ہو یا تعلیمی، حواشی وتعلیقات اورحوالہ جات واقتباسات وغیرہ اس

کے بنیادی لوازم ہوتے ہیں۔ایک باب میں انہی سے متعلق طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو اس ذیل میں محقق کے مددگار رہوتے ہیں۔اشاریہ کی اہمیت وضرورت کو بھی اسی باب میں موضوع بنایا گیا ہے۔

اگلے دو ابواب میں تدوینِ متن کے محقق کے لیے رہنمائی موجود ہے۔تحقیقِ متن کے طریقے اورمتن میں غلطیاں معلوم کرنے کے ذرائع کے علاوہ الحاقی کلام کی نشاندہی کے طریقے ان ابواب میں پیش کیے گئے بنیادی موضوعات ہیں۔

اس کے بعد دو ابواب میں پروفیسر عبدالحمید نے اِملا اور رموزِ اوقاف کی وضاحت نیز ان کے اصول دکھائے ہیں۔کتابیات کی تیاری اور حوالہ جاتی اصولوں کی تفصیلی نشاندہی کیلئے ایک الگ باب مختص ہے۔آخری دو ابواب تحقیقی مقالہ کے سلسلے میں بعض دیگر متعلقات یعنی معیاری تحقیقی مقالے کی خصوصیات اور اردو اور انگریزی کے بعض تحقیقی اصطلاحات کے تعارف پر مشتمل ہیں۔یہاں خصوصاً اوّل الذکر حصہ کتاب کے بہترین حصّوں میں سے ایک ہے۔

کتاب کے آخر میں ایک سوال نامہ مرتّب کرکے شامل کیا گیا ہے۔جس میں دیے گئے سوالات کا حل اس کتاب کے اندر بخوبی موجود ہے۔مصادر و مراجع کی فہرست اس کے بعد دی گئی ہے جس میں کتابوں کے علاوہ کچھ مضامین اور تراجمے وغیرہ بھی نظر آتے ہیں۔ان میں ایک بڑی تعداد اُن ماٰخذ کی ہے جو اردو فنِ تحقیق سے متعلق ہیں۔کتابیات میں ماٰخذ کی کل تعداد ۷۹ ہے۔

الغرض،پروفیسر عبدالحمید خان کی تالیف کردہ یہ کتاب ہر حوالے سے مفید ہے۔اس میں فنِ تحقیق سے متعلق اچھی کتابوں کا نچوڑ زیادہ تر اقتباسات کی صورت میں جمع ہوا ہے۔طلباء کی رہنمائی کی نقطۂ نظر سے لکھی گئی اس کتاب میں عام محققین کے لیے بھی رہنمائی کے بہترین نکات موجود ہیں۔اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں اختصار اور تفصیل دونوں یکجا ہوگئے ہیں۔ساڑھے تین سو کے قریب صفحات میں ہر قسم کے محقق خواہ ادبی تحقیق سے سروکار رکھتا ہو یا اسلامی علوم میں تحقیق کر رہا ہو،معاشرتی تحقیق میں مصروف ہو یا کسی اور ڈسپلن میں تحقیق سرانجام دے رہا ہو،سب کیلئے استفادے کا سامان موجود ہے۔سندی تحقیق کے تمام مراحل خاص طور پر اِس میں تفصیل سے واضح کیے گئے ہیں۔اس کی ہمہ جہتی ہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب روایتی طرزِ تحقیق ہی سے سروکار رکھتی ہے لیکن اس کے اندر اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے جو جدید تحقیقی مسائل سے نمٹنے میں محقق کی رہنمائی اور معاونت کر سکتے ہیں۔اور اس کتاب کی رہنمائی میں

نوجوان محقق بہتر تحقیق پیش کرسکتا ہے۔

اُردو تحقیق (منتخب مقالات)

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۳ء میں شائع کی گئی یہ کتاب ڈاکٹر عطش درّانی نے مرتب کی ہے۔یہ مقالات کا مجموعہ ہے جس میں زیادہ تر وہ مقالات شامل ہیں جو شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام اگست ۲۰۰۲ء میں ہونے والے سیمینار میں پڑھے گئے۔یہ سیمینار اصولِ تحقیق کے موضوع پر باڑہ گلی کے مقام پر منعقد کیا گیا تھا۔اِس کے علاوہ اس انتخاب میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان میں ۲۸ اور ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو منعقدہ ایک سیمینار کے بعض مقالات بھی شامل کیے گئے ہیں جو تحقیق سے متعلق تھے۔کچھ مقالات اس مجموعے میں ایسے بھی شامل ہیں جن کا تعلق کسی نہ کسی طور اس موضوع سے تھا یا وہ انہی حوالوں سے ''اخبارِ اردو'' کی زینت بنتے رہے۔واضح رہے کہ باڑہ گلی سیمینار میں پڑھے گئے تمام مقالات ''اخبارِ اردو'' اسلام آباد کے اکتوبر ۲۰۰۳ء کے شمارے میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ ذکر ہوا اس مجموعے میں بڑی تعداد اُن مضامین کی ہے جو باڑہ گلی سیمینار میں پڑھے گئے۔اس سیمینار کے روحِ رواں پشاور یونیورسٹی کے صدرِ شعبہ اردو ڈاکٹر صابر کلوروی تھے، جن کی اخلاص اور محنت و لگن کے باعث زبان و ادب کے اس مشکل موضوع پر یہ کامیاب سیمینار منعقد ہو سکا۔''عرضِ مرتب'' میں ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں:

> ''اردو میں اصولِ تحقیق کے حوالے سے صدرِ شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی کے ڈاکٹر صابر کلوروی کے اخلاص اور دردمندی سے انکار ممکن نہیں۔انہوں نے جس محنت اور کاوش کے ساتھ اگست ۲۰۰۲ء میں ادبی تحقیق کے موضوع پر سیمینار منعقد کرایا اس کی مثال نہیں ملتی۔''(۷)

مجموعے میں ''عرضِ مرتب'' اور مختصر ''پیش لفظ'' کے علاوہ کل ۲۸ تحریریں (۸) کو جگہ دی گئی ہے جن کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

۱۔ جامعاتی سطح پر اردو تحقیق کی تدریس	ڈاکٹر عطش درّانی
۲۔ جامعہ سندھ میں اردو تحقیق کی تدریس	جناب رفیق احمد خان
۳۔ جامعہ کراچی میں اردو تحقیق کی تدریس	ڈاکٹر معین الدین عقیل

۴۔ اردو زبان وادب کے تحقیق طلب میدان	ڈاکٹر نثار احمد قریشی
۵۔ اردو زبان کی تحقیقی وترقیاتی وسعتیں	ڈاکٹر عطش درانی
۶۔ اردو میں لسانی تحقیق روایت اور مسائل	ڈاکٹر معین الدین عقیل
۷۔ ادبی تحقیق اور اس کے مسائل	ڈاکٹر انوار احمد
۸۔ ادبی تحقیق میں بد دیانتی	جناب مشتاق احمد وانی
۹۔ معاشرتی علوم اور ادبیات میں تحقیق	ڈاکٹر معین الدین عقیل
۱۰۔ ادبی تحقیق: مسائل اور رفتار	جناب عامر سہیل
۱۱۔ اصولِ تحقیق: طالب علم کے نقطۂ نظر سے	جناب بادشاہ منیر بخاری
۱۲۔ اردو تحقیق: روایت اور مسائل	محترمہ نورینہ تحریم بابر
۱۳۔ اردو میں تحقیقی ڈیزائن کا جائزہ	ڈاکٹر عطش درانی
۱۴۔ تحقیقی خاکے کی تیاری یا تحقیقی تجویز	جناب ایس ایم شاہد
۱۵۔ اردو کا تحقیقی خاکہ	ڈاکٹر محسنہ نقوی
۱۶۔ فرضیاتِ اردو تحقیق	پروفیسر نسرین زہرا
۱۷۔ ادبی تحقیق کی معروضیت	جناب ایس ایم شاہد
۱۸۔ شخصیات پر ہونے والی تحقیق	ڈاکٹر مرزا حامد بیگ
۱۹۔ جدید رسمیاتِ تحقیق	ڈاکٹر معین الدین عقیل
۲۰۔ اردو میں حوالہ نگاری	ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی
۲۱۔ حواشی و تعلیقات	ڈاکٹر ارشاد احمد شاکر اعوان
۲۲۔ تحقیق میں زبان واسلوب کی اہمیت	ڈاکٹر نثار احمد قریشی
۲۳۔ ادبی تحقیق کے لیے معیاری زبان	ڈاکٹر انوار احمد
۲۴۔ متنی تحقیق یا متنی تنقید، چند مباحث	ڈاکٹر گوہر نوشاہی
۲۵۔ تنقیدِ متن کے مختلف مدارج	محترمہ روبینہ شہناز
۲۶۔ تعینِ تاریخ	ڈاکٹر اورنگ زیب عالمگیر

۲۷۔ اقبالیات میں تحقیق ،مسائل اور امکانات　　　　　جناب شاہد اقبال کامران

۲۸۔ اقبالیات کا تحقیقی منہاج　　　　　ڈاکٹر عطش درانی

انتخابِ مقالات پر مشتمل اِس مجموعے کی سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں شامل تمام نگارشات نئے ہیں ۔اس سے پہلے اس نوعیت کے جتنے بھی مجموعے مرتب ہوئے ہیں ان میں پرانی نگارشات کو جگہ دی گئی ہے ۔ان مضامین میں نہ صرف تحقیق کے روایتی پہلوؤں کو نئے تناظر کے ساتھ پیش کیا گیا ہے بلکہ بعض نئے مباحث کو بھی اہمیت ملی ہے۔ذیل میں ان مضامین پر توضیحی نظر ڈالی جاتی ہے تا کہ اِن کے بنیادی نکات کی وضاحت ہو سکے اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو۔

کتاب میں شامل پہلا مضمون (۹) جو کتاب کے مرتب کا ہے، کسی حد تک تعارفی نوعیت کا ہے۔اس مضمون میں ڈاکٹر عطش درانی نے اردو کی موجودہ تحقیقی صورتِ حال کا مختصر تجزیہ کیا ہے اور اس سلسلے میں موجود بعض اہم کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے ۔انہوں نے اپنے مضمون میں اُس مراسلے کا ذکر بھی کیا ہے جو مقتدرہ قومی زبان نے ۲۴ اپریل ۲۰۰۲ء کو پاکستان کی سرکاری جامعات کے شعبہ ہائے اردو کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔واضح رہے کہ اس مجموعے میں شامل بعض نگارشات مذکورہ مراسلے کے جوابات ہیں جو اس مجموعے میں شامل کیے گئے ہیں ۔

مجموعے میں شامل اگلی دو تحریریں اسی نوعیت کی ہیں ۔جن میں سے پہلی تحریر رفیق احمد خان کی ہے اور مختصر ہے ۔انہوں نے اپنے جوابی مراسلے میں ادارے کی طرف سے بھیجے گئے تجاویز سے مکمل تعاون کا اظہار کیا ہے۔ دوسری تحریر میں ڈاکٹر معین الدین عقیل نے تحقیقی مطالعات کے معیار میں بہتری لانے کے لیے چند تجاویز پیش کی ہیں ۔ان کے مضمون کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ جامعاتی تحقیق کے لیے داخلہ کے طریقِ کار کو زیادہ سخت اور شفاف بنانے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے اردو زبان وادب کے اُن گوشوں کی نشاندہی کی ہے جو ابھی تحقیق طلب ہیں،اور جن کو ابھی بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے ۔انہوں نے اپنی اس کارآمد تحریر (۱۰) میں جن پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے وہ واقعی میں تحقیق طلب ہیں ۔

کتاب میں شامل اگلے دو مضامین لسانی تحقیق کے حوالے سے ہیں ۔ان میں سے پہلا مضمون ڈاکٹر عطش درانی کا ہے ۔ان کی نظر میں لسانیات کے حوالے سے دو المیے ایسے ہیں جو اردو لسانی تحقیق سے وابستہ ہیں، لکھتے ہیں:

>''اردو کے لسانی پہلو پر تحقیق کے ساتھ دو بڑے المیے وابستہ رہے ہیں۔ایک تو یہ کہ ادب اور تنقید کے علی الرغم زبان پر تحقیق کو جامعات کے اردو شعبوں میں پذیرائی نہ مل سکی۔اور دوسرے علم زبان (Philology) یعنی زبان کے ماضی کا علم اورلسانیات (Linguistics) یعنی زبان کے حال کا سائنسی علم اردو دانوں کے ہاں سندِ تفریق اور وجہٗ امتیاز حاصل نہ کر پائے۔انھیں ایک ہی علم سمجھا گیا اور دونوں کو لسانیات ہی کی اصطلاح سے یاد کیا گیا۔اگر ہمیں اردو کو ترقی دینا ہے تو اسے ان دونوں المیوں سے نجات دلانا ہوگی۔''(۱۱)

انہوں نے اردو زبان کی ترقی کے لیے ان نکات کی وضاحت بھی کی ہے جو بظاہر چھوٹے معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کی اہمیت موجود ہوتی ہے۔لسانیات کے حوالے سے دوسرا مضمون (۱۲) ڈاکٹر معین الدین عقیل کا ہے جو نسبتاً طویل ہے اور لسانی تحقیق کی روایت نیز اس حوالے سے بعض مسائل پر مبنی ہے۔یہ مقالہ دراصل مولّف کے ایک توسیعی خطبے کی تحریری صورت ہے جو مقالہ نگار نے اوّلاً اوسلو یونیورسٹی، ناروے میں ۲۲ اپریل ۱۹۸۷ء کو 'شعبہٗ زبانہائے مشرق' کی دعوت پر دیا تھا۔یہ مقالہ اردو لسانیات کے طالب علموں کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔

ڈاکٹر انوار احمد نے نمبر شمار کے تحت جامعاتی تحقیق کی بعض کمزوریوں کو شمار کیا ہے۔انہوں نے اِن کی اصلاح کے لیے چند معروضات بھی پیش کیے ہیں۔ادبی تحقیق میں بددیانتی پر نوجوان قلم کار مشتاق احمد وانی نے اپنے مضمون میں نظر ڈالی ہے۔انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں ان بددیانتیوں پر تنقید کی ہے جو روز ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں اور جن سے بددیانتی کرنے والے خود بھی واقف نہیں ہوتے۔اس مقالے میں اُن کے اسلوب نے یوں ان کا ساتھ دیا ہے کہ کسی ماتھے پہ بل نہیں پڑتا۔(۱۳)

مجموعے میں شامل ڈاکٹر معین الدین عقیل کا دوسرا مضمون بھی خاصا طویل اور پُر مغز ہے۔اُن کے مقالے کے عنوان میں معاشرتی علوم کا ذکر اگرچہ شامل ہے لیکن زیادہ تر ادبیات کی تحقیق کو ہی موضوعِ بحث لایا گیا ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے پہلے مشکلات اور مسائل کی نشاندہی کی ہے اور پھر اُن کی بہتری اور پیش رفت کے سلسلے میں تدابیر وضع کیے ہیں۔مقالے کے آخری حصے میں کتب خانہ اور ماٰخذ کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔مجموعی طور پر اِس مقالے میں موجودہ اردو تحقیق کا پس منظر و پیش منظر جامع انداز میں نظر آتا ہے۔

کتاب میں شامل ایک تحریر باڑہ گلی سیمینار کی روداد پر مشتمل ہے جو عامر سہیل کی مرتبہ ہے۔صرف تین

صفحات پر مشتمل ایک چونکا دینے والا طنزیاتی مضمون بادشاہ منیر بخاری کا بھی مجموعے کی زینت ہے جس میں انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں تحقیق و محققین پر اس طرح چوٹ کی ہے کہ اُن کے اِستدلال سے انکار ممکن نہیں رہتا۔ نورینہ تحریم بابر نے اردو تحقیق کی روایت سے آگے بڑھ کر اِمکانات کے دائرے میں یوں قدم رکھا ہے کہ روایت بھی اس کے اندر موجود رہتا ہے۔انہوں نے اپنے مقالے میں زیادہ توجہ محققین کے کارناموں پر صرف کی ہے۔(۱۴)

مجموعے میں شامل اگلے تین مضامین اس حوالے سے اہم ہیں کہ یہ ''خاکہ'' سے متعلق ہیں۔نوجوان محقق کے سامنے موضوع کے انتخاب کے بعد دوسرا مشکل مرحلہ یہی ہوتا ہے۔اردو فنِ تحقیق کی اکثر کتابوں میں تحقیق کے اس اہم موضوع کو نسبتاً کم توجہ ملی ہے۔لہٰذا یہ تین مقالے اس سلسلے میں نشانِ راہ کا درجہ رکھتے ہیں۔تحقیقی خاکہ ڈاکٹر عطش درانی کے ہاں پورے تحقیقی ڈیزائن کا محض ایک مختصر پہلو ہے۔انہوں نے اپنے مضمون میں اچھے تحقیقی ڈیزائن کی خصوصیات واضح کیے ہیں جس میں خاکے کا ضمنی ذکر بھی ہوا ہے۔

ایس ایم شاہد اور محسنہ نقوی کے مضامین بھی اس مسئلے کے جملہ پہلوؤں اور ضروری نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔ان دونوں مضامین میں ایک دوسرے کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں۔ایس ایم شاہد نے اپنے مضمون (۱۵) میں خاکہ سے متعلق بحث کے علاوہ کچھ ضروری اصطلاحات کو جگہ دی ہے جبکہ محسنہ نقوی نے موضوع کی وضاحت کے لیے زیادہ انحصار مثالوں پہ کیا ہے۔

'فرضیاتِ تحقیق' میں پروفیسر نسرین زہرا نے اُن پہلوؤں پہ روشنی ڈالی ہے جو اچھی تحقیق کے لیے ناگزیر ہیں۔انہوں نے ''فرضیے'' پر زیادہ زور صرف کیا ہے۔مجموعے میں شامل ایک اور مضمون میں ایس، ایم شاہد نے ادبی تحقیق میں معروضیت کے حوالے سے اہم نکات جمع کیے ہیں۔ان کے خیال میں ادبی تحقیق دیگر سماجی، تعلیمی یا سائنسی تحقیق کے مقابلے میں اس لیے بھی مشکل ہے کہ اس میں معروضیت کے آلات اور پیمانے نہیں ہوتے۔

ہماری تحقیق کی روایت میں شخصیات پر بہ نسبت زیادہ کام ہوا ہے۔ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے اس موضوع پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیا ہے۔'جدید رسمیاتِ تحقیق' ڈاکٹر معین الدین کا ایک اور مضمون ہے جو اس انتخاب کی زینت ہے۔یہ مضمون حوالہ نگاری سے متعلق ہے جس میں انہوں نے حوالہ نگاری کے موجودہ انداز میں ترمیم کی خواہش کی ہے۔ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی نے بھی اسی موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے۔انہوں نے اپنے مقالے میں حوالہ نگاری کے تمام طریقے اختصار کے ساتھ سمجھائے ہیں۔

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نے اقبال کی اہم تصنیف ''جاوید نامہ'' پر حواشی وتعلیقات دے کر اس فن پر اپنی گرفت پہلے ہی واضح کر دی تھی، چنانچہ زیرِ بحث مجموعے میں شامل اگلی تحریر اُن کے اس تجربے کی روشنی میں لکھی گئی ایسی کاوِش ہے جو حواشی وتعلیقات کے تمام اہم گوشوں کو پوری طرح متوّر کرتی ہے۔

تحقیقی زبان کس طرح ہونی چاہیے، ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے ''تحقیق اور اسلوب کی اہمیت'' میں اس حوالے سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ اپنے اِس مضمون میں وہ تحقیق کے لیے شگفتہ تحریر کے قائل نظر نہیں آتے۔ انہوں نے اس سلسلے میں دیگر محققین کے نقطہ ہائے نظر بھی بیان کیے ہیں۔ ڈاکٹر انوار احمد کا مضمون بھی اسلوب کے حوالے سے ہیں۔ انہوں نے تحریر کی سادگی پر زور دیا ہے اور معرّب اور مفرّس زبان سے اجتناب کی تلقین کی ہے۔

'متنی تنقید' یا 'متنی تحقیق' کے حوالے سے فنِ تحقیق کی ابتدائی تحریروں میں زیادہ زور ملتا ہے۔ ابتدائی دور کی بعض کتابیں تو خالص اِسی موضوع کو بیان کرتی ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے نئے دور میں اس موضوع کی اہمیت محسوس کی ہے اور اختصار کے ساتھ اس موضوع کے چند مباحث کو اپنے مضمون میں جگہ دی ہے۔ قدیم متون کی دریافت اور صحت کے حوالے سے تاریخی طریق پر عمل درآمد کے لیے اُن کی رائے سے کماحقہٗ اِستفادہ کیا جا سکتا ہے۔ روبینہ شہناز کا مضمون بھی متن سے متعلق ہے اور متن کی تنقید میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس مضمون پر ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی تصنیف ''اصولِ تحقیق وترتیبِ متن'' کا اثر صاف نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر اورنگ زیب عالمگیر نے مخطوطہ شناسی اور تدوینِ متن کے حوالے سے ایسے تکنیکی پہلوؤں کا ذکر کیا ہے جن کے لیے حقیقتاً سائنسی منہاج اور تجربہ گاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مقالہ مثالوں کے باوجود اختصار کی خوبی سے مالامال ہے۔ شاہد اقبال کامران کا مقالہ ''اقبالیات میں تحقیق، مسائل اور امکانات'' اپنے عنوان میں اپنی وضاحت رکھتا ہے۔ یہ سیمینار میں پیش ہونے والے اہم مقالات میں سے ایک ہے، جس سے اقبالیاتی تحقیق کے نئے گوشے متوّر ہوتے ہیں۔ ان کے خیال میں اقبالیات' ادبی کے ساتھ ساتھ ایک سماجی علم بھی ہے، لہٰذا اس کے تحقیقی منہاج کو موضوعِ تحقیق کی مناسبت سے وسعت دی جانی چاہیے۔

کتاب کا آخری مقالہ بھی کتاب کے مرتّب کا ہے، جو اِسی موضوع پر لیکن الگ انداز میں روشنی ڈالتا ہے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر عطش درّانی نے بنیادی طور پر اس نکتے پر زور دیا ہے کہ اقبالیات کے سلسلے میں تحقیق کرتے ہوئے جو بھی حقیقت ہے اس کو تسلیم کرنا چاہیے نہ کہ عقیدت کے تحت حقائق سے نظریں چرائی جائیں۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا زیرِ نظر مجموعہ زیادہ تر باڑہ گلی سیمینار کے مقالات پر مشتمل ہے لیکن اس میں بعض

دوسرے مقالات شامل کرکے اُن پہلوؤں کی تکمیل بھی کردی گئی ہے جو سیمینار میں موضوع بحث نہ بن سکے تھے۔ جہاں تک سیمینار کا تعلق ہے اُس کے اغراض و مقاصد ہی چونکا دینے والے اور ایک نئی تبدیلی کا پتہ دینے والے تھے۔ سیمینار کے منتظمین کو پوری طرح معلوم تھا کہ مسائل کیا ہیں اور کس سمت میں آگے بڑھنا ہے۔موضوع کے حوالے سے اس گہرے تصور کی ایک جھلک سیمینار کے روحِ رواں ڈاکٹر صابر کلوروی کے ایک مراسلے میں جو مرتّب کے نام سیمینار سے پہلے ارسال کیا گیا تھا، ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔چنانچہ وہ (صابر کلوروی) مرتب کو لکھتے ہیں:

> ''شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی اپنی شاندار روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس سال ۹ اگست ۲۰۰۲ء کو یونیورسٹی کے سمر کیمپ بارہ گلی (نزد نتھیا گلی) میں ادبی تحقیق کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کر رہا ہے جس میں پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کی نمائندگی ہوگی۔اس سیمینار کی اصل غرض وغایت یہ ہے کہ یونیورسٹیاں مل بیٹھ کر **(M.L.A.Style Sheet)** کی طرز پر تحقیق کے ایک **Format** پر متفق ہو جائیں تا کہ پاکستان میں ادبی تحقیق میں اسلوب اور معیار کے حوالے سے یکسانیت پیدا ہو سکے۔اس سیمینار کے مقاصد درج ذیل ہیں:۔
>
> (1) حوالے ،حواشی،تعلیقات،کتابیات کے حوالے سے ایک یکساں نظام کا وضع کرنا تا کہ اسے پاکستانی یونیورسٹیوں میں رائج کیا جا سکے۔
>
> (2) تحقیق کے معیار کو بلند کرنے نیز یونیورسٹیوں کے شعبۂ تحقیق کے باہمی رابطوں کو موثر اور مضبوط بنانا۔
>
> (3) موضوعات کی تکرار سے بچنے کے لیے ایک لائحہ عمل وضع کرنا۔
>
> (4) پاکستانی یونیورسٹیوں میں ادبی تحقیق کے حوالے سے جو کام ہوئے ہیں ان کے بارے میں معلومات کا تبادلہ۔
>
> (5) معلومات کی ایک ایسی فہرست مرتب کرنا جن پر تحقیق کی گنجائش موجود ہو۔
>
> (6) ان کوششوں کی نشان دہی کرنا جن پر تحقیق ابھی تک نامکمل یا ناقص ہے۔
>
> (7) ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے وضع کردہ کورسوں کا تنقیدی جائزہ لینا اور انھیں دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا۔

(8) ادبی تحقیق کو لائبریریوں کے سرد خانوں سے نکالنے اور اسے شائع کرنے کے بارے میں تدابیر اختیار کرنا۔

(9) معیاری ادبی تحقیق کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے تدابیر وضع کرنا۔

(10) تحقیق کو تیز تر کرنے اور اسے معیاری بنانے کے لیے جدید وسائل اور آلاتِ تحقیق کی نشاندہی کرنا۔

(11) معیاری تحقیق کے لیے اچھے اساتذہ، نگرانوں اور ممتحین کے حصول کے لیے لائحہ عمل وضع کرنا۔''(۱۶)

بلاشبہ یہ ایسے مقاصد ہیں جو آج کی ادبی تحقیق کا معیار بلند کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ان مسائل کا ادراک اس سے پہلے کے فنِ تحقیق سے متعلق کل سرمایے میں نہیں ملتا۔نئے محققین اور علمائے ادب کے لیے یہ ایک چارٹر کی حیثیت رکھتے ہیں۔اِن مقاصد کو جتنی جلدی ممکن ہو حاصل کیا جانا چاہیے۔

یہ مقالات ایک نئے افق کا پتہ دیتے ہیں۔ان میں بہت سارے وہ اصول واضح کیے گئے ہیں جو مذکورہ مقاصد کے حصول میں مدو معاون ہیں۔اس مجموعے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جدید دور کے نامور علمائے تحقیق کے مقالے شامل ہیں جو بذاتِ خود کسی نہ کسی طرح ان مسائل سے دوچار رہے ہیں۔ان لوگوں نے زیادہ تر اپنے مشاہدات کی روشنی میں اپنے مقالے تیار کیے ہیں۔

یہ مقالات جامع ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیق کے جدید تصورات کی طرف پیش رفت کا درجہ رکھتے ہیں۔ سیمینار کے مقالات شائع کرتے وقت جن پہلوؤں کی کمی محسوس ہوسکتی تھیں،مرتّب نے ان کے حوالے سے وقیع تحریریں اس مجموعے میں شامل کرکے اس کی افادیت دو چند کردی ہے۔اِس میں ربط و تسلسل کا خیال رکھا گیا ہے، جس میں اہم کردار مرتب کی اپنی تحریروں کا ہے۔

اس مجموعے کی سب سے اہم خوبی اس کی جامعیت ہے۔چنانچہ اس میں عام تحقیقی اصولوں کو بھی اہمیت دی گئی ہے اور تدوینِ متن سے متعلق نگارشات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔جامعات کے مسائل بھی ہیں اور لسانیاتی تحقیق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔اس کے اندر اسلوب پر بھی مقالات شامل ہیں اور ایک نیا ذائقہ اقبالیاتی تحقیق سے متعلق مضامین نے پیدا کیا ہے۔حوالہ نگاری بھی سکھائی گئی ہے اور بعض معروضی نوعیت کے موضوعات کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔غرض، تحقیق کے جتنے ضروری پہلو ہیں یا ہوسکتے ہیں وہ اس میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس مجموعے میں نہ صرف روایتی موضوعات کی جدید نقطۂ نظر سے وضاحت کرنے والی تحریریں شامل ہیں، بلکہ

جدید دور کے نئے تحقیق تصوّرات پر مبنی نگارشات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔تحقیق کا جو نیا تصوّر اس مجموعے میں ہمیں ملتا ہے آگے جا کر مرتّب کی اپنی تصنیف ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' میں زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بیان ہوا ہے۔جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

تحقیق کی بنیادیں

ڈاکٹر اسلم ادیب کی اس کتاب کا نام ''تعلیمی تحقیق کی بنیادیں'' ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔کیونکہ یہ سراسر تعلیمی تحقیق کو مدنظر رکھ کر تالیف کی گئی ہے۔کتاب کا اِنتساب اپنی والدہ مرحومہ کے نام ہے۔۲۵۴ صفحات کی یہ کتاب بیکن بکس، لاہور نے ۲۰۰۴ء میں شائع کی ہے۔کتاب میں کل چھے ابواب ہیں جو تحقیق کے مختلف پہلوؤں اور تصوّرات نیز طریقۂ کار پر روشنی ڈالتے ہیں۔یہ کتاب اگرچہ تعلیمی تحقیق کو موضوعِ بحث رکھتی ہے،لیکن اس میں شامل بعض مباحث ادب اور دیگر سماجی علوم کی تحقیق میں بھی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔

جہاں تک کتاب کے مندرجات کا تعلق ہے پہلا باب تصورِ تحقیق کے حوالے سے ہے۔اس باب میں تحقیق تصوّر کی وضاحت کرنے کے بعد تعلیمی تحقیق کی تعریف اور اس کے مختلف اِقسام کی تفصیل ملتی ہے۔اس سلسلے میں سروے تحقیق، بیانیہ تحقیق ،تاریخی تحقیق اور تجزیاتی تحقیق وغیرہ جیسے تحقیقی اقسام اور تصوّرات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔اس کتاب کے اگلے دو ابواب کو چھوڑ کر چوتھے، پانچویں اور چھٹے ابواب میں بھی تحقیق کے اِنہی آخرالذکر تین اقسام کو الگ الگ ابواب کے مرکزی عنوان بنا کر اِن کے طریقۂ کار پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ان میں سے تاریخی اور بیانیہ تحقیق ادبی محقق کے لیے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

کتاب کے دوسرے باب ''تحقیق اور عملِ تحقیق'' میں مسئلے یا موضوع کے انتخاب سے لے کر مفروضے اور دیگر سائنسی طریقۂ تحقیق کے مراحل کا تذکرہ ہے۔اس میں زیادہ تر روایتی موضوعات ہی سے سروکار رکھا گیا ہے۔تیسرا باب متعلقہ مواد کے جائزے،مواد کی تلاش اور نوٹ لینے کے طریقوں سمیت تحقیقی رپورٹ تیار کرنے کی وضاحت پر مبنی ہے۔

متوازن اور رواں اسلوب سے مزیّن اس کتاب میں حوالوں سے اجتناب برتا گیا ہے ''کتابیات'' موجود ہے لیکن تمام ۲۸ کتابیں انگریزی کی ہیں۔منسلکات کے تحت آخر میں تعلیم کے حوالے سے مختلف تحقیقی جرائد اور ویب سائٹس کے پتے درج ہیں۔ادبی تحقیق میں اس کتاب کی اہمیت نسبتاً کم ہے،تاہم اس کے اندر موجود بعض نکات ہر ڈسپلن میں تحقیق کرنے والوں کے لیے یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔

تحقیق و تدوین

غلام عباس ماہو کی یہ تالیف جس پر سنہ اشاعت نہیں، مکتبہ دانیال لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی خوبصورت جلد بندی کی گئی ہے۔لیکن اندر کے اوراق (کاغذ) زیادہ معیاری نہیں۔انتساب موجود ہے لیکن 'دیباچہ' یا 'پیش لفظ' وغیرہ ندارد۔فہرست میں صرف عنوانات اوران کے صفحہ نمبر کا اندراج ہے۔ابواب بندی اور نمبر شمار وغیرہ نہیں۔حوالے کم ہیں اور اکثر متعلقہ صفحات پر دیے گئے ہیں۔بعض عنوانات کے حوالے عنوان کے آخر میں بھی ملتے ہیں۔''اخذ وا کتساب'' یعنی کتابیات کے تحت اردو ماٗخذ کے علاوہ بعض انگریزی کتابوں کے نام بھی درج ہیں۔

کتاب میں موضوعات کی کوئی باقاعدہ تقسیم نہیں۔ابتدائی عنوانات تحقیق و فنِ تحقیق کے عمومی مباحث کو موضوع بناتے ہیں۔تدوینِ متن سے متعلق مواد کئی عنوانات کے تحت اس کے بعد ہے۔فہرست میں چار عنوانات اقبالیات کے باقاعدہ موضوع کے تحت رکھے گئے ہیں۔لیکن کتاب کے درمیان میں جا کر اقبالیات کا عنوان غائب جبکہ ''اُصول تدوین'' الگ صفحے پر درمیان میں جلی حروف میں درج ملتا ہے۔

اُصولِ تحقیق سے متعلق پہلا حصہ پورے سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں فن تحقیق کیا ہے؟ معاشرتی علوم ولسانیات میں تحقیق کی اہمیت، لسانیاتی تحقیق، موضوع کا انتخاب اور مقاصدِ تحقیق، ذرائع کی تحقیقی اہمیت و افادیت، تحقیق کی اہم اقسام، تحقیق کے ابتدائی اور ثانوی ماٗخذ کا فرق، تحقیق و تنقید کے باہمی ربط و تعلق، کے علاوہ مقتدرہ قومی زبان اور انجمن ترقی اردو، جیسے عنوانات شامل ہیں۔

اسی طرح ''اصولِ تدوین'' حصے کے تحت تدوین کے ماٗخذ، تدوین کی اہمیت، فنی تدوین کی معیار بندی، مخطوطات کی تحقیق کا مسئلہ، قدیم متنوں میں تصرفات و تحریفات کی وجوہات، زبان و رسم الخط، متن کے محقق کی ضروری اہلیت و صلاحیت، متن اور روایتِ متن کے علاوہ ''اقبالیات'' کے تحت محققِ اقبالیات کے اوصاف، کلامِ اقبال کی تنقید میں تحقیق سے استفادے کی صورت، کلام اقبال کی تحقیق کیلئے تحقیق کی اقسام اور اقبالیات کی تحقیق میں حواشی، تعلیقات اور ماٗخذ کی اہمیت جیسے عنوانات بھی متاثر کرتے ہیں۔

لیکن واقع یہ ہے کہ بغور جائزہ لینے پر اِس کتاب میں پیش ہونے والے مواد کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے۔بلاشبہ اس میں کافی بہتر مواد بھی جمع ہوا ہے جو کہ محقق کی بہت صورتوں میں مدد بھی کرتا ہے۔لیکن اس میں شامل بیشتر مواد فن تحقیق کی دوسری کتابوں سے اخذ کردہ ہے۔اس میں اکثر مقامات پر ماٗخذ کی مختصر نشاندہی اگر چہ

ملتی ہے لیکن پورے کے پورے مضامین دوسری کتابوں سے لے کر اس میں شامل کرنا تحقیقی اصولوں کے تحت کسی طرح مناسب نہیں۔اس میں شامل ''مخطوطات کی تحقیق کا مسئلہ''اور''زبان اور رسم الخط''کے عنوانات کے تحت جو تحریریں شامل ہیں اُن کو بطورِ مثال پیش کیے جا سکتے ہیں جو بالترتیب ڈاکٹر شیر محمد زمان اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تحریروں سے ہو بہو نقل کیے گئے ہیں۔اِسی طرح ''مقتدرہ قومی زبان''کے ذیل میں جو تفصیلات درج ہیں۔وہ مقتدرہ قومی زبان ہی کے''تعارف نامہ''سے اخذ شدہ ہے۔

اس کے علاوہ اس میں موجود بعض تحریریں دوسرے مضامین کا چربہ ہیں جن میں تھوڑی سی ردوبدل کر کے اس میں شامل کیے گئے ہیں۔چنانچہ''فنی تدوین کی معیار بندی''دراصل بشیر محمود اختر کا مضمون ہے جو''اردو میں فنی تدوین''مرتبہ ایس ایم شاہد میں موجود ہے۔''متن اور روایتِ متن''ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی تصنیف''اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن''کا ایک باب ہے جس کے الفاظ میں ردوبدل کر کے اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ ایک سرقہ نما تالیف ہے لہٰذا اردو فنِ تحقیق کی روایت میں بہتر مقام کی حامل نہیں ٹھہرتی۔اس میں نوجوان طلباء کیلئے چند مفید مباحث اگرچہ موجود ہیں۔اختصار اس کی ایک خوبی ہے۔عام طور پر ایسی کتابوں میں ربط کا فقدان ہوتا ہے۔لیکن اس کتاب میں ربط کافی حد تک موجود ہے۔اس کے بعض حصے کچھ انفرادیت بھی رکھتے ہیں مثلاً''اقبالیات''میں تحقیق کے حوالے سے جو تحریریں اس میں شامل ہیں وہ کسی اور واحد کتاب میں نہیں ملتے۔دیگر موضوعات میں تحقیق کی اہم اقسام،ابتدائی و ثانوی مأخذ،موضوع کا انتخاب اور مقاصدِ تحقیق وغیرہ تحریریں کارآمد ہیں۔کتاب کے آخر میں اردو کے علاوہ بعض انگریزی کُتب کے نام بھی بطورِ کتابیات درج ہیں۔

الغرض!یہ کتاب روایتی نوعیت کے تحقیقی اصولوں سے متعلق مواد پر مبنی اور سرقہ نما ہے۔اس کے اندر وہی باتیں دہرائی گئی ہیں جو فنِ تحقیق کی دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔سرقہ نما ہونے کے باوصف یہ نوجوان محققین کے لیے افادیت کے پہلو اگرچہ رکھتی ہے لیکن بڑے محققین کو متاثر نہیں کر سکتی۔غالب گمان یہ ہے کہ یہ محض تجارتی مقاصد کے لیے مرتّب کی گئی ہے۔

اُصولِ تحقیق و تدوین

یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے جدید نصاب کی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے مرتب کی گئی ہے۔چنانچہ سرورق پر ''برائے ایم اے،ایم فل،پی ایچ ڈی''کے الفاظ کے علاوہ ایک صفحے پر نصاب بھی دیا گیا ہے۔عبد اللہ برادرز،

لاہور کی شائع کردہ اس کتاب کے مرتب پروفیسر محمد خالد ندیم ہیں۔لگ بھگ پانچ سو صفحات پر مشتمل یہ ایک گائیڈ نما تالیف ہے جو سنہ اشاعت، پیش لفظ یا کسی تعارفی نوعیت کی تحریر سے عاری ہے۔

اس میں موجود تقریباً سارا مواد دوسری کتابوں اور مقالات سے پیراگرافوں کی صورت میں لے کر Compile کیا گیا ہے۔تقریباً ہر پیراگراف کے آخر میں تحقیق کا فن،ص۔۔۔،اردو میں اصول تحقیق۔۔۔ص۔۔۔روداد سیمینار ص۔۔۔وغیرہ بریکٹ میں نظر آتے ہیں۔بعض مقامات پر یہ ''حوالے'' بھی نظر نہیں آتے۔تاہم حقائق سے قطع نظر اس کتاب میں طلباء کی نصابی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے ضروری مواد کو ایک جلد میں جمع کیا گیا ہے۔ ذیل میں کتاب کے ابواب کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

پہلا باب تحقیق اور اس کی اہمیت سے متعلق ہے اس میں تحقیق کا مذہبی تصور، اس کا جدید تصور، اس کی اقسام، اس کے مقاصد اور محقق کے اوصاف وغیرہ کے علاوہ تحقیق کی اہمیت وضرورت پر مناسب باتیں جمع کی گئی ہیں۔''تحقیق کے مدارج'' کے تحت دوسرے باب میں تحقیقی مفروضہ، موضوع کا انتخاب، خاکہ، مآخذات، مطالعہ اور نوٹ نیز تسوید، حوالے، حواشی سے لے کر کتابیات اور ضمیموں تک کے مباحث نمٹائے گئے ہیں۔

تیسرے باب میں تحقیقی اصطلاحات درج کیے گئے ہیں۔تذکروں کی روایت بھی پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں شامل ہے لہٰذا 'مخزنِ نکات' سے لے کر 'آبِ حیات' تک تذکروں کی روایت کی بحث چوتھے باب میں موجود ہے۔

پانچویں باب میں تحقیق کی روایت کا مزید جائزہ لیا گیا ہے، اس میں خان آرزو سے لے کر مولانا امتیاز علی عرشی تک اور پھر تحقیق کے بعض دبستانوں کا جائزہ بھی شامل ہے۔چھٹے باب میں تحقیقی اِدارے جن میں دارالترجمہ عثمانیہ، انجمن ترقی اردو، مقتدرہ قومی زبان، اِکادمی ادبیات، دارالمصنّفین اور مجلس ترقی ادب، شامل ہیں، کو موضوع بنایا گیا ہے۔

آخری پانچ میں سے ایک کو چھوڑ کر باقی چار ابواب تدوینِ متن سے متعلق ہیں۔چنانچہ تدوین کی اہمیت، تدوین کے مآخذ، تصحیح متن اور اس کے تقاضے وغیرہ یہاں پر کسی قدر تفصیل سے بیان کرنے کے بعد 'اردو میں تدوین کی روایت' کے تحت سرسید احمد خان سے لے کر رشید حسن خان اور بعض دیگر محققین پر الگ الگ مواد دیا گیا ہے۔کتاب کا نواں باب ''صحتِ املا'' سے متعلق ہے جس میں املا کے اصول وضوابط، رسم الخط اور اس کے مسائل وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔

چونکہ یہ کتاب نصاب کو مدنظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔لہٰذا بعض ضروری تحریریں اس میں ایسی جمع ہوگئی ہیں جو دوسری مستند کتابوں میں یکجا نہیں ملتے۔ چنانچہ تذکروں کی بحث، محققین کا تعارف، تحقیقی ادارے اور تدوین سے متعلق چند دیگر محققین کا تعارف ایسے ہی پہلو ہیں۔کتاب کے آخر میں دو صفحات پر مشتمل ''کتابیات'' بھی موجود ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب طلبہ کی رہنمائی ، نیز نصابی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے تیار کی گئی ہے۔ یہ کسی حد تک افادیت کے پہلو ضرور رکھتی ہے لیکن اصولِ تحقیق کی مجموعی روایت میں کسی بہتر مقام کی حامل نہیں ٹھہرتی۔

اُصول تحقیق وتدوین

یہ کتاب بھی پنجاب یونیورسٹی کے نصاب کیلئے ''تالیف'' کی گئی ہے اس کے مرتب پروفیسر صفدر علی ہیں جبکہ اس کے اوپر اشاعتی ادارے کا نام فاروق سنز، لاہور لکھا ہوا ہے۔فہرستِ عنوانات کے ساتھ مختصر ''حرفِ آغاز'' موجود ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ:

> ''کتاب ''اصولِ تحقیق وتدوین'' پنجاب یونیورسٹی کے جدید نصاب کے مطابق تیار کی گئی ہے اس کتاب کو تیار کرتے وقت یہ کوشش کی گئی ہے کہ نصابی مواد کو مربوط اور موثر انداز میں پیش کیا جائے۔اس کتاب میں ماہرین تعلیم کی تحقیقات کے زیادہ سے زیادہ حوالے دیے گئے ہیں۔تاکہ کتاب خوب سے خوب تر ہوجائے اس سے نہ صرف طلباء کی نصابی ضروریات پوری ہونگی بلکہ ان میں تحقیق کا صحیح ذوق پیدا ہو سکے گا۔''(۱۷)

اور واقعی یہ زیادہ سے زیادہ ''حوالے'' دے کر تیار کی گئی ہے۔اس میں فنِ تحقیق سے متعلق چند کُتب اور مقالات سے مواد لے کر بے ترتیبی سے متعلقہ عنوانات کے تحت ٹانک دیا گیا ہے۔خاص کر ''تحقیق کا فن''، ''ریسرچ کیسے کریں اور'' رودادِ سیمینار اصول تحقیق'' ڈاکٹر انور سدید، سید عبد اللہ اور ڈاکٹر عبادت بریلوی وغیرہ کی تحریریں جگہ جگہ اپنا دیدار کراتی ہیں۔

لیکن اگر یہ بات نظر انداز کی جائے کہ یہ مواد کہاں سے آیا، تو اس میں شک نہیں کہ اس کتاب میں ایک مفید مواد (گو بے ترتیبی سے) جمع ہوا ہے۔اس میں خالص ادبی تحقیق سے متعلق اُمور شامل ہیں اور اردو طلباء کی نصابی ضرورتوں کیلئے ترتیب دی گئی ہے۔تحقیق کے سنجیدہ اور بالغ نظر محققین کے ذوق کی تسکین اس کتاب سے بہر حال نہیں ہوتی۔ایسے محقق کو اصل کُتب تک رسائی حاصل کرنی پڑے گی۔

جہاں تک کتاب کے مشمولات کا تعلق ہے اس میں کل پندرہ ابواب ہیں، جن میں پہلا باب تحقیق کی تعریف و اہمیت سے متعلق ہے۔خاص کر ادبی تحقیق کو مدنظر رکھا گیا ہے۔اسلام اور تحقیق' کے علاوہ دوسرے باب میں محقق کے بے شمار اوصاف اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ ہر وصف کیلئے الگ الگ عنوان دیا گیا ہے۔تیسرے باب میں تحقیق و تنقید کے باہمی ربط اور چوتھے باب میں تحقیق کے مدارج کو تفصیل سے زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ پانچویں باب میں ''ابتدائی تحقیق'' کے تحت موضوعات کی قسمیں، مواد کی فراہمی، وغیرہ کے ساتھ تصنیفی و تالیفی اداروں کا تعارف بھی ملتا ہے۔اگلے باب کا عنوان'' ثانوی تحقیق'' ہے جس میں مطالعہ، مواد کی پرکھ اور مقالے کی تسوید کے حوالے سے تفصیلات درج ہیں۔

ساتویں باب میں تحقیق کی اصطلاحات، آٹھویں میں تذکروں کی روایت کے تحت'' آبِ حیات'' تک کے بعض اہم تذکروں کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس کے بعد نویں باب میں ادبی تحقیق کی روایت کے ذیل میں مولوی عبد الحق، حافظ محمود شیرانی، امتیاز علی عرشی اور قاضی عبد الودود وغیرہ پر تعارفی نوعیت کا مواد ملتا ہے۔اسی طرح کا مواد اگلے باب میں اردو کے تحقیقی اداروں کے حوالے سے شامل ہے۔

اس کے بعد چار الگ الگ ابواب میں تدوین متن کے مختلف مباحث کو جگہ دی گئی ہے۔جن میں ڈاکٹر جمیل جالبی، مشفق خواجہ اور رشید حسن خان پر الگ الگ بحث بھی موجود ہے۔ایک باب اِملا اور رسم الخط کے حوالے سے ہے۔آخر میں ایک صفحہ کتابیات کا موجود ہے البتہ ناشر، سن اشاعت وغیرہ کی تفصیل نہیں ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کے نصاب کیلئے تیار کی گئی اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ خالص اردو تحقیق کے حوالے سے ایک ہی جلد میں متعلقہ مواد فراہم کرتی ہے۔اس کے اندر کو دوسری کتابوں کے مواد کو دہرایا گیا ہے لیکن اس میں جامعیت کا پہلو موجود ہے۔یہ کتاب تحقیق کے اقسام، محقق کے اوصاف، مواد کی فراہمی، مقالے کی تسوید، کتابیات، حاشیہ وغیرہ کے علاوہ، تذکروں کی روایت، ادبی تحقیق کی روایت اور بعض تحقیقی اداروں کے حوالے سے ضروری مواد کی حامل ہے۔تدوین متن کے سلسلے میں مآخذات، اِملا اور رسم الخط کے مباحث بھی اس کتاب کی افادیت میں اضافہ کرتے ہیں۔تاہم یہ افادیت صرف نئے طلباء کیلئے ہوسکتی ہے کسی بڑے اور کہنہ مشق محقق کیلئے ہرگز نہیں۔

جدید رسمیاتِ تحقیق

تحقیق کے موضوع پر چھپنے والی کتابوں میں کچھ کتابیں خصوصی جائزے کی متقاضی ہیں۔ان میں ایک

کتاب ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' بھی ہے، جو معروف سکالر ڈاکٹر عطش درانی کی ریاضت کا نتیجہ ہے۔ یہ کتاب زبان وادب کے حوالے سے ایسے موضوعات اور مسائل کے بارے میں تحقیقی معلومات سے ثروت مند ہے جو مقدار اور معیار دونوں اعتبارات سے تحقیق کے موضوع پر لکھی جانے والی سابقہ کتابوں سے اگلی منازل کی طرف نشاندہی کرتی محسوس ہوتی ہے۔ یہ کتاب ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ادبیاتِ اصولِ تحقیق۔۔تحقیق: فن، سائنس یا تکنیک۔۔جدید تحقیق ،تعارف واقسام۔۔تحقیقی منصوبے سے خاکے تک۔۔ ادبی ولسانی تحقیق۔۔لسانیاتی تحقیق۔۔تجرباتی تحقیق کا تجزیہ۔۔مطالعہ وحصولِ کوائف۔۔کوئفی تجزیات وشمار۔۔تدوینِ متن۔۔تصحیح وتدوینِ متن۔۔اسلوبیاتِ تحقیق۔۔تحقیق نگاری۔۔حوالہ وکتابیات نگاری۔۔مابعدیاتِ تحقیق ،کے موضوعات پر لکھے گئے ۱۴ابواب شامل ہیں۔

ان ابواب کے آخر میں چند ضمیمے بھی شامل ہیں جو تحقیق کی عملی شکلوں اور خاکوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے، یہ کتاب تحقیق کے بارے میں متنوع اور گوناگوں اُمور ومسائل کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔ کتاب کے آخر میں کتابیات اور مآ خذات کا ایک وقیع سرمایہ ملتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں کم وبیش تحقیق کے بارے میں لکھی گئی سابقہ کتابوں سے حسبِ ضرورت استفادہ کیا گیا ہے۔ اردو کتابوں کے علاوہ تحقیق کے حوالے سے انگریزی کتابوں کی وقیع فہرست بھی ملتی ہے۔

عطش درانی کا اسلوبِ بیان جدید اور سائنٹیفک ہے۔ اُنہوں نے تحقیقی مسائل اور موضوعات کو جداگانہ اسلوب میں سمیٹا ہے۔ ان ابواب میں ادبی ولسانی، تجرباتی تجزیاتی تدوینی اور اسلوبیاتی۔۔۔کم وبیش تحقیق کی تمام شکلوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں اظہارِ تشکر کے حوالے سے اُن کا نمونۂ تحریر ملاحظہ ہو:

> ''اوّل شکر اس ذاتِ باری کا ہے جس نے قرآن مجید کو ایک مخصوص مدت میں ایک ایسی ترتیب سے اُتارا ، جس کا یوں اُتارنا انسانی دائرۂ اختیار سے باہر ہے، اور لاکھوں سلام اس ذاتِ مرسل ﷺ پر جس کے سینے میں تیئس برس تک مختلف ترتیب سے اُترنے کے بعد قرآن مجید کی ایک ہی مخصوص ترتیبِ تلاوت ''الم تا الناس'' یوں محفوظ ہوئی کہ نہ تو دنیا کا کوئی مصنف اپنا کلام یوں مدوّن کرسکتا ہے اور نہ کوئی قاری کسی کتاب کو یوں زیر زبر سمیت حفظ کرسکتا ہے۔ ترتیب وحفظ کے علاوہ ''تدوینِ قرآن' 'ایک ایسا بڑا تحقیقی کارنامہ ہے، متنی تحقیق وتنقید جس کی کوئی اور مثال دنیا بھر میں ابھی تک پیش نہیں کرسکی اور ''جمعِ حدیث'' کے اصولِ جرح وتعدیل روایت اور درایت کی ایسی تکنیک ہیں جو

جدید تاریخی تحقیق کی سب سے بڑی آساس ہے۔پھر الکندی سے البیرونی تک مسلمان اہلِ فکر ودانش نے تحقیق کو ایسے مشاہداتی اور تجرباتی اصولوں پر استوار کیا کہ ان کے حاصل کردہ کوائف اور پیائش آج بھی کم وبیش اسی صحت کے ساتھ دہرائے جانے کے قابل ہیں۔''(۱۸)

عطش درانی کا تحقیق کی طرف میلان طبعی ہے۔اُنھوں نے سائنسی طریقوں سے اپنے تحقیقی مزاج کی پرورش کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تحقیقی مسائل کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے اور اپنی بحثوں سے نتائج برآمد کرتے ہوئے ان کا اسلوب تاثراتی کے بجائے سائنٹفک ہوتا ہے۔یہ کتاب تحقیقی اُمور کے حوالے سے وسیع تناظر میں لکھی گئی کتاب ہے۔حیرت کی بات ہے کہ سابقہ اور موثر محققین اور ناقدین کی آراء دیتے ہوئے مصنف نے حوالہ جات کی نشاندہی کا التزام روا نہیں رکھا۔کتاب میں سیکڑوں جگہوں پر حوالے موجود ہیں مگر حواشی یا ابواب کے آخر میں کہیں بھی مندرجات کے حوالہ جات کی واضح نشاندہی نہیں ملتی۔درج ذیل مثالیں ملاحظہ ہوں:

ا۔''ڈاکٹر اورنگ زیب نے تعین تاریخ میں میں مخطوطے یا دستاویز میں استعمال شدہ اشیاء یعنی کاغذ،سیاہی،جلد ،رنگوں،ڈرائنگ اور نقش ونگار تصویر چہ نگاری یعنی **Miniature Painting** اور طرزِ تحریر ،املا، زبان کے تغیرات پر مفصل بحث اور تاریخِ ارتقا وتغیر پر علیحدہ ابواب کے تحت بحث کی ضرورت پر زور دیا ہے،مختصراً یہ کہ:

''کاغذ کی رنگت ،موٹائی،سطح کی ملائمت،جذب کرنے کی صلاحیت،ریشے کی مصنوعی لگدی،اور تیاری کی تکنیک کے مطالعے سے تعین میں مدد ملتی ہے۔ان سب میں مختلف علاقوں اور زمانوں میں تبدیلی آتی رہی ہے۔کاغذ کی رنگت جو ابتداء میں خاصی زیادہ خاکستری اور پیلی ہوا کرتی تھی۔بتدریج ہلکی ہوگئی۔موٹائی بھی کم ہوتی چلی گئی،ملائمت زیادہ ہوتی چلی گئی۔ہندوستان میں بلیچ یا رنگ کاٹ کی دریافت اور اس کا استعمال پہلے ہونے کی وجہ سے یہاں کاغذ سفید بننے لگا تھا۔رنگ سازی کی صنعت میں کاشمیر کا کوئی مقابل نہ تھا۔یہاں مختلف رنگوں کا کاغذ بنتا تھا۔ریشم کی صنعت کے امتزاج اور مدد سے ریشمی ملائم نفیس کاغذ بنتا تھا۔کاشمیری کاغذ ہلکے نیلے،پیلے،سرخ ،گلابی،سبز رنگ کا تھا۔ہندوستان میں رنگ گدلے اور ان کا امتزاج بھی غیر نفیس تھا۔حنائی رنگ دستی طور پر عبارت پر پھیرنے کا رواج تھا جو کاغذ کو بھرا بھرا کر دیتا تھا۔''(۱۹)

۲۔حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں:

''اس قصے کے ایک سے زیادہ متن ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک کی زبان بھی ایسی نہیں جسے امیر خسرو یا ان کے عہد کی زبان کہا جا سکے۔امیر خسرو کی نثر کے نمونے کافی سے زیادہ ہمارے پاس موجود ہیں۔جن کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر صنائع وبدائع، دقت پسندی، پیرایۂ کلام کو پیچ دیکر دشوار ختم بنانے کے عادی تھے۔لیکن یہ نسخہ نہایت سادہ سلیس وخوش مذاقی کی حد تک مقفٰی اور رنگین عبارت میں مرقوم ہے۔اس کی املا وانشا پیرایۂ بیان بالکل اس اسلوب میں ہے جو ہمارے ہاں گذشتہ اور اس سے قبل کی صدی میں رائج تھا۔''مقالاتِ حافظ محمود شیرانی،جلد نہم۔(۲۰)

۳۔جعل کو جانچنے کا ایک نسخہ ڈاکٹر خورشید رضوی نے بیان کیا ہے:

''جعل سازی اصل مسودہ سے زیادہ منطقی ہوتی ہے۔یعنی متن یا کسی دستاویز کے ضمن میں اس چیز کا جاننا ضروری ہے کہ ایک چیز جو من گھڑت ہے اس کو ایسا کرنے والے نے اصل کے قریب لایا ہوتا ہے۔کہ اصل اتنا منطقی نہیں ہوتا ہے جیسا کہ من گھڑت منطقی ہوتا ہے۔اس لیے جب بھی مشکوک متن سامنے آئے تو اسے منطقی انداز میں جانچا جا سکتا ہے (۲۱)''

۴۔تدوینِ متن کے ضمن میں ڈاکٹر نذیر احمد کی اس رائے سے بڑھ کر کوئی اور بات نہیں کی جا سکتی:

''تحقیق کے اعتبار سے مطبع کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ایک مرتبہ کی چھپی ہوئی کتاب میں اختلافِ نسخ ختم ہو جاتا ہے کو غلطیوں سے پاک نہیں ہوتی۔اس کے برخلاف ایک کتاب کے اگر پانچ سو قلمی نسخے جمع کر لیے جائیں تو ان سے پچاس سے زائد کتابیں تیار کی جا سکتی ہیں جو ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ ہوں گی۔''(۲۲)

مذکورہ بالا چار مثالیں اتفاقاً کتاب کو کھول کر دو تین قریبی صفحات سے لی گئی ہیں۔ان کے انتخاب میں کسی التزام کو روا نہیں رکھا گیا۔ان چاروں مثالوں سے خود عطش درانی کے تحقیقی نتائج مجروح ہوتے نظر آتے ہیں۔پہلی مثال میں کتاب،ص، اشاعتی ادارے کسی چیز کا پتہ نہیں چلتا۔صرف یہ نشان دہی ہوتی ہے کہ یہ بات ڈاکٹر اورنگ زیب نے کہی ہے۔دوسری مثال میں حافظ شیرانی کے ساتھ کومیشن کے آخر میں، مقالاتِ حافظ محمود شیرانی،جلد نہم کی

نشان دہی ملتی ہے،ص اور اشاعتی ادارے کا پتہ نہیں ملتا۔کوٹیشن نمبر تین میں صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ عبارت خورشید رضوی کا ہے۔ص نمبر، کتاب کا نام، اشاعتی ادارے کا نام اور سن اشاعت کسی چیز کی نشاندہی نہیں ہوتی۔چوتھی مثال بھی ایسی ہے جس میں صرف ڈاکٹر نذیر احمد کے نام کا پتہ چلتا ہے۔باقی ضروری حوالہ جات کی نشاندہی نہیں ہوتی۔حیرت ہے کہ تحقیقی مزاج رکھنے کے باوجود اس پوری کتاب میں تحقیق کے ضروری تقاضوں کو پیشِ نظر کیوں نہیں رکھا گیا۔

یہی حیرت جب راقم الحروف نے ایک بالمشافہ ملاقات میں ڈاکٹر عطش درانی کے روبرو رکھی تو انھوں نے فرمایا کہ ''اس کتاب میں حوالہ جات کا التزام اس لیے نہیں رکھا گیا، کیونکہ یہ کوئی علمی تحقیق پر مبنی کتاب نہیں ہے جس میں تحقیقی نتائج بیان ہوئے ہوں۔بلکہ یہ تحقیق سے متعلق محض ایک رہنما کتاب ہے جو نئے محققین کے لیے ایک ٹیکسٹ بک کا درجہ رکھتی ہے۔اس میں صرف رہنمائی کی گئی ہے، نہ کہ بذاتِ خود کوئی عملی نوعیت کی تحقیق۔'' (۲۳)

ڈاکٹر عطش درانی نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ تحقیقی سرگرمیوں میں صرف کیا ہے، اردو تحقیق میں ان کی ایک پہچان ہے، چنانچہ ان کی اس کتاب میں وہ نکات بھی قابلِ اعتبار ٹھہرتے ہیں، جن کے مکمل حوالہ جات شامل نہیں کیے گئے۔تاہم باوجود اس کے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اصولِ تحقیق سے متعلق اس اہم کتاب میں اگر مناسب حوالہ جات کا التزام بھی رکھا جاتا تو اس کی قدر و منزلت اور زیادہ ہوتی۔اس کی ایک ضرورت اس لیے بھی ہے کہ آج کے ادبی محقق کے لیے ڈاکٹر عطش دڑانی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں لیکن سو دو سو سال بعد یا ہزار پندرہ سو کلومیٹر کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے قاری کے لیے اِس پر شک کرنا لازم ٹھہرتا ہے۔

ذیل میں ہم ابواب وار کتاب کے مندرجات کا جائزہ لیتے ہیں۔

ڈاکٹر عطش درانی کی زیرِ نظر کتاب میں جدید رسمیاتِ تحقیق کا پہلا باب ''تحقیق: فن، سائنس یا تکنیک'' (۲۴) کے عنوان سے ہے جس میں تحقیق کے عمل کو جدید سائنسی نقطۂ نظر سے نئے تناظر میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ڈاکٹر عطش درانی یہاں تحقیقی عمل کے چار ایسے نکات بیان کرتے ہیں جو تحقیق کو اعلیٰ مقام پر لیجانے کے لیے ناگزیر ہیں۔اُن کے نزدیک تحقیق ایک منظّم، معروضی، مدلّل اور ایک کلّی عمل ہے۔وہ روایتی تحقیقی طریقۂ کار سے مطمئن نظر نہیں آتے۔جدید تحقیقی تکنیک یا فن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''جدید تحقیق کو عام طور پر فن، تکنیک یا اصول کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے۔علم کے
> لحاظ سے یہ ایک سائنس ہے کیونکہ اس میں سائنسی طریق کار استعمال ہوتا ہے، تاہم جہاں

تک اس کے فنی طریقِ کار کا تعلق ہے، یہ ایک تکنیک ہے جو چند بنیادی اصولوں پر مبنی
ہے اور اپنی پیش کش یا اسلوب کے لحاظ سے یہ ایک فن ہے کیونکہ استدلال اور بیان
فنکارانہ چابک دستی کا تقاضا کرتے ہیں''(۲۵)

اس باب میں زبان وادب کی تحقیقی روایت، محقق کے لوازم واوصاف، اسلام اور تحقیق پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے علاوہ انھوں نے ہماری ادبی ولسانی تحقیق کی موجودہ صورت حال کا مختصر تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔

کتاب کے دوسرے باب میں جدید تحقیق کے خدّ وخال کی مزید وضاحت ملتی ہے۔اس باب میں موضوع، طریقِ کار، مقاصد اور نوعیت وغیرہ کے اعتبار سے اقسامِ تحقیق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔یہاں پر جدید سائنسی طرزِ تحقیق کے حوالے سے ان کا نقطۂ نظر اور واضح ہوا ہے اور سائنسی طرزِ تحقیق کی اہم خصوصیات، مراحل، نیز اس کے تحقیقی خواص کا بیان اس باب کے اہم موضوعات ہیں۔اُنھوں نے جدید تحقیقی اقسام کے آٹھ عمومی مراحل یوں بیان کیے ہیں:

۱۔تحقیق کا پہلا مرحلہ اس کی ضرورت اور مسئلے کی نشاندہی ہے۔ضرورت کے بغیر مسئلہ اور مسئلے کے بغیر تحقیق بے معنی ہے۔

۲۔تحقیق کا دوسرا مرحلہ سابقہ تحقیقات کا نچوڑ حاصل کرنا ہے۔اس مرحلے پر تمام استخراجی آراء اور تحقیقی مطالعے شریک کیے جاتے ہیں۔

۳۔تیسرا مرحلہ تحقیقی ڈیزائن کی تیاری یعنی لائحہ عمل اور تحقیقی قسم اور طریق کار کا انتخاب ہے۔

۴۔چوتھا مرحلہ مسلمات یا مفروضے طے کرنا اور فرضیے یا تحقیقی سوالات تشکیل دینا ہے جو عام طور پر سابقہ تحقیقات کے مطالعے کے بعد آسان ہو جاتے ہیں۔فرضیات کو مسئلے کا ممکنہ حل بھی کہا جاتا ہے۔قابلِ تحقیق فرضیوں کو سامنے لایا جاتا ہے اور ان پر کام کیا جاتا ہے۔

۵۔پانچویں مرحلے پر فرضیوں کی تصدیق یا تکذیب کے لیے کوائف اور مواد جمع کیا جاتا ہے۔

۶۔چھٹے مرحلہ پر مطلوبہ ترتیب سے پڑتال اور تجزیہ کر کے کوائف سے نتائج برآمد کیے جاتے ہیں جسے ساتواں مرحلہ بھی کہتے ہیں۔

۷۔آخر میں نتائج اور سفارشات کو رپورٹ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔
۸۔حسبِ اسلوب مقالہ لکھنا اس کی آخری منزل ہے۔(۲۶)
اس باب کے آخر میں سائنسی اور ادبی تحقیق کا مختصر موازنہ بھی کیا گیا ہے۔

تیسرے باب کا بنیادی موضوع "تحقیقی ڈیزائن" ہے۔تحقیقی ڈیزائن کا مختصر تذکرہ اس سے پہلے ڈاکٹر ش اختر اور ایس ایم شاہد کی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔لیکن ڈاکٹر عطش درانی نے اس کو خاص شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے یہ اصطلاح تقریباً اُنھیں سے منسوب ہو کے رہ گئی ہے۔ایک مغربی مصنف کولنگر کی وساطت سے انھوں نے تحقیقی ڈیزائن پر یوں روشنی ڈالی ہے:

> "تحقیقی ڈیزائن دراصل اس منصوبے،ساخت اور تدابیر کے مجموعے کا نام ہے، جو تحقیقی سوالات کا جواب دینے اور تغیّر کو قابو میں رکھنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔منصوبہ تحقیق کی کلی سکیم یا پروگرام کا نام ہوتا ہے۔یہ ان کاموں کا ایک خاکہ ہے جو تحقیق کار فرضیہ لکھنے سے لیکر کوائف کے حتمی تجزیے تک انجام دیتا ہے۔تحقیقی ساخت اس میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔اِسے ہم نقشہ (Matrix) بھی کہہ سکتے ہیں، جو متغیرات کے خاکے، سکیم اور ماڈل پر مبنی ہوتا ہے۔یہاں تدبیر کا مفہوم منصوبے سے بڑھ کر ہے اس میں کوائف جمع کرنے اور تجزیہ کرنے کے تمام طریقے شامل ہیں۔مختصراً یہ کہ تدبیر اس عمل کا نام ہے کہ تحقیقی مقاصد کیسے حاصل ہوں گے اور تحقیق کے دوران پیش آنے والے مسائل کو کیونکر حل کیا جا سکے گا۔"(۲۷)

اس باب میں وہ روایتی ،خاکہ،جسے وہ تحقیقی ڈیزائن کا محض آخری نقطہ شمار کرتے ہیں، کی تفصیلی وضاحت کے علاوہ مفروضات اور فرضیہ جیسے ضمنی موضوعات کو بھی نمٹا دیتا ہے۔

ادبی ولسانی تحقیق ،کتاب کا چوتھا باب ہے۔جس میں سائنسی ومعروضی حوالے سے جدید تحقیق کی مختلف اقسام پر بحث کی گئی ہے۔اس سلسلے میں تحقیق کی تین بڑی قسموں دستاویزی تحقیق، تجرباتی یا تقابلی تحقیق اور مطالعہ احوال پر الگ الگ عنوانات کے تحت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔سروے،سوال نامہ اور انٹرویو وغیرہ بھی اس باب میں ذیلی طور پر زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔اگلے یعنی پانچویں باب میں لسانیاتی تحقیق کے تحت لسانی اور لسانیاتی کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور لسانیاتی تحقیق کی دیگر مبادیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔یہ باب کافی معلومات افزاء ہے اور لسانیات پر تحقیق کرنے والوں کے لیے بنیادی دستاویز کا درجہ رکھتا ہے۔اس باب کے آخر میں لسانیاتی تحقیق کے

ضمن میں بعض نمونے بھی ملتے ہیں۔

کتاب کے چھٹے باب میں اردو ادب کو تجرباتی تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے پر زور دیا گیا ہے۔اس نقطۂ نظر سے اِس باب میں تحقیقی ڈیزائن اور تحقیق کے مراحل پر مزید مواد بطورِ مثال شامل رکھا گیا ہے۔ساتواں باب ''مطالعہ وحصولِ کوائف'' کے عنوان سے ہے۔یہ باب بنیادی طور پر مأخذ سے سروکار رکھتا ہے، تاہم لائبریری کا استعمال ،نوٹ لینے کے طریقے وغیرہ پر بھی اس باب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔کتاب کا آٹھواں باب سروے قسم کی تحقیق سے متعلق ہے۔ادب میں اس کا استعمال شاذ ہی ہوتا ہے۔اس باب میں کوائفی تجزیات وشماریات کو جملہ لوازمات کے ساتھ زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

کتاب کے اگلے دو ابواب تحقیق وترتیبِ متن سے متعلق ہیں۔ان میں سے پہلے باب میں متن کی تعریف، متنی تنقید، روایتِ متن ،تالیفِ متن، عملی تدوین، تنقیدِ متن، اختلافِ نسخہ جات اور نسخوں کا موازنہ نمایاں عنوانات ہیں جبکہ انتخابی تصحیح ،قیاسی تصحیح، متنی محاسن، مشمولاتِ تحقیق، تعینِ تاریخ اور تحقیقِ متن وغیرہ کو دوسرے باب میں موضوع بنایا گیا ہے۔یہ دونوں ابواب مل کر متنی محقق کی رہنمائی کا فریضہ بخوبی ادا کرتے ہیں۔اس باب کی تیا ری میں مصنف نے ڈاکٹر خلیق انجم ،ڈاکٹر تنویر علوی اور ڈاکٹر گیان چند کی کتابوں سے کھل کر اِستفادہ کیا ہے۔کتاب کا ایک اہم باب ''اسلوبیاتِ تحقیق'' ہے جس کے آغاز میں درج کرتے ہیں:

> ''ما حاصلِ تحقیق کو بیان کرنے اور اس میں لسانی اور تنقیدی مہارتیں استعمال کرنے کو اسلوبیاتِ تحقیق کا نام دیا جاسکتا ہے۔اسی سے تحقیقی تنقید اور تنقیدی تحقیق جیسی سمتیں ابھرتی ہیں اور تحقیقی زبان کے مخصوص محضر (Discourse) کی آبیاری ہوتی ہے۔عام طور پر تحقیقی مقالے تنقیدی اسلوب میں لکھے اور پیش کیے جاتے ہیں۔چنانچہ ان پر تحقیق سے زیادہ تنقیدی مقالے کا گمان گزرتا ہے۔جدید تحقیق کے بیان اور پیش کش کے اپنے انداز ہیں، جنھیں تحقیقی اسلوب کا نام بجا طور پر دیا جا سکتا ہے۔''(۴۸)

اس باب کے ابتدائی حصے میں تحقیق وتنقید کے تعلق پر بحث کی گئی ہے۔جس میں ہر دو کے دائرۂ کار کو اسلوب کے حوالے سے متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اسلوب کی بحث میں انھوں نے پہلے دوسروں کے نقطہ ہائے نظر پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے بعد اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے جو بڑی حد تک سائنٹفک ہے۔چنانچہ اختصار وجامعیت، خوانا پذیری، حکم یا ادعا سے گریز، اقتباسات سے گریز، براہِ راست گفتگو، اضافی اصطلاحات/مخففات اور کلی تنقید وتجزیاتی انداز ان کے نزدیک تحقیقی اسلوب کے بنیادی لوازمات ٹھہرتے ہیں۔وہ ڈاکٹر گیان چند کے

''شگفتہ'' اسلوب کے قائل نظر نہیں آتے۔

کتاب میں شامل بارہواں باب مقالہ نگاری یعنی مقالہ کی تسوید سے بحث کرتا ہے۔مقالہ کی ہیئت، اس کا اسلوب، تحشیہ و تعلیقات اور املا کے مسائل وغیرہ اس باب کے ذیلی عنوانات ہیں۔اس باب کی تیاری میں ڈاکٹر گیان چند کی کتاب ''تحقیق کا فن'' سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے،جس کا اندازہ بڑی تعداد میں مذکورہ کتاب کے حوالوں سے ہو جاتا ہے۔

تیرہویں باب کا عنوان ''حوالہ و کتابیات نگاری'' ہے،جس میں حوالہ نگاری کے مختلف طریقوں کے بیان کے علاوہ کتاب نگاری کے عمومی طریقوں سے بحث کی گئی ہے۔اس سلسلے میں انھوں نے مغرب کے مشہور تحقیق اداروں کے اس مقصد کے لیے تیار کی گئی ہیئتوں کی تفصیل بھی اس باب میں شامل کر دی ہے جس سے موضوع کی تفہیم اور بھی آسان ہو گئی ہے۔انھوں نے مذکورہ ہیئتوں کی روشنی میں مقامی ناموں کے اندراج پر بھی روشنی ڈالی ہے۔یہ باب اشاریہ سازی کے طریقۂ کار کی وضاحت بھی کرتا ہے۔

چودہویں اور آخری باب میں ''مابعدیاتِ تحقیق'' کے عمومی اصطلاح کے تحت مقالہ نگاری کے اختتامی مراحل کی وضاحت کی گئی ہے،جس میں مقالے کی کمپوز کاری،جلد بندی،پیش کاری (مقالہ داخل کرنا) زبانی امتحان اور اشاعت وغیرہ شامل ہیں۔اس باب میں انھوں نے نمبر شمار کے لیے الف بائی ترتیب کی مختلف صورتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

ابواب کو چھوڑ کر کتاب کا ایک اہم حصہ اس کا مقدّمہ ہے۔''مقدّمہ ادبیاتِ اصولِ تحقیق''(۲۹) کے عنوان سے شامل یہ نہ صرف اس کتاب کا مقدمہ ہے بلکہ بڑی حد تک اردو اصولِ تحقیق کی روایت کا مقدمہ بھی ہے۔اس میں پہلے انھوں نے اردو کی عمومی تحقیق اور اردو اصولِ تحقیق کے درمیانی کڑیوں کو ملانے کی کوشش کی ہے۔پھر اصولِ تحقیق کا پس منظر اور پیش منظر واضح کیا ہے۔اردو اصولِ تحقیق کے منظر نامے پر غالباً یہ سب سے بہتر تبصرہ ہے جو فنِ تحقیق کی روایت کا کافی حد تک احاطہ کرتا ہے۔

کتاب کا آخری تقریباً ایک چوتھائی حصہ ''ملحقات'' پر مبنی ہے،جس میں نمونے کے خاکے، فارم برائے ممتحن مقالہ، نمونے کی کتابیات (ہیئتیں)،تسوید/مطبع/پروف خوانی کی ہدایات کے علاوہ بعض تحقیقی نمونے دیے گئے ہیں۔جو اردو سمیت دیگر مقامی زبانوں سے متعلق ہیں۔ان میں ایک نمونہ جو ''بلتی'' زبان سے متعلق ہے انگریزی میں درج ہے۔کتاب کے آخر میں کتابیات وماٰ خذ اور ایک مختصر اشاریہ (نکات وار) بھی موجود ہے۔

بحیثیتِ مجموعی یہ کتاب حوالہ جاتی خامی سے قطع نظر اردو تحقیق خصوصاً ادبی تحقیق کے حوالے سے لکھی گئی اب تک کی اہم کتابوں میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ تحقیقی نتائج برامد کرنے کے لیے اس میں کلاسیکی طریقے یعنی روایت ، درایت اور داخلی شہادتوں کے علاوہ جدید ترین سائنٹفک اسالیبِ تحقیق کو بھی متعارف کروایا گیا ہے۔اس کتاب کو دیکھ کر اس حوالے سے خوشی ہوتی ہے کہ یہ علمِ تحقیق کے باب میں ایک وقیع اضافہ ہے۔اس میں مصنف نے بیسیوں محققین کی تحقیقی آراء کی نشاندہی کی ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ ایک اپنا تحقیقی نقطۂ نظر بھی واضح کیا ہے، جو فنِ تحقیق کے باب میں ان کے خصوصی شوق کا آئینہ دار ہے۔یہ کتاب اپنے مندرجات میں سیکڑوں چھوٹے بڑے تحقیقی موضوعات ومسائل کو سمیٹے ہوئے ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ جامعات میں تحقیقی نظام کو اس کتاب کے حوالے سے پہلی بار ایک علمی تشکیلی صورت دی گئی ہے تو شاید یہ غلط نہ ہوگا۔

فنِ تحقیق' مبادیات' اُصول اور تقاضے

اکسویں صدی تک آتے آتے اردو فنِ تحقیق کی روایت خاصی پھیل چکی ہے۔خاص کر نصابی ضروریات کے تحت لکھی گئی کُتب نے اس روایت میں قابل ذکر اضافہ کیا ہے۔تاہم اِن میں بیشتر کتابیں ایسی ہیں کہ جنھیں معیاری نہیں کہا جا سکتا۔اس سلسلے میں کچھ کتابیں تو بالکل گائیڈ نما ہوتی ہیں اور اُن کے اوپر بسا اوقات ''برائے ایم۔اے۔۔ پی ایچ ڈی کیلئے''وغیرہ کے الفاظ درج ملتے ہیں۔لیکن بعض کتابیں ایسی ہیں کہ جو گائیڈ نما تو نہیں لیکن ان سے زیادہ بہتر بھی نہیں ہوتیں۔ایسی کتابوں کا گیٹ اپ بہت دلکش ہوتا ہے۔اِن کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو تجسس بڑھ جاتا ہے۔لیکن اندر کے اوراق پر نظریں دوڑائی جائیں تو ان کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ایسی کتابوں پر عموماً مصنف کی جگہ تالیف وترتیب، اخذ وادارت، تحقیق و تالیف، ادارت وترتیب جیسے مجمل قسم کے الفاظ درج ملتے ہیں جن سے اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ تصنیف ہے یا تالیف یا محض 'کتاب سازی' کی گئی ہے۔

فن تحقیق مبادیات اصول اور تقاضے' بھی ایسی ہی ایک کتاب ہے جس کا اندازہ نہیں ہوتا کہ مرتّب کی اپنی تصنیف ہے یا محض Compile کی گئی ہے۔اس کی اشاعت ۲۰۰۵ء میں بک ٹاک، لاہور نے کی ہے اور محض ۲۷۲ صفحات کیلئے اس کی قیمت ۴۵۰ روپے رکھی گئی ہے۔اس کے ''تالیف وتحقیق کنندہ'' رانا سلطان محمود ہیں۔خوبصورت جلد بندی سے مزیّن یہ کتاب کافی حد تک طالب علموں کی ضروریات کا احاطہ کرتی ہے لیکن سنجیدہ قاری کو متاثر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ذیل میں کتاب کے مشمولات پر ایک نظر ڈالی جاتی ہے تاکہ اس میں شامل مباحث کا اندازہ ہو سکے۔

کتاب میں کل ۱۸ ابواب شامل ہیں جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ''تحقیق کے مختلف مراحل'' آٹھ ابواب یعنی تحقیق کی تعریف، تحقیق کی شاخیں، تحقیق کا آغاز، تحقیقی ضروریات اور کتب خانہ، محقق کی خصوصیات، مقالہ کیلئے مواد کی تجمیع و ترتیب، تحقیقی مقالہ کی حتمی ترتیب و تہذیب اور تحقیق مقالہ کی حتمی کاپی کی تیاری پر مشتمل ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے ''تنقید و تحقیق کے تقاضے'' کے تحت چھ ابواب یعنی تحقیق کا دائرۂ کار، تنقید کا مفہوم اور اقسام، تنقید و تحقیق کا باہمی تعلق، تذکرے کے تنقیدی جائزے کے اصول، کتابِ تصوف کا تنقیدی جائزہ اور ادب پارے کا تنقیدی جائزہ، ملتے ہیں۔ ''متن کی تحقیق و تدوین'' کتاب کے تیسرے حصے کا عنوان ہے، جس میں متن کا مفہوم اور دائرہ کار، متن کی تعریف' درجہ بندی اور تدوینی دشواریاں، قلمی نسخہ جات کا حصول اور درجہ بندی اور تدوین متن کے تقاضے' جیسے ابواب شامل ہیں۔

جہاں تک اس اجمال کی تفصیل کا تعلق ہے کتاب میں شامل درج بالا اٹھارہ ابواب پر تجزیاتی نظر ڈالی جائے تو اس کتاب کی قدر و قیمت میں کافی حد تک کمی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں تقریباً نصف سے زائد مواد غیر ضروری اور بھرتی کا ہے۔ مثلاً ساتویں باب میں اسلوبِ تحریر کے حوالے سے درجن بھر ادیبوں کے نثر کے حصے بابت نمونہ دیے گئے ہیں۔ چودھویں باب میں چند مثالی ادب پاروں کے عنوان کے تحت تقریباً ۱۲ ادیبوں کے ادب پاروں کے ٹکڑے بلا ضرورت شامل کیے گئے ہیں۔ اسی طرح تنقید و تحقیق کے تقاضے بیان کرتے ہوئے تنقید کی مختلف اقسام مثلاً مارکسی تنقید، تاثراتی تنقید، نفسیاتی تنقید وغیرہ کو الگ الگ عنوانات کے تحت ڈال دیا گیا ہے۔ ارسطو، کولرج وغیرہ سے لے کر اردو کے نصف درجن نقادوں کے تنقید سے متعلق چھوٹے چھوٹے وضاحتی ٹکڑوں کو کالرج کے تنقیدی نظریات، حالی کے تنقیدی نظریات وغیرہ جیسے بھاری عنوانات دیکر الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ جن کی تحقیق کے اصولوں سے متعلق کتاب میں کوئی ضرورت نہیں بنتی۔ مثلاً'' آل احمد سرور کے تنقیدی نظریات'' جیسے نمایاں عنوان کے تحت جو ''نظریات'' بیان ہوئے ہیں وہ فقط اِتنی تحریر ہے:

> ''تنقید گویا فیصلہ کرنا ہے۔ آل احمد سرور اپنی موقف کے حامی ہیں اور تنقید کے مقصد و مفہوم کے بارے میں ان کا کہنا ہے:
>
> ''تنقید کا نام فیصلہ ہے، تنقید دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتی ہے۔ تنقید وضاحت ہے، تجزیہ ہے تنقید قدریں متعین کرتی ہے۔'' (۳۰)

یہی نہیں جو ضروری اور خالص فنِ تحقیق سے متعلق عنوانات ہیں، وہ بھی بظاہر خوش کن ہیں لیکن مواد کے لحاظ سے بڑی حد تک تشنہ ہیں۔ مختلف حصوں کی طرح کتاب کے ہر باب میں بھی بیشمار ذیلی عنوانات جمع کیے گئے

ہیں ۔جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر صفحے پر تین سے لیکر پانچ تک ذیلی عنوانات ملتے ہیں ۔ایک عنوان جو''کتابیات کی تیاری'' ہے کتابیات کی تیاری کے حوالے سے ضروری نکات پر مشتمل ہے لیکن بذات خود یہ کتاب کسی کتابیات کے عاری ہے ۔ابواب کو چھوڑ کر ہر حصے کے آخر میں البتہ چند حوالے ملتے ہیں ۔لیکن ان کی ترتیب بھی درست نہیں ۔صرف مصنف اور کتاب کا نام دیا گیا ہے اور بس، پبلشر، سنہ اشاعت یا صفحہ نمبر کوئی نہیں ۔

کتاب کے پہلے حصے میں جو مواد شامل ہے اس کو آٹھ کے بجائے چار ابواب میں بھی بیان کیا جا سکتا تھا۔ یہ سارے ابواب سندی مقالے کے بعض مراحل کی وضاحت پر مبنی ہیں، لیکن مواد کے لحاظ سے اِن میں روایتی باتیں ہی ملتی ہیں ۔تنقید و تحقیق کا تعلق ایک مختصر موضوع ہے جس کے بارے میں کوئی ایک چھوٹا سا ذیلی حصہ ہی کافی ہوتا لیکن اس کتاب کا پورا ایک تہائی حصہ اس حوالے سے شامل ہے، با الفاظ دیگر چھ ابواب اس موضوع پر ملتے ہیں اور وہ بھی محض بھرتی کا اور غیر ضروری جو تحقیق سے سروکار ہی نہیں رکھتا۔کتاب کے تیسرے حصے میں متن کے حوالے سے کچھ مواد البتہ کسی حد تک مفید ہے لیکن اس کے اندر بھی بے شمار خامیاں ہیں ۔

بہر حال درج بالا تمام کمزوریوں کے باوجود اس کتاب میں کچھ افادیت کے پہلو بھی تلاش کیے جا سکتے ہیں ۔اس میں نوجوان محققین کے لیے کافی سارا معلوماتی مواد شامل ہے جو اس کو نہ صرف تحقیق بلکہ تنقید اور ادب کے دیگر بعض اہم پہلوؤں سے آگاہ کر سکتا ہے ۔آسان اور سلیس اسلوب میں یہ کتاب موضوع کے انتخاب، نگران کے کردار، کتابیات کی تیاری، حوالہ و اقتباس لینے کے طریقوں، اہم کتب خانوں اور مصادر و ماٰخذ کے علاوہ تھیسس سے متعلق بعض دیگر نکات کے سلسلے میں اپنے پڑھنے والے کو رہنمائی فراہم کرتی ہے ۔محقق کے اوصاف اس کتاب میں خاصی تفصیل سے ملتے ہیں ۔تذکرہ یا تصوّف کی کتاب کی تحقیق و تنقید کے سلسلے میں طریقِ کار کی رہنمائی اس کتاب کی انفرادیت ہے ۔تدوینِ متن کا حصہ بھی کافی حد تک کارآمد ہے ۔بحیثیتِ مجموعی اس کتاب میں روایتی نوعیت کے موضوعات دوہرائے گئے ہے جو طوالت پر مبنی ہیں اور بعض جگہ تشنہ بھی لیکن اِس میں مفیدِ مطلب باتیں ضرور تلاش کی جا سکتی ہیں ۔

مبادیاتِ تحقیق

خواجہ پریس دہلی سے جنوری ۲۰۰٦ میں شائع ہونے والی یہ کتاب، ڈاکٹر خوشحال زیدی کی اُس زمانے کی یادگار رہے جب وہ پی ایچ ڈی میں داخلہ لینے کے ارادے سے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ اردو میں آئے ۔اس وقت کے صدر شعبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اُن کا رجحان طبع معلوم کرنے کیلئے ان سے فنِ تحقیق پر چند مضامین

لکھوائے ۔زیرِ نظر کتاب انہی تحریروں کی کتابی صورت ہے جو اپنی تخلیق کے ۲۵ سال بعد شائع کیے گئے ہیں ۔
کتاب کے ''پیش لفظ'' میں مصنف نے خود اس کی صراحت یوں کر دی ہے :

> ''میرے یہ مقالے مختصر مگر پوائنٹ ٹو پوائنٹ ہیں ۔بہت خامیاں یا کمیاں محسوس کی جائینگی ۔مبصّر تبصرہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ ایک ریسرچ سکالر کے مقالے ہیں جو کہ ۲۵ سال قبل لکھے گئے تھے ۔جبکہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ نے اتنی ترقی نہیں کی تھی ۔''(۳۱)

اور واقعی اس میں بے شمار خامیاں اور کمیاں بری طرح کھٹکتی ہیں ۔کتاب میں کل آٹھ ابواب (مضامین) ہیں جن کا آپس میں کوئی ربط نہیں ۔عنوانات انتہائی دلکش اور متاثر کن ہیں ۔مثلاً تحقیق اور اصول تحقیق ، تحقیق کیلئے موضوع کا انتخاب ،تحقیق کے وسائل، مقالے کی تسوید، یونیورسٹیوں میں اردو ریسرچ وغیرہ لیکن اِن کے تحت جو مواد جمع یا ترتیب دیا گیا ہے وہ زیادہ قابل رشک نہیں ۔مصنف چونکہ ایم ایڈ کے طالب علم رہے ہیں لہٰذا اردو تحقیق کے حوالے سے لکھے گئے ان مضامین میں بیشتر مواد تعلیمی تحقیق سے متعلق شامل ہوا ہے ۔
یہ کتاب ایک نوجوان طالب علم کی کاوِش ہے جس میں انھوں نے تحقیق اور خاص کر تعلیمی تحقیق سے متعلق چند کتابوں سے مواد لے کر اپنے ''مضامین'' ترتیب دیے ہیں ۔کوئی بھی مضمون اپنے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا ۔سارا مواد روایتی نوعیت کا اور انتشار کا شکار ہے ۔کتاب میں ''کتابیات''موجود ہے لیکن کوئی حوالہ ندارد ہے ۔

مجموعی طور پر یہ کتاب نوجوان محققین کیلئے تو مفید ہوسکتی ہے کیونکہ کچھ مواد البتہ اس میں موجود ہے ۔یا پھر Assignments کی تیاری میں ان کی مدد کر سکتی ہے ۔لیکن سنجیدہ قاری کے ذوق کی آبیاری اِس کتاب سے ممکن نہیں ۔اس سے فنِ تحقیق کے کسی نئے رجحان کا پتہ بھی نہیں چلتا ۔یہ کتاب اگر ۲۵ سال بیشتر شائع ہوتی تو شاید اس کی قدر و قیمت بہتر ہوتی کیونکہ اس زمانے میں اُصولِ تحقیق پر کتابیں نہ ہونے کے برابر تھیں ۔لیکن اب چونکہ اس سلسلے میں بہترین اور معیاری کتابیں وجود میں آ چکی ہیں ۔لہٰذا اس کتاب کی افادیت زیادہ نہیں رہتی ۔

تحقیق و تدوین

پروفیسر ابن کنول کی مرتبہ یہ کتاب دراصل ''بیسویں صدی میں اردو تحقیق'' کے موضوع پر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی میں منعقدہ ایک سیمینار کے مقالات مشتمل ہے جس کی اشاعت حال ہی (۲۰۰۶) میں ہوئی ۔شعبۂ اردو

دہلی یونیورسٹی سے اردوئے معلی سیریز کے تحت شائع ہونے والا یہ مقالات کا جدید ترین مجموعہ ہے۔اس میں ایک مختصر ''پیش لفظ'' کے علاوہ مجموعی طور پر ۲۵ تحریروں کو جگہ دی گئی ہے۔اس میں کچھ مضامین ایسے بھی شامل ہیں جو مذکورہ سیمینار میں نہیں پڑھے گئے،لیکن موضوع سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے شامل کیے گئے ہیں۔اس کے برعکس بعض ایسے مضامین چھوڑ دیے گئے ہیں جو سیمینار میں اگر چہ پڑھے گئے لیکن موضوع سے مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ کتاب کا 'پیش لفظ' روایتی نوعیت کا ہے باقی تحریروں کی فہرست یوں ہے:

۱۔ مبادیاتِ تحقیق — پروفیسر حنیف نقوی
۲۔ کچھ اصول تحقیق کے بارے میں — رشید حسن خان
۳۔ ادبی تحقیق اور حقائق — ڈاکٹر خلیق انجم
۴۔ داخلی شہادتیں — ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۵۔ فارسی میں تحقیق کی روایت — پروفیسر شریف حسین قاسمی
۶۔ اردو ڈرامہ کی ابتدائی تحقیق — پروفیسر ظہور الدین
۷۔ متون کی تصحیح تنقید میں تخریج وتعلیقات کی اہمیت — پروفیسر نذیر احمد
۸۔ متن میں تحریف وتعبیر کی تشویش ناک صورتیں — پروفیسر عبدالحق
۹۔ متن میں عروضی تحقیق کی اہمیت — ڈاکٹر کمال احمد صدیقی
۱۰۔ اصول تدوین (قدیم شعری متوں کے تعلق سے) — ڈاکٹر نسیم احمد
۱۱۔ مکاتیب غالب مرتبہ عرشی اور تدوین خطوط غالب کے رہنما اصول — ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی
۱۲۔ کلی تنظیم کے حوالے سے تحقیق فن ہے یا تکنیک؟ — ڈاکٹر عطش درانی
۱۳۔ تحقیق میں تنقید کی اہمیت — فوزیہ اسلم
۱۴۔ ایک مثنوی اللہ خدائے ، بہ طرزِ 'خالق باری' از امیر خسرو — پروفیسر محمد عقیل رضوی
۱۵۔ دکنی ادب کے محققین کی خدمات — پروفیسر امیر عارضی
۱۶۔ رشید حسن خان:ایک منفرد محقق — پروفیسر ابنِ کنول
۱۷۔ اردو فکشن کی تنقید کا معمار اول:مولوی کریم الدین — ڈاکٹر ارتضی کریم
۱۸۔ تحقیق وتدوین متن کے عمل میں دیانتداری — ڈاکٹر توقیر احمد خان

۱۹۔ دہلی کالج کے محققین	ڈاکٹر محمد فیروز دہلوی
۲۰۔ غالب، تحقیق کی ایک صدی	شاہد ماہلی
۲۱۔ آزادی سے قبل اردو تحقیق	ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی
۲۲۔ اردو تحقیق میں قاضی عبدالودود کے امتیازات	ڈاکٹر سید شاہد اقبال
۲۳۔ مولانا امتیاز علی خان عرشی کے تحقیقی وتنقیدی کارنامے	محمد اکمل
۲۴۔ شعبۂ اردو کی تحقیقی سرگرمیاں	----
۲۵۔ شعبۂ اردو کی کچھ اہم مطبوعات	----

ان میں سے نمبر شمار ۲، ۳، ۴، ۷ اور ۱۲ ایسے ہیں جو اس سے پہلے دیگر کتابوں میں زیر بحث آ چکے ہیں۔ باقی میں سے بھی بیشتر اصول تحقیق کے زمرے میں نہیں آتے لہٰذا نظر انداز کیے جاتے ہیں۔ فہرست میں شامل آخری دو تحریریں بھی مضامین نہیں ہیں بلکہ فہرستیں ہیں جن میں پہلی دہلی یونیورسٹی پی ایچ ڈی کے سند یافتہ سکالرز کی ہے جبکہ دوسری فہرست اِسی شعبہ سے اشاعت پذیر بعض اہم مطبوعات کی ہے۔ جو مضامین اصولِ تحقیق سے متعلق ہیں، ذیل میں اِن پر کسی قدر تفصیل سے نظر ڈالتے ہیں۔

مجموعے کا پہلا مضمون ''مبادیات تحقیق'' تحقیقی اصولوں سے بحث کرنے والا اہم مضمون ہے جس میں مقالہ نگار نے نہ صرف تحقیق کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ تحقیق کے دیگر اصولوں کو اس طرح روشن کیا ہے کہ یہی باتیں محقق کے اوصاف میں بدل جاتی ہیں۔ پروفیسر حنیف نقوی جو اس مضمون کے خالق ہیں صرف حقیقت کو تحقیق کا نام دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> ''بعض حضرات جن میں کچھ نامور محققین بھی شامل ہیں تحقیق کو تعمیری و تجزیاتی یا مثبت و منفی کے خانوں میں تقسیم کرنے لگتے ہیں۔ یہ تقسیم صرف نامناسب ہی نہیں غلط بھی ہے۔ تحقیق نہ تعمیری ہوتی ہے نہ تجزیی، نہ منفی ہوتی ہے نہ مثبت صرف تحقیق ہوتی ہے۔ وہ حقائق کی دریافت سے سروکار رکھتی ہے۔'' (۳۲)

اُن کے خیال میں تحقیق میں غلط بیانی جن راستوں سے داخل ہوتی ہے ان میں سب سے زیادہ تباہ کن راستہ ثانوی ذرائع پر انحصار ہے۔ فاضل مقالہ نگار محض تائید کے قائل نہیں بلکہ ان کے ہاں تردید کو بھی اہمیت حاصل ہے۔

داخلی شہادتوں کے حوالے سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی کا مختصر مضمون بھی اس کتاب میں شامل ہے جو اپنے

موضوع پر اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر قسم کی دستاویزی تحقیق میں مفید ہے۔ پروفیسر عبد الحق نے متون میں تحریف وتعبیر کی تشویش ناک صورتوں کو چند مثالوں سے نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے خطوط میں تحریف کی صورتوں کے علاوہ زیادہ تر مثالیں شاعری سے دی ہیں۔

تدوین ہی سے متعلق ڈاکٹر نسیم احمد کا مضمون شعری متون کے حوالے سے اہم ہے۔ان کے بتائے ہوئے اُصولوں کی روشنی میں کوئی بھی قدیم شعری متن جدید انداز میں مدوّن کیا جا سکتا ہے۔ یہ مضمون نسخۂ آساسی، مستند اور کم مستند کلام، مختلف فیہ کلام، متن کی قیاسی تصحیح، تحریف وغیرہ جیسے ذیلی عنوانات سے بھی مزیّن ہے۔فوزیہ اسلم کا مضمون ''اخبار اردو'' سے شکریے کے ساتھ اخذ کیا گیا ہے۔اِس مضمون میں ڈاکٹر سید عبداللہ کے تحقیقی مقالے ''میر تقی میر'' کے حوالے سے تحقیق میں تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔آغاز میں تحقیق اور تنقید کی وضاحت ہے۔پھر نمبر شمار کے تحت بعض دیگر نکات بیان کیے گئے ہیں۔داخلی وخارجی شہادتوں کا مختصر حوالہ بھی اس مضمون کی اہمیت میں اضافہ کرتا ہے۔

غالب پر ہندوستان میں بہ نسبت پاکستان کے زیادہ تحقیقی کام ہوا ہے۔شاہد ماہلی نے اس سلسلے میں غالب پر ہونے والی سو سالہ تحقیق کا جائزہ لیا ہے۔آزادی سے قبل اردو کے عمومی تحقیق پر فورٹ ولیم کالج سے شروع کرکے ۱۹۴۷ء تک ڈاکٹر آفتاب احمد نے اپنے مضمون میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔انہوں نے اس سلسلے میں نسبتاً کم معروف محققین کے کارناموں کو خاص طور پر اُجاگر کیا ہے۔

کتاب کے بعض مضامین نامور محققین کے کارناموں سے متعلق ہیں۔چنانچہ رشید حسن خان، قاضی عبدالودود اور مولانا امتیاز علی خان عرشی کو الگ الگ مضامین میں موضوع بنایا گیا ہے۔دو اور مضامین ''دہلی کالج کے محققین'' اور ''دکنی ادب کے محققین کی خدمات'' بھی اسی نوعیت کے ہیں۔یہ تمام تحریریں اہم محققین کے امتیازات کو نمایاں کرتی ہیں اور فنِ تحقیق کا طالب علم اِن سے بھی بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔کتاب میں شامل ایک مضمون میں فارسی کی تحقیقی روایت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ایک اور مضمون ڈرامے کی ابتدائی تحقیق سے متعلق بھی مجموعے میں شامل ہے۔یہ مضامین بھی اپنے اپنے موضوع پر اہم مواد کے حامل ہیں۔

اس کے علاوہ کتاب کے دیگر مضامین کچھ تو تنقیدی نوعیت کے ہیں اور بعض عملی تحقیق کی ذیل میں آتے ہیں۔چنانچہ ان میں براہ راست تحقیقی اصولوں کی تلاش عبث ہے۔تاہم نوجوان محققین کیلئے ان میں بھی تربیت کا سامان موجود ہے، اور ان کا مطالعہ یقیناً افادیت سے خالی نہیں۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کل ہند سیمینار کے یہ مقالات جو بیسویں صدی میں اردو تحقیق کے موضوع پر ہیں اردو فن تحقیق کی روایت میں اہم اضافہ ہیں۔ اِن میں سے بیشتر مقالے عمومی تحقیق کو ہی موضوع بناتے ہیں لیکن ادبی تحقیق کے مسائل اور رفتار کو سمجھنے کیلئے ان کا مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔اس مجموعے کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں تنوع موجود ہے۔اس میں پہلی مرتبہ نامور محققین کے حوالے سے تحریریں شامل کی گئی ہیں۔ متنی محققین کی رہنمائی کیلئے کئی ایک تحریریں مجموعے میں شامل ہیں۔ اردو کے ادبی محقق کیلئے فارسی کی تحقیقی روایت سے واقفیت ناگزیر ہے اس سلسلے میں ایک اہم مضمون اس مجموعے کی زینت ہے۔غالب کے حوالے سے تحقیق اور آزادی سے پہلے کی تحقیقی صورت حال پر مضامین بھی اِس کتاب کی افادیت میں اضافہ کرتے ہیں۔ دکنی ادب کی تحقیق میں بعض خاص پہلوؤں پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے اس سلسلے میں بھی ایک مضمون کتاب میں شامل ہے۔ تحقیق و تنقید کا رشتہ ایک اور مضمون میں بیان ہوا ہے۔اس مجموعے کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں تکرار نہیں۔ عام طور پر سیمیناروں میں پیش ہونے والے مضامین میں تکرار ضرور ہوتی ہے لیکن یہ مجموعہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

مجموعی طور پر جدید تحریریں ہونے کی وجہ سے سر دست اس مجموعے کے مضامین پر کوئی حتمی رائے قائم کرنا اگرچہ ممکن نہیں، تاہم سرسری جائزے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ یہ مجموعہ یقیناً انفرادیت کا حامل ہے، اس میں تنوع کے ساتھ ساتھ نئے تصوّرات ملتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں شامل مضامین تحقیق کے جدید تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔

اُردو تحقیق پنجاب یونیورسٹی میں

تحقیق کے نئے چراغوں کے نام معنون اس کتاب کے مرتّب و ناشر، ناظم ادارۂ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی، پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم ہیں۔اس کی اِشاعت جون ۲۰۰۶ء میں ہوئی۔ابتداء میں وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے ایک مختصر پیغام کے علاوہ مرتّب کا 'دیباچہ' ہے۔اس کے بعد تین ابواب پر مشتمل متن اور آخر میں مصادر کی فہرست ہے جبکہ صفحات کی کُل تعداد ۱۶۸ ہے۔

کتاب کے عنوان پر نظر ڈالی جائے تو پہلی نظر میں قاری کی توقع ہوتی ہے کہ یہ پنجاب یونیورسٹی میں عمومی تحقیق کی کُل روایت کا احاطہ کرنے والی اہم تصنیف ہے لیکن اندر کا حال اس سے بڑی حد تک مختلف ہے۔اس میں محض پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ہونے والی سندی تحقیق کے مقالات کی فہرست ہے، جو ابتداء سے لے کر ۲۰۰۶ء تک کے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے لکھے گئے مقالات کی تفصیل فراہم کرتی ہے۔

جہاں تک مقالات کی اس فہرست کا تعلق ہے اس کی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں ۔اس سے نہ صرف ہماری تحقیق کے سمت و رفتار کا اندازہ ہوتا ہے، بلکہ ایک موضوع پر دو دو مرتبہ تحقیق کا امکان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ بااین ہمہ مختلف یونیورسٹیوں میں پنجاب یونیورسٹی کی یہ ایک انفرادیت ہے کہ اس کے اندر تکمیل پانے والے تمام مقالات کی فہرست پنجاب یونیورسٹی نے خود مرتب کر کے شائع کر دی ہے۔اس طرح کی فہرستیں ہر یونیورسٹی کو مرتب کرنی چاہئیں، تا کہ تحقیق کے عمل کو زیادہ شفاف بنایا جا سکے ۔اس سلسلے میں بعض مشترکہ فہرستیں البتہ مل جاتی ہیں، جو اس کمی کو کسی حد تک پورا کرتی ہیں ۔لیکن ایسی فہرستیں عموماً غلطیوں سے پُر ہوتی ہیں اور زیادہ قابلِ اعتبار نہیں ٹھہرتیں۔

پنجاب یونیورسٹی پاکستان کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے جو ۱۸۸۲ء میں قائم ہوئی ۔اِس میں اردو کی ایم اے کلاسوں کا آغاز ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ایم اے اردو کے امتحان کی جزوی تکمیل کے لیے مقالات کا سلسلہ ۱۹۵۰ء میں شروع ہوا اور آج تک قائم ہے۔بعد میں پی ایچ ڈی کی روایت اور ایم فل کی ریگولر کلاسیں شروع کی گئیں۔جس سے ادارے میں تحقیق کی روایت مستحکم ہوئی ۔روایتِ تحقیق کے ان تین دھاروں، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی میں آخر الذکر کی تفصیل فراہم کرتے ہوئے مرتب دیباچے میں لکھتے ہیں:

> ''شعبۂ اردو میں تحقیق کے تین دھارے ایک دوسرے کے متوازی بہتے ہیں ۔اِن میں سے پہلی اور معتبر روایت پی ایچ ڈی کی ہے ،جس کے گزشتہ (62) برسوں میں کم و بیش (128) امیدواروں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کمائی، یعنی ہر سال اوسطاً دو طالبعلموں نے پی ایچ ڈی کی سند پائی۔'' (۳۳)

کتاب کے بموجب اس ادارے میں ایم فل کی باقاعدہ کلاسیں ۲۰۰۱ء میں شروع کی گئیں جس میں پہلے سال کورس ورک اور دوسرے سال مقالہ لکھنا ہوتا ہے۔اس سلسلے میں ۲۰۰۶ء تک (20) مقالات لکھے گئے جن کی اوسط پی ایچ ڈی مقالات کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے یعنی (5) مقالے ہر سال۔

شعبۂ اردو میں تحقیق کی سب سے طویل روایت ایم اے کے مقالات کی رہی چنانچہ 'دیباچہ' میں مولف درج کرتے ہیں:

> ''اس تحقیق کی تیسری اور سب سے طویل روایت ایم اے کے مقالات کی ہے، جس کا سلسلہ ۱۹۵۰ء سے شروع ہو کر آج ۲۰۰۶ء تک جاری ہے یعنی گزشتہ (87) سال کم و بیش (925) مقالات تیار ہوئے جو ہر سال اوسطاً (16) بنتے ہیں ۔تحقیق و تنقید کے باب

میں اسے خوش آئند مثال قرار دے سکتے ہیں۔"(۳۴)

کتاب کے پہلے باب میں پی ایچ ڈی دوسرے باب میں ایم فل اور تیسرے باب میں ایم اے کے مقالات کی تفصیل سے فہرستیں دی گئی ہیں۔تمام موضوعات الف بائی ترتیب سے پیش کئے گئے ہیں تا کہ کسی موضوع کی تلاش میں چند ثانیے سے زیادہ وقت صرف نہ ہو۔ ہر صفحے پر بائیں جانب تین حروف درج ملتے ہیں جو اس صفحے کے آخری عنوان کو ظاہر کرتے ہیں تا کہ مطلوبہ موضوع کی تلاش اور بھی آسان ہو۔اندراجات ترتیب دینے میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ یہ روایتی انداز کی فہرست معلوم نہ ہو، کتاب کا تاثر دے اس کے لیے نمبر شمار کے بعد مقالے کے نیچے نگران کا نام اور اس کے سامنے دوسری طرف طالب علم کے نام کے نیچے اس سال کا اندراج ہے جس میں مقالہ جمع ہوا۔اندراجات کے لیے قلم کے نِب کی موٹائی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تا کہ کتاب کی سطروں پر نظریں آسودگی اور انبساط سے سرسراتی گزریں۔

کتاب کے آخر میں مصادر کی فہرست موجود ہے۔کتاب کی تیاری میں خاص طور "تاریخ جامعہ پنجاب" اور "صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب" سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ شعبۂ اردو ہی کی بہت ساری غیر مطبوعہ مقالات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

جامعاتی تحقیق

فہرستِ مقالات کے سلسلے میں ایک اور فہرست سہیل احمد خان کی مرتبہ "جامعاتی تحقیق" ہے۔دسمبر ۲۰۰۶ء میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے زیر اہتمام شائع ہونے والی یہ فہرست اب تک کی جامع ترین فہرست ہے۔اس سے پہلے اس موضوع پر ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن اور راسد فیض وغیرہ نے بھی کام کیے ہیں لیکن اُن کا دائرہ محدود ہے۔اس کتاب میں ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ "وقت کی کمی کے باعث تقریباً ایک ہزار مقالات درج ہونے سے رہ گئے"۔اس کے باوجود اب تک کی سب سے جامع فہرست یہی ہے۔اس میں پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش اور ترکی کی ساٹھ سے زائد یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اردو میں تحقیق کیلئے منتخب "۲۲۰۶" مقالات کی فہرست جمع کی گئی ہے۔اس فہرست میں بھارت کی پچاس یونیورسٹیوں میں "۱۶۲۴"، پاکستان کی آٹھ یونیورسٹیوں میں "۵۴۸"، بنگلہ دیش کی ایک یونیورسٹی میں "۵" اور ترکی کی ایک یونیورسٹی میں پیش ہونے والے "۴" مقالات کا اندراج موجود ہے۔

بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کی صدر شعبہ ڈاکٹر روبینہ ترین نے اپنے مختصر "حرف اوّل" میں اس کا تعارف

پیش کیا ہے۔ ''طلوع'' کے عنوان سے چند الفاظ مرتب کے ہیں جن میں اطلاع دی گئی ہے کہ یہ فہرست محض چار دنوں میں تیاری کی گئی ہے۔

کتاب میں اندراج کی ترتیب اس طرح ہے کہ ابتداء میں جامعات کے صرف نام دیے گئے ہیں۔ بلکہ اکثر صرف شہروں کے نام دیے گئے ہیں مثلاً جموں، آگرا، الہٰ آباد، امراوتی وغیرہ۔ اس کے بعد پہلے انڈیا پھر بنگلہ دیش، پھر پاکستان اور آخر میں ترکی کی جامعات میں پیش ہونے والے مقالات کو الف بائی ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔ اس میں الگ الگ جامعات کے حوالے سے تفصیل نہیں ملتی بلکہ ان مما لک کو ہی ہر فہرست کا عنوان شمار کیا گیا ہے۔

باریک فونٹ میں درج یہ فہرست کسی با قاعدہ نمبر شمار سے عاری ہے۔ اِختصار اس کی خوبی بھی ہے اور خامی بھی۔ ایک ہی لائن میں پہلے موضوع پھر مقالہ نگار (بریکٹ میں) جبکہ ایم فل یا ڈی لٹ کے مقالوں کی نشاندہی ساتھ ہی کر دی گئی ہے۔ البتہ اس میں ایک اہم التزام یہ رکھا گیا ہے کہ جو مقالے شائع شدہ ہے اس کے سامنے ستارے کا نشان لگایا گیا ہے۔

مأخذ میں ''اردو بک ریویو'' اور ''ہماری زبان'' کے علاوہ اسد فیض کی اس موضوع پر کتاب ''اردو تحقیق مسائل و معیار'' سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔ اس میں جگہ جگہ طباعت کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔

مختصراً یہ کہ پاک و ہند اور دیگر یونیورسٹیوں میں اردو تحقیقی موضوعات کے حوالے سے فہرستوں پر مبنی یہ کتاب ہماری ہر یونیورسٹی کی ضرورت ہے بلکہ ہر قومی و ذاتی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ ہونا چاہیے۔ یہ کتاب نہ صرف اردو تحقیق میں نئے وارد ہونے والے طلباء کو موضوع کی تلاش میں مدد دے سکتی ہے بلکہ اُن کو موضوع کی پہچان کرانے کے ساتھ ساتھ غیر ضروری موضوعات سے بچانے میں بھی معاون ہے۔ اس سے ادبی تحقیق کی رفتار و معیار کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور تکرارِ موضوع سے بچاؤ کے سلسلے میں بھی یہ اہم ہے۔

حواشی

۱۔ یہ مقالہ ''غالب نامہ'' (نئی دہلی) فروری، ۱۹۸۷ء (قاضی عبدالودود نمبر) سے اخذ کیا گیا ہے۔

۲۔ کتاب مذکور،ص: ۲۸۔

۳۔ یہ اسلامی تحقیق کے متعلق ایک طویل مقالہ ہے جو کتابی صورت میں بھی چھپا ہے۔اس کی تفصیلی وضاحت کتابوں کے ذیل میں موجود ہے۔

۴۔ کتاب مذکور،ص: ۲۱

۵۔ کتاب مذکور،ص: ۲۵

۶۔ کتاب مذکور،ص: ۲۷

۷۔ کتاب مذکور،ص: ۷

۸۔ ان میں سے سیریل نمبر ۱۱،۱۲،۱۳،۱۶،۱۷،۱۸،۱۹،۲۰،۲۱،۲۲،۲۳،۲۴،۲۵،۲۶،۲۷ والی تحریریں ''اخبارِ اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء، شمارہ ۱۰،جلد ۱۸ میں بھی اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔

۹۔ یہ مضمون اس سے پہلے 'اخبارِ اردو' (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۲ء میں بھی بعض تبدیلیوں کے ساتھ اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۱۰۔ یہ مضمون کئی ایک دیگر مقامات پر بھی چھپا ہے۔چنانچہ 'الماس'' (سندھ،خیر پور) جولائی ۲۰۰۲ء، ''دریافت'' (اسلام آباد) جون ۲۰۰۲ء،''ماہِ نو' (لاہور) ستمبر ۲۰۰۲ء،اور 'قومی زبان'' (کراچی) جولائی ۲۰۰۲ء میں بھی شامل ہے۔

۱۱۔ کتاب مذکور،ص: ۳۰

۱۲۔ یہ مضمون ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ ۴،۲۰۰۶ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۳۔ یہ مضمون ''شاعر'' (بمبئی) فروری ۲۰۰۳ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۱۴۔ یہ مضمون ''قومی زبان'' (کراچی) مارچ ۲۰۰۳ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۱۵۔ یہ مضمون 'اخبارِ اردو' (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۳ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۱۶۔ کتاب مذکور،ص: ۱۲

۱۷۔ کتاب مذکور،ص: ۸

۱۸۔ کتاب مذکور،ص: ۵

۱۹۔ ایضاً،ص: ۳۴۰/۳۴۱

۲۰۔ ایضاً،ص: ۳۴۱/۳۴۲

۲۱۔ ایضاً،ص: ۳۴۲

۲۲۔ ایضاً،ص: ۳۴۳

۲۳۔ بالمشافہ ملاقات، اسلام آباد، ۲۸اپریل ۲۰۰۸ء

۲۴۔ اس کتاب کا ابتدائی حصہ ''اخبارِ اردو'' (اسلام آباد) جون ۲۰۰۵ء اور پھر اس سے نقل ہوکر ''تحقیق و تدوین'' مرتبہ ابنِ کنول، دہلی، مئی ۲۰۰۶ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۲۵۔ کتاب مذکور،ص: ۲۸

۲۶۔ ایضاً،ص: ۸۳

۲۷۔ ایضاً،ص: ۹۲

۲۸۔ ایضاً،ص: ۳۴۵

۲۹۔ کتاب کا یہ حصہ ''دریافت'' (اسلام آباد) ستمبر ۲۰۰۵ء، شمارہ ۴، میں بھی اشاعت پذیر ہوا ہے۔

۳۰۔ کتاب مذکور،ص: ۱۵۳

۳۱۔ کتاب مذکور،ص: ۲

۳۲۔ کتاب مذکور،ص: ۱۴

۳۳۔ کتاب مذکور،ص: ۹/۱۰

۳۴۔ کتاب مذکور،ص: ۱۰

باب ششم:

اُردو فنِ تحقیق پر کُتب کا جائزہ

(متفرق کُتب)

☆۔اِسلامی تحقیق کا مفہوم' مدعا اور طریق کار۔ ☆۔تعلیمی تحقیق۔
☆۔ لائبریری سائنس اور اُصولِ تحقیق ۔ ☆۔ معاشرتی تحقیق۔
☆۔ مطالعاتی رہنما (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) ۔ ☆۔ ذرائع
ابلاغ اور تحقیقی طریقے۔ ☆۔ لائبریری و سائنسی تحقیق۔ ☆۔
جائزہ، آزمائش اور مبادیاتِ تحقیق۔ ☆۔تعلیمی تحقیق۔ ☆۔تعلیمی
تحقیق۔ ☆۔تعلیمی تحقیق' اسلوب و شماریات۔ ☆۔ایجوکیشنل
ریسرچ۔ ☆۔اسالیبِ تحقیق۔ ☆۔تحقیقی طریقہ کار۔
☆۔اُصولِ تحقیق۔ ☆۔تحقیق کے طریقے۔ ☆۔کمالِ
تحقیق۔ ☆۔ فہرستِ تحقیقی مقالات۔ ☆۔ فہرستِ تحقیقی
مقالات۔

جامعات میں فنِ تحقیق کی تدریس کے آغاز کے ساتھ تحقیق کے موضوع پر کتابیں لکھنے اور اُن کے مطالعے کا ایک نیا رُخ سامنے آیا۔جیسا کہ ہم گذشتہ ابواب میں دیکھ آئے ہیں ۶۰ اور ۷۰ کی دہائی تک تحقیق کے حوالے سے ملنے والا مواد معیار او رمقدار دونوں حوالوں سے کم کم ہے۔بعد میں جب جامعات میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تنقیدی اور تحقیقی کام کو بڑھاوا ملا تو ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں یونیورسٹیوں کے نصاب میں تحقیق کو ایک لازمی کورس کے طور پر شامل کرنے کے رُجحان کا آغاز ہوا۔۸۰ اور ۹۰ کی دہائی میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی عجلت میں اس بارے میں نصابات تیار کیے گئے اور دستیاب ماٰخذات کو بغیر کسی ذمہ داری اور معیار کے تدریسِ تحقیق کے نصابات میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی۔اس حوالے سے تین طرح کا مواد سامنے آیا۔

ایک مستقل کتابیں جن میں تحقیقی مسائل کو درجہ بدرجہ زیرِ بحث لاکر تدریسِ تحقیق کی طرف نشاندہی کی گئی۔ایسی کتابوں میں تحقیق کے مبادیات سے لے کر اُس کے نتائج تک کو زیرِ بحث لایا گیا۔تحقیق کیا ہے؟، تحقیق کے تقاضے کیا ہیں؟، اس کا سائنٹفک طریقۂ کار کیا ہے؟، مواد کی فراہمی میں تحقیقی معیار کو پیشِ نظر رکھنا کیوں ضروری ہے اور اس مواد کو زیرِ بحث کیسے لاسکتا ہے، تقابلی مطالعے کی کیا حیثیت ہے، محقق کے اوصاف کیا ہونے چاہیے؟، موضوع کا انتخاب اور خاکے کی تیاری میں کن اصولوں کو پیشِ نظر رکھنی چاہیے۔رہنما کتابیں کیا ہوتی ہیں؟، ثانوی مصادر کسے کہتے ہیں؟ ان سے استفادے کے اصول کیا ہیں۔حاشیہ، تعلیقات اور دوسری تحقیقی اصطلاحات کے کیا مفاہیم ہیں، اور تحقیق کے نتائج کو کس طرح سمیٹنا چاہیے؟۔۔۔ان تمام کو ایسی کتابوں میں پیشِ نظر رکھ کر اصولِ تحقیق اور تدریسِ تحقیق پر معیاری مواد پیش کیا گیا۔

دوسری قسم اُن کتابوں کی ہے جو مضامین کے مجموعے ہیں۔ان میں بھی کم وبیش ایسا ہی مواد پیش کیا گیا ہے، تاہم ان کے اندر بعض حوالوں سے تشنگی کا احساس ہوتا ہے اور ارتباط کی کمی بھی اِن کی افادی حیثیت کو متاثر کرتی ہے۔

تیسرے درجے پر کچھ مواد ایسا بھی ہے جو رواروی اور تدریسی تقاضوں کو بعجلت پورا کرنے کے لیے کچھ پمپلٹ، کتابچے یا فہارستِ مقالات وغیرہ کی صورت میں ہیں اور جو تحقیق کے سنجیدہ اور معیاری تقاضوں پر پورا نہیں اُترتے، تاہم اس مقالے میں اُن کی نشاندہی ضروری ہے۔

اس کے علاوہ اِس روایت میں بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن کا تعلق اگر چہ اسلامی، سماجی علوم ،تعلیم ، ابلاغیات اور لائبریری سائنس وغیرہ سے ہے لیکن رسل و رسائل اور ابلاغ عامہ کے پھیلتے ہوئے دور میں ایسے تحقیقی پہلوؤں کی نشاندہی کرتی ہیں جنھیں ہم کہیں کہیں ادبی تحقیق کے ذیل میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

تحقیق کا فن اپنی بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں کے ساتھ فن کی جن نئی وسعتوں کی طرف نکل گیا ہے۔اس میں بعض اوقات حقائق کی تلاش میں ہمیں تحقیق کی سائنٹیفک اور جدید سہولتوں کا بھی سہارا لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ اردو زبان وادب کے محققوں کے لیے بھی ضروری ہوگیا ہے کہ وہ ان موجودہ سائنسی ذرائع کے بارے میں بھی باخبر رہے جو تحقیق کے اعلیٰ اور سچے نتائج تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

ذیل میں اس پوری روایت کے دوران منظر عام پر آنے والی چند ایسی ہی کتابوں کے ابواب اور بعض کارآمد پہلوؤں کی نشاندہی کی جارہی ہے جو ابتدائی تحقیق یعنی Basic Research اور اطلاقی تحقیق یعنی Applied Research سے متعلق ہیں۔اور جن کے اندر ادبی محقق کے لیے بھی مفید مطلب نکات مل جاتے ہیں۔

اسلامی تحقیق کا مفہوم،مدعا اور طریق کار

یہ کتاب اپریل ۱۹۶۹ء میں دارالاشاعت الاسلامیہ،لاہور نے شائع کی ہے۔صرف ۴۵ صفحات پر مشتمل یہ تصنیف دراصل ڈاکٹر محمد رفیع الدین کا ایک طویل مقالہ ہے جو سب سے پہلے دسمبر ۱۹۵۶ء میں بزبان انگریزی پڑھا گیا۔بعد میں مصنف ہی نے اسے بعض اضافوں کے ساتھ اردو میں منتقل کیا۔''عرضِ مرتّب'' میں اس کے ناشر نے اس کی مذید تفصیل یوں درج کی ہے:

> ''ڈاکٹر محمد رفیع الدین کا یہ گرانقدر علمی مقالہ جس کے اردو ترجمے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہو رہی ہے، اوّلاً 'پہلی آل پاکستان اورینٹل کانفرنس،منعقدہ لاہور،دسمبر ۱۹۵۶ء میں بزبان انگریزی پڑھا گیا تھا۔۔پھر انگریزی ہی میں ادارۂ دعوۃ الحق کراچی کی جانب سے شائع ہوا۔گزشتہ سال راقم کی فرمائش پر ڈاکٹر صاحب نے خود ہی اسے اردو میں منتقل فرمایا،اور بعض مقامات پر توضیحی اضافے بھی فرمائے۔جوں جوں ترجمہ ہوتا گیا بالاقساط ماہنامہ ''میثاق' لاہور میں اشاعت بھی ہوتی رہی اور اب حسب وعدہ یکجا حاضرِ خدمت ہے۔''(۱)

یہ مقالہ (۲) خالص اسلامی تحقیق کو علمی انداز سے موضوع بناتا ہے۔اس کے اندر براہِ راست کسی قسم کے تحقیقی اصولوں کی تلاش عبث ہے، تاہم اس کا مطالعہ ہر قسم کی تحقیق سے متعلق (جس میں ادب بھی شامل ہے) محقق کی بصیرت میں اضافہ کرنے والا ہے۔اس کا مطالعہ کسی بھی دائرہ میں تحقیق کرنے والے مسلمان محقق کے لیے ضروری ہے۔جدید نظریاتی جنگ کے زمانے میں ہمیں جو تحقیقی وژن درکار ہے یہ مقالہ اس کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔اس کے مطالعے سے ہم پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مستشرقین کی ریسرچ اور ہماری اسلامی ریسرچ میں کیا فرق ہے۔اسلامی ریسرچ ہے کیا، اس کا مقصد اس کی غائت کیا ہے، اس کے خطوط کیا ہیں۔بنیادی طور پر یہ انہی سوالات کے جوابات فراہم کرنے والی کتاب ہے، لیکن عمومی طور پر اس کی افادیت اس سے کہیں وسیع شمار کرنا چاہیے۔ڈاکٹر سیّد عبداللہ اس پر ''تقریظ'' لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''اس مقالے میں ڈاکٹر صاحب نے جس تنقیدی نظر سے اسلامیات کے مغربی محققوں کے طریقِ تحقیق کی کمزوریاں ظاہر کی ہیں وہ اپنی جگہ خود بھی بصیرت افروز ہیں لیکن انہوں نے اسلامی تحقیق کے صحیح طریق کار کی نشاندہی کر کے فکر و مطالعہ کے لیے راستے بھی متعیّن کیے ہیں۔''(۳)

اور یہی اسلامی تحقیق کا طریق کار اردو ادبی تحقیق کے معیار کو بھی بہتر بنانے میں مفید اور کارآمد ہو سکتا ہے۔کیونکہ اردو زبان و ادب کی پرورش نہ صرف مکمل طور پر اسلامی تہذیبی پس منظر میں ہوئی ہے بلکہ اردو کے تقریباً پچانوے فیصد سے زیادہ شاعر و ادیب اور محقق و نقاد مسلمان رہے ہیں۔

اس کتاب کی اردو زبان میں دوسری اشاعت دسمبر ۱۹۸۶ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، نے بھی کی ہے۔

تعلیمی تحقیق اور اس کے اُصول و مبادی

ڈاکٹر احسان اللہ خان کی زیرِ نظر تصنیف بک ٹریڈرز لاہور کے زیرِ اہتمام جنوری ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ اس وقت تک اردو میں فنِ تحقیق کی روایت ابھی اپنے سفر کے آغاز میں تھی۔لے دے کہ ''متنی تنقید''، ''مبادیاتِ تحقیق'' یا پھر چند مضامین ہی منظر عام پر آسکے تھے۔لیکن یہ بھی بوجوہ ہر محقق کو دستیاب نہیں تھے۔ایسے میں زیرِ بحث کتاب شائع ہوئی تو لوگوں کو اس سے بالواسطہ رہنمائی حاصل ہوئی۔گو یہ کتاب مکمل طور پر تعلیمی تحقیق سے سروکار رکھتی ہے لیکن اردو محققین اور خاص کر پاکستانی محققین نے اس کے تعلیمی تحقیقی اصولوں میں ادبی تحقیق کے

لیے پیانے تلاش کیے۔یہی وجہ ہے کہ اردو تحقیق یا فنِ تحقیق کی روایت میں جگہ جگہ اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔پروفیسر ڈاکٹر سی اے قادر اس کے ''تعارف'' میں لکھتے ہیں:

> ''چونکہ معاشرتی علوم کا سائنسی منہاج کم وبیش یکساں ہے لہٰذا یہ کتاب علم وتعلیم کے تمام طلباء کے علاوہ دیگر عمرانی علوم میں تحقیق کے شائقین کے لیے بھی مفید رہے گی۔میرے خیال میں یہ کتاب صرف سائنسی حیثیت سے ہی منفرد اور ممتاز نہیں بلکہ اردو ادب میں بھی گرانمایا اضافہ ہے۔''(۴)

اور واقعی یہ اردو ادب کے محققین کے لیے بھی گرانمایہ رہی ہے۔خاص کر سائنسی طرزِ تحقیق کی طرف متوجہ کرنے والی یہ پہلی تصنیف ہے۔اب چونکہ اردو ادبی تحقیق کے اُصولوں سے بحث کرنے والی کتابوں اور مقالات کا ایک وقیع سرمایہ منظر عام پر آیا ہے لہٰذا ادب میں تحقیق کرنے والوں کے لیے اس کتاب کی اُتنی اہمیت نہیں رہی جو کبھی تھی۔ڈاکٹر عطش درانی کے درجہ ذیل الفاظ سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے:

> ''جدید تحقیقی اصولوں کا ایک بڑا ذریعہ ''علم التعلیم'' کی بنیادی کتابیں ہیں جن میں اردو میں ڈاکٹر احسان اللہ خان کی کتاب ''تعلیمی تحقیق اور اس کے اصول ومبادی'' کو اوّلیت حاصل ہے۔لائبریری سائنس، سماجی علوم،صحافت،ابلاغیات اور دوسرے میدانوں کی کتابیں اس کے بعد وجود میں آئیں۔اس لیے اردو اور پاکستانی زبانوں میں جدید سائنسی اصولوں کو متعارف کرانے کا سلسلہ اس کتاب سے شروع ہوتا ہے۔ایس۔ایم شاہد،ڈاکٹر عبدالرشید آزاد،ڈاکٹر اسلم ادیب یا دوسرے تعلیمی مصنفین نے اس موضوع کی توسیع وتشریح میں کاراندازی کی ہے۔''(۵)

اس کتاب کے مشمولات کی فہرست شامل کی جارہی ہے تاکہ اس کی مشمولات کا اندازہ ہو۔

پہلا باب	:	تحقیق
دوسرا باب	:	سائنسی طرزِ تحقیق اور تعلیم میں تحقیقی مسئلے کی اہمیت
تیسرا باب	:	نمونہ بندی کی اہمیت اور تحقیقی طریقہ ہائے کار
چوتھا باب	:	تحقیق کی درجہ بندی اور فنِ تحقیق کی اقسام
پانچواں باب	:	طلباء اور تحقیق
چھٹا باب	:	تعلیم کا احاطۂ کار اور تحقیق کے چند وسیع تر موضوعات

ساتواں باب : تحقیق میں لائبریری کا استعمال
آٹھواں باب : تحقیقی منصوبہ کے خاکہ کی جانچ پڑتال
نواں باب : تحقیقی مقالہ کا جائزہ
دسواں باب : تحقیق میں شماریات

''کتابیات''تمام انگریزی کُتب پر مشتمل ہے۔آخر میں کچھ اصطلاحات بھی دیے گئے ہیں۔

تعلیمی تحقیق

تعلیمی تحقیق خالد رشید کی تصنیف ہے جو ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔یہ کتاب مکمل طور پر تعلیمی تحقیق سے سروکار رکھتی ہے اور بی ایس۔ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ وغیرہ کے نصاب کے سلسلے میں تیار کی گئی ہے۔کتاب کے ۲۳۸ صفحات اردو جبکہ باقی ۶۴ صفحات انگریزی زبان میں ہیں۔انگریزی حصے میں کچھ نمونے ٹیبلز اور عملی تحقیق کی رہنمائی کی چیزیں درج ہیں۔اردو حصے میں نو ابواب ہیں جن میں تعلیمی تحقیق سے متعلق روایتی موضوعات کو جگہ دی گئی ہے۔تعلیمی تحقیق کے ساتھ ساتھ اِس کا مطالعہ ادبی محقق کے لیے بھی بعض حوالوں سے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔لہٰذا ابواب کی فہرست شامل کی جا رہی ہے۔

باب اوّل:۱۔تحقیق، مطالب و معنی ۲۔تحقیق کی اقسام، باب دوم: استعمال کتب خانہ جات،
باب سوم: تحقیق کے مسئلے کا انتخاب باب چہارم: تاریخی تحقیق، تعارف باب پنجم: بیانیہ
تحقیق، باب ششم: تجرباتی تحقیق، باب ہفتم: معطیات میں مرکزی رجحان تلاش کرنا
باب ہشتم: تحقیقی رپورٹ تحریر کرنا، باب نہم: تجویز برائے تحقیق

یہ کتاب علمی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ، لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی ہے۔

لائبریری سائنس اور اُصولِ تحقیق

یہ کتاب جنوری ۱۹۸۷ء میں مقتدرہ قومی زبان کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی ہے۔''پیش لفظ'' از مصنف کے علاوہ کوئی دوسری ابتدائی تحریر نہیں۔پیش لفظ، میں ابواب کا مختصر تعارف مصنف نے خود کرایا ہے۔کتاب کے مباحث میں بنیادی طور پر ایم اے (لائبریری سائنس) طلباء کی نصابی ضروریات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔اصول تحقیق سے متعلق دوسرے طلباء اور قارئین بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔خاص کر سائنسی طریقِ تحقیق، فرضیہ اور مطالعۂ احوال وغیرہ کے مباحث جدید طرزِ تحقیق کے سلسلے میں دیگر علوم میں بھی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ادب کے

ذیل میں بھی ان کی افادیت اب تسلیم کی جارہی ہے، کیونکہ جدید ادبی تحقیق آہستہ آہستہ اس ڈگر پر آرہی ہے۔ ذیل میں ابواب کی فہرست دی جارہی ہے تاکہ مشمولات کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

باب نمبر ۱-----تعارف

باب نمبر ۲-----سائنسی طریقِ تحقیق

باب نمبر ۳-----سائنسی تحقیق اور لائبریرین شپ

باب نمبر ۴-----تحقیقی منصوبہ

باب نمبر ۵-----فرضیہ (Hypothesis)

باب نمبر ۶-----دستاویزی طریقِ تحقیق

باب نمبر ۷-----سروے / وضاحتی تحقیق

باب نمبر ۸-----مطالعۂ احوال

باب نمبر ۹-----تحقیق کے آلات

باب نمبر ۱۰-----تحقیقی رپورٹ کی تیاری

باب نمبر ۱۱-----تحقیقی رپورٹ کی جانچ پرکھ

باب نمبر ۱۲-----پاکستان میں لائبریرین شپ کے شعبے

معاشرتی تحقیق

معاشرتی تحقیق، مرزا محمد احمد کی تصنیف ہے جس کی اشاعت جنوری ۱۹۸۹ء کو پروگریسیو پبلشرز، لاہور کے زیر اہتمام ہوئی۔ ڈھائی سو کے قریب صفحات پر مشتمل اس کتاب میں کل ۱۲ ابواب ہیں جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں تحقیق کے عناصر کا تذکرہ چھ ابواب میں کیا گیا ہے۔ انٹرویو، سوالنامے اور نمونہ بندی کے مباحث چار ابواب میں دوسرے حصے میں، جبکہ شماریاتی طریقے تیسرے حصے میں دو ابواب میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ کتاب مکمل طور پر معاشرتی تحقیق سے متعلق ہے جس میں جائزہ نما یا سروے قسم کی تحقیق کے سلسلے میں رہنمائی کی گئی ہے۔ ادبی تحقیق میں اس کی افادیت زیادہ نہیں، تاہم تحقیق کے بعض اقسام، متغیرات اور انٹرویو کے طریقے وغیرہ جو اس میں بیان ہوئے ہیں ادبی محقق کے لیے بھی قابلِ مطالعہ چیزیں ہیں۔ چونکہ ابواب کے

عنوانات سے ہی اس کے مشتملات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اس لیے درج کیے جاتے ہیں:

حصّہ اوّل:

۱۔تحقیق اور تحقیق کی اقسام ۲۔تحقیق کی آساس ۳۔تصورات ۴۔متغیرات ۵۔مفروضہ جات

۶۔لائبریری کا استعمال۔

حصّہ دوم:

۷۔نمونہ بندی ۸۔شمولیت کا طریقہ ۹۔انٹرویو کا طریقہ ۱۰۔سوالنامے کے طریقے۔

حصّہ سوم:

۱۱۔کوائف کا اظہار ۱۲۔شماریاتی کلیے۔

مطالعاتی رہنما (اُصولِ تحقیق) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی فاصلاتی تعلیم و تدریس کے ذریعے سے تعلیم و تحقیق کے سلسلے میں نہایت موثر کردار ادا کر رہی ہے۔ملک کے طول و عرض بلکہ بیرونِ ملک بھی ہزاروں طلباء مختلف علوم میں اپنے گھر بیٹھے مستفید ہو رہے ہیں۔تدریس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ سطح پر تحقیق کے وسیلے سے علمی سرمائے کی توسیع کا فریضہ بھی انجام دے رہی ہے۔ایم فل، کی سطح پر اس یونیورسٹی نے اعلیٰ تعلیم و تحقیق کے پروگراموں کا با قاعدہ اجراء ۱۹۸۷ء میں خزان سمسٹر سے کیا۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی ایک خوبی یہ ہے کہ اپنے طلباء کے لیے نصاب سے متعلق مواد کی تیاری کا خاص طور پر اہتمام کرتی ہے۔اس سلسلے میں نہ صرف معیاری، جامع اور آسان فہم کتابیں ماہرینِ مضامین کے ذریعے تیار کی جاتی ہیں، بلکہ بعض کورسوں کے لیے اس سے بھی آگے بڑھ کر مطالعاتی رہنما نوعیت کے مواد کا اہتمام بھی کرتی ہے، جو طالب علم کو ضروری مواد تک رسائی میں مدد دیتی ہیں۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی روز افزوں ترقی میں اُن کے نصاب کے اس طریق کار کو بھی بڑا دخل ہے۔

ذیل میں اصولِ تحقیق سے متعلق بعض ایسی ہی مطالعاتی نوعیت کی کتابوں کا الگ الگ تذکرہ کیا جا رہا ہے، جو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے مختلف ایم فل کورسوں کے لیے اردو میں تیار کرائی۔ان میں سے بیشتر کتابوں کے اوپر سنہ اشاعت نہیں۔

ا۔ مطالعاتی رہنما برائے ایم فل (اردو)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام یہ مطالعاتی رہنما شعبۂ اردو میں ایم فل پروگرام کے اصول تحقیق کورس کے لیے ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے تیار کیا ہے۔جس پر نظر ثانی ڈاکٹر وحید قریشی نے کی ہے۔بنیادی طور پر یہ کورس کوڈ [۱۱۷اور۴۲۷۴] کے لیے ترتیب دیا گیا ہے لیکن کورس کوڈ[۱۴۷اور۲۷۲۷] کے سلسلے میں بھی مفید ہے۔کتاب کے آغاز میں کورس کے تعارف اور مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے بعد اصول تحقیق کے سلسلے میں اس مطالعاتی رہنما کا تعارف الگ ہے،جس میں کورس کی تفصیل،مطالعہ کا طریقۂ کار،خود آزمائی،ٹیوٹر سے مراسلاتی رابطہ،آخری امتحان اور امتحانی مشقوں کے حوالے سے تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔یونٹوں اور مجوزہ کتب کی فہرستیں اس تعارف کے بعد دی گئی ہیں۔

کتاب کا بنیادی متن یعنی یونٹوں کی کل تعداد اٹھارہ ہے جس میں مختلف عنوانات کے یونٹوں کے سلسلے میں الگ الگ رہنمائی کی گئی ہے۔مطالعاتی رہنما کے یہ یونٹس طالب علموں کو بنیادی مطالعہ یہیں پر مہیا کرتے ہیں،جبکہ تفصیلی مطالعہ اور مشقی سوالات وغیرہ کی تیاری دیگر اصل ماٗخذ جس میں مجوزہ کتب کے متعلقہ صفحات رابواب تک کی نشاندہی موجود ہے،کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ہر یونٹ کے تعارف کے اندر ہی یونٹ کے مقاصد،اہم نکات اور خود آزمائی کے سوالات مع دیگر ضروری کوائف کے اس طرح دیے گئے ہیں کہ طالب علم کو استفادہ کرتے ہوئے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ان کی روشنی میں طالب علم نہ صرف مطلوبہ مواد تک بہ آسانی رسائی حاصل کرسکتا ہے بلکہ غیر ضروری مواد سے بھی بچ جاتا ہے۔ذیل میں یونٹوں کے عنوانات درج کیے جاتے ہیں:

یونٹ نمبر ا ــــــــ مسلمانوں کی سماجی تاریخ کے حوالے سے اصولِ تحقیق

یونٹ نمبر ۲ ــــــــ فن تحقیق

یونٹ نمبر ۳ ــــــــ اصولِ تحقیق، تحقیق او رتنقید

یونٹ نمبر ۴ ــــــــ تحقیق کی اقسام

یونٹ نمبر ۵ ــــــــ لسانیاتی تحقیق

یونٹ نمبر ۶ ــــــــ دستاویزی تحقیق

یونٹ نمبر ۷ ــــــــ متن، روایتِ متن اور تالیفِ متن

یونٹ نمبر ۸ ـــــــــ تحقیق اور تنقید متن

یونٹ نمبر ۹ ـــــــــ تصحیح متن، حوالہ اور صحتِ متن

یونٹ نمبر ۱۰ ـــــــــ حواشی، تعلیقات اور ماخذ

یونٹ نمبر ۱۱ ـــــــــ تحقیقی عمل کے مراحل (1) (موضوع کا انتخاب، خاکہ اور معروضات)

یونٹ نمبر ۱۲ ـــــــــ تحقیقی عمل کے مراحل (2) (مواد کی حصول یابی اور وسائل)

یونٹ نمبر ۱۳ ـــــــــ تحقیقی عمل کے مراحل (3) (لائبریری کا استعمال)

یونٹ نمبر ۱۴ ـــــــ تحقیقی عمل کے مراحل (4) (حواشی، حوالہ جات، اقتباسات، اور اشاریہ سازی)

یونٹ نمبر ۱۵ ـــــــــ تحقیقی عمل کے مراحل (5) (کتابیات)

یونٹ نمبر ۱۶ ـــــــ مقالے کی تیاری (1) (پڑھنے کی اہمیت اور نوٹس لینا)

یونٹ نمبر ۱۷ ـــــــ مقالے کی تیاری (2) (مقالے کی ترتیب وتسوید)

یونٹ نمبر ۱۸ ـــــــ مقالے کی تیاری (3) (اجزائے مقالہ اور اُن کی تشکیل)

یونٹوں کے اندر ایم فل کے نصاب ہی کی وضاحت ہے جس میں تحقیق کے مبتدیانہ نکات بیان ہوئے ہیں۔مسلمانوں کے اصول تحقیق سے شروع کرکے مقالے کی تیاری تک کے تمام مباحث، جس میں تحقیق وتنقید کارشتہ، تحقیق کی بعض اقسام، تدوین متن، تحقیقی عمل کے تمام مراحل شامل ہیں، کو اختصار کے ساتھ سمیٹا گیا ہے۔صرف یہ مطالعاتی رہنما پڑھ کربھی طالب علم تحقیق کے اہم امور سے کافی حد تک آگاہ ہو جاتا ہے۔ان کی روشنی میں کورس کا مکمل مطالعہ کیا جائے اور مشقوں کی تیاری، نیز امتحان کے مراحل طے کیے جائیں تو ایک طالب علم صحیح معنوں میں محقق کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔الغرض یہ کتاب نہ صرف یونیورسٹی کے طلباء کے لیے ضروری مواد کا حامل ہے بلکہ تحقیق کی وادیٔ پر خار میں قدم رکھنے والے نئے محققین کے لیے بھی یہ ایک استاد کا درجہ رکھتا ہے۔

۲۔ مطالعاتی رہنما برائے ایم فل (اقبالیات)

یہ مطالعاتی رہنما بھی ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش ہی نے تیار کیا ہے۔اور ڈاکٹر وحید قریشی نے اس پر نظر ثانی کا

فریضہ سرانجام دیا ہے ۔یہ کتاب مکمل طور پر وہی ہے جس کا بیان اُوپر گذرا۔ایم فل اردو کے مطالعاتی رہنما میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے اس کو ایم فل اقبالیات کے کورس سے ہم آہنگ کر دیا گیا ہے۔چنانچہ اس کے ابتداء میں محض ایک ضمیمہ ''برائے ایم فل اقبالیات'' کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں بعض خود آزمائی کے سوالات کی ترتیب بدل دی گئی ہے۔اس نئی ترتیب سے یہ کورس کوڈ ۷۰۴۰ کے مطابق ہوگئی ہے۔المختصر ۱۷۰،صفحات پر مشتمل اس کتاب میں تقریباً تمام مواد اور اس کی ترتیب وہی ہے جس کی وضاحت ایم فل اردو ''مطالعاتی رہنما'' کے تحت اوپر گذر چکی ہے لہٰذا یہاں پر تکرار مناسب نہیں۔

۳۔ مطالعاتی رہنما،تحقیق نگاری برائے ایم فل (اسلامیات)

یہ مطالعاتی رہنما علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے زیر اہتمام ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے ایم فل اسلامیات کے اصول تحقیق کورس کے سلسلے میں تیار کی ہے،جو کورس کوڈ ۱۴ا۷ کے لیے رہنمائی کرتی ہے۔ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے ''اسلام میں تحقیق کے اصول ومبادی'' اور ''اطلاقِ تحقیق'' کے نام سے بالترتیب کورس کوڈ ۱۲ا۷ اور ۱۳ا۷ کے لیے بھی اسی قسم کی کتابیں تیار کی ہیں لیکن چونکہ ان سب کا مواد کافی حد تک یکساں ہے اس لیے تکرار سے بچنے کے لیے باقی کو چھوڑ کر صرف زیرِ مطالعہ کتاب کو اس تجزیے میں شامل رکھا گیا ہے۔

تحقیق نگاری بنیادی طور پر اسلامی تحقیق سے متعلق ہے،لیکن اس میں بیان کیے گئے اصول ادبی تحقیق کے اصولوں سے زیادہ مختلف نہیں۔کیونکہ اس میں سندی مقالے کے مختلف مراحل ہی کو اٹھارہ یونٹوں میں تقسیم کر کے پیش کیا گیا ہے۔یہ تمام مراحل تقریباً وہی ہیں جن سے سندی مقالے کے ہر طالب علم کو اپنی تحقیق کے دوران واسطہ پڑتا ہے۔

اس کتاب کی نوعیت مطالعاتی رہنما سے زیادہ باقاعدہ کتاب کی ہے۔مجوزہ کتب میں صرف پانچ کتابیں درج ہیں،جن میں اردو کی کوئی کتاب شامل نہیں۔یونٹوں کے اندر بھی اس سلسلے میں دیگر کتب کی نشاندہی نہیں ملتی۔تمام یونٹ انتہائی مختصر ہیں جن میں مواد کی ترتیب اس طرح ہے کہ آغاز میں یونٹ کا تعارف ہے اس کے بعد مقاصد، یونٹ کا بنیادی موضوع اور آخر میں خود آزمائی کے لیے محض ایک یا دو سوالات دیے گئے ہیں۔۱۲۲ صفحات پر مشتمل یہ مطالعاتی رہنما اپنے یونٹوں میں روایتی موضوعات ہی کا حامل ہے۔جن میں موضوع کا انتخاب،محقق کے لیے لازمی صلاحیتیں،نگران مقالہ،موضوع کی ابواب بندی،اقتباسات،مصادر ومراجع،اسلوب اور حوالہ وحواشی وغیرہ جیسے تحقیق کے ابتدائی اور مبتدیانہ اصولوں کو جگہ دی گئی ہے۔''اختصارات کا استعمال'' کے عنوان سے البتہ

ایک یونٹ کسی قدر مختلف ہے جس میں دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور کے متعین کردہ بعض اختصارات کو دہرایا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامیات سے متعلق یہ مطالعاتی رہنما مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر ضروری مواد کا حامل ہے۔اس میں دیے گئے مواد سے تحقیق کے طالب علم کو بنیادی تحقیقی اصولوں سے مکمل واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ادبی تحقیق میں بھی اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا جا سکتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بیان کیے گئے اصول وہی ہیں جو ادبی تحقیق کے بھی بنیادی اصول ہیں۔

۴۔ مطالعاتی رہنما اصولِ تحقیق برائے (زبان وادبیات)

اٹھارہ یونٹوں پر مشتمل یہ مطالعاتی رہنما نہ صرف رہنما ہے بلکہ زبان وادبیات کے حوالے سے جدید اصولوں کا ایک مکمل مجوزہ کورس بھی ہے۔ایم فل پاکستانی زبانیں وادب کے اسے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے زیرِاہتمام ڈاکٹر عطش درّانی نے تحریر کیا ہے، جبکہ اس مقصد کے لیے کورس ٹیم کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق جاوید نے اس پر نظر ثانی کی ہے۔

یہ مطالعاتی رہنما جسے کورس کوڈ ۷۲۷۲ کے لیے ترتیب دیا گیا ہے، ۲۰۰۴ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا گیا۔سوا پانچ سو کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل یہ مطالعاتی رہنما اوّل الذکر دوسری کتابوں کے مقابلے میں خاصی ضخیم ہے۔اور پیش کش، مواد اور ترتیب ہر لحاظ سے مفید اور بہتر ہے۔

کتاب کے آغاز میں پیش لفظ، کے علاوہ ایم فل پروگرام کا تعارف اور پھر کورس کا تعارف کرایا گیا ہے۔اس کے بعد کورس کے اٹھارہ یونٹوں کو سات حصوں میں تقسیم کر کے پیش کیا گیا ہے۔کورس کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر انعام الحق جاوید نے اس کتاب کے مختلف حصوں اور یونٹوں کی مختصر لیکن مکمل توضیح بھی پیش کر دی ہے، چنانچہ انہیں کے الفاظ میں درج کرتے ہیں:

> اٹھارہ یونٹوں پر مشتمل یہ کورس بنیادی طور پر سات حصوں میں پیش کیا جا رہا ہے۔پہلے حصّے میں فنِ تحقیق کا بنیادی خاکہ ہے جس کے ایک یونٹ میں مسلمانوں کے اصول روایت، درایت اور مشاہدے و تجربے کی تاریخ کا ذکر کر کے تکنیک اور طریق کار واضح کرتے ہوئے اس معروضی اور سائنسی نقطۂ نظر کو واضح کیا گیا ہے جو ادبیات اور لسانیات میں کارآمد ہو سکتا ہے۔

دوسرے حصے میں ایک ہی یونٹ میں تحقیق اور تنقید کا باہم تقابل کرتے ہوئے دونوں کی باہمی ضرورت اور مغائرت پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ طلبہ تنقیدی مقالے اور تحقیقی مقالے کا فرق سمجھ سکیں۔تیسرے حصے کے دو یونٹوں میں تحقیق کی دو بڑی اقسام (1) تاریخی اور (2) بیانیہ کو واضح کیا گیا ہے۔اس میں خاص طور پر سروے اور انٹر ویو کے طریق کار کو پیش کیا گیا ہے۔

چوتھا حصہ تین یونٹوں پر مشتمل ہے۔اس میں پاکستانی زبانوں میں تحقیق کے طریقوں اور تکنیکوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس مقصد کے لیے دو تحقیقی نمونے بھی شامل کیے گئے ہیں۔

پانچواں حصہ متنی تدوین و تحقیق سے متعلق دو یونٹوں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔اس میں متن اور متنیت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ بہتر تحقیقی متن سامنے لایا جا سکے۔

چھٹا حصہ تحقیقی عمل کے مراحل کو پانچ یونٹوں میں بیان کرتا ہے۔ان میں مسئلہ یا موضوع سے لے کر اشاریہ سازی تک بہت سے اُمور مثلاً خاکے کی تیاری ،مواد کا حصول،نوٹ لینے کے طریقے ،بنیادی وثانوی ماخذ،لائبریری،حوالہ جات،حواشی، اقتباسات، کتابیات وغیرہ کے سلسلے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔اس حصے میں خاص طور پر تحقیقی تجویز، تحقیقی ڈیزائن اور تحقیقی خاکے میں امتیاز کو پہلی بار واضح کیا گیا ہے نیز مسئلے ،موضوع ،مفروضے اور فرضیے میں فرق کو بھی پیش کیا گیا ہے۔تحقیق میں خاص طور پر بیانیہ / سروے تحقیق کے حوالے سے شماریاتی فارمولے بھی واضح کیے گئے ہیں، جو لسانیات کی سماجی اور نفسیاتی تحقیق میں لازم ہوتے ہیں ۔اس کے علاوہ کتابیات اور حوالہ نگاری کے لیے دنیا بھر میں مستعمل چار سکیموں یا ہیئتوں کے نمونے اور اردو و دیگر پاکستانی زبانوں میں ان کے استعمال کا طریقہ بھی دیا گیا ہے۔

ساتویں اور آخری حصے کے تین یونٹوں میں مقالے کی تیاری اور پیش کش کے نکات واضح کیے گئے ہیں ۔اس میں تحقیقی زبان واسلوب کے ساتھ ساتھ خاص طور پر املا اور

پروف خوانی کے اُمور بھی سامنے لائے گئے ہیں۔مقالہ نگاری کے حوالے سے نمونے کے خاکے اس حصے میں بھی دیے گئے ہیں جو مختصر اور مفصل صورتوں میں پیش ہیں تا کہ طلبہ کو اپنا مقالہ تحریر کرتے وقت ایسی بہت سی دقتوں سے چھٹکارامل جائے جو کوئی نمونہ سامنے نہ ہونے کے باعث انھیں درپیش ہوتی ہیں۔(۲)

اٹھارہ یونٹوں پر مشتمل یہ کورس اردو اور پاکستانی زبانوں کے طلبہ کے لیے ایک بنیادی رہنما کتاب کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔اس میں تحقیق سے متعلق تمام جدید ترین اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جس کے باعث یہ کورس لسانی اور ادبی تحقیق انجام دینے والوں کے لیے ایک دستورالعمل کی حیثیت رکھتا ہے۔کورس سے متعلق اس رہنما کتاب کے کسی بھی یونٹ میں تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ ہر یونٹ کے آخر میں مجوزہ کتب کی وضاحت بھی موجود ہے۔جدید اصولوں کی طرف پیش رفت کرنے والی اس کتاب میں جن اہم نکات کی وضاحت ملتی ہے بعد میں ان کو ڈاکٹر عطش درّانی نے اپنی تصنیف ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' میں زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے،لہٰذا اس ضمن میں مزید تفصیل اُسی کتاب کے ذیل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے

یہ کتاب الیکشن کمیشن آف پاکستان کے موجودہ سیکرٹری کنور محمد دلشاد کی تصنیف ہے۔دیباچہ کے مطابق مصنف نے یہ کتاب ۱۹۹۱ء میں لکھنی شروع کی اور آٹھ سال کی محنت کے بعد تیار کی۔اس کی اشاعت ۱۹۹۹ء میں مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد کے زیرِاہتمام ہوئی۔اس میں کل صفحات ساڑھے چار سو سے اُوپر ہیں۔

ایک پُرمغز دیباچے اور پندرہ ابواب پر مشتمل یہ کتاب،جدید ذرائع ابلاغ اور اس کے حوالے سے دیگر متعلقہ تفتیشی طریقوں سے متعلق ہے جو مکمل طور پر ذرائع ابلاغ کے کردار،اہمیت،ضرورت اور طریقوں سے بحث کرتی ہے۔اس میں صرف باب نمبر ۱۰ ''ابلاغِ عامہ اور تحقیق'' ایسا ہے جس میں تحقیق کا تھوڑا بہت تذکرہ ملتا ہے لیکن یہ تذکرہ بھی ذرائع ابلاغ میں چھان بین کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے ہے۔غرض اس پوری کتاب میں کسی قسم کے باقاعدہ تحقیقی اصولوں کی تلاش عبث ہے۔تاہم ذرائع ابلاغ کی اس اہمیت کے دور میں کسی بھی ڈسپلن میں تحقیق کرنے والے محقق کے لیے اس کتاب کا مطالعہ یقیناً اس کی تحقیق میں نکھار لانے کا باعث ہو گا۔ذیل میں اس کے ابواب کی فہرست شامل کی جارہی ہے تا کہ مشتملات کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

باب نمبر۲۔۔۔۔۔۔ابلاغ عامہ میں رکاوٹوں کا نظریہ

باب نمبر۳۔۔۔۔۔۔معاشرہ میں ذرائع ابلاغ کے اثرات

باب نمبر۴۔۔۔۔۔۔۔رائے عامہ

باب نمبر۵۔۔۔۔۔۔پروپیگنڈہ

باب نمبر۶۔۔۔۔۔۔نفسیاتی جنگ

باب نمبر۷۔۔۔۔۔۔ابلاغ عامہ کا اسلامی نظریہ

باب نمبر۸۔۔۔۔۔۔۔پاکستان میں ابلاغ عامہ

باب نمبر۹۔۔۔۔۔۔قومی یکجہتی اور ذرائع ابلاغ

باب نمبر۱۰۔۔۔۔۔۔ابلاغ عامہ اور تحقیق

باب نمبر۱۱۔۔۔۔۔۔نظریہ مفروضہ

باب نمبر۱۲۔۔۔۔۔۔۔ناکام ریاستیں اور عالمی حکمت عملی

باب نمبر۱۳۔۔۔۔۔۔۔شارع ابلاغ

باب نمبر۱۴۔۔۔۔۔۔۔انٹرنیٹ گلوبل ڈیٹا کمیونکیشن

باب نمبر۱۵۔۔۔۔۔۔کمپیوٹر ابلاغ کا حال

اُصولِ تحقیق

اصول تحقیق' چھوٹی سی پمفلٹ ہے جو سندھ یونیورسٹی جام شورو میں شعبۂ تقابل ادیان وثقافتِ اسلامی، میں ایم فل و پی ایچ۔ڈی میں داخلے کے سلسلے میں ہدایات پر مبنی ہے۔یہ اس نوعیت کی پہلی تحریر ہے جسے ڈاکٹر کلیم اللہ ساریو نے تحریر کر کے حیدرآباد، سندھ سے ۱۹۹۴ء میں شائع کی ہے۔

ابتدائی تعارف، جس میں برصغیر پاک وہند کی اسلامی تاریخ میں سندھ کا اسلامی تشخص نیز شعبۂ اسلامی، کی تاریخ اور اس کے جملہ تعلیمی وتحقیقی سرگرمیوں کا ذکر ہے، کے بعد بنیادی موضوع کو دو عنوانات (حصے) کے تحت بیان کیا گیا ہے۔پہلے حصے کا عنوان ''پی ایچ۔ڈی کے تحقیقی خطوط و ذرائع'' ہے جس میں سندھ یونیورسٹی میں اسلامی تحقیق جن خطوط پر کی جاتی ہے اُن کو تحقیقی ذرائع وو سائل اور تحقیقی اصول وخطوط سے موسوم کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔چنانچہ تدوین، تخریج، ترجمہ وحواشی، تقابلی جائزہ وغیرہ کے دائرہ کار کا دو دو تین تین جملوں میں

نشاندہی کی گئی ہے۔

رسالے کے دوسرے حصے ''قواعد وضوابط'' میں ابتدائی داخلہ سے لے کر مقالہ مکمل کر کے جمع کرنے تک کے مراحل کے سلسلے میں یونیورسٹی کے مجوزہ طریقۂ کار کی وضاحت کی گئی ہے۔اس حصہ میں داخلہ کے شرائط واوقات،طریقۂ امتحان، گائیڈ کی تبدیلی، مقالہ جمع کرانا، کاغذ کا سائز، NOC،اور بائینڈنگ وغیرہ کے حوالے سے معلومات مختصراً لیکن الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

تحقیق کے دائرہ کار اور بعض ضوابط کی وضاحت کرنے والی یہ تحریر اگر چہ اسلامی تحقیق کے حوالے سے ہے لیکن ادبی محققین بھی بڑی حد تک اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔اردو فن تحقیق سے متعلق دیگر سرمایے میں اس نوعیت کی چیزیں اہم ہونے کے باوجود نظر نہیں آتی۔عمومی اصول تو سب نے بیان کیے ہیں لیکن یونیورسٹی کے باقاعدہ قوعدوضوابط اور خاص کر تحقیقی مقالے کے حدود کے حوالے سے کارآمد وضاحت اس رسالے میں پہلی مرتبہ ہوا ہے۔اور یہی وہ انفرادیت ہے جو اس پمپلٹ کو فن تحقیق کی روایت میں ایک قابل لحاظ مقام عطا کرتی ہے۔

لائبریری و سائنسی تحقیق

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود کی مختصر تصنیف ہے جو صرف ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔فیروز سنز، لاہور سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب سائنسی تحقیق میں لائبریری اور دوسرے مواد سے استفادہ کرنے کے طریق کار پر روشنی ڈالتی ہے۔چنانچہ مختلف علوم وفنون میں ضروری معلومات حاصل کرنے کے لیے کتب خانوں میں جن بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے اُن سے متعلق وضاحت پیش کرتی ہے۔یہ کتاب اگر چہ سائنسی تحقیق کو مدنظر رکھتی ہے، لیکن مواد کے حصول کے سلسلے میں یہ ادبی محقق کو بھی رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔

لائبریریوں کی اہمیت، ان میں کمپیوٹر کا استعمال، سائنسی تحقیق کی اہمیت اور پاکستان میں لائبریریوں کا سرسری جائزہ اس کتاب کے اہم موضوعات ہیں، جن پر سائنسی اور تعلیمی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔امریکہ اور برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں موجود سہولیات اور حوالہ جاتی کتابوں کا تذکرہ مثالوں کے طور پر کیا گیا ہے۔تاہم کتاب مختصر ہونے کی وجہ سے یہ سارے موضوعات سرسری طور پر بیان ہوئے ہیں۔تحقیق کے دوران ہر قسم کے مواد کی تلاش، حصول اور استفادہ کے ضمن میں یہ ادبی محقق کے لیے بھی اتنی ہی کارآمد ہے، جتنی کہ کسی دوسرے محقق کے لیے۔خاص کر ادب میں دستاویزی یا تاریخی تحقیق سے دلچسپی رکھنے والے محققین کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

جائزہ، آزمائش اور مبادیات تحقیق

یہ کتاب ٹیچر ٹریننگ پراجیکٹ شعبۂ نصابیات وزارتِ تعلیم، اسلام آباد نے تجرباتی طور پر ایک کورس ٹیم کے ذریعے تیار کروائی۔ بعد میں اس کو ڈپلومہ ان ایجوکیشن کے کورس میں شامل کیا گیا۔ اس کے مختلف یونٹس متعلقہ مضمون کے الگ الگ ماہر مصنفین نے تیار کیے۔ کتاب کے یونٹس مندرجہ ذیل ہیں:

یونٹ نمبر ا۔ تعلیمی جائزہ، تعلیمی پیمائش، تخمین اور آزمائش

یونٹ نمبر ۲۔ تعلیمی جائزے کی اقسام اور طریقے

یونٹ نمبر ۳۔ اکتسابی آزمائش کی تیاری کا طریقۂ کار

یونٹ نمبر ۴۔ داخلی امتحان کی تیاری کے طریقے

یونٹ نمبر ۵۔ امتحان کا انعقاد، نمبر لگانا، اور امتحانی نتائج کا استعمال

یونٹ نمبر ۶۔ سائنس اور تحقیق

یونٹ نمبر ۷۔ تحقیق و جائزہ کے تناظر

کتاب کے ابتدائی یونٹس جائزہ اور آزمائش سے متعلق ہیں جبکہ یونٹ نمبر ۶ اور یونٹ نمبر ۷ میں تعلیم کے سلسلے میں تحقیق کے سائنسی طریق کار کی وضاحت اور اہمیت وضرورت پر مثالوں کی روشنی میں زور دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ادبی تحقیق کے لیے کوئی ٹھوس اصول تلاش کرنے مشکل ہیں۔ تاہم اس میں دیے گئے طریقۂ کار کے بعض پہلوؤں سے ادبی محقق بھی استفادہ کرتے ہوئے اپنی تحقیق میں بہتری لاسکتا ہے۔

اس کتاب کی پہلی اشاعت دسمبر ۱۹۹۸ء میں ہوئی، جبکہ ایک اور اشاعت ۲۰۰۵ء میں بھی ہوئی ہے۔

تعلیمی تحقیق ''اسلوب وشماریات''

تعلیمی تحقیق اسلوب وشماریات، ایس۔ ایم شاہد کی تصنیف ہے۔ یہ مکمل طور پر تعلیمی تحقیق سے متعلق ہے جو تعلیم کے سلسلے میں مختلف کورسوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ چنانچہ سرورق پر ہی درج ہے، ''بی ایس ایڈ، ایم ایڈ، ایم اے اور ایم فل (ایجوکیشن) کے طلبہ کے لیے'' ساڑھے سات سو کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل یہ ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں ابواب کی تعداد ۳۸ ہے۔

ان ابواب کو چھے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں تعلیمی تحقیق کا تعارف، حصہ دوم تعلیمی تحقیق کے مبادیات، حصہ سوم متعلقہ ادب کا مطالعہ، حصہ چہارم معطیات کی جمع آوری اور تجزیہ، حصہ پنجم تحقیقی منہاجات،

اور حصہ ششم تحقیقی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ذیلی عنوانات بیشمار ہیں جن میں سے بعض جدید سائنسی طرزِ تحقیق کی وکالت کرنے والی ادبی تحقیق سے متعلق کتابوں میں بھی نظر آتے ہیں۔

یہ کتاب گائیڈ نما ہے اور وہی موضوعات دوہراتی ہے جو اس جیسی دیگر تعلیمی تحقیق کی کتابوں میں نظر آتی ہیں۔چند ذیلی عنوانات یہ ہیں:

۱۔ تعلیمی تحقیق کا تاریخی پس منظر۔ ۲۔ اسلام اور تحقیق۔ ۳۔ ریسرچ ڈیزائن

۴۔ کمپیوٹر بطورِ آلۂ تحقیق۔ ۵۔ فرضیہ۔ ۶۔مطالعۂ احوال۔ ۷۔ تجرباتی تحقیق

۷۔ مطالعۂ احوال، وغیرہ

ایجوکیشنل ریسرچ

یہ کتاب بھی ایس ایم شاہد جو کہ شعبۂ تعلیم اساتذہ، فیکلٹی اف ایجوکیشن، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے وابستہ ہیں کی اخذ وادارت کردہ ہے۔مجید بک ڈپو، لاہور سے ۲۰۰۴۔۵ء اشاعت پذیر ہونے والی یہ کتاب بھی تعلیمی تحقیق کے جملہ پہلوؤں کی وضاحت پر مبنی ہے۔یہ کتاب اپنے موضوعات ۹ ابواب میں پیش کرتا ہے اور لگ بھگ پانچ سو صفحات پر محیط ہے۔کتاب کے ذیلی ابواب بیشمار ہیں۔ادب کے روایتی تحقیق میں اس کتاب کی افادیت نظر نہیں آتی، البتہ جدید تحقیقی تصورات کے بعض مفید نقوش اس کتاب کے مندرجات سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ابواب کے مرکزی عنوانات درجہ ذیل ہیں:

۱۔ علم کے ذرائع ۲۔ تعلیمی تحقیق۔تعارف ۳۔ تعلیمی تحقیق کی درجہ بندی بلحاظ مدعا

۴۔ تعلیمی تحقیق کی درجہ بندی بلحاظ طریق ۵۔ سائنسی طریقہ ۶۔ریسرچ پروپوزل کی تکمیل

۷۔ معلومات کے ذرائع ۸۔ ریسرچ کے آلات ۹۔ رپورٹ لکھنا

تحقیق کے طریقے

یہ کتاب عمرانی تحقیق سے متعلق ہے۔شعبۂ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی کے پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد زبیری اس کے مصنف ہیں۔اس کی اشاعت مارچ ۲۰۰۰ء میں فضلی سنز لمٹڈ، کراچی نے کی ہے۔فہرستِ مشمولات سے اس کے مندرجات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے لہٰذا شامل کی جارہی ہے۔ادبی تحقیق میں اس کتاب سے خاطر خواہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ ۔۔۔۔۔حرفِ آغاز از مصنف

اسالیبِ تحقیق (اسلامیات)

منقاد احمد فیضی کی مؤلفہ یہ کتاب ایم اے اسلامیات، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کے لیے تیار کی گئی ہے۔چار سو صفحات پر مشتمل اس گائیڈ نما تصنیف میں اسلامی تحقیقی طریقہ کار سے متعلق خوش نما عنوانات کے تحت تشنہ مواد جمع کیا گیا ہے۔اس کے اندر بعض موضوعات ایسے ضرور نظر آتے ہیں، جو اسلامی علوم سمیت ہر قسم کی تحقیق میں کسی حد تک کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔مثلاً لائبریری کا استعمال، محقق اور اس کے اوصاف، اخلاقیاتِ تحقیق

وغیرہ لیکن مجموعی طور پر اس کی اہمیت زیادہ نہیں بنتی ۔کتاب پر سنِ اشاعت نہیں البتہ اس کی اشاعت ایورنیو بک پیلس ،لاہور نے کی ہے۔کتاب کے مشتملات کا اندازہ اس کی طویل فہرست سے ہوجاتا ہےلہٰذا ذیل میں اس کی فہرست شامل کی جارہی ہے:

۱۔ تحقیق کا مفہوم ۲۔ بحث اور تحقیق کا اصطلاحی مفہوم اور مختلف شخصیات کے بیانات ۳۔ تحقیق کی ضرورت واہمیت ۴۔ مقاصدِ تحقیق ۵۔ راہنما کا انتخاب ۶۔موضوع کا انتخاب ۷۔ موضوع کی تلاش ۸۔موضوع کے ذرائع ۹۔ خاکہ ۱۰۔ اسلام میں طریقۂ تحقیق اوراس کی اہمیت ۱۱۔اسلام میں تحقیق کی اجازت کیوں دی گئی؟ ۱۲۔تحقیق کی خصوصیات ۱۳۔ اقسامِ تحقیق ۱۴۔ علوم روایت کا مفہوم ،آغاز وارتقا اور طریقۂ کار ۱۵۔ اسماءالرجال کی تدوین ۱۶۔ صحابہ کرام اوراصولِ روایت ۱۷۔اصولِ تدوین اور امرائمہ مجتہدین ۱۸۔ اصولِ روایت اورمحدّثین ۱۹۔ علمِ روایت کا مفہوم وارتقاء ۲۰۔ تفسیر نگاری ۲۱۔ عہدوارتفسیر ۲۲۔ ببلیوگرافی ۲۳۔ کتب اسماءالرجال ۲۴۔ حدیث ۲۵۔ حدیث کی تاریخ ۲۶۔ حدیث وسنّت کی تشریعی حیثیت ۲۷۔ حدیثِ نبوی کی تشریعی وسعت وجامعیت ۲۸۔ علم وحکمت کے فروغ میں علمِ حدیث کا کردار ۲۹۔ حدیث اورمستشرقین ۳۰۔ انکار، فتنہ کا آغاز ۳۱۔ فقہ میں تحقیق کا طریقہ ۳۲۔ تاریخ وسیرت میں تحقیق کا طریقہ ۳۳۔ مخطوطات کی تحقیق ۳۴۔ عناصرِ تحقیق ۳۵۔ تحقیقی منصوبے کا خاکہ ۳۶۔تحقیق کا طریقہ کار ۳۷۔موضوع کیسا ہونا چاہیے؟ ۳۸۔ موضوع کی تلاش ۳۹۔ لائبریری کا استعمال ۴۰۔محقق اوراسکے اوصاف ۴۱۔ نگران/راہنما/مشیر کے اوصاف ۴۲۔ مجلسِ تحریر/اجزائے تحریر ۴۳۔ اخلاقیاتِ تحریر ۴۴۔ حوالہ جاتی کتب اوران کا طریقۂ استعمال ۴۵۔ حوالہ کے مأخذ ۴۶۔ مأخذوں کی اقسام ۴۷۔ مخففات ۴۸۔ مقالے کے دفاع کا طریقہ ۴۹۔ مفروضہ عناصر اور خصوصیات ۵۰۔ معطیات ۵۱۔ مصادر ومراجع اوران کا طریقۂ کار ۔۔۔المصادر والمراجع۔

یہ تمام ابواب خوش نما لگتے ہیں اور کسی حد تک کارآمد مواد کے حامل بھی ۔لیکن حقیقت میں تجارتی مقاصد

کے لیے محض ایک کتاب ''تیار'' کی گئی ہے۔ جو زیادہ تعداد میں بک سکیں۔ ایسا لگتا ہے کہ مواد کو شامل کرتے وقت معیار کو چھوڑ کر مقدار پہ توجہ صرف کی گئی ہے۔

تحقیقی طریقۂ کار

'تحقیقی طریقہ کار' گائیڈ نما کتاب ہے جس کے سرورق پر مولّف کے طور پر پروفیسر صفدر علی کا نام درج ہے۔ کسی تعارفی تحریر یا 'پیش لفظ' کے بغیر اس کتاب کے اوپر ''ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے'' درج ہے۔ ساڑھے چار سو صفحات پر محیط اس کتاب میں مختلف ادبی، تعلیمی اور معاشرتی تحقیق سے متعلق کتابوں سے بڑے بڑے پیراگراف لے کر شامل کیے گئے ہیں جن میں سے اکثر کے حوالے نہیں اور جہاں پر حوالے موجود ہیں ان میں بھی اکثر غلط ہیں۔ اس کا اندازہ آخر میں موجود ''کتابیات'' پر ایک نظر ڈالنے سے ہی بخوبی ہو جاتا ہے جس میں بعض مضامین کو کتب شمار کیا گیا ہے۔ نیز بعض کتابوں کے اصل مصنفین کو ہی غلط درج کیا گیا ہے۔ مثلاً ''رہبر تحقیق'' کو مرتبہ سید محمد ہاشم لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب سید محمد ہاشم نے مرتب نہیں کی بلکہ سید شبیہ الحسن و دیگر نے مرتب کی ہے۔ اسی طرح ''تحقیق اصول تحقیق'' نام کی کوئی کتاب ڈاکٹر عبداللہ نے کبھی نہیں لکھی۔

اردو کے علاوہ اس میں بعض طویل انگریزی پیراگراف بھی نظر آتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ کتاب صرف تجارتی مقاصد کے لیے شائع کی گئی ہے۔ یوں بھی تحقیق کے نئے مسافروں کو معیاری اور غیر معیاری کا اندازہ نہیں ہوتا۔ کچھ بھی بازار میں مل جائے خریدنے لگتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ایسی کتابوں کی مارکیٹ میں بھرمار ہے۔ یہاں پر ابواب کے عنوانات درج کیے جاتے ہیں تاکہ موضوعات کا کچھ اندازہ ہو:

۱۔۔۔تحقیق کیا ہے؟ ۲۔۔علم سیاسیات کے اصول اور جدید تحقیق ۳۔۔نظریۂ پاکستان
۴۔۔۔سائنسی تحقیق ۵۔۔۔آلاتِ تحقیق ۶۔۔۔مفروضہ ۷۔۔سروے تحقیق
۸۔۔۔۔معطیات ۹۔۔۔۔نمونہ بندی ۱۰۔۔۔۔مواد جمع کرنے کے ذرائع
۱۱۔۔۔تدوین متن ۱۲۔۔۔۔۔حوالہ متن ۱۳۔۔۔۔ریسرچ ڈیزائن
۱۴۔۔۔۔موضوع کا انتخاب ۱۵۔۔۔ریسرچ پروپوزل ۱۶۔۔۔تحقیقی خاکہ
۱۷۔۔۔۔تحقیقی رپورٹ ۱۸۔۔۔ببلیوگرافی

ان موضوعات میں سے بیشتر سیاسیات کی تحقیق سے متعلق ہیں۔ تاہم ادبی تحقیق میں معاون نکات بھی نظر آتے ہیں۔ جیسے تدوینِ متن، حوالہ متن یا تحقیقی خاکہ وغیرہ۔ یقیناً اس میں کچھ مفید چیزیں بھی ہونگی لیکن مجموعی طور

پر یہ کتاب چونکہ ''طبع زاد''نہیں لہٰذا اس کی اہمیت زیادہ نہیں بنتی ۔کتاب پر سنہ اشاعت بھی درج نہیں ، البتہ اس کی اشاعت ایورنیو بکس پیلس، لاہور نے کی ہے۔

تعلیمی تحقیق

تعلیمی تحقیق ڈاکٹر پروفیسر محمد رشید کی تصنیف ہے۔مصنف علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں شعبۂ فاصلاتی وغیر رسمی تعلیم کے چیر مین نیز کلیہ تعلیم کے ڈین رہے ہیں ۔۲۰ کے قریب معیاری تصانیف کے مصنف ہیں ۔زیرنظر کتاب ان کی ایسی ہی تصانیف میں سے ایک ہے جس میں تعلیمی تحقیق کے رموز بیان ہوئے ہیں ۔نیشنل بک فاونڈیشن کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۱ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب پونے چار سوصفحات کومحیط جبکہ ۹ ابواب پر مشتمل ہے ۔تعلیمی تحقیق میں اپنی اہمیت کے باوصف ادبی تحقیق میں اس کا کردار زیادہ نہیں ۔کتاب کی تیاری میں انگریزی کتب سے زیادہ مدد لی گئی ہے، چنانچہ کتابیات میں کوئی اردو کتاب نظر نہیں آتی ۔ابواب کے عنوانات بعض ذیلی عنوانات کے ساتھ یہاں شامل کیے جاتے ہیں:

۱۔۔۔علم کے ذرائع (حصولِ علم کے ذریعے،عقلیت پسندی)

۲۔۔۔تعلیمی تحقیق کا تعارف (مقاصد،میدان)

۳۔۔۔مقاصد کی بنیاد پر تعلیم/تحقیق کی تقسیم (بنیادی/عملی)

۴۔۔۔طریقے کی بنیاد پر تعلیمی تحقیق کی تقسیم (تاریخی/تاریخی مفروضہ)

۵۔۔۔سائنسی طریقہ (مراحل//رجحانات/مسائل)

۶۔۔۔تحقیقی خاکے کی تیاری (تحقیقی مسئلہ/مفروضہ)

۷۔۔۔تحقیق،معلومات کے ذرائع (پراڈیکلڈ مواد//رائع معلومات)

۸۔۔۔تحقیق کے آلات (آلہ/انٹرویو کی اقسام)

۹۔۔۔تحقیقی رپورٹ تحریر کرنا (طریقہ کار//درستگی/جدول سازی/شکل اور ڈھانچہ/تحقیقی رپورٹ کی تیاری/اقسام)

تعلیمی تحقیق

تعلیمی تحقیق کے سلسلے کی یہ کتاب دو مصنفین میاں محمد اسلم اور محمد قاسم رضا نے مل کر تیار کی ہے ۔اس کتاب کا محرک بھی بی ایڈ، ایم ایڈ اور ایم اے ایجوکیشن کی نصابی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ کتاب میں مختصر پیش لفظ اور

حرفِ تحسین کے صفحے موجود ہیں ۔اس کی اشاعت ۲۰۰۳ء میں ملتان سے ہوئی ۔کتاب کا متن سات ابواب پر مشتمل ہے، جو خالص تعلیمی تحقیق کو موضوع بناتا ہے۔ابواب کی فہرست درجہ ذیل ہے :

پہلا باب ------تعلیمی تحقیق کا تعارف

دوسرا باب -----تعلیمی تحقیق کی درجہ بندی بلحاظِ طریق

تیسرا باب -----تحقیقی مسئلے کی شناخت

چوتھا باب -----متعلقہ مواد کا مطالعہ

پانچواں باب ----نمونہ بندی

چھٹا باب ------معطیات کا حصول

ساتواں باب ----مواد کا تجزیہ و تشریح

تعلیمی تحقیق کے سلسلے میں علمِ شماریات کو اس کتاب میں خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔کتابیات میں چند انگریزی کتابوں کا ذکر ہے جن سے کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے۔

تعلیمی پیمائش

یہ کتاب مرکزی وزارتِ تعلیم نے اساتذہ کی افادہ کے لیے فاضل مصنف و مولف پروفیسر عبدالحیٔ علوی سے تیار کروائی۔اس کی اشاعت اکتوبر ۱۹۷۷ء میں نیشنل بک فاؤنڈیشن نے کی۔تعلیمی تحقیق کے زمرے میں شمار ہونے والی غالباً یہ اردو زبان میں پہلی کتاب ہے۔ہمارے نظامِ تعلیم میں امتحانات اور آزمائشوں کی کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے یہ ایک مفید کوشش ہے۔اس میں ثانوی مدارس کے مدرّسین کا خیال رکھا گیا ہے۔لیکن دوسرے مدرسین بھی اس سے پوری طرح استفادہ کرسکتے ہیں۔کتاب کے ۱۲ ابواب ۲۷۲ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں ،جن کے عنوانات درجہ ذیل ہیں:

۱) -----تعلیمی پیمائش کی اہمیت

۲) -----پیمائش کی خصوصیات

۳) ----عمدہ آزمائشوں کی خصوصیات

۴) -----آزمائش کی تیاری

۵) -----جوابِ مضمون طرز کے امتحانات

۶)   -----معروضی آزمائشیں۔1
۷)   -----معروضی آزمائشیں۔ 2
۸)   -----آزمائش کے تکمیلی مراحل
۹)   -----جائزے کے کیفیاتی طریقے
۱۰)   -----معیاری آزمائشیں
۱۱)   ------نتائج کی تعبیر و تلخیص
۱۲)   -------تعلیمی ریکارڈ

مبادیات تعلیمی تحقیق

ڈاکٹر عبدالرشید آزاد کی یہ تصنیف ادارۂ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی کے زیرِ اہتمام جون ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ساڑے تین سو صفحات پر محیط یہ کتاب 'تعارف' اور ایک 'پیش لفظ' کے بعد ۱۵ ابواب میں تقسیم کی گئی ہے۔مکمل طور پر تعلیمی تحقیق کو موضوع بنانے والی یہ کتاب سروے اور بیانیہ قسم کی تحقیق پر زیادہ زور دیتی ہے۔ادبی محقق کے لیے بھی اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔خاص کر تیسرے، پانچویں اور ساتویں ابواب کافی حد تک ادبی تحقیق میں معاون ہیں۔اس کے علاوہ یہ کتاب جدید تجرباتی، سروے یا شماریاتی نوعیت کی تحقیق میں بھی کارآمد ہے جس کے لیے عام طور پر سائنسی طریقۂ کار پر زور دیا جاتا ہے۔کتاب میں شامل موضوعات / ابواب درجہ ذیل ہیں:

پہلا باب------علم کے حصول کے ذرائع
دوسرا باب------سائنسی تفتیش کی نوعیت
تیسرا باب-------تحقیقی مسئلے اور مفروضے
چوتھا باب-------نظریاتی تصورات، تغیرات اور تشریحات
پانچواں باب------تحقیقی تجویز
چھٹا باب-------نمونہ سازی
ساتواں باب------تاریخی تحقیق
آٹھواں باب------سروے: بیانیہ تحقیقی مطالعہ جات

نوواں باب ۔۔۔۔۔۔۔تجزیاتی مطالعہ جات یا تحقیق

دسواں باب ۔۔۔۔۔۔۔درجہ بندی، تحقیقی مطالعہ جات

گیارواں باب ۔۔۔۔۔تجرباتی اور نیم تجرباتی تحقیق

بارھواں باب ۔۔۔۔۔۔ایک رکنی تجرباتی تحقیق

تیرھواں باب ۔۔۔۔۔۔۔طریقہ جات اور آلاتِ تحقیق

چوتھا باب ۔۔۔۔۔۔۔۔معطیات کا بیانیہ تجزیہ

پندرھواں باب ۔۔۔۔۔معطیات کا استخراجی تجزیہ

کمالِ تحقیق

کمالِ تحقیق جامعات میں اسلامی علوم میں اعلیٰ ڈگریوں کی خاطر ہونے والی تحقیق کی فہرست ہے، جسے گریج یونیورسٹی، کراچی میں معارف اسلامیہ کے رئیس ڈاکٹر انصارالدین مدنی نے ترتیب وتدوین کرکے شائع کیا ہے۔اس مختصر کتابچے کی اشاعت ۲۰۰۷ء(جنوری) میں ہوئی ہے۔کتابچہ میں ابتدائی تعارف از مرتب اور وائس چانسلر یونیورسٹی کے علاوہ اس میں منہاجِ تحقیق کے نام سے اصولِ تحقیق پر مبنی ایک مقالہ بھی شامل ہے۔

یہ مقالہ جو جامعہ کراچی کی ڈاکٹر ریحانہ فردوس نے تحریر کیا ہے، ایم اے کے طلبہ کی رہنمائی کے لیے ہے۔یہ نوجوان محققین کی رہنمائی کے لیے ہے اور اختصار کے ساتھ موضوع کی تلاش، مواد کی فراہمی، خاکہ کی تیاری اور حوالہ جات وغیرہ کی وضاحت پر مبنی ہے۔

اس کتابچے کی تیاری کے لیے مختلف جامعات سے بذریعۂ خط متعلقہ فہرستیں منگوائی گئیں۔چنانچہ اس کی صراحت کے طور پر جامعات کو بھیجے گئے خطوط اور فارم کے نقول بھی کتابچے میں دیے گئے ہیں۔فہرست میں مقالات کا اندراج اس طرح کیا گیا ہے کہ پہلے مقالے کا عنوان، پھر مقالہ نگار کا نام اور آخر میں متعلقہ یونیورسٹی کی نشاندہی کی گئی ہے۔

الغرض! یہ تقریباً گیارا مختلف جامعات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی (علومِ اسلامیہ) کے مقالات زیرِ تکمیل اور تکمیل شدہ کی فہرست ہے۔اس میں شامل تحقیقی اُصولوں سے مزیّن واحد مقالہ نہ صرف اسلامی علوم کے طلباء کے لیے مفید ہے بلکہ ادبی تحقیق سے منسلک افراد کے لیے بھی بعض نکات کی حامل ہے اور وہ بھی اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

ابلاغی تحقیق

ابلاغی تحقیق 'ایس ایم شاہد کی اَخذ وادارت کردہ کتاب ہے جو ابلاغیات کے شعبے سے تعلق رکھتی ہے۔ ۲۰۰۲ء میں لاہور سے اشاعت پذیر ہونے والی یہ کتاب کسی 'دیباچے' یا 'پیش لفظ' سے عاری ہے،البتہ فہرستِ ابواب موجود ہے۔صفحات کی تعداد۲۲۲ ہے۔

یہ کتاب ریڈیو،ٹی وی اور اخبارات وغیرہ کے متعلق تحقیقی سرگرمیوں ، رپورٹوں اور تجزیوں پر مبنی ہے جس میں بڑی حد تک اطلاقی تحقیق پر زور دیا گیا ہے۔بنیادی طور پر یہ کتاب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے کسی کورس کے لیے ترتیب دی گئی ہے اور ایک گائیڈ بک ہے جو چند انگریزی کُتب کی روشنی میں تیار کی گئی ہے۔یہ کتاب جو ابلاغی تحقیق سے متعلق مواد کو یکجا صورت میں پیش کرتی ہے،ادب کے محقق کے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ذیل میں ابواب کے نام درج کیے جاتے ہیں:

۱۔۔۔عملِ تحقیق ۲۔۔۔ریسرچ اپروچز ۳۔۔۔بنیادی شماریات ۴۔۔۔اطلاقی تحقیق
۵۔۔اعداد وشمار کا تجزیہ اور رپورٹنگ ۶۔۔سروے تحقیق ۷۔۔میدانِ تحقیق اور متعلقہ طریقے
۸۔۔۔تجزیہ مواد مافیا ۹۔۔۔خطی تحقیق ۱۰۔۔۔شماریات کا تعارف ۱۱۔۔مفروضے کی آزمائش
۱۲۔۔۔استنباطی شماریات

فہرستِ تحقیقی مقالات (اردو)

یہ شعبۂ اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ،اسلام آباد کی ایم فل اور پی ایچ ڈی اردو سکالروں کی مختصر فہرست ہے جو۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۰ءتک کے دس سالوں کے مقالات کو محیط ہے۔بغیر کسی تعارف یا تمہید کے شروع ہونے والی اس فہرست میں سالانہ ترتیب سے پہلے ایم فل کے تکمیل شدہ پھر زیرِ تکمیل سکالروں کے نام،موضوعِ تحقیق اور ان کے نگران صاحبان کے نام درج ہیں۔آخر میں ستمبر۲۰۰۰ءتک کے پی ایچ ڈی کے موضوعات درج ہیں۔

اسلوبِ تحقیق

یہ سولہ صفحات کا ایک مختصر رسالہ ہے،جس کے ابتدا میں تحقیق کا جواز پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی (پ ۱۸۵۶ء۔ف ۱۹۲۱ء) کے اسلوبِ تحقیق کی وضاحت کی گئی ہے۔امام صاحب کی تحریروں سے صحتِ نسخ،صحتِ متون اور اتصالِ سند میں حزم واحتیاط اور اصولوں کی مثالیں تلاش کی گئی ہیں۔امام صاحب کثیر

وتصانیف بزرگ تھے۔ان کی تحقیقات ،اسلوب اور اہمیت اس مقالے کا موضوع ہے۔ڈاکٹر اقبال احمد کے اس رسالے میں،جس کی اشاعت ۲۰۰۱ء میں ہوئی، با قاعدہ تحقیقی اصولوں کی تلاش اگر چہ عبث ہے۔تا ہم اس کا مطالعہ محقق کے تحقیقی وژن میں اضافے کا باعث ہوسکتا ہے۔

فہرستِ تحقیقی مقالات(اقبالیات)

یہ ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۶ء تک ایم فل اور پی ایچ ڈی اقبالیات کے مقالات کی فہرست ہے جو درجن بھر صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں ایم فل کے مقالات ہیں جن کی تعداد کافی زیادہ ہے۔جبکہ پی ایچ ڈی کے مقالات آخر میں درج کیے گئے ہیں۔تمام مقالات نمبر شمار کے تحت درج کیے گئے ہیں جن میں مکمل اور جاری مقالات کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔تحقیقی مقالات کی یہ فہرست علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ اقبالیات کی طرف سے دسمبر ۲۰۰۶ء میں شائع کی گئی ہے۔

فنِ تحقیق

فنِ تحقیق عبدالرزاق شاہد کی تصنیف ہے جس پر سنِ اشاعت درج نہیں۔۲۱۲صفحات پر مشتمل یہ کتاب گائیڈ نما ہے اور چند انگریزی کتابوں کی روشنی میں تیار کی گئی ہے۔بنیادی طور پر یہ سماجی علوم کو پیشِ نظر رکھ کر تالیف کی گئی ہے۔چنانچہ 'انتساب'، 'پیش لفظ' اور 'اظہارِ تشکر' کی حامل یہ کتاب زبان و ادب کے سنجیدہ محققین کے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی اگر چہ اس کے اندر بعض نکات اہم بھی ہیں۔ابواب یا عنوانات اس طرح ہیں:

۱-----تحقیق کیا ہے۔

۲-----مفروضہ

۳-----عملِ تحقیق رسائنسی طریقۂ تحقیق

۴-----تحقیق کی اقسام

۵-----تحقیقی مقالہ

۶-----مقالہ نویسی

۷-----کتاب پر تبصرہ

۸-----ضمیمہ

۹-----کتابیات

''نعت'' کا شمارہ (تحقیق رسرقہ)

یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ ماہنامہ ''نعت'' (لاہور) اکتوبر ۲۰۰۰ء کا شمارہ ہے جس کے اوپر تحقیق رسرقہ کا عنوان درج ہے۔راجہ رشید محمود کی ادارت میں شائع ہونے والے اس شمارے میں الگ الگ مصنفین کا ذکر یا تحریر نہیں بلکہ واحد تحریر کنندہ کے طور پر ڈاکٹر محمد سلمان شاہ کا نام درج ہے۔

اس رسالے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کا پہلا حصہ عملی تحقیق یا تنقید کا نمونہ ہے۔رسالے کے تقریباً آدھے صفحات پر مشتمل اس حصے میں ایک جعل سازی یعنی ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی کے پی ایچ ڈی کے لیے کی گئی تحقیق کی حقیقت بے نقاب کی گئی ہے، اور اس میں ''سرقہ'' کا پتہ چلایا گیا ہے۔ڈاکٹر موصوف نے ''اردو مولودنامے۔۔تحقیق،تنقید،تاریخ'' کے موضوع پر شعبۂ اردو اقبالیات اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور سے تحقیق کرتے ہوئے دراصل اس موضوع کے ایک اور مقالے سے بغیر مأخذ ومراجع یا حوالہ دیے اپنی ''تحقیق'' مکمل کی ہے۔ چنانچہ رسالے کے اس حصے میں اس جعل سازی کا تفصیل سے ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں علمی وادبی اور مذہبی کتب میں اسی نوعیت کی کیے گئے چھوٹی موٹی سرقات کی نشاندہی کی گئی ہے۔بقول مصنف کے اس میں کسی خاص ادبی جتھے یا کسی خاص مسلک کو نشانہ نہیں بنایا گیا، بلکہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی سعی کی گئی ہے۔یہ حصہ اگرچہ زیادہ تر دیگر علمی تصانیف سے متعلق ہے، لیکن نئے ادبی محقق کے لیے بھی تربیت وعبرت کا سامان رکھتا ہے۔اس حصے میں ایک جگہ ''سید وقار عظیم کا سرقہ'' کے ایک ذیلی عنوان کے تحت یہ تفصیل بھی درج ہے:

> ''سید مسعود حسن رضوی ادیب کی کتاب ''لکھنؤ کا عوامی سٹیج'' میں ایک مضمون ''امانت لکھنوی'' شامل تھا۔یہ کتاب ۱۹۵۷ء میں سلیمی پریس الہ آباد سے شائع ہوئی تھی۔یہ مضمون سید وقار عظیم نے ''اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' کی تیسری جلد میں اپنے نام سے طبع کروادیا۔دونوں کی عبارت بالکل ایک جیسی ہے البتہ کہیں کہیں چند جملے حذف کردیے گئے ہیں۔آخر میں ماخذ کی فہرست شامل ہے جس کے بارے میں ممتاز لیاقت رقم طراز ہیں:
>
> ''اس کے بعد فاضل مضمون نگار نے مأخذ کی فہرست دی ہے۔اگرچہ اس موازنے کے بعد ظاہر ہے کہ فہرست کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔لیکن یہ مأخذ کی فہرست بھی مسعود حسن رضوی کی مذکورہ کتاب کے آخر میں دی گئی طویل فہرست میں سے انتخاب ہے۔

البتہ ایک دو نام اپنی طرف سے مضمون نگار نے ''تبرکاً'' بڑھا دیے ہیں۔''(۷)

یہ حصہ کوئی ۶۸ حوالہ جات کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے،اور قابلِ مطالعہ مواد کا حامل ہے۔

رسالے کا تیسرا حصہ ''جامعات کے تحقیقی مقالات پر ایک نظر'' کے موضوع پر ہے، جو ۲۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ایک کارآمد اور معلومات افزا تحریر ہے۔اس حصے میں دانش گاہوں میں ہونے والی تحقیق کے معیار میں آنے والی پستی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔انھوں نے جعل سازی اور سرقہ کو اس کی ایک اہم وجہ قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں ان کی یہ تجویز قابلِ غور ہے کہ پی ایچ ڈی کا ہر امیدوار اپنے مقالہ کے شروع میں ایک حلف نامہ (Declaration) دے کہ اس نے اس سے قبل اس مقالہ پر کوئی ڈگری حاصل نہیں کی اور نہ آئندہ کرے گا۔ انھوں نے لکھا ہے کہ مغرب میں اس قسم کا حلف نامہ مقالہ کے شروع میں دیا جاتا ہے۔ڈاکٹر محمد سلطان شاہ (موآلف) نے اس حوالے سے اپنے پی ایچ ڈی مقالے میں شامل حلف نامے کو بطور مثال پیش کیا ہے:

> ''میں حلفاً اعلان کرتا ہوں کہ یہ مقالہ میری ذاتی تحقیق کا نتیجہ ہے اور اسے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے ذاتی طور پر میں نے خود مرتّب کیا ہے، یہ تحقیقی کام اس ڈگری کے لیے نہ تو کسی دوسری یونیورسٹی میں پیش کیا گیا اور نہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔''(۸)

رسالے کا یہ حصہ ادبی تحقیق کے زیادہ قریب ہے،اور نہ صرف ادبی محقق کے لیے مفید ہے بلکہ عام قاری کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہے۔

مجموعی طور پر رسالہ ''نعت'' کا یہ شمارہ اردو فنِ تحقیق کی روایت میں انکشافی نوعیت کا اضافہ ہے۔ادبی تحقیق میں جعل سازی کی مثالیں اس سے پہلے بھی ملتی ہیں۔ڈاکٹر خلیق انجم کی کتاب ''متنی تنقید'' میں ایک مختصر باب اس کی واضح مثال ہے، لیکن نسبتاً نئی تحقیقات کے ذیل میں غالباً اس شمارے میں پہلی مرتبہ اس نوعیت کے مواد کو بے نقاب کیا گیا ہے۔رسالے کے اس شمارے میں نہ صرف جعل سازی اور سرقہ کی مثالیں منظر عام پر لائی گئی ہیں بلکہ جامعات میں تحقیق کی ابتر صورتِ حال پر بھی گرفت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ شمارہ گویا اردو محققین کو ایک دعوتِ فکر دیتا ہے۔اس کے موآلف نے یقیناً اس سلسلے میں بڑی محنت سے کام لیا ہے۔اور باقاعدہ جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں اپنا نقطۂ نظر پیش کر دیا ہے۔اس کا اندازہ ہر حصے کے آخر میں دیے گئے حوالہ جات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔مختصراً یہ کہ رسالے کا یہ مواد اس قابل ہے کہ اِسے جلد سے جلد کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے ،تا کہ اس قسم کہ جعل سازوں کی حوصلہ شکنی ہو اور اردو تحقیق کا معیار بلند ہو۔

اقبالیاتی تحقیق

اقبالیاتی تحقیق کی اشاعت حال ہی (۲۰۰۷ء) میں انجم پبلشرز، راولپنڈی کے زیر اہتمام ہوئی ہے۔یہ کتاب دراصل مصنف کے زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے اور ایم فل اقبالیات کے سلسلے میں لکھے گئے کورس کی مشقوں (۹) پر مشتمل ہے۔یہی وجہ ہے کہ نہ ان میں ربط ہے نہ ترتیب اور نہ اس میں پیش کیا ہوا مواد اتنے اہم موضوع کے شایاں نشان ہے۔بس چند ایک موضوعات جن میں بعض اقبالیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے، پر مواد یکجا کر کے مضامین (۱۰) تیار کیے گئے ہیں اور پھر اُن کو کتابی صورت دے دی گئی ہے۔

علامہ اقبال ہمارے ادب کا ایک روشن باب ہے۔وہ بذات خود ایک دور ہے۔انہوں نے پوری دنیا کو جہاں تک ان کے نظریات پہنچے ہیں متاثر کیا ہے۔ان کے نظریات متنوع ہیں جو جدید بھی ہیں اور فلسفیانہ بھی۔ بڑے بڑے نقادوں اور محققین نے ان کے فکر کا تعاقب کیا ہے لیکن ان کو سر کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ان کی فکر کے نئے نئے افق ابھی تک منظر عام پر آرہے ہیں۔اس صورت حال میں ان پر تحقیق کرنے والے الگ قسم کے مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔اقبالیاتی تحقیق ایک چیلنج سے کم نہیں اور پھر اس کیلئے اصول متعین کرنا اور بھی دشوار کام ہے۔بااین ہمہ زیر بحث تالیف اس اہم موضوع کی طرف محض توجہ دلانے والی کتاب کا درجہ رکھتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔

جہاں تک اس کے مندرجات کا تعلق ہے تو اس میں ۹ ابواب ہیں جن کو آئینہ ۱، آئینہ ۲ سے ظاہر کیا گیا ہے۔حواشی اور کتابیات کو بھی ایک آئینہ شمار کیا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔ابتدائی تحریریں روایتی نوعیت کی ہیں جن سے مصنف اور کتاب کی افادیت پر روشنی پڑتی ہے۔ایک تحریر میں مصنف کے حوالے سے درج ہے:

> ''ڈاکٹر محمد وسیم نے اقبالیات میں ایم فل کیا اور پھر اسی موضوع پر پی ایچ ڈی بھی کی۔اگر یہ کہا جائے کہ وہ اقبالیات کے ماہر ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔درس و تدریس کی مجبوریاں اپنی جگہ لیکن انہوں نے تخلیقی سطح پر بھی اقبال سے اپنا ناتا نہیں توڑا ہے۔اقبال کی نظم و نثر کے حوالے سے تحقیقی کام کے انمول ذخیرے کے بعد انہوں نے ''اقبالیاتی تحقیق'' کے موضوع پر بھی اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں۔'' (۱۱)

مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین فتح محمد ملک کے نام معنون یہ کتاب اپنے عنوان سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتی۔مثلاً کتاب کا ساتواں اور آٹھواں باب اقبالیات کے کسی بحث سے یکسر خالی ہیں۔دیگر ابواب بھی

اقبالیات سے کافی حد تک دور ہیں لیکن ان میں ذیلی طور پر مواد شامل کر کے موضوع کے قریب لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کے پہلے باب ''فن تحقیق'' کے آخر میں اقبالیاتی محقق کے اوصاف شامل کر کے موضوع کے قریب لایا گیا ہے۔ دوسرے اور تیسرے باب میں بھی یہی صورت حال ہے۔ غرض پوری کتاب میں اس نوعیت کی کمزوریاں موجود ہیں۔

کتاب کے ابواب کے مختلف حصے بھی آپس میں میل نہیں کھاتے۔ ان کے مطالعے سے کوئی مجموعی تاثر نہیں بنتا۔ اگر چہ عنوانات متاثر کن ضرور لگتے ہیں۔ اس کے تمام مواد میں ایک انتشار کی کیفیت ہے۔ اس سے آگے بڑھے تو کتاب کی ایک اور کمزوری سامنے آتی ہے اور وہ ہے ربط تحریر کی کمی۔ عنوانات کا تو کیا کہنا اس کے مختلف پیراگراف بھی آپس میں ربط نہیں رکھتے بلکہ پیراگراف کے مختلف حصوں میں بھی ربط نہیں ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دوسری کتابوں سے مواد لے کر بے شمار حوالے دیے گئے ہیں۔ ہر ہر پیراگراف میں دو یا تین حوالے نظر آتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگا یا جاسکتا ہے کہ ۱۴۵ صفحات کے بنیادی متن کے لیے تقریباً ۳۸ صفحات پر حواشی و کتابیات ملتے ہیں اور وہ بھی مختصر فونٹ میں۔ تحریر میں روانی کی کوشش کے باوجود فقدان ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ کتاب ایک نوجوان طالب علم کے **Assignments** پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اس کا معیار بلند نہیں۔ اس کا عنوان انتہائی متاثر کن اور علمی ہے جس سے توقع ہوتی ہے کہ یہ اقبالیاتی محقق کے لیے ایک تحفہ ہوگی لیکن حقیقت کافی حد تک اس کے برعکس ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ کتاب مضامین و مقالات سے قطع نظر اچھی کوشش ہے جو اقبالیاتی تحقیق کی طرف توجہ مبذول کراتی ہے۔ اس کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس کی ترتیب جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں کی گئی ہے۔ خاص کر اس کی کتابیات پر کافی محنت صرف کی گئی ہے۔ حواشی ہر آئینے کے الگ الگ لیکن آخر میں یکجا دیے گئے ہیں۔ کتابیات کی ترتیب بھی الف بائی اور مناسب ہے جس کے آخر میں چند رسائل کی فہرست بھی موجود ہے۔

حواشی

۱۔ کتابِ مذکور، ص: ۳

۲۔ یہ مقالہ ''میثاق''(لاہور)جنوری تا اپریل ۱۹۶۸ء(چار اقساط) میں بھی چھپا ہے۔

۳۔ کتاب مذکور، ص: ۴۸

۴۔ کتاب مذکور، ص: ندارد (تعارف)

۵۔ ''جدید رسمیاتِ تحقیق'' لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۹

۶۔ کتاب مذکور، ص: (تعارف)

۷۔ رسالہ مذکور، ص: ۱۲۴/۱۲۳

۸۔ ایضاً، ص: ۱۵۸

۹۔ کتاب مذکور، ص: ۱۵

۱۰۔ یہ تمام تحریریں مختلف رسائل میں بھی اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔

۱۱۔ کتاب مذکور، ص: ۲۱

باب ہفتم:

اُردو فنِ تحقیق پر مطبوعہ "مضامین ومقالات"

(ابتداء سے تا حال "۲۰۰۶ء")

☆۔ابتداء سے ۱۹۶۰ء تک کے مضامین ومقالات۔ ☆۔۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۰ء تک کے مضامین ومقالات۔ ☆۔۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۰ء تک کے مضامین ومقالات۔ ☆۔۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۰ء تک کے مضامین و مقالات۔ ☆۔۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۰ء تک کے مضامین ومقالات۔ ☆۔۲۰۰۱ء سے تا حال (۲۰۰۶ء) تک کے مضامین ومقالات۔

تحقیقی مواد کا ایک بڑا حصہ مضامین کی صورت میں برصغیر پاک وہند کے مختلف علمی وادبی رسائل اور دانشگاہوں کے تحقیقی مجلّات میں چھپا ہوا ہے۔جیسے کہ تحقیقی روایت کے مطابق اردو میں جداگانہ کتابوں کا آغاز بہت بعد میں ہوا، ہمارے ہاں ملنے والی روایت کے مطابق اکثر تحقیقی مضامین الگ الگ مختلف وقتوں میں لکھے گئے اور انہیں رسائل وجرائد میں اشاعت کے لیے بھیج دیا گیا۔ایسے رسائل جن میں ساٹھ اور ستر کی دہائی میں تحقیقی مضامین کے نمونے ملنا شروع ہو جاتے ہیں،اُن میں ''اردو نامہ''(کراچی)،''آج کل''(دہلی)،''صبح''(نئی دہلی)،''ہماری زبان''(علی گڑھ)،''المعارف''(اعظم گڑھ)،''نوائے ادب''(بمبئی)، ''قومی زبان'' (کراچی)،''علی گڑھ میگزین''(علی گڑھ)،''اردو''(اورنگ آباد)۔۔۔وغیرہ شامل ہیں۔

ہمارے موضوع کا اوّلین مأخذ یہی مضامین ہیں۔جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اور تحقیقی مراجع اور مصادر کی دستیابی میں سہولتیں پیدا ہوئیں ویسے ویسے ان مضامین میں بھی نظر ثانی کی گنجائش محسوس ہوئی ہے۔ان میں سے کئی مضامین ایسے ہیں کہ جب وہ بعد میں کتابی شکل میں مرتب ہوئے تو ان کے اندر کچھ تبدیلیاں بھی نظر آئیں۔ان تبدیلیوں کی نوعیت عام طور پر تین طرح کی ہیں:

1۔ بعض مضامین کے عنوان جزوی طور پہ بدل دیے گئے۔مثلاً ڈاکٹر تبسم کاشمیری کا ایک مضمون (ہماری زبان) میں ''جدید اردو تحقیق'' کے نام سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔لیکن اسی سال (ماہ نو) میں ''جدید اردو تحقیق،افکار و مسائل'' کے نام سے ملتا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب ''ادبی تحقیق کے اصول'' میں بھی اس مضمون کو اس نئے نام سے شامل رکھا ہے۔

2۔: بعض مضامین میں عنوان کے بجائے ترمیم واضافہ کیا گیا،اُن میں کچھ حصہ حذف کر دیا گیا اور بہتر سے بہتر کی تلاش میں ان میں بعض ضروری اضافے کر دیے گئے۔

3۔ بعض مضامین ایسے بھی ہیں جن میں جزوی ترمیم واضافہ کے بجائے نمایاں طور پر تبدیلی نظر آتی ہے نظر ثانی شدہ مضمون کی صورت جو بعد میں کتابی شکل میں دستیاب ہوئی ہے وہ پہلے سے بہت مفید اور بہتر ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہیں کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بعض محققین نے نئی دستیاب معلومات کی روشنی میں

اپنے مضامین کو ایک بہتر اور منضبط صورت دی ہے۔ایسی تبدیلیاں نظر ثانی کی بجائے اضافے کا درجہ رکھتی ہیں ۔بعض صورتوں میں ایسا بھی محسوس ہوا ہے کہ پہلے لکھے گئے مضامین کا مقصد تحقیق کی تدریس سے متعلق تھا۔بعد میں ان مضامین کو اس حوالے سے ازسرِ نو ترتیب دیا گیا ہے کہ جس سے طلباو طالبات کی تدریسی ذمہ داریاں بھی پوری ہو سکی۔ایسے مضامین میں مواد تو کم وبیش پہلے والا ہی ہے لیکن اس کی پیش کش **(Presentation)** میں ترتیب اور سہولیات کا زیادہ خیال رکھا گیا۔

ہمارے اب تک کے موضوع کا تعلق تحقیقی مواد پر مشتمل کتب کے جائزے سے رہا ہے جس کا ذکر ہم گذشتہ ابواب میں کر آئے ہیں۔تاہم اسی موضوع کی توسیعی مطالعے کے لیے آنے والے صفحات میں ہم ایسے مضامین ومقالات کی سنہ وار فہرست بھی دے رہے ہیں جو تحقیق کے حوالے سے لکھے گئے۔ان مضامین میں سے کئی مضامین کی بازگشت یا ان کا اعادہ بعد میں چھپنے والی کتابوں میں نظر آتا ہے اور ان کا ذکر بھی ہم ان کتابوں کے ذیل میں کر چکے ہیں۔تاہم کچھ مضامین ایسے بھی ہیں جو ابھی تک رسائل میں بکھرے ہوئے ہیں اور کتابی شکل میں نہیں آئے۔ان مضامین کی کتابی شکل میں جمع آوری ایک جداگانہ موضوع ہے،سرِ دست ہم اپنی معلومات کے مطابق ان مضامین کی نشاندہی کر رہے ہیں جو اس مقالے کے تحقیقی سفر میں مختلف رسائل و کتب کے حوالے سے ہماری آگہی میں آئیں۔فہرست میں پہلی اشاعت کو مدنظر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر اشاعتوں کی وضاحت حاشیہ میں کر دی گئی ہے۔واضح رہے کہ عام کتابوں میں پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آنے والے مضامین کے برعکس جو مضامین خالص فنِ تحقیق کے دیگر کتب یا مجموعوں میں شامل ہیں اُن کی نشاندہی متعلقہ کتابوں کے تحت گذر چکی ہے۔

یہاں اس بات کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ ان میں بعض مضامین کا حوالہ ثانوی مصدر کے طور پر دستیاب ہوا ہے۔ایسے مضامین میں بعض کے مکمل اشاعتی کوائف دستیاب نہیں ہیں۔

ابتداء سے ۱۹۶۰ء تک کے مضامین ومقالات

- شہادتِ کلام۔ — محمود شیرانی،حافظ۔
  اردو (اورنگ آباد) اپریل ۱۹۲۲ء(۱)
- تحقیق وتنقید۔ — عبداللہ،سیّد،ڈاکٹر۔
  نیا دور (کراچی) شمارہ ۶/۷،۱۹۵۶ء(۲)
- جدید علمی تحقیق کا طریق کار۔ — ابواللیث صدیقی،ڈاکٹر۔

برگِ گل (کراچی) ۱۹۵۸ء (۳)

- ادبی تحقیق کا بنیادی اصول۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔

افکار (کراچی) جنوری ۱۹۵۸ء

- اردو میں تحقیق۔ آل احمد سرور۔

ہماری زبان (علی گڑھ) اپریل ۱۹۵۸ء

- تاریخی تحقیق کے بعض بنیادی مسائل/اصول نذیر احمد، ڈاکٹر۔

علی گڑھ میگزین (علی گڑھ) شمارہ ا، ۱۹۵۹ء (۴)

- اردو ادب اور تحقیق عبدالودود، قاضی۔

فکر و نظر (کراچی) ستمبر ۱۹۵۹ء (۵)

- اردو ادب اور تحقیق مظفر علی سیّد۔

نقوش (لاہور) اگست ۱۹۶۰ء

درجہ بالا مضامین اردو فن تحقیق کے اوّلین نمونے ہیں جو ابتداء سے ۱۹۶۰ء تک منظر عام پر آئے۔ ان سے اردو فن تحقیق کی روایت کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ ان مضامین میں سے بیشتر اگرچہ خالص ادبی تحقیقی اصولوں پر مبنی نہیں ہیں، تاہم ان کی اشاعت سے تحقیق اور اس کے مسائل کی طرف خاطر خواہ توجہ مبذول ہوئی۔ تحقیق وتنقید کے تعلق کا اندازہ ہوا اور تحقیق کے بعض مسائل سامنے آئے نیز تحقیق کے اصولوں کی پہچان ہونے لگی۔ ان مضامین سے اردو تحقیق کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ ہوا، جس کے بعد اس کی بہتری کے لیے تگ و دو بڑھنے لگی۔ تحقیق کے مسائل معلوم کرنے اور ان کے سدباب کے لیے تحقیقی اصولوں پر زور دی جانے لگی۔ اس مقصد کے لیے محققین کی بڑی تعداد نے تحقیق کے اصولوں کو زیر بحث لانا شروع کیا۔ چنانچہ آنے والے برسوں میں نہ صرف مضامین کی صورت میں اصول تحقیق کی روایت تیز ہوئی بلکہ کتابوں کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔

۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۰ء تک کے مضامین ومقالات

- تحقیق متن کے اصول۔ (ترجمہ) فضل الرحمن ندوی، ڈاکٹر۔

فکر و نظر (علی گڑھ) اپریل ۱۹۶۱ء (۶)

- تحقیق وتنقید کے مقامات اتصال۔ عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر۔

اردو نامہ (کراچی) اپریل تا جون ۱۹۶۱ء

- پاکستان میں علمی تحقیق۔ عبدالسلام، خورشید۔

قومی زبان (کراچی) اگست ۱۹۶۱ء

- اردو تحقیق و تنقید۔ احتشام حسین رضوی، سیّد

جامعہ (نئی دلی) ستمبر ۱۹۶۱ء (۷)

- مواد، ہیئت اور اسلوب۔ عندلیب شادانی، ڈاکٹر۔

صحیفہ (لاہور) اپریل ۱۹۶۲ء

- صحتِ متن۔ عبدالودود، قاضی۔

تحریک (دہلی) ستمبر ۱۹۶۲ء (۸)

- سرقہ اور توارد۔ عندلیب شادانی، ڈاکٹر۔

مشمولہ "تحقیق کی روشنی میں" شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۳ء

- تحقیق اور تصحیح متن کے مسائل۔ نذیر احمد، ڈاکٹر۔

نقوش (لاہور) شمارہ ۔۹۷، مارچ ۱۹۶۳ء (۱۰)

- تحقیق سے تخلیق تک۔ مجتبیٰ حسین۔

نگارِ پاکستان (کراچی) سالنامہ ۱۹۶۳ء

- اردو ادب کے مطالعہ و تحقیق سے متعلق چند مسائل۔ حامد حسین، ڈاکٹر۔

شاعر (بمبئی) اکتوبر ۱۹۶۳ء

- تحقیق کے تقاضے۔ گیان چند، جین۔

مشمولہ "تحریریں" ادارہ فروغ اردو لکھنؤ، ۱۹۶۴ء (۱۱)

- اردو میں کتابیات کی ترتیب اور اس کے اصول۔ حامد حسین، ڈاکٹر۔

ہماری زبان (نئی دلی) مارچ ۱۹۶۴ء

- اردو میں جدید تحقیق کا آغاز۔ محمود الٰہی، ڈاکٹر۔

فکر و نظر (علی گڑھ) جولائی ۱۹۶۴ء (۱۲)

- تحقیقی اداروں میں باہمی ربط کی ضرورت ۔افتخار حسین، آغا ۔
افکار (کراچی) اکتوبر ۱۹۶۴ء
- تدوین وطباعت کا معیار اور ترقی اردو بورڈ کی ذمہ داریاں ۔ رالف رسل ۔
اردو نامہ (کراچی) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۴ء
- تحقیق وتنقید ۔ نگیندر، پروفیسر ۔
آج کل (دہلی) دسمبر ۱۹۶۴ء
- اہل قلم او راہل تحقیق حضرات کی خدمت میں چند معروضات ۔ افتخار حسین، آغا ۔
نگار پاکستان (کراچی) جون ۱۹۶۵ء (۱۳)
- تحقیق اور اس کا طریق کار ۔ عندلیب شادانی، ڈاکٹر ۔
صحیفہ (لاہور) جولائی ۱۹۶۵ء (۱۴)
- تحقیق بر پروشان ۔ عبدالودود، قاضی ۔
آج کل (دہلی) دسمبر ۱۹۶۵ء
- فنِ تحقیق ۔ غلام مصطفٰی خان، ڈاکٹر ۔
نقوش (لاہور) جنوری ۱۹۶۶ء (۱۵)
- قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل ۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر ۔
صبح (نئی دہلی) مئی ۱۹۶۶ء (۱۶)
- یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق ۔ گیان چند، جین، ڈاکٹر ۔
صبح (نئی دہلی) مئی ۱۹۶۶ء (۱۷)
- ادبی تحقیق او رحقائق ۔ خلیق انجم، ڈاکٹر ۔
صبح (نئی دہلی) جولائی ۱۹۶۶ء (۱۸)
- اردو میں تحقیق اور اس کے کچھ مسائل ۔ نکہت فرید ۔
صبح (نئی دہلی) جولائی ۱۹۶۶ء (۱۹)
- تحقیق وتنقید ۔ ملک حسن اختر ۔

ادبِ لطیف (لاہور) شمارہ ۹/۱۰، ۱۹۶۶ء

- اردو میں تحقیق۔ مالک رام۔

قومی زبان (کراچی) شمارہ ۱، ۱۹۶۷ء

- ادبی تحقیق کے بعض مسائل۔ محمد حسن، پروفیسر؛ ڈاکٹر۔

نوائے ادب (بمبئی) اپریل/جولائی ۱۹۶۷ء (۲۰)

- تحقیق سے متعلق بعض مسائل۔ رشید حسن خان۔

نوائے ادب (بمبئی) اپریل و جولائی و اکتوبر ۱۹۶۷ء اور جنوری و فروری ۱۹۶۸ء (۲۱)

- تحقیق اور مواد کی فراہمی کا مسئلہ۔ محمد عقیل سیّد، ڈاکٹر۔

نقوش (لاہور) مئی ۱۹۶۷ (۲۲)

- کلاسیکی متن کی ترتیب۔ گیان چند ڈاکٹر۔

شب خون (الہ آباد) ستمبر ۱۹۶۷ء (۲۳)

- اہل تحقیق کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق کی ضرورت۔ افتخار حسین، آغا۔

مشمولہ "یورپ میں تحقیقی مطالعے" (از مصنف) مجلس ترقی ادب، نومبر ۱۹۶۷ء

- ریسرچ کی بیماری۔ عبداللطیف، حکیم۔

افکار (کراچی) سالنامہ ۱۹۶۸ء

- شعبۂ عثمانیہ یونیورسٹی میں تحقیقی کام کی رفتار۔ فرزانہ بیگم۔

کتابی دنیا (کراچی) اپریل مئی جون ۱۹۶۸ء

- تحقیق کے تقاضے۔ وحید قریشی، ڈاکٹر۔

صحیفہ (لاہور) اکتوبر ۱۹۶۸ء (۲۴)

- پاکستان میں اردو تحقیق کے دس سال۔ "اداریہ"

صحیفہ (لاہور) اکتوبر ۱۹۶۸ء

- مجلسِ ترقی ادب کا دس سالہ تحقیقی کام۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر۔

نیرنگ خیال (راولپنڈی) سالنامہ ۱۹۶۹ء

- اسلامی تحقیق اس کے معانی، مدعا اور طریق کار۔ محمد رفیع الدین، ڈاکٹر۔
میثاق (لاہور) جنوری تا اپریل ۱۹۶۹ء (چار اقساط)۔(۲۵)
- ادبی تحقیق ایک مستقل فن۔ مظفر اقبال۔
ہماری زبان (علی گڑھ) فروری ۱۹۶۹ء
- تحقیق کے مسائل۔ گیان چند، ڈاکٹر۔
نوائے ادب (بمبئی) اپریل ۱۹۶۹ء (۲۶)
- تحقیق و تنقیح۔ وارث سرہندی۔
فنون (لاہور) نومبر دسمبر ۱۹۶۹ء
- تدوینِ متن۔ نذیر احمد ڈاکٹر۔
آج کل (نئی دہلی) ۱۹۷۰ء
- تدوین کے اصول و مدارج۔ محمد انصار اللہ نظر، ڈاکٹر۔
فکر و نظر (علی گڑھ) اپریل و جولائی ۱۹۷۰ء (۲۷)
- تنقید متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
نوائے ادب (بمبئی) جولائی ۱۹۷۰ء (۲۸)
- اردو میں لسانیاتی تحقیق۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر۔
نوائے ادب (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۰ء

حافظ محمود شیرانی کی مختصر تحریر ''شہادت کلام'' کے بعد سے ۱۹۶۰ء تک ہمیں محض سات یا آٹھ مضامین مل جاتے ہیں، لیکن ساتویں دہائی میں داخل ہو کر اس رفتار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ چنانچہ اس عشرے میں ہمیں مزید ۴۳ نئے مضامین دستیاب ہو جاتے ہیں۔ اس دہائی میں چونکہ تحقیق کے حوالے سے کتابوں کا سلسلہ بھی شروع ہوا لہٰذا یہ عرصہ اس روایت میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس دوران تحقیق اور اصولیات تحقیق کی طرف توجہ بڑھی اور اردو ادب کے حوالے سے اس اہم ضرورت کا احساس عام ہوا۔

اس عشرے میں شائع ہونے والے مضامین زیادہ تر تحقیق کے مسائل اور تدوین متن سے متعلق ہیں۔ بعض مضامین میں تحقیق اور تنقید کے مقامات اتصال تلاش کرنے کی کوشش بھی نظر آتی ہے۔ یونیورسٹی تحقیق کے ہلکے

پھلکے جائزے بھی نظر آتے ہیں۔اس دور کے مضامین میں تحقیق کو ایک مشکل کام تصور کیا گیا ہے اور اس کی اہمیت سے کہیں زیادہ اس کی مشکلات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔واضح رہے کہ اس دور کے بعض مضامین ایک سے زیادہ مقامات پر اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔

۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۰ء تک کے مضامین ومقالات

- تحقیق متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
  نوائے ادب (بمبئی) جنوری ۱۹۷۱ء (۲۹)
- تاریخ متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
  نوائے ادب (بمبئی) جولائی ۱۹۷۱ء (۳۰)
- تاریخ کتابت متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
  نوائے ادب (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۱ء (۳۱)
- کاوش تحقیق۔ حنیف فوق، ڈاکٹر۔
  افکار (کراچی) دسمبر ۱۹۷۲ء
- ہندوستان میں اردو تحقیق کی رفتار ایک جائزہ۔ گیان چند، ڈاکٹر۔
  مشمولہ ''تجزیے''(از مصنف) مکتبہ جامعہ لمٹڈ، نئی دہلی ۱۹۷۳ء (۳۲)
- تاریخ طباعت متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
  نوائے ادب (بمبئی) جنوری ۱۹۷۳ء (۳۳)
- تصحیح متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
  نوائے ادب (بمبئی) جولائی ۱۹۷۳ء (۳۴)
- ترتیب متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
  نوائے ادب (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۳ء (۳۵)
- اردو تحقیق میں غیر مسلموں کی خدمات۔ گیان چند، ڈاکٹر، جین۔
  اردو ادب (نئی دہلی) شمارہ نمبر ۳/۴۔۱۹۷۳ء (۳۶)
- اردو تحقیق کی سمت ورفتار۔ محمد حسنین۔

آج کل (دہلی) نومبر ۱۹۷۳ء

- علمی تحقیق کے لیے جدید سہولتیں۔ احمد خان۔

فکرونظر (اسلام آباد) دسمبر ۱۹۷۳ء

- حافظ محمود شیرانی؛ تحقیق کا طریق کار اور معیار۔محمد باقر، پروفیسر ڈاکٹر،

اورینٹل کالج میگزین (لاہور) جلد نمبر ۵۰، شمارہ مشترک ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹۔۱۹۷۴ء

- تخشیہ متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔

نوائے ادب (بمبئی) جنوری ۱۹۷۳ء (۳۷)

- اردو تحقیق پر ایک نظر۔ گیان چند، ڈاکٹر۔

آج کل (دہلی) جنوری ۱۹۷۴ء (۳۸)

- تحقیق وتنقید کا باہمی رشتہ۔ وہاب اشرفی۔

آج کل (دہلی) جولائی ۱۹۷۴ء

- تعلیقات متن۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔

نوائے ادب (بمبئی) جولائی ۱۹۷۴ء (۳۹)

- مخطوطات شناسی۔ ضیاً احمد بدایونی۔

مشمولہ "مسالک ومنازل" (مجموعۂ مضامین از مصنف) مکتبہ جامعہ لمٹڈ، نئی دہلی ۱۹۷۵ء (۴۰)

- مسائل تحقیق۔ کوثر نیازی۔

فکرونظر (اسلام آباد) مئی ۱۹۷۶ء (یومِ تاسیس نمبر)

- متن کی تصحیح کا طریقہ۔ محمد ہاشم، سید۔

علی گڑھ میگزین (علی گڑھ) شمارہ نمبر ۷۷، ۱۹۷۶ء

- عصری تحقیق کے کچھ اصول۔ مالک رام۔

شاعر (بمبئی) شمارہ نمبر ۵/۶/۷۔۱۹۷۷ء (ہم عصر اردو ادب نمبر)

- ادبی تحقیق کے وسائل۔ خوشحال زیدی، سرسوی۔

گنگ وجمن (کانپور) جنوری ۱۹۷۷ء

- جدید سائنسی تحقیق اور تحشیہ نگاری۔ شباب ونہاروی۔
کتاب (لاہور) مئی و جون ۱۹۷۷ء
- حوالہ اور صحت متن۔ رشید حسن خان۔
شاعر (بمبئی) شمارہ نمبر ۵ تا ۷۔۱۹۷۷ء (ہم عصر اردو ادب نمبر) (۴۱)
- تقابلی ادب میں تحقیق۔ محمد یاسین، ڈاکٹر۔
الفاظ (علی گڑھ) جولائی و اگست ۱۹۷۷ء
- مقالہ کی تسوید۔ خوشحال زیدی۔
سب رس (حیدر آباد، دکن) ستمبر ۱۹۷۷ء (۴۲)
- اردو میں تحقیق کے مسائل۔ حامد حسین، سید ڈاکٹر۔
صبح اُمید (لکھنؤ) ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۷ء
- تحقیق اور اس کا طریقِ کار۔ محمد یوسف۔
ملتان یونیورسٹی میگزین (ملتان) شمارہ نمبر؟ ۷۸۔۱۹۷۷ء
- بھوپال میں اردو تحقیق۔ عزیز انصاری۔
آج کل (دہلی) جنوری ۱۹۷۸ء
- راجھستان میں اردو تحقیق۔ ابوالفیض عثمانی۔
تحریک (دہلی) جنوری ۱۹۷۸ء
- مسعود حسن رضوی ادیب بحیثیت مرتب متن۔ گیان چند، ڈاکٹر۔
مشمولہ ''حقائق''، نیشنل آرٹ پریس، الہ آباد ۱۹۷۸ء
- اجتماعی تحقیق اور اس کی منصوبہ بندی (ایک خطبہ)۔ گیان چند، ڈاکٹر۔
مشمولہ ''حقائق''، نیشنل آرٹ پریس، الہ آباد ۱۹۷۸ء
- اُردو تحقیق کی رفتار جامعہ بمبئی میں۔ نظام الدین، ایس گوریکر، ڈاکٹر۔
نوائے ادب (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۸ء (۴۳)
- اُردو تحقیق و تدوین کے پچیس سال۔ محمد ہاشم، سید۔

علی گڑھ میگزین (علی گڑھ) شمارہ۸۲ـ۱۹۷۹ء (۴۴)

- ۔ اردو میں تحقیق وتدوین (۱۹۴۰ء تا ۱۹۸۰ء) ۔ گیان چند، ڈاکٹر۔

علی گڑھ میگزین (علی گڑھ) شمارہ۸۲ـ۱۹۷۹ء (۴۴)

- ۔ متنی تحقیق کے مسائل ۔ گیان چند، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''ذکروفکر'' (مجموعۂ مقالات ازمصنف) نیشنل آرٹ پرنٹرز، (الٰہ آباد) ۱۹۸۰ء (طبع اول)

- ۔ اردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلی ۔ گیان چند، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''ذکروفکر'' (مجموعۂ مقالات ازمصنف) نیشنل آرٹ پرنٹرز، (الٰہ آباد) ۱۹۸۰ء (طبع اول)

- ۔ اردو تحقیق آزادی کے بعد (۱۹۶۸ء تک) گیان چند، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''ذکروفکر'' (مجموعۂ مقالات ازمصنف) نیشنل آرٹ پرنٹرز، (الٰہ آباد) ۱۹۸۰ء (طبع اول)

- ۔ اردو تحقیق ۱۹۶۸ء سے تا حال ۔ گیان چند، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''ذکروفکر'' (مجموعۂ مقالات ازمصنف) نیشنل آرٹ پرنٹرز، (الٰہ آباد) ۱۹۸۰ء (طبع اول)

- ۔ مخطوطات شناسی میں املائی خواصَ نذیر احمد، ڈاکٹر۔

خدا بخش لائبریری، (پٹنہ) ـ۱۹۸۰ء

- ۔ جدید اردو تحقیق تبسم کاشمیری، ڈاکٹر۔

ہماری زبان (نئی دہلی)، ۱۹۸۰ء (۴۵)

- ۔ سائیٹفک تحقیق عبدالودود قاضی ۔

طلوع اسلام (لاہور) فروری ۱۹۸۰ء

- ۔ کتابیات صلاح و تیاری واقسامَ محمد حیات اللہ خان ۔

کتاب (لاہور) جون ۱۹۸۰ء

- ۔ لسانی تحقیق کا سیاسی پہلوَ فتح محمد ملک ۔

مشمولہ ''اندازنظر'' (ازمصنف) ناشر: التحریر، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۰ء

- ۔ شعبۂ اردو میں تحقیق کی رفتارَ (شعبۂ اردو علی گڑھ کا خبر نامہ)۔

رفتار (علی گڑھ) اکتوبر ۱۹۸۰ء

- تحقیق تنقید   تنویر احمد علوی، ڈاکٹر۔
جامعہ (نئی دہلی) اکتوبر ۱۹۸۰ء

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا تحقیق اور اصولیات تحقیق پر ہمارے علمائے ادب کی توجہ عام ہوئی ۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۰ء تک کے عرصے میں بھی مضامین کی اشاعت کی رفتار پچھلے سالوں کی نسبت تیز تر رہی ۔اس دوران کم و بیش ۴۵ مضامین اس موضوع کے حوالے سے ہمیں دستیاب ہوتے ہیں ۔جو اصول تحقیق کی اس روایت کو مزید مستحکم کرتے دکھائی دیتے ہیں ۔چونکہ کتابوں کی اشاعت بھی شروع ہو گئی تھیں لہٰذا درجہ بالا اکثر مضامین مرتبہ مجموعوں میں بھی شامل ہوئے ۔جس سے ان کے اثر کا دائرہ وسیع تر ہوا۔

موضوعات کے حوالے سے دیکھیے تو اس دور میں بھی بنیادی موضوع کے طور پر تدوین متن، اس کی اہمیت اور اس کے اصولوں پر زور نظر آتا ہے۔خاص طور پر ڈاکٹر تنویر احمد علوی کی ''اصول تحقیق و ترتیب متن'' پہلے مضامین اور پھر کتابی صورت میں اسی دوران منظر عام پر آئی ۔اس دوران ڈاکٹر گیان چند نے اپنے مضامین میں ہندوستان میں ہونے والی تحقیقات کے جائزے پیش کیے ۔تحقیق کے مسائل کو بھی ان مضامین میں نظر انداز نہیں کیا گیا ۔تحقیق و تنقید کی وضاحت نسبتاً کم ہوئی ہے لیکن فن تحقیق میں نئے پہلوؤں کی طرف حقیقی توجہ اسی دور میں نظر آتی ہے۔

مجموعی طور پر یہ عرصہ مضامین کی حد تک کامیاب ہے ۔ان مضامین میں روایتی موضوعات کے ساتھ ساتھ نئے پہلوؤں کی کھوج بھی نظر آتی ہے اور ادبی تحقیق کی اہمیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔کتابوں کے دوش بدوش اس عرصے میں دستیاب ہونے والے مضامین یقیناً اردو اصولِ تحقیق کی روایت میں ایک گران قدر اضافہ کہے جا سکتے ہیں ۔اگرچہ کتابوں کی صورت میں بھی اس موضوع کو اس زمانے میں زیادہ اہمیت ملی ہے۔

۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۰ء تک کے مضامین و مقالات

- تنقید سے تحقیق تک ۔   کوثر چاند پوری۔
مشمولہ ''فکر و شعور'' (از مصنف) مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال ۔۱۹۸۱ء (اشاعت اول)
- مطالعاتی تحقیق ۔   [مصنف، رالف سی سٹیگر]، (ترجمہ، عاصم صحرائی)۔
کتاب (لاہور) جنوری ۱۹۸۱ء
- تحقیق اور تنقید ۔   خورشید سمیع ۔
زبان و ادب (پٹنہ) مئی و جون ۱۹۸۱ء

- تحقیق کے تین اقسام۔ تبسم کاشمیری ڈاکٹر۔
نگار پاکستان (کراچی) جون و جولائی ۱۹۸۱ء (۴۶)
- دستاویزی تحقیق۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر۔
اورینٹل کالج میگزین (لاہور) جولائی ۱۹۸۱ء (۴۷)
- ادبی تحقیق اور کتب خانے۔ نسیم فاطمہ۔
قومی زبان (کراچی) اگست ۱۹۸۱ء (۴۸)
- تحقیقی مباحث۔ تبسم کاشمیری ڈاکٹر۔
قومی زبان (کراچی) اگست ۱۹۸۱ء (۴۹)
- تحقیق کے طریقے۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر۔
نگار پاکستان (کراچی) اگست و ستمبر ۱۹۸۱ء
- تحقیقی موضوع کے انتخاب کا مسئلہ۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر۔
ماہ نو (لاہور) اکتوبر ۱۹۸۱ء (۵۰)
- تدوین متن کے مسائل کے بارے میں۔ رئیس نعمانی۔
خدابخش لائبریری جرنل (پٹنہ) شمارہ نمبر ۱۹۔ ۱۹۸۱ء
- شعبۂ اردو میں تحقیق کی رفتار۔ (شعبۂ اردو علی گڑھ کا خبر نامہ)۔
رفتار (علی گڑھ) نومبر ۱۹۸۱ء
- تدوین متن اور اعراب نگاری۔ رشید حسن خان۔
اکادمی (لکھنؤ) مارچ و جولائی ۱۹۸۲ء (۵۱)
- علمی، تحقیقی اور تنقیدی کتاب کی تصنیف و تالیف۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔
کتاب (لاہور) اگست ۱۹۸۲ء
- اچھے تحقیقی مقالے کے خصائص۔ مقصود الیس۔ اے حسنی۔
اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۱۹۸۲ء (۵۲)
- پاکستان میں ادبی تخلیق و تحقیق۔ (معروضات)۔

اخبار اردو (اسلام آباد) دسمبر ۱۹۸۲ء

- دستاویزی طریقۂ تحقیق۔ جمیل احمد، رضوی سید۔

مجلّہ تحقیق (لاہور) شمارہ نمبر ا، جلد نمبر ۵۔ ۱۹۸۳ء (۵۳)

- پاکستانی جامعات میں اردو تحقیق کے پچیس سال رفتار اور معیار (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۲ء)

معین الرحمن، ڈاکٹر، سید۔ اخبار اردو (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۳ء (۵۴)

- پاکستان میں اردو تحقیق موضوعات اور معیار۔ (معروضات) معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۳ء (۵۵)

- تحقیق اور تحقیقی نتائج کی افادیت۔ غلام کبریاً۔

اورنگی (کراچی) ستمبر تا نومبر ۱۹۸۳ء

- شعبۂ اردو میں تحقیق کی صورت حال۔ (شعبۂ اردو علی گڑھ کا خبرنامہ)۔

رفتار (علی گڑھ) مارچ ۱۹۸۴ء

- جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ادبی و تحقیقی روایت۔ گوپی چند نارنگ، پروفیسر۔

نگار پاکستان (کراچی) جولائی ۱۹۸۴ء

- تحقیق و تدوین چند اصولی مباحث۔ روبینہ ترین۔

قومی زبان (کراچی) اگست ۱۹۸۴ء (۵۶)

- ادبی تحقیق۔ حسن اختر، ملک، ڈاکٹر۔

مشمولہ "تہذیب و تحقیق" (از مصنف) یونیورسل بکس، لاہور، ۱۹۸۵ء

- اشاریہ سازی اور اردو اشاریے۔ نسیم فاطمہ۔

مشمولہ "علم کتب خانہ و اطلاعات" (از مصنفہ) ادارہ فروغ کتب خانہ جات، کراچی، ۱۹۸۵ء

- کتب خانوں میں انتخاب کتب و تدوین کتابیات کی ضرورت۔ نسیم فاطمہ۔

مشمولہ "علم کتب خانہ و اطلاعات" (از مصنفہ) ادارہ فروغ کتب خانہ جات، کراچی، ۱۹۸۵ء

- تبصرہ نگاری، تلخیص و شرح کتب۔ نسیم فاطمہ۔

مشمولہ "علم کتب خانہ و اطلاعات" (از مصنفہ) ادارہ فروغ کتب خانہ جات، کراچی، ۱۹۸۵ء

- تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول ۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔
مشمولہ "نئی تنقید" (از مصنف) مرتبہ خاور جمیل۔رائل بک کمپنی، کراچی، ۱۹۸۵ء (۵۷)
- اردو تحقیق کی موجودہ صورت حال ۔ شام لال کالڑا، عابد پشاوری، ڈاکٹر۔
شاعر (بمبئی) مئی ۱۹۸۵ء
- اردو تحقیق پر (ایک اجمالی نظر) ۔ رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر۔
کتاب (لاہور) جون، ۱۹۸۵ء (۵۸)
- بھارت کی مختلف یونیورسٹیوں میں اردو میں تحقیق کی صورت حال (فہرست)
اخبار اردو (اسلام آباد) نومبر ۱۹۸۵ء
- تنقید اور تحقیق میں ربط باہم ۔ مظفر علی، سیّد۔
ادب لطیف (لاہور) جلد نمبر ۵۶، شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲۔ ۱۹۸۶ء (گولڈن جوبلی نمبر)
- میرٹھ یونیورسٹی میں تحقیقی سرگرمیاں ۔ امیر اللہ خان، ڈاکٹر۔
مشمولہ "تخلیق و تنقید" ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی۔اپریل ۱۹۸۶ء
- اصطلاحات اصول تحقیق ۔ جمیل احمد رضوی، سید۔
اخبار اردو (اسلام آباد) مئی، ۱۹۸۶ء
- شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ کے تحقیقی مقالات ۔ محمد نعیم الدین ۔
سب رس (کراچی) مئی ۱۹۸۶ء
- تدوین کتب اور طباعتی امور ۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۱۹۸۶ء (۵۹)
- دکنی ادب کی تدوین کے بعض مسائل ۔ رشید حسن خان ۔
مشمولہ "دکنی ادب" (مرتبہ عبدالستار دلوی) بمبئی یونیورسٹی، بمبئی، ۱۹۸۷ء
- تحقیق کے بنیادی لوازم (فن تحقیق کی تلخیص) غلام مصطفی خان ۔
تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۱، ۱۹۸۷ء (۶۰)
- متون کی تصحیح و تنقید میں تخریج و تعلیقات کی اہمیت ۔ نذیر احمد، ڈاکٹر۔

غالب نامہ (نئی دہلی) جنوری ۱۹۸۷ء (قاضی عبدالودود نمبر) (۶۱)

- تحقیق طریقۂ کار۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر۔

ہماری زبان (نئی دہلی) فروری ۱۹۸۷ء (۶۲)

- تحقیق کی راہ دشوار اور مقتدرہ کی رہنمائی۔ ابو سلمان، شاہ جہان پوری، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) مارچ ۱۹۸۷ء

- اشاریہ سازی۔ جمیل احمد، رضوی، سید۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ا، مئی ۱۹۸۷ء (۶۳)

- رسمیات مقالہ نگاری۔ نجم الاسلام، ڈاکٹر۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ا، مئی ۱۹۸۷ء

- ہمارا قدیم طرز تحقیق۔ نجم الاسلام، ڈاکٹر۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ا، مئی ۱۹۸۷ء

- مشکوک ادبی دستاویذات کی چھان بین کا ایک سائنسی طریقہ۔

(ترجمہ از نارمن ایچ میکنزی) نجم الاسلام، ڈاکٹر۔ تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ا، مئی ۱۹۸۷ء

- پاکستان میں تاریخی تحقیق کے دھارے ☆ (ایک خط کا جواب) عبداللہ، سید، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''ادب وفن'' مغربی پاکستان اکیڈمی، لاہور، اگست ۱۹۸۷ء

- تحقیق میں جامعاتی کتب خانے کا استعمال۔ محمد خورشید عالم۔

کتاب (لاہور) اگست ۱۹۸۷ء

- اردو میں تحقیق۔ یحییٰ سید۔

ہماری زبان (نئی دہلی) ستمبر ۱۹۸۷ء

- ہندوستان میں اردو تحقیق کے دس سال (۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۸ء) وحید قریشی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''مقالات تحقیق'' (از مصنف) مغربی پاکستان اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۸ء

- جدید تحقیق کے مطالبات۔ ابن فرید۔

سب رس (کراچی) جنوری ۱۹۸۸ء

- ہندوستان میں اردو تحقیق، رفتار و معیار۔ گیان چند، ڈاکٹر۔
  اردو (کراچی) اکتوبر ۱۹۸۸ء (۶۴)
- اردو تحقیق؛ چند تصریحات چند تجاویز۔ عبدالسلام، صدیقی، ڈاکٹر۔
  تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء
- تحقیقی مقالات کی تکنیک' چند غور طلب باتیں۔ عطاء الرحیم، سید، ڈاکٹر۔
  تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء
- اردو تحقیق کی ترقی میں پاکستانی خواتین کا حصہ۔ رابعہ اقبال، مسز۔
  تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء
- موادی تجزیہ، ایک تحقیقی طریقِ کار۔ عبدالحق۔
  تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء
- تحقیق کی چند تعریفات (ترجمہ) مترجم: نجم الاسلام۔
  تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء (۶۵)
- اردو تحقیق چند مسائل۔ قیصر ضحی عالم۔
  زبان وان وادب (پٹنہ) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۸ء
- پاکستان میں مخطوطات: مسائل اور تجاویز۔ عارف نوشاہی، سید۔
  تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۳، ۱۹۸۹ء
- صوفیانہ ادب کے لیے ایک منہاج تحقیق کی ضرورت۔ ریاض الاسلام، صدیقی، پروفیسر۔
  فکرونظر (اسلام آباد) جولائی ۱۹۸۹ء (۶۶)
- ہندوستان میں اردو تحقیق و تدوین کا کام (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۵ء تک) خلیق انجم، ڈاکٹر۔
  فکروتحقیق (دہلی) جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۲، جولائی تا دسمبر ۱۹۸۹ء (۶۷)
- جامعاتی تحقیق چند مسائل اور تجاویز۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔
  مشمولہ "تعلیم اسلامی تناظر میں" انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء (۶۸)
- اردو میں تحقیقی اصول اور طریق کار سے متعلق توضیحی سرمایہ۔ رابعہ اقبال، مسز۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۴، ۱۹۹۰ء (۶۹)

- پاکستانی خواتین اور اردو تحقیق۔ — رابعہ اقبال، مسز۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۴، ۱۹۹۰ء (۷۰)

- یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق۔ — جمیل الدین، عالی۔

اوراق (سرگودھا) جنوری و فروری ۱۹۹۰ء

- اردو میں حاشیہ نگاری۔ — محمد رضا، کاظمی۔

قومی زبان (کراچی) جون ۱۹۹۰ء

- متنی تنقید اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ — سحر انصاری۔

قومی زبان (کراچی) اگست ۱۹۹۰ء

اصول تحقیق کے ضمن میں کتابوں اور مضامین کے حوالے سے یہ دہائی نسبتاً زیادہ مفید رہی ہے۔اس دوران شائع ہونے والے مضامین کا ذکر کیا جائے تو ان کی معلوم تعداد ۶۵ ہے۔کتابوں کا سرمایہ اس کے علاوہ ہے۔ان مضامین کا ایک قابل ذکر حصہ اس زمانے کے مرتبہ کتابوں میں بھی شامل ہوا ہے، جن کے باعث ان کا ابلاغ وسیع پیمانے پر ہوا۔

مضامین کے اس دور میں بھی زیادہ سرمایہ وہی روایتی موضوعات بیان کرتا ہے۔لیکن نئے پہلوؤں کی طرف وکالت کرنے والے مضامین کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔اس دور میں یونیورسٹیوں میں درپیش نئے مسائل کا ادراک زیادہ ہونے لگا ہے۔تحقیق کے معیار کو بہتری کی طرف لانے کی خواہش اکثر مضامین میں دکھائی دیتی ہے۔اس عرصے کے مضامین سے تحقیق کے ارتقائی جائزوں، تحقیق وتنقید کا رشتہ، تحقیق میں لائبریری کی اہمیت، دستاویزی تحقیق اور تحقیق میں خواتین کے کردار وغیرہ کے علاوہ جدید تحقیق کے بعض مطالبات پر روشنی پڑتی ہے۔مجموعی طور پر یہ حصہ اردو فن تحقیق کی روایت میں زیادہ قابل وقعت واعتبار ہے۔

۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۰ء تک کے مضامین ومقالات

- فنِ تدوین۔ — جمیل جالبی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''معاصر ادب'' (از مصنف) سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء

- محمود شیرانی کا تحقیقی طریق کار۔ — مظہر محمود، شیرانی، ڈاکٹر۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۵، ۱۹۹۱ء

- اردو میں سائنسی کتب؛ تصنیف وتدوین کے مسائل۔ محمد اسلام، نشتر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) مارچ ۱۹۹۱ء

- یونیورسٹیوں میں تحقیق کی رفتار۔ کلیم الحق، قریشی، ڈاکٹر۔

معیار و تحقیق (پٹنہ) شمارہ نمبر ۲، ۱۹۹۱ء

- ہندوستانی جامعات میں اردو تحقیق۔ جاوید اشرف۔

معیار و تحقیق (پٹنہ) شمارہ نمبر ۲، ۱۹۹۱ء

- فن تدوین میں اقتباسات و کتابیات۔ گوہر نوشاہی ڈاکٹر۔

مشمولہ ''تحقیقی زاویے'' (از مصنف) ناشر خود، اسلام آباد، نومبر ۱۹۹۱ء (۷۰)

- تحقیقی مقالہ میں حواشی کی اہمیت۔ مقصود، ایس۔ اے حسنی۔

اخبار اردو (اسلام آباد) دسمبر ۱۹۹۱ء

- اردو تحقیق کی نئی صورت۔ وہاب اشرفی۔

مشمولہ ''آگہی کا منظر نامہ'' (از مصنف) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء

- تحقیق وتنقید کا باہمی رشتہ۔ وہاب اشرفی۔

مشمولہ ''آگہی کا منظر نامہ'' (از مصنف) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء

- قلمی نسخوں کی تدوین۔ محمد سرور۔

کاوش (لاہور) شمارہ نمبر ۲، ۱۹۹۲ء

- بہار کی دانشگاہوں میں اردو تحقیق ☆ (دوسری قسط) شاہد اقبال، سید، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) جنوری ۱۹۹۲ء

- تحقیق کی ہیئت و ماہیت۔ رفعت اختر، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''نئے زاویے'' (از مصنف) ناشر خود، جنوری ۱۹۹۲ء

- اردو کی ادبی تحقیق میں فارسی کی اہمیت۔ فاروق احمد، صدیقی۔

کتاب نما (نئی دہلی) ستمبر ۱۹۹۲ء (۷۱)

- تحقیق اور اقبالیاتی تحقیق۔ شفیق عجمی۔
قومی زبان (کراچی) نومبر۱۹۹۲ء
- پاکستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کی روایت اور صورت حال۔ معین الرحمن، سید، ڈاکٹر۔
تحقیق نامہ (لاہور) شمارہ نمبر۳۔۹۳۔۱۹۹۲ء
- کچھ تحقیق کے متعلق۔ غلام مصطفیٰ خان۔
تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر۷، ۱۹۹۳ء
- شعبۂ اردو انقرہ یونیورسٹی میں پی ایچ۔ڈی کے سکالر۔ اشرف اے۔بی، ڈاکٹر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) فروری۱۹۹۳ء
- یونیورسٹیوں میں تحقیق۔ رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر۔
قومی زبان (کراچی) مارچ ۱۹۹۳ء
- تحقیق مقالہ کس طرح لکھا جائے؟۔ عطاء الرحیم، سید، ڈاکٹر۔
قومی زبان (کراچی) مارچ ۱۹۹۳ء (۲۷)
- اردو تحقیق کی روایت اور صورت حال۔ معین الرحمن، سید، ڈاکٹر۔
اردو نامہ (کراچی) مارچ ۱۹۹۳ء
- تحقیق، ادبی تحقیق اور شعبۂ اردو اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔ عقیلہ شاہین، ڈاکٹر۔
قومی زبان (کراچی) اکتوبر۱۹۹۳ء
- اردو تحقیق پر ایک مصاحبہ۔ گوہر نوشاہی ڈاکٹر۔
مشمولہ ''ادبی زاویے'' (از مصنف) ناشر خود، اسلام آباد، دسمبر۱۹۹۳ء
- تحقیق کے تقاضے۔ عبدالرزاق خان۔
افکار معلم (لاہور) فروری۱۹۹۴ء
- اردو تحقیق کی روایت، ایک مصاحبہ۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔
مشمولہ ''ادبی تحقیق' (از مصنف) مجلس ترقی ادب، لاہور، جون۱۹۹۴ء
- تحقیق کے جدید رجحانات۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''ادبی تحقیق'' (از مصنف) مجلس ترقی ادب، لاہور، جون ۱۹۹۴ء

- ادبی تحقیق اور اس کے مباحث و اقسام۔ فرمان، فتح پوری، ڈاکٹر۔

تحقیق نامہ (لاہور) شمارہ نمبر ۴/۵، ۹۵-۱۹۹۴ء

- متن، تعبیر متن اور قاری۔ آصف نعیم، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''علم شرح تعبیر و تدریس'' مرتبہ پروفیسر نعیم احمد، مسلم یونیورسٹی (شعبۂ اردو) علی گڑھ، ۱۹۹۵ء

- اردو کا شعری متن اور ہمارے تعبیری رویے۔ ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''علم شرح تعبیر و تدریس'' مرتبہ پروفیسر نعیم احمد، مسلم یونیورسٹی (شعبۂ اردو) علی گڑھ، ۱۹۹۵ء

- ادبی تحقیق میں بنیادی اور ثانوی مآخذ۔ ادریس جمال۔

عصمت (کراچی) فروری ۱۹۹۵ء

- تحقیق کی معزوری۔ گیان چند، ڈاکٹر۔

ہماری زبان (نئی دہلی) جولائی ۱۹۹۵ء

- تحقیق کی زبان و اسلوب۔ نثار احمد قریشی، ڈاکٹر۔

نیرنگِ خیال (راولپنڈی) اگست ۱۹۹۵ء، (۷۳)

- اردو کی ادبی تحقیق۔ خاور نقوی۔

ماہِ نو (لاہور) اگست ۱۹۹۵ء

- تحقیق و تنقید کا ربط نو۔ نظیر صدیقی۔

نیرنگ خیال (راولپنڈی) ستمبر ۱۹۹۵ء

- شخصیات پر تحقیقی مقالہ جات اور تحقیق کے تقاضے۔ نثار احمد، قریشی، ڈاکٹر۔

اردو ادب (اسلام آباد) ستمبر/اکتوبر (شمارہ مشترک) ۱۹۹۵ء

- ادبی تحقیق، مراحل اور طریقۂ کار۔ درشہوار بیگ۔

پشاور یونیورسٹی جرنل (پشاور) ۹۶-۱۹۹۵ء

- تحقیق اور موضوع تحقیق۔ معین الرحمن سید، ڈاکٹر۔

تحقیق نامہ (لاہور) شمارہ نمبر ۵، ۹۶-۱۹۹۵ء

- تحقیق کے بنیادی تصورات۔ نثار چوہدری۔
اردو بک ریویو (نئی دہلی) اپریل رمئی ۔۱۹۹۶ء
- تحقیق وتنقید کا زوال۔ عبدالمغنی، ڈاکٹر۔
ہماری زبان (نئی دہلی) جون د۱۹۹۶ء
- ادبی تحقیق کے مسائل ،دکنی ادب کے حوالے سے ۔ محمد علی اثر، ڈاکٹر۔
ہماری زبان (نئی دہلی) اکتوبر ۱۹۹۶ء
- تحقیق میں حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات۔ سعیدالدین احمد، ڈار، ڈاکٹر۔
اردو بک ریویو (نئی دہلی) اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۶ء
- ادبی تجربے کی بازیافت میں تحقیق وتنقید کا ارتباط ۔ شاہدہ یوسف۔
صحیفہ (لاہور) اکتوبر ردسمبر ۱۹۹۶ء
- شعبۂ اردو (علی گڑھ) میں ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی اور ڈی لٹ کرنے والے اصحاب (ابتداء تا دسمبر ۱۹۹۶ء۔
اردو بک ریویو (نئی دہلی) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء (۷۴)
- تدوین ، معیاری اسلوب کی تلاش۔ زاہد منیر عامر۔
تحقیق (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء
- مسئلہ ملکیتِ تصنیف کے بارے میں رچرڈ ایلٹک کی تصریحات۔ (تعارف وترجمانی از نجم الاسلام)
تحقیق (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء
- قدیم متون میں تصرفات وتحریفات کے وجوہ۔ نذیر احمد، ڈاکٹر۔
(ماخوذ از نقوش، لاہور، شمارہ ۹۲، ۱۹۶۳ء) تحقیق (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء
- غلط انتسابات کے اسباب ووجوہ۔ خلیق انجم، ڈاکٹر۔
(ماخوذ از متنی تنقید) تحقیق (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء
- الحاق اور غلط انتسابات۔ گیان چند، ڈاکٹر۔
(ماخوذ از تحقیق کا فن) تحقیق (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء
- غلط انتسابات سے متعلق محمود شیرانی کی تحقیقات۔ نذیر احمد، ڈاکٹر۔

(ماخوذ از اردو، کراچی، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۰ء) تحقیق (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱،۱۲۔ ۹۷۔۱۹۹۶ء

- کچھ منسوبات کچھ تحقیق منسوبات کے بارے میں۔ نجم الاسلام ڈاکٹر۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱،۱۲۔ ۹۷۔۱۹۹۶ء

- علمی تحقیق اور میڈیا۔ محمد علی، صدیقی، ڈاکٹر۔

قلم قبیلہ (کوئٹہ) شمارہ نمبر ۱ تا ۴، جلد ۷، ۹۷۔۱۹۹۶ء

- تحقیق کے تقاضے۔ شیدا محمد کاکا خیل۔

پشاور یونیورسٹی جرنل (پشاور) شمارہ نمبر ۲، جلد ۹، ۹۷۔۱۹۹۶ء

- مخطوطے کی پرکھ۔ کمال احمد، صدیقی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''غالب کی شناخت'' غالب انسٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء

- مخطوطہ شناسی استناد کا مسئلہ۔ کمال احمد، صدیقی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''غالب کی شناخت'' غالب انسٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء

- فہرست پی ایچ۔ڈی ایوارڈ، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ (نئی دہلی) شعبۂ اردو

اخبار اردو (اسلام آباد) جون ۱۹۹۷ء

- شعبۂ اردو انقرہ یونیورسٹی میں اردو ڈاکٹریٹ۔ اشرف اے۔بی کمال۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اگست ۱۹۹۷ء (۷۵)

- تحقیق میں اشاریہ سازی کی اہمیت۔ شاہدہ یوسف۔

قومی زبان (کراچی) ستمبر ۱۹۹۷ء

- ایسے ناقد/محقق کا کیا کرے کوئی۔ اکبر، حیدری، کشمیری ڈاکٹر۔

طلوع افکار (کراچی) دسمبر ۱۹۹۷ء

- تحقیق کیا ہے،۔ مسعود ہاشمی۔

مشمولہ ''بیسویں صدی میں اردو تنقید'' روزن پبلی کیشنز، گجرات، ۱۹۹۸ء

- تحقیق اور اصول تحقیق، مسعود ہاشمی۔

مشمولہ ''بیسویں صدی میں اردو تنقید'' روزن پبلی کیشنز، گجرات، ۱۹۹۸ء

- بنیادی اور ثانوی مصادر کی تلاش میں محقق کی مشکلات ۔ محمد مسعود نظامی ۔
مجلۂ تحقیق (لاہور) مسلسل شمارہ نمبر ۶۳، ۱۹۹۸ء
- اردو تحقیق ۔۔۔مسائل اور تجاویز ۔ محمد شاہد پٹھان ۔
کتاب نما (نئی دہلی) مارچ ۱۹۹۸ء
- اردو میں لسانی تحقیق کے جدید رجحانات ۔ سلیم اختر، ڈاکٹر ۔
اخبار اردو (اسلام آباد) مئی ۱۹۹۸ء
- پاکستان میں تحقیق مخطوطات کا مسئلہ اور چند تجاویز ۔ شیر محمد زمان، ڈاکٹر ۔
اخبار اردو (اسلام آباد) جون ۱۹۹۸ء
- اصول تدوین کتب ۔ قدرت نقوی، سید ۔
اخبار اردو (اسلام آباد) جولائی ۱۹۹۸ء (۷۶)
- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں اردو تحقیق ۔ نورینہ تحریم، بابر ۔
اخبار اردو (اسلام آباد) اگست ۱۹۹۸ء (آخری قسط)
- معیاری تحقیقی مقالے کی خصوصیات ۔ محمد اسلم، سروہی ۔
قومی زبان (کراچی) دسمبر ۱۹۹۸ء
- اردو میں ادبی تحقیق ایک اجمالی جائزہ ۔ رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر ۔
مشمولہ "تفہیم و تجزیہ" (از مصنف) کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۹۹ء (۷۷)
- پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق ۔ رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر ۔
مشمولہ "تفہیم و تجزیہ" (از مصنف) کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۹۹ء (۷۸)
- مقالہ نگاری طریق کار اور ضوابط ۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر / رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر ۔
مجلّہ تحقیق (لاہور) شمارہ نمبر ۱، جلد ۲۰ ۔ ۱۹۹۹ء (۷۹)
- کلاسیکی متون کی تدوین کیسے ہوگی؟ ۔ رشید حسن خان ۔
فکر و تحقیق (نئی دہلی) اپریل، مئی، جون ۔ ۱۹۹۹ء
- مخطوطات کی اہمیت ۔ انجم رحمانی، ڈاکٹر ۔

اردو نامہ (کراچی) جون ۱۹۹۹ء

- مخطوطات کا حصول وتحفظ۔ وفا راشدی ڈاکٹر۔

اردو نامہ (کراچی) جولائی واگست ۱۹۹۹ء

- اردو تحقیق۔ بشریٰ راٹھور، مس۔

ماہ نو (لاہور) جنوری ۲۰۰۰ء

- اردو تحقیق۔ گیان چند، جین، ڈاکٹر۔

مشمولہ "آج کل اور اردو ادب کے پچاس سال" مرتبہ محبوب الرحمن/ ڈاکٹر ابرار رحمانی، پبلی کیشنز ڈویژن، نئی دہلی، فروری ۲۰۰۰ء

- اردو میں تحقیق وتنقید کی روایت کا عمومی جائزہ۔ عظمیٰ فرمان، ڈاکٹر۔

مشمولہ "اردو کی ادبی تحقیق وتنقید میں خواتین کا حصہ" کراچی یونیورسٹی پریس، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء

- پاک وہند کی جامعات میں تحقیق وتنقید اور اس میں خواتین کا حصہ۔ عظمیٰ فرمان، ڈاکٹر۔

مشمولہ "اردو کی ادبی تحقیق وتنقید میں خواتین کا حصہ" کراچی یونیورسٹی پریس، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء

- تحقیق میں اشاریہ کی ضرورت واہمیت۔ عارف نعیمی، مولانا۔

عرفات (لاہور) جولائی ۲۰۰۰ء

- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تحقیقاتی منصوبے☆ (موضوعاتی فہرست) طاہر مسعود، پروفیسر۔

شام وسحر (لاہور) جولائی ۲۰۰۰ء

- تحقیق میں "متن" کا کردار اور "متن" کی اقسام۔ محمد ساجد، خاکوانی۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۰ء

- اصول تحقیق (کتاب کا ایک ذیلی باب) غفور شاہ قاسم۔

مشمولہ "پاکستانی ادب، شناخت کی نصف صدی" ریز پبلی کیشنز، راولپنڈی، اگست ۲۰۰۰ء

- اقبالیات اور تحقیقی اقسام۔ محمد وسیم انجم۔

نیرنگ خیال (راولپنڈی) نومبر ۲۰۰۰ء (۸۰)

- تحقیق میں مواد اور مصادر کا تعلق۔ محمد ساجد، خاکوانی۔

اخبار اردو (اسلام آباد) دسمبر ۲۰۰۰ء

اصول تحقیق کے سلسلے میں بیسویں صدی کی آخری دہائی میں سامنے آنے والے مضامین کی تعداد اس سے پہلے کی دہائیوں سے کافی زیادہ ہیں۔راقم الحروف کی نظر میں آئے ہوئے اس دور کے مضامین کی تعداد ۸۲ ہے۔مضامین کی یہ کثرت اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ اب تحقیق کے اصولوں کی اہمیت لوگوں پر پوری طرح اجاگر ہوگئی ہے۔اس دوران مضامین کے موضوعات کا دائرہ بھی کافی حد تک پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔تحقیق اور متعلقاتِ تحقیق کے تقریباً ہر اہم پہلو پر اس عشرے میں ہمارے علمائے تحقیق اور نوجوان محققین نے اپنی نگارشات پیش کی ہیں۔اس عرصے کے مضامین میں نہ صرف تحقیق کے روایتی موضوعات کو دوہرایا گیا ہے، بلکہ نئے موضوعات کی طرف بھی توجہ بڑھی ہے۔اور جدید مغربی اصولوں کی طرف رغبت عام ہوا ہے۔

ان مضامین میں تدوین متن کے مسائل اور اصولوں کو بھی اہمیت ملی ہے اور تحقیق کے عام اصولوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔یونیورسٹی تحقیق اور اس کے مسائل کو بھی برتنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور تحقیق کی رفتار خاص کر سندی مقالوں کی فہرستیں بھی مہیا کی گئی ہیں۔اس دورانیے میں لسانیاتی اور اقبالیاتی تحقیق کے حوالے بھی کافی تعداد میں نظر آتے ہیں۔اس دور میں زیادہ تر مضامین نوجوان محققین کے رشحاتِ قلم ہیں۔تاہم یونیورسٹی پروفیسروں نے بھی اس سلسلے میں مثالی نمونے فراہم کیے ہیں۔

۲۰۰۰ء کے بعد کے مضامین و مقالات

- تحقیق و تنقید کا ربط باہم۔ زاہدہ پروین۔
  ماہ نو (لاہور) مارچ ۲۰۰۱ء
- مخطوطے کو مرتب کرنے کے اصول۔ محمد شفیع، بلوچ۔
  ماہ نو (لاہور) مارچ ۲۰۰۱ء
- پاکستان میں تحقیقی وسائل اور امکانات۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر۔
  اخبار اردو (اسلام آباد) اپریل ۲۰۰۱ء (۸۱)
- فن تحقیق اور اس کی اہمیت۔ محمد ابرار احمد، آپی۔
  صحیفہ (لاہور) جولائی رستمبر ۲۰۰۱ء
- تحقیقی مواد کا حصول۔ سلمان علی، ڈاکٹر۔
  پشاور یونیورسٹی جرنل (پشاور) جلد ۱۴، شمارہ نمبر ۲،۲۔۲۰۰۱ء

- معروضیت، ادبی تحقیق اور ادبی خدمت۔ احمد صغیر صدیقی۔
ادب دوست (لاہور) اپریل ۲۰۰۲ء
- ادب میں سرقہ وخیانت کے مسائل۔ (اداریہ)
الاقرباء (اسلام آباد) اپریل تا جون ۲۰۰۲ء
- زبان، لسانیات اور تحقیق۔ محمد اشرف کمال۔
اخبار اردو (اسلام آباد) جون ۲۰۰۲ء
- تحقیقی مقالے میں بنیادی مأخذ اور ان کی اہمیت۔ محمد آفتاب احمد، ڈاکٹر۔
دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء
- حواشی و تعلیقات۔ محمد صدیق خان شبلی، ڈاکٹر۔
دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء
- تحقیقی مقالے کی خصوصیات۔ مہر نور محمد خان، ڈاکٹر۔
دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء
- متن کی تانیثی قرأت۔ افضال حسین، قاضی۔
دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء
- اردو زبان وادب کے تحقیق طلب میدان۔ نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر۔
دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء (۸۲)
- متن کی ترتیب، تدوین اور تشریح۔ نثار احمد، فاروقی، ڈاکٹر۔
آج کل (دہلی) جولائی ۲۰۰۲ء
- جامعاتی سطح پر اردو تحقیق کی تدریس۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۲ء (۸۳)
- ادبی تحقیق مسائل اور رفتار☆ (رپورٹ سیمینار) عامر سہیل۔
اخبار اردو (اسلام آباد) ستمبر ۲۰۰۲ء (۸۴)
- فہرست پی ایچ۔ڈی (شعبۂ اردو، مراٹھواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد مہاراشٹر) غضنفر اقبال سہروردی

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء

- تحقیق کیا ہے؟۔ سعید احمد۔

نوادر (لاہور) اکتوبر ۲۰۰۲ء تا جنوری ۲۰۰۳ء (پہلا حصّہ) فروری تا اپریل ۲۰۰۳ء (دوسرا حصّہ)

- ادب، ادبی تحقیق اور اکیسویں صدی۔ محمد یوسف خشک، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء

- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں تحقیق۔ عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء

- سندھ یونیورسٹی میں اردو تحقیق۔ جاوید اقبال سیّد۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء

- ادبی تحقیق میں زکریا یونیورسٹی کا کردار۔ روبینہ ترین، پروفیسر، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء

- جدید زبانوں کی جامعہ میں اردو تحقیق۔ رشید امجد، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء

- شعبۂ اردو اقبالیات، جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تحقیق۔ شفیق احمد، پروفیسر، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء

- اردو کا تحقیقی خاکہ۔ محسنہ نقوی، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) دسمبر ۲۰۰۲ء (۸۵)

- پاکستان میں ادبی تحقیق کے مسائل۔ اختر شاد۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۲، ۲۰۰۳ء

- لسانیاتی تحقیق، مسائل و مباحث۔ نعمت الحق، ڈاکٹر۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۲، ۲۰۰۳ء

- تحقیقی خاکے کی تیاری یا تحقیقی تجویز۔ شاہد ایس۔ ایم، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۳ء (۸۶)

- ادبی تحقیق میں بد دیانتی۔ مشتاق احمد وانی۔
شاعر (بمبئی) فروری ۲۰۰۳ء (۸۷)
- اردو تحقیق روایت اور امکانات۔ نورینہ تحریم بابر۔
قومی زبان (کراچی) مارچ ۲۰۰۳ء (۸۸)
- تحقیق میں بنیادی اور ثانوی مآخذ۔ شہناز کوثر۔
نوادر (لاہور) مارچ تا اکتوبر ۲۰۰۳ء
- اقبالیات میں تحقیق، مسائل اور امکانات۔ شاہد اقبال کامران۔
قومی زبان (کراچی) اپریل ۲۰۰۳ء (۸۹)
- اشاریہ تحقیقی مقالات (زکریا یونیورسٹی ملتان) روبینہ ترین، ڈاکٹر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) مئی ۲۰۰۳ء
- طریق تحقیق پر دوسری نظر۔ گیان چند، ڈاکٹر۔
چہار سو (راولپنڈی) مئی و جون ۲۰۰۳ء
- شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی کے تحقیقی مقالات۔ محمد وارث خان۔
اخبار اردو (اسلام آباد) جولائی و اگست ۲۰۰۳ء
- اقبالیات کا تحقیقی منہاج۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔
الاقرباء (اسلام آباد) جولائی و ستمبر ۲۰۰۳ء (۹۰)
- اُصول تحقیق، طالب علم کے نقطۂ نظر سے۔ بادشاہ منیر، بخاری۔
اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۱)
- اردو میں تحقیقی ڈیزائن کا جائزہ۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۲)
- فرضیاتِ اردو تحقیق۔ نسرین زہرا، پروفیسر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۳)
- ادبی تحقیق کی معروضیت۔ شاہد ایس۔ ایم، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۴)

- شخصیات پر ہونے والی تحقیق۔ حامد بیگ مرزا، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۵)

- جدید رسمیات تحقیق۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۶)

- اردو میں حوالہ نگاری۔ محمد صدیق خان شبلی، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۷)

- حواشی و تعلیقات۔ ارشاد احمد شاکر اعوان، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۸)

- تحقیق میں زبان و اسلوب کی اہمیت۔ نثار احمد قریشی، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۹۹)

- ادبی تحقیق کے لیے معیاری زبان۔ انور احمد، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۱۰۰)

- متنی تحقیق یا متنی تنقید، چند مباحث۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۱۰۱)

- تنقید متن کے مختلف مدارج۔ روبینہ شہناز۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۱۰۲)

- تعین تاریخ۔ اورنگ زیب عالمگیر، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء (۱۰۳)

- تدوین متن، چند بنیادی مباحث۔ شازیہ عنبرین۔

صحیفہ (لاہور) اکتوبر ر دسمبر ۲۰۰۳ء

- اقبالیاتی تحقیق کے مسائل اور ان کے حل کی تجاویز۔ شاہدہ یوسف۔

قومی زبان (کراچی) نومبر ۲۰۰۳ء

- اصطلاحات تدوین متن ۔ محمد خادم اشرف، ڈاکٹر۔
تحقیق نامہ (لاہور) ۲۰۰۴ء
- فراق شناسی اور تحقیق کے مسائل ۔ نوازش علی، ڈاکٹر۔
تخلیقی ادب (اسلام آباد) شمارہ نمبر ا۔۲۰۰۴ء
- تحقیقی اصطلاحات میں حواشی او رتعلیقات، ایک عملی وضاحت ۔ رابعہ سرفراز ۔
اخبار اردو (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۴ء
- ادبی تحقیق اور اکیسوی صدی ۔ رضیہ بی بی ۔
علم کی روشنی (اسلام آباد) جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲۔۲۰۰۴ء
- اردو میں تدوین کا معلم اوّل، حافظ محمود شیرانی ۔ عامر سہیل ۔
الماس (خیر پور) شمارہ نمبر ۷۔۲۰۰۴ء
- روایتِ متن کا تعیّن ۔ فواد بیگ ۔
الماس (خیر پور) شمارہ نمبر ۷۔۲۰۰۴ء
- تحقیق و تنقید کا باہمی رشتہ ۔ قدیر انجم ۔
ماہِ نو (لاہور) دسمبر ۲۰۰۴ء
- علی گڑھ اور اردو تحقیق کی روایت ۔ نعیم احمد، ڈاکٹر ۔
مشمولہ ''دانش گاہ علی گڑھ میں ادب'' مرتبہ پروفیسر خورشید احمد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۔۲۰۰۵ء
- علی گڑھ میں تدوین متن: معیار اور دائرۂ کار ۔ قمر الہدیٰ فریدی، ڈاکٹر ۔
مشمولہ ''دانش گاہ علی گڑھ میں ادب'' مرتبہ پروفیسر خورشید احمد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۔۲۰۰۵ء
- مخطوطاتی ادب: (علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری کے حوالے سے) عطا خورشید، ڈاکٹر ۔
مشمولہ ''دانش گاہ علی گڑھ میں ادب'' مرتبہ پروفیسر خورشید احمد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۔۲۰۰۵ء
- تحقیق میں تنقید کی اہمیت ۔ فوزیہ اسلم ۔
اخبار اردو (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۵ء (۱۰۴)
- تحقیق کے ماٗخذ ۔ روبینہ شہناز ۔

اخبار اردو (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۵ء

- مسائل املا اور تدوین متن۔ صباحت قمر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۵ء

- تنقید اور تحقیق کا باہمی رشتہ۔ غلام شبیر رانا، پروفیسر، ڈاکٹر۔

الاقرباء (اسلام آباد) جنوری/مارچ (سالنامہ) ۲۰۰۵ء

- فنی تدوین کی معیار بندی۔ بشیر محمود اختر۔

علم کی روشنی (اسلام آباد) جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲۔۲۰۰۵ء (۱۰۵)

- محقق کے مسائل کے حل میں لائبریری کا کردار۔ محمد رضا نقوی۔

علم کی روشنی (اسلام آباد) جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲۔۲۰۰۵ء

- مولوی عبدالحق۔تحقیق و تدوین۔ قدیر انجم۔

قومی زبان (کراچی) مئی ۲۰۰۵ء

- کلی تنظیم کے حوالے سے تحقیق فن ہے یا تکنیک۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) جون ۲۰۰۵ء (۱۰۶)

- تحقیق اور اس کی اقسام۔ رابعہ سرفراز۔

اخبار اردو (اسلام آباد) جون ۲۰۰۵ء (۱۰۷)

- جدید ادبی تنقیدی نظریے اور متن کی تلاش ☆ (حصہ اوّل) امجد طفیل۔

شب خون (الہ آباد) جون تا دسمبر ۲۰۰۵ء

- تحقیق کی شرائط۔۔۔محقق کے اوصاف۔ فضیلت رسول۔

ماہ نو (لاہور) جولائی ۲۰۰۵ء

- اردو تحقیق پر ایک نظر۔ غلام شبیر رانا، پروفیسر، ڈاکٹر۔

صحیفہ (لاہور) جولائی، دسمبر (شمارہ مسلسل ۱۸۳) ۲۰۰۵ء

- تحقیق میں اشاریہ کی ضرورت و اہمیت۔ طارق محمود۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۵ء (۱۰۸)

- اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں میں تحقیق کے معیار کا تعین۔ علمدار حسین بخاری، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) ستمبر ۲۰۰۵ء

- مقدمہ ادبیات اصول تحقیق۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۴، ستمبر ۲۰۰۵ء

- تحقیق میں مصاحبہ اور سوال نامہ۔ ارشد معراج۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۴، ستمبر ۲۰۰۵ء

- علامہ اقبال کے فارسی متون پر تحقیق کے مسائل۔ مہر نور محمد خان، ڈاکٹر۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۴، ستمبر ۲۰۰۵ء

- ایم فل، پی ایچ۔ ڈی میں نئے داخلے۔ (شعبۂ اردو علی گڑھ کا خبر نامہ، فہرست)

رفتار (علی گڑھ) اکتوبر ۲۰۰۵ء

- تدوینِ متن میں املا کے مسائل۔ کرن الطاف۔

الحمراء (لاہور) دسمبر ۲۰۰۵ء

- کلامِ اقبال میں حواشی و تصریحات کا جائزہ۔ شاہد اقبال کامران۔

الاقرباء (اسلام آباد) سالنامہ ۲۰۰۶ء

- تقابلی لسانیاتی تحقیق کے مسائل۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، (اگست) ۲۰۰۶ء

- مقالہ نگاری اور اس کا مقام مختلف اقوام میں۔ اسماء ندیم۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، (اگست) ۲۰۰۶ء

- کتابیات اور اشاریہ۔ روبینہ شہناز، ڈاکٹر۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، (اگست) ۲۰۰۶ء

- تحقیق اور ماٗخذ شناسی۔ بشریٰ پروین۔

دریافت (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، (اگست) ۲۰۰۶ء

- تحقیقی مضامین کا اسلوب (تحقیق اور منہاج تحقیق سے متعلق چند تصریحات) اخلاق حسین، دہلوی، علامہ

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴۔ ۲۰۰۶ء

- ۔ تحقیق خواص میں اعتباریت یا ساکھ۔ عطش درّانی، ڈاکٹر۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴۔ ۲۰۰۶ء

- ۔ شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی کے تحقیقی مقالات (اشاریہ) نثار احمد۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴۔ ۲۰۰۶ء

- ۔ ادبی تحقیق کی روایت میں بہاوالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کا کردار۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر۔

تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴۔ ۲۰۰۶ء (۱۰۹)

- ۔ بمبئی یونیورسٹی میں اردو تحقیق کی رفتار و سمت ۔ ماجد قاضی۔

کتاب نما (نئی دہلی) جنوری ۲۰۰۶ء (۱۱۰)

- ۔ تحقیقی اصطلاحات (اقتباس، انٹرویو، کتابیات، خاکہ) رابعہ سرفراز۔ اخبار

اردو (اسلام آباد) فروری ۲۰۰۶ء (۱۱۱)

- ۔ رشید حسن خان اردو تحقیق کا رجل رشید۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) مئی ۲۰۰۶ء

- ۔ تحقیقی مجلّوں کے معیار کا مسئلہ۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔

اخبار اردو (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۶ء

- ۔ محقق کے اوصاف۔ رابعہ سرفراز۔

مشمولہ "توضیحی مطالعات" قرطاس فیصل آباد۔ ستمبر ۲۰۰۶ء

- ۔ حوالہ جات کی افادیت اور طریق کار۔ رابعہ سرفراز۔

مشمولہ "توضیحی مطالعات" قرطاس فیصل آباد۔ ستمبر ۲۰۰۶ء

- ۔ اوّلین اور ثانوی مآخذ۔ رابعہ سرفراز۔

مشمولہ "توضیحی مطالعات" قرطاس فیصل آباد۔ ستمبر ۲۰۰۶ء

- ۔ جامعات میں تحقیق کا فروغ: ایچ ای سی کی مشکلات ۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔

خبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۶ء

- تحقیق میں بنیادی مآخذ کی اہمیت ۔ محمد اسلم سروہی، ڈاکٹر۔
ماہِ نو (لاہور) دسمبر ۲۰۰۶ء
- ممتاز محقق اور متنی نقاد ۔۔رشید حسن خان ۔ خلیق انجم، ڈاکٹر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) فروری ۲۰۰۷ء
- شعبۂ اردو میں تحقیق (پشاور یونیورسٹی) ۔ محمد وارث خان ۔
مشمولہ ''شعبۂ اردو کی تاریخ اور خدمات'' یونیورسٹی پبلشرز، پشاور۔مارچ ۲۰۰۷ء
- جامعات میں اردو تحقیق ؛ چند معروضات ۔ روف پاریکھ، ڈاکٹر۔
اخبار اردو (اسلام آباد) مئی ۲۰۰۷ء
- متنی تحقیق، مسائل و وظائف ۔ شفیق انجم ۔
مشمولہ ''جائزے'' (از مصنف) اسلوب اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۷ء
- اردو میں لسانی تحقیق۔ مرزا خلیل احمد بیگ، ڈاکٹر۔
نقوش (لاہور) شمارہ نمبر ۱۴۲، (سالنامہ) سنہ ندارد۔
- تحقیق ادب اصول اور مسائل ۔ منظور حسین، سائل ۔
تخلیق (کراچی) جلد، سنہ وغیرہ ندارد۔
- کلام اقبال کی تدوین ۔ رشید حسن خان ۔
اقدار (کراچی) جلد ۴، شمارہ نمبر ۳/۴، (؟)
- ایک اچھے تحقیقی مقالے کی خصوصیات ۔ ادریس جمال ۔
مشمولہ ''تحقیقی ادب'' (از مصنف) عصمت بک ڈپو، کراچی ۔، ۔۱۹ء
- اردو میں جدید تحقیق کا آغاز ۔ محمود الہٰی، ڈاکٹر۔
مشمولہ ''بازیافت'' (مجموعۂ مضامین از مصنف) دیگر تفصیل ندارد۔
- اجتہاد و تحقیق۔ سجاد علی انصاری ۔
مشمولہ ''محشرِ خیال'' (مجموعۂ مضامین از مصنف) دیگر تفصیل ندارد۔
- تحقیق اور مواد کی فراہمی کا مسئلہ۔ محمد عقیل سید، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''تنقید اور عصری آگہی'' (مجموعۂ مضامین از مصنف) دیگر تفصیل ندارد۔

- مخطوطات شناسی۔ احمد فاروقی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''چراغ راہ گزر'' (از مصنف) دیگر تفصیل ندارد۔

- آزادیِ ہند کے بعد تحقیق کی رفتار۔ ظہیر احمد صدّیقی، ڈاکٹر۔

مشمولہ ''فکری زاویے'' (مجموعۂ مضامین از مصنف) دیگر تفصیل ندارد۔

اکیسویں صدی میں داخل ہو کے اردو فن تحقیق کی روایت خاصی پھیل گئی ہے۔ کتابوں سے قطع نظر جب ہم صرف مضامین کا جائزہ لیتے ہیں تو ان چھے برسوں میں ہمیں ۱۰۰ سے زائد مضامین دستیاب ہوتے ہیں۔ تحقیق اور اصولِ تحقیق کو ان چند برسوں میں جو اہمیت ملی ہے اس سے پہلے کبھی نہیں ملی۔ اردو تحقیق کے اوّلین اور روایتی مسائل سے لے کر جدید ترین سائنسی اصولوں پر ان مضامین میں کھل کر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس دور کے مضامین میں بڑی حد تک بُت شکنی کی سی کیفیت نظر آتی ہے۔ تحقیق اور اصولِ تحقیق کے جو نکات پہلے دبے ہوئے انداز میں بیان ہو رہے تھے اور صرف چوٹی کے اہلِ قلم ہی اس موضوع کو برت رہے تھے، نئے مضامین میں بلا کسی خوف کے اُن کی وکالت ملتی ہے۔

اصولِ تحقیق کی روایت کے اِن موجودہ چند برسوں میں زیادہ تر جامعاتی تحقیقات اور ان سے وابستہ مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ تاہم لسانیاتی تحقیق، اقبالیاتی تحقیق، تحقیق میں بددیانتی یا سرقہ وخیانت، جامعات اور تحقیقی اداروں میں تحقیق کی روایت و رفتار، ادب کے تحقیق طلب میدان، تحقیقی مجلّات اور ان کا معیار، معیاری تحقیقی مقالے کی خصوصیات کے علاوہ جدید رسمیاتِ تحقیق کو بھی منظر عام پر لانے کی بے باک جستجو بھی کی گئی ہے۔ یہ تمام موضوعات اس دور کی کتابوں میں بھی عام نظر آتے ہیں۔

اردو اصولِ تحقیق سے متعلق مضامین کی یہ روایت تقریباً نصف صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ہیں۔ اس دوران منظر عام پر آنے والے مضامین کی مجموعی تعداد ساڑھے تین سو سے اُوپر بنتی ہے (۱۱۲)۔ درجہ بالا ارتقائی جائزے سے ہمیں اردو فنِ تحقیق کی نہ صرف رفتار کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اس کے معیار کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بعض ابتدائی دہائیاں ایسی ہیں جن میں ہمیں چند ایک مضامین ملتے ہیں، لیکن بعد کی دہائیوں میں اس رفتار میں خاصا اضافہ نظر آتا ہے۔ بحیثیتِ مجموعی ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھ رہا ہے اور اردو تعلیمی اداروں اور جامعات میں مقبول ہو رہی ہے اُسی حوالے سے فنِ تحقیق کو بھی مربوط انداز میں پیش کرنے کا رجحان بڑھ رہا

ہے۔خصوصاً ۸۰ء کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ فنِ تحقیق کے بارے میں نہ صرف مضامین کی مقدار میں اضافہ ہوا بلکہ اس کے معیار میں بھی اضافہ ہوا۔ان مضامین کا بغور جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ان کی نوعیت کے بارے میں درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ فنِ تحقیق کے بارے میں ملنے والی کتابوں سے زیادہ مواد اب بھی مضامین کی صورت میں بکھرا ہوا موجود ہے۔

۲۔ یہ مضامین یک رُخی نہیں بلکہ کثیرالجہات تحقیقی موضوعات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

۳۔ تحقیق کی یہ جہتیں مخطوطہ شناسی سے لیکر فنِ تحقیق کے جدید ترین سائنٹفک اسالیب کے بارے میں ہیں۔

مجموعی طور پر اردو اصولِ تحقیق کی روایت مضامین سے شروع ہو کر مضامین ہی کے دوش پر آگے بڑھتی ہے اور ارتقائی منازل طے کرتی ہے،اگر چہ بنیادی اہمیت اس سلسلے میں کتابوں ہی کو حاصل ہے۔لیکن اس روایت کو وسعت اور تنوع مضامین ہی سے وابستہ اہلِ قلم نے فراہم کیا۔کتابوں کے سلسلے میں بھی ایک بڑی تعداد اُن کتُب کی ہے جو مضامین کے مجموعے ہیں۔ان مضامین میں ہمیں ایک ارتقائی کیفیت نظر آتی ہے۔خاص کر رفتار کے حوالے سے دیکھیں تو آغاز میں یہ تناسب سال میں ایک آدھ مضمون کی بنتی ہے لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہر سال درجنوں معیاری مضامین اس سلسلے میں دستیاب ہوتے ہیں۔اصولِ تحقیق کے وہ تمام اہم تصورات جو اس سلسلے کی با قاعدہ کتابوں میں نظر آتے ہیں تقریباً تمام اِن مضامین میں بھی بیان ہوئے ہیں، بلکہ مضمون نگاروں کا حلقہ چونکہ وسیع ہے لہٰذا ہمہ رنگی اور تنوع کا احساس کتُب کے برعکس اِن مضامین میں کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔

حواشی

۱۔ یہ مضمون ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' مجلس ترقی ادب، لاہور، جون ۱۹۶۸ء (ج ۴) میں شامل ایک مقالے کا حصہ ہے، جو تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۳، ۱۹۸۹ء کے علاوہ ''تحقیق شناسی'' میں بھی چھپ چکا ہے۔

۲۔ یہ مضمون ''تنقیدی نظریات'' مرتبہ سیّد احتشام حسین، ادارہ فروغ اردو، لکھنو ۱۹۶۱ء (بار دوم) کے علاوہ ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار''، ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد اوّل) اور ''تحقیق شناسی'' میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۳۔ یہ مضمون، علم کی روشنی (اسلام آباد) جلد ۲، شمارہ نمبر ۱، ۲۰۰۴ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۴۔ یہ مضمون، جوار بانا (دہلی) اپریل ۱۹۶۵ء، اور ''تحقیق شناسی'' میں بھی شامل ہے۔

۵۔ یہ مضمون ''اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں'' اور ''تحقیق شناسی'' میں بھی شائع ہوا ہے۔

۶۔ یہ مضمون ''تحقیق وتدوین'' (مرتبہ پروفیسر ابنِ کنول) میں بھی شامل ہے۔

۷۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''عکس اور آئینے'' ادارہ فروغ اردو، لکھنو، ۱۹۶۲ء (بار دوم) میں بھی شامل ہے۔

۸۔ یہ مضمون ''تدوین متن کے مسائل'' اور ''اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں'' میں بھی شامل ہے۔

۹۔ یہ مضمون ''تصحیح وتحقیق متن'' اور ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) میں بھی شامل ہے۔

۱۰۔ یہ مضمون، شیرازہ (سری نگر) جنوری ۱۹۶۴ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۱۔ یہ مضمون ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' اور ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) میں بھی شامل ہے۔

۱۲۔ یہ مضمون مصنف کی اپنی کتاب ''یورپ میں تحقیقی مطالعے'' مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء میں بھی شامل ہے۔

۱۳۔ یہ مضمون، سب رس (حیدر آباد، دکن) اپریل ۱۹۷۷ء کے علاوہ ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' اور ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد اوّل) میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۴۔ یہ مضمون ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' اور ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد اوّل) میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۵۔ یہ مضمون اپنی افادیت کے پیشِ نظر ''مقالات، انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند''، ''رہبر تحقیق''، ''ادبی اورلسانی تحقیق، اصول اورطریق کار''، ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) اور ''تحقیق شناسی'' میں بھی اشاعت پذیر ہوا ہے۔

۱۶۔ یہ مضمون ''مقالات، انجمنِ اساتذہ اردو جامعاتِ ہند'' کے علاوہ مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''حقائق''، نیشنل آرٹ پریس، الہ آباد، ۱۹۷۸ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۷۔ یہ مضمون، اردو (کراچی) جنوری ۱۹۶۸ء کے علاوہ ''مقالات، انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند''، ''رہبرِ تحقیق''، ''ادبی اورلسانی تحقیق، اصول اورطریق کار''، ''تحقیق شناسی'' اور ''تحقیق وتدوین'' (مرتبہ ابنِ کنول) میں بھی شامل ہے۔

۱۸۔ یہ مضمون ''مقالات، انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند'' اور ''ادبی اورلسانی تحقیق، اصول اورطریق کار'' میں بھی شامل ہے۔

۱۹۔ یہ مضمون اس کے علاوہ ''آج کل، اردو تحقیق نمبر''، ''رہبر تحقیق''، ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) اور ''آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق'' میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۰۔ یہ مقالہ، نگار پاکستان (کراچی)، الف۔ اپریل ۱۹۶۸ء، ب۔ مئی ۱۹۶۸ء کے علاوہ مصنف کی اپنی کتاب ''ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ'' میں بھی شامل ہے۔

۲۱۔ یہ مضمون ''ادبی اورلسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' میں بھی شامل ہے۔

۲۲۔ یہ مضمون مصنف کی اپنی کتاب ''تجزیے'' مکتبہ جامعہ لمٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۳ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۳۔ یہ مضمون مصنف کی اپنی کتاب ''مقالات تحقیق'' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، مارچ ۱۹۸۸ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۴۔ یہ مقالہ کتابی صورت میں بھی چھپا ہے جس کا تذکرہ کتابوں کے ذیل میں موجود ہے، نیز اس کی ایک تلخیص ''تحقیق شناسی'' میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۵۔ یہ مضمون مصنف کی اپنی کتاب ''تجزیے'' کے علاوہ، قومی زبان (کراچی) جنوری ۱۹۷۰ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۲۶۔ یہ مضمون، اردو (کراچی) جولائی تا دسمبر ۱۹۷۰ء میں بھی چھپ چکا ہے۔

۲۷۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''اصول تحقیق وترتیب متن'' اور ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد اوّل)

میں بھی شائع ہوا ہے۔

۲۸۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''اصول تحقیق وترتیب متن'' کا بھی حصّہ ہے۔

۲۹۔ ایضاً۔

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ یہ مضمون ''آج کل، اردو تحقیق نمبر'' میں بھی شامل ہے۔

۳۲۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''اصول تحقیق وترتیب متن'' کا بھی حصّہ ہے۔

۳۳۔ ایضاً۔

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ یہ مضمون گیان چند کی اپنی کتاب ''حقائق'' میں بھی شامل ہے۔

۳۶۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''اصول تحقیق وترتیب متن'' کا بھی حصّہ ہے۔

۳۷۔ یہ مضمون گیان چند کی اپنی کتاب ''حقائق'' ناشر خود، الہ آباد، ۱۹۷۸ء میں بھی شامل ہے۔

۳۸۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''اصول تحقیق وترتیب متن'' کا بھی حصّہ ہے۔

۳۹۔ یہ مضمون ''فن خطاطی ومخطوطہ شناسی'' اور ''تحقیق وتدوین'' (مرتبہ ابن کنول) میں بھی شائع ہوا ہے۔

۴۰۔ یہ مضمون اس کے علاوہ رشید حسن خان کی اپنی کتاب ''ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ''، ''ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار'' اور ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) میں بھی شامل ہے۔

۴۱۔ یہ مضمون بعد میں مصنف کی اپنی کتاب ''مبادیات تحقیق'' میں ایک باب کے طور پر شامل ہے۔

۴۲۔ یہ مضمون، اخبار اردو (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۶ء میں بھی چھپا ہے۔

۴۳۔ یہ مضمون، اردو (کراچی) جلد نمبر ۶۰، شمارہ نمبر ۲، میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۴۴۔ یہ مضمون ''جدید اردو تحقیق، افکار و مسائل'' کے نام سے ''ادبی تحقیق کے اصول'' میں بھی شامل ہے، جبکہ اسی نام سے، ماہِ نو (لاہور) فروری ۱۹۸۰ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۴۵۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''ادبی تحقیق کے اصول'' کا بھی شامل ہے۔

۴۶۔ ایضاً۔

۴۷۔ یہ مضمون مصنفہ کی اپنی کتاب 'معلمِ کتب خانہ واطلاعات' ادارۂ فروغ کتب خانہ جات، کراچی، ۱۹۸۵ء میں بھی شامل ہے۔

۴۸۔ یہ مضمون مقالہ نگار کی اپنی کتاب ''ادبی تحقیق کے اصول'' کا بھی شامل ہے۔

۴۹۔ ایضاً۔

۵۰۔ یہ مضمون، اخبار اردو (اسلام آباد) فروری اور مارچ کے شماروں میں بھی دو قسطوں میں شائع ہوا ہے۔

۵۱۔ یہ مقالہ، صریر (لاہور) ستمبر ۱۹۹۲ء، اور تجدید نو (لاہور) ستمبر ۱۹۹۴ء میں بھی شائع شدہ ہے۔

۵۲۔ یہ مقالہ ''لائبریری سائنس اور اصول تحقیق''، ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) کے علاوہ ۱۹۸۳ء میں، کلیہ علوم شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، سے ایک کتابچہ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

۵۳۔ یہ مقالہ بعد میں مصنف کی اپنی کتاب ''اردو تحقیق یونیورسٹیوں میں، موضوعات اور معیار'' کا حصّہ بنا۔

۵۴۔ یہ معروضات، مقالہ کی صورت میں معین الدین عقیل کی اپنی کتاب ''اردو تحقیق یونیورسٹیوں میں، موضوعات اور معیار'' اور ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) کے علاوہ تلخیص کی صورت میں، معیار و تحقیق (پٹنہ) شمارہ نمبر ۲، ۱۹۹۱ء میں بھی اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ جبکہ اس کی اشاعت ''پاکستانی زبان و ادب، مسائل و مناظر'' (از مصنف) الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء میں بھی ہوئی ہے۔

۵۵۔ یہ مضمون، زکریا یونیورسٹی جرنل (ملتان) نمبر ۱، ۱۹۸۴ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۵۶۔ یہ مضمون ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد اوّل) میں بھی شامل ہے۔

۵۷۔ یہ مضمون، اخبار اردو (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۷ء، اردو نامہ (کراچی) جون ۱۹۹۴ء، ''مقالات انجمن اساتذہ اردو'' ستمبر ۱۹۹۴ء میں، اسی عنوان سے، جبکہ ''تفہیم و تجزیہ'' (از مصنف) کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۹۹ء، اور، اردو بک ریویو (نئی دہلی) جنوری و فروری، اور، مارچ و اپریل ۲۰۰۳ء (دو اقساط) میں ''اردو میں ادبی تحقیق ۔۔۔ ایک اجمالی جائزہ'' کے عنوان سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

۵۸۔ یہ مضمون اسی رسالے میں نومبر ۱۹۸۶ء میں دوبارہ بھی شائع ہوا ہے۔

۵۹۔ یہ مضمون ''تحقیق شناسی'' میں بھی شامل ہے۔

۶۰۔ یہ مضمون ''تحقیق و تدوین'' (مرتبہ ابن کنول) میں بھی شامل ہے۔

۶۱۔ یہ مضمون، نیرنگِ خیال (راولپنڈی) ستمبر ۱۹۸۷ء، اور، ماہ نو (لاہور) مئی ۱۹۸۹ء میں بھی چھپا ہے۔

۶۲۔ یہ مضمون ''اردو میں فنی تدوین'' کا بھی حصّہ ہے۔

۶۳۔ یہ مضمون، اردو ادب (نئی دہلی) شمارہ نمبر ۳، ۱۹۹۰ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۶۴۔ یہ مضمون ''تحقیق شناسی'' میں بھی شامل ہے۔

۶۵۔ اس مضمون کی ایک تلخیص، تحقیق (جام شورو) شمارہ نمبر ۴، ۱۹۹۰ء، اور، المعارف (لاہور) مئی وجون ۱۹۹۳ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۶۶۔ یہ مقالہ ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) کا بھی حصّہ ہے۔

۶۷۔ یہ مضمون ''پاکستانی زبان وادب، مسائل ومناظر'' (از مصنف) الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء میں بھی شامل ہے۔

۶۸۔ یہ مضمون، اردونامہ (کراچی) اکتوبر ۱۹۹۶ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۶۹۔ یہ مضمون ''تحقیق شناسی'' کا بھی حصّہ ہے۔

۷۰۔ ایضاً۔

۷۱۔ یہ مضمون، اورینٹل کالج میگزین (لاہور) شمارہ مسلسل ۲۸۱، ۲۰۰۱ء میں بھی چھپا ہے۔

۷۲۔ یہ مضمون ''اردو تحقیق (منتخب مقالات)'' میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

۷۳۔ یہ فہرست، اخبار اردو (اسلام آباد) اپریل ۱۹۹۷ء کے شمارے میں بھی نقل ہوئی ہے۔

۷۴۔ یہ فہرست، اخبار اردو (اسلام آباد) جولائی، اگست، ستمبر کے مشترک شمارے میں بھی شائع ہوئی ہے۔

۷۵۔ یہ مضمون، کتاب نما (نئی دہلی) نومبر ۱۹۹۸ء میں بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۷۶۔ یہ مضمون، اردو بک ریویو (نئی دہلی) جنوری اور فروری ۲۰۰۳ء (دو اقساط) میں بھی چھپ چکا ہے۔

۷۷۔ یہ مضمون ''اردو تحقیق، مسائل ورفتار'' میں بھی چھپ چکا ہے۔ نیز ''پاکستانی جامعات کا کردار'' اسلام آباد، ۱۹۹۰ء میں بھی شامل ہے۔

۷۸۔ یہ مضمون ''تحقیق شناسی'' میں بھی شامل ہے۔

۷۹۔ یہ مضمون ''اقبالیاتی تحقیق'' میں بھی شامل ہے۔

۸۰۔ یہ مضمون، دریافت (اسلام آباد) شمارہ دوم، ۲۰۰۳ء میں بھی شامل ہے۔

۸۱۔ یہ مضمون، الماس (خیرپور) شمارہ نمبر، تیسرا، چوتھا (مشترک) جولائی ۲۰۰۲ء، قومی زبان (کراچی) جولائی ۲۰۰۲ء، ماہِ نو (لاہور) ستمبر ۲۰۰۲ء کے علاوہ ''اردو تحقیق (منتخب مقالات)'' میں بھی شائع ہوا ہے۔

۸۲۔ یہ مضمون ''اردو تحقیق (منتخب مقالات)'' میں بھی شامل ہے۔

۸۳۔ ایضاً۔

۸۴۔ ایضاً۔

۸۵۔ ایضاً۔

۸۶۔ ایضاً۔

۸۷۔ یہ مضمون ''اردو تحقیق (منتخب مقالات)'' اور، اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء میں بھی شامل ہے۔

۸۸۔ یہ مضمون ''اردو تحقیق (منتخب مقالات)'' میں بھی شامل ہے۔

۸۹۔ ایضاً۔

۹۰۔ ایضاً۔

۹۱۔ ایضاً۔

۹۲۔ ایضاً۔

۹۳۔ ایضاً۔

۹۴۔ ایضاً۔

۹۵۔ ایضاً۔

۹۶۔ ایضاً۔

۹۷۔ ایضاً۔

۹۸۔ ایضاً۔

۹۹۔ ایضاً۔

۱۰۰۔ ایضاً۔

۱۰۱۔ ایضاً۔

۱۰۲۔ ایضاً۔

۱۰۳۔ ایضاً۔

۱۰۴۔ یہ مضمون ''تحقیق وتدوین'' (مرتبہ ابن کنول) میں بھی شامل ہے۔

۱۰۵۔ یہ مضمون ''اردو میں فنی تدوین'' کا بھی حصہ ہے۔

۱۰۶۔ یہ مضمون ''تحقیق وتدوین'' (مرتبہ ابن کنول) میں بھی شامل ہے۔

۱۰۷۔ یہ مضمون مصنفہ کی اپنی کتاب ''توضیحی کتابیات'' قرطاس، فیصل آباد، ستمبر ۲۰۰۶ء کا بھی حصّہ ہے۔

۱۰۸۔ یہ مضمون، اردو بک ریویو (نئی دہلی) جون رجولائی راگست ۲۰۰۶ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۰۹۔ یہ مضمون کسی قدر اختصار کے ساتھ اس سے پہلے، اخبار اردو (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۱۰۔ یہ مضمون، اخبار اردو (اسلام آباد) مارچ ۲۰۰۶ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

۱۱۱۔ یہ مضمون مصنفہ کی اپنی کتاب ''توضیحی کتابیات'' قرطاس، فیصل آباد، ستمبر ۲۰۰۶ء کا بھی حصّہ ہے۔

۱۱۲۔ یہ تعداد راقم الحروف کی نظر میں آئے مضامین کی ہے۔ اِن کے علاوہ بھی ہو سکتے ہیں۔

کتابیات وماٗخذ

- ابنِ فرید، **جدید تحقیق کے مطالبات** ''سب رس'' (کراچی) جنوری ۱۹۸۸ء۔
- ابنِ کنول، پروفیسر (مرتّب) **تحقیق وتدوین**، کتابی دنیا ۱۹۵۵، ترکمان گیٹ، دہلی ۶، مئی ۲۰۰۶ء۔
- ابنِ منظور، محمد بن مکرم الافریقی المصری، **لسانُ العرب** (جلد ۱۰)، بیروت، ۱۳۰۰ھ۔
- ابوسلمان، شاہ جہان پوری، ڈاکٹر، **تحقیق کی راہ دشوار اور مقتدرہ کی رہنمائی** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) مارچ ۱۹۸۷ء۔
- ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی، **مصباح اللّغات**، پروگریسیو بکس، لاہور، س ن ۔
- ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر، **اردو کا شعری متن اور ہمارے تعبیری رویے**، مشمولہ ''علم شرح تعبیر اور تدریس'' مرتبہ پروفیسر نعیم احمد، مسلم یونیورسٹی (شعبۂ اردو) علی گڑھ، ۱۹۹۵ء۔
- ابوللیث، صدیقی، ڈاکٹر، **جدید علمی تحقیق کا طریقِ کار** ''برگِ گل'' (کراچی) ۱۹۵۸ء۔
- احسان اللہ، ڈاکٹر خان، **تعلیمی تحقیق اور اس کے اصول ومبادی**، بُک ٹریڈرز، لاہور، ۱۹۷۸ء۔
- احمد بیگ، ڈاکٹر مرزا خلیل، **اردو میں لسانی تحقیق** ''نقوش'' (لاہور) شمارہ نمبر ۱۴۲، (سالنامہ) س ن ۔
- احمد خان، **علمی تحقیق کے لیے جدید سہولتیں** ''فکر ونظر'' (اسلام آباد) دسمبر ۱۹۷۳ء۔
- احمد صغیر، صدیقی، **معروضیت، ادبی تحقیق اور ادبی خدمت** ''ادب دوست'' (لاہور) اپریل ۲۰۰۲ء۔
- احمد فاروقی، ڈاکٹر، **مخطوطات شناسی**، مشمولہ ''چراغ راہ گزر'' بحوالہ: رفاقت علی شاہد ''تحقیق شناسی''، القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء۔
- اختر شاد، **پاکستان میں ادبی تحقیق کے مسائل** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۲، ۲۰۰۳ء۔
- اختر، ڈاکٹر ش، **تحقیق کے طریقہ کار**، سینٹر فار سائنٹیفک سٹڈی اینڈ کلچر، رانچی، س ن ۔
- احتشام حسین، رضوی، سیّد، **اردو تحقیق وتنقید** ''جامعہ'' (نئی دلی) ستمبر ۱۹۶۱ء۔
- اخلاق حسین، دہلوی، **تحقیقی مضامین کا اسلوب (تحقیق اور منہاج تحقیق سے متعلق چند تصریحات)** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴۔۲۰۰۶ء۔

- ادار یہ، **ادب میں سرقہ وخیانت کے مسائل** ''الاقرباء'' (اسلام آباد) اپریل تا جون ۲۰۰۲ء۔
- ادار یہ، **پاکستان میں اردو تحقیق کے دس سال** ''صحیفہ'' (لاہور) اکتوبر ۱۹۶۸ء۔
- ادریس جمال، **ادبی تحقیق میں بنیادی اور ثانوی ماٰخذ** ''عصمت'' (کراچی) فروری ۱۹۹۵ء۔
- ادیب، اسلم ڈاکٹر، **تحقیق کی بنیادیں**، بیکن بکس، لاہور رملتان، ۲۰۰۳ء۔
- **''اردو لغت''** (جلد پنجم)، اردو ڈکشنری بورڈ کراچی، ۱۹۸۳ء۔
- ارشاد احمد، شاکر اعوان، ڈاکٹر، **حواشی وتعلیقات** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- ارشد معراج، **تحقیق میں مصاحبہ اور سوال نامہ** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۴، ستمبر ۲۰۰۵ء۔
- اسد فیض، **اردو تحقیق مسائل ومعیار**، ہم عصر پبلی کیشنز، ملتان، ۲۰۰۱ء۔
- اسماء ندیم، **مقالہ نگاری اور اس کا مقام مختلف اقوام میں** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، اگست ۲۰۰۶ء۔
- اشرف اے۔ بی کمال، **شعبہ اردو انقرہ یونیورسٹی میں اردو ڈاکٹریٹ** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اگست ۱۹۹۷ء۔
- اشرف اے۔ بی، ڈاکٹر، **شعبہ اردو انقرہ یونیورسٹی میں پی ایچ۔ ڈی کے سکالرز** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) فروری ۱۹۹۳ء۔
- اعجاز راہی، ڈاکٹر (مرتّب) **روداد سیمینار اصول تحقیق**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۶ء۔
- اعجاز راہی، ڈاکٹر (مرتّب) **تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۶ء۔
- افتخار حسین، آغا، **اہل تحقیق کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق کی ضرورت**، مشمولہ ''یورپ میں تحقیقی مطالعے'' مجلس ترقی ادب، نومبر ۱۹۶۷ء۔
- افتخار حسین، آغا، **اہل قلم اور اہل تحقیق حضرات کی خدمت میں چند معروضات** ''نگار پاکستان'' (کراچی) جون ۱۹۶۵ء۔
- افتخار حسین، آغا، **تحقیقی اداروں میں باہمی ربط کی ضرورت** ''افکار'' (کراچی) اکتوبر ۱۹۶۴ء۔
- افضال حسین، قاضی، **متن کی تانیثی قرأت** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء۔
- اکبر حیدری کشمیری، ڈاکٹر، **ایسے ناقدر محقق کا کیا کرے کوئی** ''طلوع افکار'' (کراچی) دسمبر ۱۹۹۷ء۔
- امجد طفیل، **جدید ادبی تنقیدی نظریے اور متن کی تلاش**، (حصہ اوّل) ''شب خون'' (الہ آباد) جون تا دسمبر ۲۰۰۵ء۔
- امیر اللہ خان، ڈاکٹر، **میرٹھ یونیورسٹی میں تحقیقی سرگرمیاں**، مشمولہ ''تخلیق وتنقید'' ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی۔ اپریل

۱۹۸۶ء۔

- انجم رحمانی، ڈاکٹر **مخطوطات کی اہمیت** ''اردو نامہ'' (کراچی) جون ۱۹۹۹ء۔
- انجم، محمد وسیم، **اقبالیات اور تحقیقی اقسام** ''نیرنگ خیال'' (راولپنڈی) نومبر ۲۰۰۰ء (۸۰)
- انصارالدین، ڈاکٹر مدنی، **کمالِ تحقیق**، کلیہ علومِ اسلامی گریج یونیورسٹی، کراچی، جنوری ۲۰۰۷ء (پمپلٹ)۔
- انصاراللہ، ڈاکٹر محمد نظر، **تدوین کے اصول و مدارج** ''فکر و نظر'' (علی گڑھ) اپریل و جولائی ۱۹۷۰ء۔
- انور احمد، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کے لیے معیاری زبان** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- انور سدید، ڈاکٹر، **اردو ادب کی مختصر تاریخ**، عزیز بک ڈپو، لاہور، طبع سوم ۱۹۹۸ء۔
- اورنگ زیب، عالمگیر، ڈاکٹر **تعین تاریخ** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- اُردو سوسائٹی، **رہبر تحقیق**، شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ، ۱۹۷۶ء۔
- آصف نعیم، ڈاکٹر **متن، تعبیر متن اور قاری**، مشمولہ ''علم شرح تعبیر اور تدریس'' مرتبہ نعیم احمد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۹۵ء۔
- آفتاب احمد، ڈاکٹر محمد، **تحقیقی مقالے میں بنیادی ماٰخذ اوران کی اہمیت** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء۔
- بادشاہ منیر، بخاری، **اُصول تحقیق، طالب علم کے نقطۂ نظر سے** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- بدایونی، ضیا احمد **مخطوطات شناسی**، مشمولہ ''مسالک و منازل'' (مجموعۂ مضامین از مصنف) مکتبہ جامعہ لمٹڈ، نئی دہلی ۱۹۷۵ء۔
- بشریٰ پروین، **تحقیق اور ماٰخذ شناسی** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، (اگست) ۲۰۰۶ء۔
- بشریٰ راٹھور، مس، **اردو تحقیق** ''ماہ نو'' (لاہور) جنوری ۲۰۰۰ء۔
- بشیر محمود، اختر، **فنی تدوین کی معیار بندی** ''علم کی روشنی'' (اسلام آباد) جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲۔ ۲۰۰۵ء۔
- بلوچ، محمد شفیع **مخطوطے کو مرتب کرنے کے اصول** ''ماہ نو'' (لاہور) مارچ ۲۰۰۱ء۔
- تبسم کاشمیری ڈاکٹر، **دستاویزی تحقیق** ''اورینٹل کالج میگزین'' (لاہور) جولائی ۱۹۸۱ء۔
- تبسم کاشمیری، ڈاکٹر **تحقیق کے تین اقسام** ''نگار پاکستان'' (کراچی) جون و جولائی ۱۹۸۱ء۔
- تبسم کاشمیری، ڈاکٹر **تحقیق کے طریقے** ''نگار پاکستان'' (کراچی) اگست و ستمبر ۱۹۸۱ء۔
- تبسم کاشمیری، ڈاکٹر **تحقیقی موضوع کے انتخاب کا مسئلہ** ''ماہ نو'' (لاہور) اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

- تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، **جدید اردو تحقیق** "ہماری زبان" (نئی دہلی)، ۱۹۸۰ء۔
- تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کے اُصول**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء۔
- تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، **تحقیقی مباحث** "قومی زبان" (کراچی) اگست ۱۹۸۱ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تاریخ طباعتِ متن** "نوائے ادب" (بمبئی) جنوری ۱۹۷۳ء۔
- تنویر احمد علوی، **ڈاکٹر قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل** "صبح" (نئی دہلی) مئی ۱۹۶۶ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن**، دہلی یونیورسٹی، نئی دہلی ۱۹۷۷ء۔ سنگت پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۳ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق**، اردو اکادمی، دہلی، مارچ ۱۹۹۰ء، طبع دوم ۲۰۰۲ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تنقیدِ متن** "نوائے ادب" (بمبئی) جولائی ۱۹۷۰ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تاریخ کتابت متن** "نوائے ادب" (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۱ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تاریخِ متن** "نوائے ادب" (بمبئی) جولائی ۱۹۷۱ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تحشیہ متن** "نوائے ادب" (بمبئی) جنوری ۱۹۷۳ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تحقیق متن** "نوائے ادب" (بمبئی) جنوری ۱۹۷۱ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **ترتیب متن** "نوائے ادب" (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۳ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تصحیح متن** "نوائے ادب" (بمبئی) جولائی ۱۹۷۳ء۔
- تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، **تعلیقاتِ متن** "نوائے ادب" (بمبئی) جولائی ۱۹۷۴ء۔
- تنویر احمد، ڈاکٹر علوی، **تحقیق تنقید** "جامعہ" (نئی دہلی) اکتوبر ۱۹۸۰ء۔
- جاوید اشرف، **ہندوستانی جامعات میں اردو تحقیق** "معیارِ تحقیق" (پٹنہ) شمارہ نمبر ۲، ۱۹۹۱ء۔
- جاوید اقبال، سیّد، **سندھ یونیورسٹی میں اردو تحقیق** "اخبارِ اردو" (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء۔
- جمیل احمد رضوی، سید، **اِصطلاحات اُصولِ تحقیق** "اخبارِ اردو" (اسلام آباد) مئی، ۱۹۸۶ء۔
- جمیل احمد، سید رضوی، **اشاریہ سازی** "تحقیق" (جام شورو) شمارہ نمبر ۱، مئی ۱۹۸۷ء۔
- جمیل احمد، رضوی سید، **دستاویزی طریقۂ تحقیق** "مجلّہ تحقیق" (لاہور) شمارہ نمبر ۱، جلد نمبر ۵۔ ۱۹۸۳ء۔

- جمیل احمد،سید رضوی،**لائبریری سائنس اوراصولِ تحقیق**،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۶ء۔
- جمیل جالبی،ڈاکٹر،**تنقیدی وتحقیقی موضوعات پر لکھنے کےاصول**،مشمولہ''نئی تنقید''(ازمصنف)مرتبہ خاور جمیل،رائل بک کمپنی،کراچی،۱۹۸۵ء۔
- جمیل جالبی،ڈاکٹر،**اردو تحقیق کی روایت،ایک مصاحبہ**،مشمولہ''ادبی تحقیق''(ازمصنف)مجلس ترقی ادب،لاہور،جون ۱۹۹۴ء۔
- جمیل جالبی،ڈاکٹر،**تحقیق کےجدید رجحانات**،مشمولہ''ادبی تحقیق'(ازمصنف)مجلس ترقی ادب،لاہور،جون۱۹۹۴ء۔
- جمیل جالبی،ڈاکٹر،**علمی،تحقیقی اورتنقیدی کتاب کی تصنیف وتالیف**''کتاب''(لاہور)اگست۱۹۸۲ء۔
- جمیل جالبی،ڈاکٹر،**فنِ تدوین**،مشمولہ''معاصر ادب''(ازمصنف)سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۱ء۔
- حامد بیگ،ڈاکٹر مرزا،**شخصیات پر ہونے والی تحقیق**''اخبارِ اردو''(اسلام آباد)اکتوبر۲۰۰۳ء۔
- حامد حسین،ڈاکٹر،**اردوادب کےمطالعہ وتحقیق سےمتعلق چندمسائل**''شاعر''(بمبئی)اکتوبر۱۹۶۳ء۔
- حامد حسین،سید ڈاکٹر،**اُردو میں تحقیق کےمسائل**''صبح اُمید''(لکھنؤ)ستمبر واکتوبر۱۹۷۷ء۔
- حامد حسین،ڈاکٹر،**اُردو میں کتابیات کی ترتیب اوراس کےاصول**''ہماری زبان''(نئی دلی)مارچ ۱۹۶۴ء۔
- حسن اختر،ملک،ڈاکٹر،**ادبی تحقیق**،مشمولہ''تہذیب وتحقیق''(ازمصنف)یونیورسل بکس،لاہور،۱۹۸۵ء۔
- حنیف فوق،ڈاکٹر،**کاوشِ تحقیق**''افکار''(کراچی)دسمبر۱۹۷۲ء۔
- حیات اللہ،محمد خان،**کتابیات صلاح وتیاری واقسام**''کتاب''(لاہور)جون۱۹۸۰ء۔
- خاکوانی محمد ساجد،**تحقیق میں مواد اور مصادر کاتعلق**''اخبارِاردو''(اسلام آباد)دسمبر۲۰۰۰ء۔
- خاکوانی محمد ساجد،**تحقیق میں''متن'' کاکرداراور''متن'' کی اقسام**''اخبارِاردو''(اسلام آباد)اگست۲۰۰۰ء۔
- خالد رشید،**تعلیمی تحقیق**،علمی کتاب خانہ،کبیر سٹریٹ،لاہور،۱۹۸۶ء۔
- خاور نقوی،**اُردو کی ادبی تحقیق**''ماہ نو''(لاہور)اگست ۱۹۹۵ء۔
- خلیق انجم،ڈاکٹر،**متنی تنقید**،خرام پبلی کیشنز،دہلی،۱۹۶۷ء۔انجمن ترقی اردو(ہند)نئی دہلی ۲۰۰۶ء(نیاایڈیشن)۔
- خلیق انجم،ڈاکٹر،**ادبی تحقیق اورحقائق**''صبح''(نئی دہلی)جولائی ۱۹۶۶ء۔

- خلیق انجم، ڈاکٹر، **غلط انتسابات کے اسباب و وجوہ** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲، ۹۷-۱۹۹۶ء (ماخوذ از متنی تنقید)
- خلیق انجم، ڈاکٹر، **ممتاز محقق اور متنی نقاد ــ رشید حسن خان** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) فروری ۲۰۰۷ء۔
- خلیق انجم، ڈاکٹر، **ہندوستان میں اردو تحقیق و تدوین کا کام (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۵ء تک)** ''فکر و تحقیق'' (دہلی) جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۲، جولائی تا دسمبر ۱۹۸۹ء۔
- خورشید سمیع، **تحقیق اور تنقید** ''زبان و ادب'' (پٹنہ) مئی و جون ۱۹۸۱ء۔
- خورشید، عطا، ڈاکٹر، **مخطوطاتی ادب: (علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری کے حوالے سے)**، مشمولہ ''دانش گاہ علی گڑھ میں ادب'' مرتبہ پروفیسر خورشید احمد، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ ۲۰۰۵ء۔
- خوشحال زیدی، سرسوی، **ادبی تحقیق کے وسائل** ''گنگ و جمن'' (کانپور) جنوری ۱۹۷۷ء۔
- خوشحال زیدی، **مقالہ کی تسوید** ''سب رس'' (حیدر آباد، دکن) ستمبر ۱۹۷۷ء۔
- خوشحال زیدی، **مبادیاتِ تحقیق**، جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵، ۲۰۰۶ء۔
- درشہوار بیگ، **ادبی تحقیق، مراحل اور طریقۂ کار** ''پشاور یونیورسٹی جرنل'' (پشاور) ۹۶-۱۹۹۵ء۔
- درانی، عطش، ڈاکٹر (مرتب) **مطالعاتی راہنما برائے ایم فل زبان و ادبیات**، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء۔
- درانی، عطش ڈاکٹر، **جدید رسمیاتِ تحقیق**، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۵ء۔
- درانی، عطش ڈاکٹر (مرتب) **اردو تحقیق (منتخب مقالات)**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء۔
- **''درسی اردو لغت''** مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل ۲۰۰۱ء۔
- درّانی، عطش ڈاکٹر، **تحقیقی خواص میں اعتباریت یا ساکھ** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴-۲۰۰۶ء۔
- درّانی، عطش ڈاکٹر، **اردو میں تحقیقی ڈیزائن کا جائزہ** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- درّانی، عطش ڈاکٹر، **تدوین کتب اور طباعتی اُمور** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۱۹۸۶ء۔
- درّانی، عطش ڈاکٹر، **تقابلی لسانیاتی تحقیق کے مسائل** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، اگست ۲۰۰۶ء۔
- درّانی، عطش ڈاکٹر، **مقدمہ ادبیات اصول تحقیق** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۴، ستمبر ۲۰۰۵ء۔
- درّانی، عطش ڈاکٹر، **اقبالیات کا تحقیقی منہاج** ''الاقرباء'' (اسلام آباد) جولائی و ستمبر ۲۰۰۳ء۔

- درّانی، عطش ڈاکٹر، **جامعاتی سطح پر اردو تحقیق کی تدریس** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۲ء۔
- درّانی، عطش ڈاکٹر **کلی تنظیم کے حوالے سے تحقیق فن ہے یا تکنیک** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جون ۲۰۰۵ء۔
- دلشاد، کنور محمد، **ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء۔
- رابعہ اقبال، مسز، **اردو تحقیق کی ترقی میں پاکستانی خواتین کا حصہ** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء۔
- رابعہ اقبال، مسز، **اردو میں تحقیقی اصول اور طریق کار سے متعلق توضیحی سرمایہ** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۴، ۱۹۹۰ء۔
- رابعہ اقبال، مسز، **پاکستانی خواتین اور اردو تحقیق** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۴، ۱۹۹۰ء۔
- رابعہ سرفراز، **تحقیق اور اس کی اقسام** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جون ۲۰۰۵ء۔
- رابعہ سرفراز، **تحقیقی اصطلاحات میں حواشی اور تعلیقات، ایک عملی وضاحت** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۴ء۔
- رابعہ سرفراز، **تحقیقی اصطلاحات (اقتباس، انٹرویو، کتابیات، خاکہ)** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) فروری ۲۰۰۶ء۔
- رابعہ سرفراز، **توضیحی مطالعات**، قرطاس فیصل آباد۔ ستمبر ۲۰۰۶ء۔
- رالف رسل، **تدوین وطباعت کا معیار اور ترقی اردو بورڈ کی ذمہ داریاں** ''اردو نامہ'' (کراچی) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۴ء۔
- رالف، سی سیگر، **مطالعاتی تحقیق**، (ترجمہ، عاصم صحرائی) ''کتاب'' (لاہور) جنوری ۱۹۸۱ء۔
- رشید ارشد، پروفیسر محمد، **تعلیمی تحقیق**، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء۔
- رشید امجد، ڈاکٹر، **جدید زبانوں کی جامعہ میں اردو تحقیق** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء۔
- رشید حسن خان، **ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ**، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ، ۱۹۷۹ء۔ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۹۰ء۔
- رشید حسن خان، **تدوین متن اور اعراب نگاری** ''اکادمی'' (لکھنؤ) مارچ و جولائی ۱۹۸۲ء۔
- رشید حسن خان، **تدوین، تحقیق روایت**، اے ایس پرنٹرز، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء۔
- رشید حسن خان، **حوالہ اور صحت متن** ''شاعر'' (بمبئی) شمارہ نمبر ۵ تا ۷۔ ۱۹۷۷ء (ہم عصر اردو ادب نمبر)
- رشید حسن خان، **کلاسیکی متون کی تدوین کیسے ہوگی؟** ''فکر و تحقیق'' (نئی دہلی) اپریل، مئی، جون۔ ۱۹۹۹ء۔
- رشید حسن خان، **کلام اقبال کی تدوین** ''اقدار'' (کراچی) جلد ۴، شمارہ نمبر ۳/۴، (؟)۔
- رشید حسن خان، **تحقیق سے متعلق بعض مسائل** ''نوائے ادب'' (بمبئی) اپریل و جولائی و اکتوبر ۱۹۶۷ء، اور جنوری و

فروری ۱۹۶۸ء۔

- رشید حسن خان، **دکنی ادب کی تدوین کے بعض مسائل**، مشمولہ ''دکنی ادب'' (مرتبہ عبدالستار دلوی) بمبئی یونیورسٹی، بمبئی ۱۹۸۷ء۔
- رضیہ بی بی، **ادبی تحقیق اور اکیسوی صدی** ''علم کی روشنی'' (اسلام آباد) جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲۔ ۲۰۰۴ء۔
- رفاقت علی شاہد (مرتب) **تحقیق شناسی**، القمر انٹر پرائزز، لاہور، ۲۰۰۳ء۔
- رفعت اختر، ڈاکٹر، **تحقیق کی ہیت وماہیت**، مشمولہ ''نئے زاویے'' (ازمصنف) ناشر خود، جنوری ۱۹۹۲ء۔
- رفیع الدین، ڈاکٹر محمد، **اسلامی تحقیق کا مفہوم مدعا اور طریق کار**، دارالاشاعۃ الاسلامیہ، لاہور، اپریل ۱۹۶۹ء۔
- رفیع الدین، ڈاکٹر ہاشمی **تحقیق اقبالیات کے مآخذ**، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶ء۔
- رفیع الدین، ڈاکٹر ہاشمی، **رشید حسن خان اردو تحقیق کا رجل رشید** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) مئی ۲۰۰۶ء۔
- رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر، **یونیورسٹیوں میں تحقیق** ''قومی زبان'' (کراچی) مارچ ۱۹۹۳ء۔
- رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر، **اردو تحقیق پر (ایک اجمالی نظر)** ''کتاب'' (لاہور) جون، ۱۹۸۵ء۔
- رفیع الدین، ہاشمی، ڈاکٹر، **تفہیم وتجزیہ** (ازمصنف) کلیہ علوم اسلامیہ وشرقیہ جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۹۹ء۔
- رفیع الدین، ڈاکٹر محمد، **اسلامی تحقیق اس کے معانی، مدعا اور طریق کار** ''میثاق'' (لاہور) جنوری تا اپریل ۱۹۶۹ء (چار اقساط)۔
- روبینہ ترین، ڈاکٹر، **اشاریہ تحقیقی مقالات (زکریا یونیورسٹی ملتان)** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) مئی ۲۰۰۳ء۔
- روبینہ ترین، **تحقیق وتدوین چند اصولی مباحث** ''قومی زبان'' (کراچی) اگست ۱۹۸۴ء۔
- روبینہ ترین، پروفیسر، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق میں زکریا یونیورسٹی کا کردار** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء۔
- روبینہ ترین، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کی روایت میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کا کردار** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴۔ ۲۰۰۶ء۔
- روبینہ شہناز، **تحقیق کے مآخذ** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۵ء۔
- روبینہ شہناز، **تنقید متن کے مختلف مدارج** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔

- روبینہ شہناز، ڈاکٹر، **کنایات اور اشاریہ** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۵، (اگست) ۲۰۰۶ء۔
- روف پاریکھ، ڈاکٹر، **جامعات میں اردو تحقیق؛ چند معروضات** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) مئی ۲۰۰۷ء۔
- رئیس نعمانی، **تدوین متن کے مسائل کے بارے میں** ''خدا بخش لائبریری جرنل'' (پٹنہ) شمارہ نمبر ۱۹۔۱۹۸۱ء۔
- ریاض الاسلام، صدیقی، پروفیسر، **صوفیانہ ادب کے لیے ایک منہاج تحقیق کی ضرورت** ''فکر ونظر'' (اسلام آباد) جولائی ۱۹۸۹ء۔
- زاہد منیر عامر، **تدوین، معیاری اسلوب کی تلاش** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء۔
- زاہد منیر عامر، ڈاکٹر/ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، **مقالہ نگاری طریق کار اور ضوابط** ''مجلہ تحقیق'' (لاہور) شمارہ نمبر ۱، جلد ۲۰۔ ۱۹۹۹ء۔
- زاہدہ پروین، **تحقیق وتنقید کا ربط باہم** ''ماہ نو'' (لاہور) مارچ ۲۰۰۱ء۔
- سائل، منظور حسین، **تحقیق ادب اُصول اور مسائل** ''تخلیق'' (کراچی) جلد، سنہ وغیرہ ندارد۔
- سجاد علی، انصاری، **اجتہاد و تحقیق** ،مشمولہ ''محشرِ خیال'' بحوالہ: رفاقت علی شاہد ''تحقیق شناسی''، القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء۔
- سحر انصاری، **متنی تنقید اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق** ''قومی زبان'' (کراچی) اگست ۱۹۹۰ء۔
- سرور، آل احمد، **اردو میں تحقیق** ''ہماری زبان'' (علی گڑھ) اپریل ۱۹۵۸ء۔
- سروہی، محمد اسلم ڈاکٹر، **تحقیق میں بنیادی ماٗخذ کی اہمیت** ''ماہِ نو'' (لاہور) دسمبر ۲۰۰۶ء۔
- سعید احمد، **تحقیق کیا ہے؟** ''نوادر'' (لاہور) اکتوبر ۲۰۰۲ء تا جنوری ۲۰۰۳ء (پہلا حصہ) فروری تا اپریل ۲۰۰۳ء (دوسرا حصہ)
- سعید الدین احمد، ڈار ڈاکٹر، **تحقیق میں حواشی، حوالہ جات اور اقتباسات** ''اردو بک ریویو'' (نئی دہلی) اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۶ء۔
- سعید اللہ، ڈاکٹر قاضی، **اصول تحقیق**، این پی پرنٹرز، پشاور، ۱۹۹۲ء۔
- سلطان محمود، رانا، **فنِ تحقیق' مبادیات، اصول اور تقاضے** (تحقیق وتالیف)، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۰۵ء۔
- سلطانہ بخش، ڈاکٹر ایم (مرتب) **اردو میں اصولِ تحقیق ''انتخاب مقالات''**، (جلد اول) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۶ء۔
- سلطانہ بخش، ڈاکٹر ایم (مرتب) **اردو میں اصولِ تحقیق ''انتخاب مقالات''**، (جلد دوم) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد

جون ۱۹۸۶ء۔ورڈ ویژن پبلشرز، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء۔

- سلطانہ بخش، ڈاکٹر (مرتب) **مطالعاتی راہنما برائے ایم فل اقبالیات**، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، س ن۔
- سلطانہ بخش، ڈاکٹر (مرتب) **مطالعاتی راہنما برائے ایم فل اردو**، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، س ن۔
- سلمان علی، ڈاکٹر، **تحقیقی مواد کا حصول** ''پشاور یونیورسٹی جرنل'' (پشاور) جلد ۱۴، شمارہ نمبر ۲، ۲۔۲۰۰۱ء۔
- سلیم اختر، ڈاکٹر، **اردو میں لسانی تحقیق کے جدید رجحانات** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) مئی ۱۹۹۸ء۔
- سلیم ملک، ڈاکٹر محمد (مرتب) **اردو تحقیق پنجاب یونیورسٹی میں**، ادارہ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، جون ۲۰۰۶ء
- سہیل عباس خان (مرتب) **جامعاتی تحقیق (فہرستِ مقالات)**، شعبۂ اردو بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، دسمبر ۲۰۰۶ء۔
- شازیہ عنبرین، **تدوین متن، چند بنیادی مباحث** ''صحیفہ'' (لاہور) اکتوبر ردسمبر ۲۰۰۳ء۔
- شام لال کالڑا، عابد پشاوری، ڈاکٹر، **اردو تحقیق کی موجودہ صورت حال** ''شاعر'' (بمبئی) مئی ۱۹۸۵ء۔
- شاہد اقبال کامران، **اقبالیات میں تحقیق، مسائل اور امکانات** ''قومی زبان'' (کراچی) اپریل ۲۰۰۳ء۔
- شاہد اقبال کامران، **کلام اقبال میں حواشی وتصریحات کا جائزہ** ''الاقرباء'' (اسلام آباد) سالنامہ ۲۰۰۶ء۔
- شاہد اقبال، سید، ڈاکٹر، **بہار کی دانشگاہوں میں اردو تحقیق**، (دوسری قسط) ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جنوری ۱۹۹۲ء۔
- شاہد ایس ایم، **تحقیق مقالہ نویسی کا فن**، مجید بک ڈپو، لاہور، ۲، ۲۰۰۱ء۔
- شاہد ایس۔ایم، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کی معروضیت** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- شاہد ایس۔ایم، ڈاکٹر، **تحقیقی خاکے کی تیاری یا تحقیقی تجویز** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۳ء۔
- شاہدہ یوسف، **ادبی تجربے کی بازیافت میں تحقیق وتنقید کا ارتباط** ''صحیفہ'' (لاہور) اکتوبر ردسمبر ۱۹۹۶ء۔
- شاہد، ایس ایم، **ایجوکیشنل ریسرچ**، مجید بک ڈپو، لاہور، س ن۔
- شاہد، ایس ایم، **تعلیمی تحقیق اسلوب وشماریات**، مجید بک ڈپو، لاہور، ۲۰۰۰ء۔
- شاہدہ یوسف، **اقبالیاتی تحقیق کے مسائل اور ان کے حل کی تجاویز** ''قومی زبان'' (کراچی) نومبر ۲۰۰۳ء۔
- شاہدہ یوسف، **تحقیق میں اشاریہ سازی کی اہمیت** ''قومی زبان'' (کراچی) ستمبر ۱۹۹۷ء۔
- شباب ونہاروی، **جدید سائنسی تحقیق اور تحشیہ نگاری** ''کتاب'' (لاہور) مئی وجون ۱۹۷۷ء۔

- شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، **مقالات انجمن اساتذہ اردو، جامعاتِ ہند**، انجمن اساتذہ اردو، ہند، دہلی، ستمبر ۱۹۶۷ء۔
- شعبۂ اردو علی گڑھ کا خبر نامہ/فہرست، **ایم فل، پی ایچ۔ڈی میں نئے داخلے** ''رفتار'' (علی گڑھ) اکتوبر ۲۰۰۵ء۔
- شعبۂ اردو علی گڑھ کا خبر نامہ، **شعبۂ اردو میں تحقیق کی صورت حال** ''رفتار'' (علی گڑھ) مارچ ۱۹۸۴ء۔
- شعبۂ اردو علی گڑھ، **شعبۂ اردو میں تحقیق کی رفتار**، (خبر نامہ) ''رفتار'' (علی گڑھ) اکتوبر ۱۹۸۰ء۔
- شعبۂ اردو علی گڑھ، **شعبۂ اردو میں تحقیق کی رفتار**، (خبر نامہ) ''رفتار'' (علی گڑھ) نومبر ۱۹۸۱ء۔
- شعبۂ اردو (علی گڑھ)، **شعبۂ اردو (علی گڑھ) میں ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی اور ڈی لٹ کرنے والے اصحاب (ابتداء تا دسمبر ۱۹۹۶ء)** ''اردو بک ریویو'' (نئی دہلی) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء۔
- شفیق احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، **شعبۂ اردو واقبالیات، جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تحقیق** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء۔
- شفیق انجم، **جائزے**، اُسلوب، اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۷ء۔
- شفیق عجمی، **تحقیق اور اقبالیاتی تحقیق** ''قومی زبان'' (کراچی) نومبر ۱۹۹۲ء۔
- شہباز حسین، (مرتب) **آج کل (دہلی) کا ''اردو تحقیق نمبر''** شعبۂ مطبوعات حکومتِ ہند، نئی دہلی، اگست ۱۹۶۷ء۔
- شہناز کوثر، **تحقیق میں بنیادی اور ثانوی مآخذ** ''نوادر'' (لاہور) مارچ تا اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- شیدا محمد، کاکاخیل، **تحقیق کے تقاضے** ''پشاور یونیورسٹی جرنل'' (پشاور) شمارہ نمبر ۲، جلد ۹، ۹۷۔۱۹۹۶ء۔
- شیر محمد زمان، ڈاکٹر، **پاکستان میں تحقیق مخطوطات کا مسئلہ اور چند تجاویز** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جون ۱۹۹۸ء۔
- صباحت قمر، **مسائل املا اور تدوین متن** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۵ء۔
- صدیق خان شبلی، ڈاکٹر محمد، **اردو میں حوالہ نگاری** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- صدیق خان، ڈاکٹر محمد شبلی، **حواشی و تعلیقات** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء۔
- صفدر علی، پروفیسر، **تحقیقی طریقہ کار**، ایورنیو بکس پیلس، لاہور، س ن۔
- صفدر علی، پروفیسر، **اصول تحقیق و تدوین**، فاروق سنز، لاہور، س ن۔
- طارق محمود، **تحقیق میں اشاریہ کی ضرورت و اہمیت** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۵ء۔
- طاہر مسعود، پروفیسر، **علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے تحقیقاتی منصوبے**، (موضوعاتی فہرست) ''شام و سحر'' (لاہور)

جولائی ۲۰۰۰ء۔

- طفیل، محمد ہاشمی (مرتب) **مطالعاتی رہنما برائے ایم فل اسلامیات**، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، س ن۔
- ظہیر احمد، ڈاکٹر صدیقی، **آزادی ہند کے بعد تحقیق کی رفتار**، مشمولہ ''فکری زاویے'' بحوالہ: رفاقت علی شاہد ''تحقیق شناسی''، القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء۔
- عابد رضا بیدار (مرتّب) **تدوینِ متن کے مسائل**، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۸۲ء۔
- عارف نعیمی، مولانا، **تحقیق میں اشاریہ کی ضرورت واہمیت** ''عرفات'' (لاہور) جولائی ۲۰۰۰ء۔
- عارف نوشاہی، سید، **پاکستان میں مخطوطات: مسائل اور تجاویز** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۳، ۱۹۸۹ء۔
- عارف، پروفیسر محمد، **تحقیقی مقالہ نگاری (طریقِ کار)**، ادارہ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۹ء۔
- عالم، قیصر ضحی، **اردو تحقیق چند مسائل** ''زبان وادب'' (پٹنہ) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۸ء۔
- عالم، محمد خورشید، **تحقیق میں جامعاتی کتب خانے کا استعمال** ''کتاب'' (لاہور) اگست ۱۹۸۷ء۔
- عالی، جمیل الدین، **یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق** ''اوراق'' (سرگودھا) جنوری وفروری ۱۹۹۰ء۔
- عامر سہیل، **اردو میں تدوین کا معلم اوّل، حافظ محمود شیرانی** ''الماس'' (خیر پور) شمارہ نمبر ۷، ۲۰۰۴ء۔
- عامر سہیل، **ادبی تحقیق مسائل اور رفتار**، (رپورٹ سیمینار) ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) ستمبر ۲۰۰۲ء۔
- عبادت بریلوی، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کا بنیادی اصول** ''افکار'' (کراچی) جنوری ۱۹۵۸ء۔
- عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر، **علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں تحقیق** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء۔
- عبدالحق، **موادی تجزیہ، ایک تحقیقی طریقِ کار** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء۔
- عبدالحمید خان (ترتیب وتالیف) **اصولِ تحقیق**، نیشنل بک فاونڈیشن، وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۳ء۔
- عبدالرزاق قریشی، **مبادیاتِ تحقیق**، ادبی پبلشرز، بمبئی، ۱۹۶۸ء۔
- عبدالرزاق، خان، **تحقیق کے تقاضے** ''افکار معلم'' (لاہور) فروری ۱۹۹۴ء۔
- عبدالستار دلوی، ڈاکٹر (مرتب) **ادبی اور لسانی تحقیق اصول اور طریقِ کار**، شعبۂ اردو بمبئی یونیورسٹی، بمبئی، ۱۹۸۴ء۔
- عبدالسلام، صدیقی ڈاکٹر، **اردو تحقیق؛ چند تصریحات چند تجاویز** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء۔

- عبدالسلام، خورشید، **پاکستان میں علمی تحقیق** ''قومی زبان'' (کراچی) اگست ۱۹۶۱ء۔
- عبداللطیف، حکیم، **ریسرچ کی بیماری** ''افکار'' (کراچی) سالنامہ ۱۹۶۸ء۔
- عبدالقادر، ڈاکٹر قاضی، **تصنیف و تحقیق کے اصول**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء۔
- عبداللہ، سید، ڈاکٹر، **پاکستان میں تاریخی تحقیق کے دھارے**، (ایک خط کا جواب)، مشمولہ ''ادب و فن'' مغربی پاکستان اکیڈمی، لاہور، اگست ۱۹۸۷ء۔
- عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر، **تحقیق و تنقید کے مقاماتِ اتصال** ''اردو نامہ'' (کراچی) اپریل تا جون ۱۹۶۱ء۔
- عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر، **تحقیق و تنقید** ''نیا دور'' (کراچی) شمارہ ۶ / ۷، ۱۹۵۶ء۔
- عبدالمغنی، ڈاکٹر، **تحقیق و تنقید کا زوال** ''ہماری زبان'' (نئی دہلی) جون ۱۹۹۶ء۔
- عبدالودود قاضی، **سائنٹفک تحقیق** ''طلوع اسلام'' (لاہور) فروری ۱۹۸۰ء۔
- عبدالودود، قاضی، **اردو میں ادبی تحقیق کے بارے میں**، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء (مرتّبہ)۔
- عبدالودود، قاضی، **تعیّن زمانہ**، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء (مرتّبہ)۔
- عبدالودود، قاضی، **اردو ادب اور تحقیق** ''فکر و نظر'' (کراچی) ستمبر ۱۹۵۹ء۔
- عبدالودود، قاضی، **صحتِ متن** ''تحریک'' (دہلی) ستمبر ۱۹۶۲ء۔
- عبدالودود، قاضی، **تحقیق پر پروشان** ''آج کل'' (دہلی) دسمبر ۱۹۶۵ء۔
- عثمانی، ابوالفیض، **راجھستان میں اردو تحقیق** ''تحریک'' (دہلی) جنوری ۱۹۷۸ء۔
- عزیز انصاری، **بھوپال میں اردو تحقیق** ''آج کل'' (دہلی) جنوری ۱۹۷۸ء۔
- عطاء الرحیم، سید، ڈاکٹر، **تحقیقی مقالہ کس طرح لکھا جائے؟** ''قومی زبان'' (کراچی) مارچ ۱۹۹۳ء۔
- عطاء الرحیم، سید، ڈاکٹر، **تحقیقی مقالات کی تکنیک: چند غور طلب باتیں** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء۔
- عظمٰی فرمان، ڈاکٹر، **اُردو کی ادبی تحقیق و تنقید میں خواتین کا حصہ**، کراچی یونیورسٹی پریس، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء۔
- عقیل الرحمٰن، مفتی، **مقالہ نگاری کے اصول مع رہنمائے مطالعہ**، مکتبہ ارسلان، اردو بازار کراچی، جولائی ۲۰۰۱ء۔
- عقیل سید، ڈاکٹر محمد، **تحقیق اور مواد کی فراہمی کا مسئلہ**، مشمولہ ''تنقید اور عصری آگہی'' بحوالہ: رفاقت علی شاہد ''تحقیق

شناسی''، القمر انٹر پرائز ز، لاہور۲۰۰۳ء۔

- عقیل، معین الدین ڈاکٹر، **رسمیاتِ مقالہ نگاری**، پاکستان سٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، ۲۰۰۹ء۔
- عقیل، معین الدین ڈاکٹر، **اردو تحقیق صورتِ حال اور تقاضے**، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء۔۔
- عقیل، معین الدین ڈاکٹر، **پاکستان میں اردو تحقیق موضوعات اور معیار**، (معروضات) ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۴ء۔
- عقیل، معین الدین ڈاکٹر، **جامعاتی تحقیق چند مسائل اور تجاویز**، مشمولہ ''تعلیم اسلامی تناظر میں'' انسٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء۔
- عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، **پاکستان میں اردو تحقیق، موضوعات اور معیار**، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۸۷ء۔
- عقیل، معین الدین ڈاکٹر، **جدید رسمیات تحقیق** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- عقیل، معین الدین ڈاکٹر، **جامعات میں تحقیق کا فروغ؛ ایچ ای سی کی مشکلات** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۶ء۔
- عقیل، معین الدین، ڈاکٹر، **تحقیقی مجلّوں کے معیار کا مسئلہ** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اگست ۲۰۰۶ء۔
- عقیلہ شاہین، ڈاکٹر، **تحقیق، ادبی تحقیق اور شعبۂ اردو اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور** ''قومی زبان'' (کراچی) اکتوبر ۱۹۹۳ء۔
- علمدار حسین، بخاری ڈاکٹر، **اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں میں تحقیق کے معیار کا تعین** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) ستمبر ۲۰۰۵ء۔
- عمر فاروق، ڈاکٹر کرنل (ر) غازی، **تحقیق کے اصول وضوابط (احادیث کی روشنی میں)**، فاران کیمونی کیشنز، لاہور، اگست ۱۹۹۸ء۔
- عندلیب شادانی، **ڈاکٹر سرقہ اور توارد**، مشمولہ ''تحقیق کی روشنی میں'' شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۳ء۔
- عندلیب شادانی، ڈاکٹر، **تحقیق اور اس کا طریق کار** ''صحیفہ'' (لاہور) جولائی ۱۹۶۵ء۔
- عندلیب شادانی، ڈاکٹر، **مواد، ہیت اور اسلوب** ''صحیفہ'' (لاہور) اپریل ۱۹۶۲ء۔
- غضنفر اقبال سہروردی **فہرست پی ایچ۔ڈی (شعبۂ اردو، ڈاکٹر باباصاحب امبیدکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد، مہاراشٹر)** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء۔
- غفور شاہ قاسم، **پاکستانی ادب، شناخت کی نصف صدی**، ریز پبلی کیشنز، راولپنڈی، اگست ۲۰۰۰ء۔

- غلام شبیر رانا، پروفیسر، ڈاکٹر، **اردو تحقیق پر ایک نظر** ''صحیفہ'' (لاہور) جولائی، دسمبر (شمارہ مسلسل ۱۸۳) ۲۰۰۵ء۔
- غلام شبیر رانا، پروفیسر، ڈاکٹر **تنقید اور تحقیق کا باہمی رشتہ** 'الاقرباء' (اسلام آباد) جنوری/مارچ (سالنامہ) ۲۰۰۵ء۔
- غلام کبریا، **تحقیق اور تحقیقی نتائج کی افادیت** 'اورنگ'' (کراچی) ستمبر تا نومبر ۱۹۸۳ء۔
- غلام مصطفیٰ، خان، **کچھ تحقیق کے متعلق** 'تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۷، ۱۹۹۳ء۔
- فاروقی احمد، صدیقی، **اُردو کی ادبی تحقیق میں فارسی کی اہمیت** ''کتاب نما'' (نئی دہلی) ستمبر ۱۹۹۲ء۔
- فتح محمد، ملک، **لسانی تحقیق کا سیاسی پہلو**، مشمولہ 'انداز نظر'' (از مصنف) ناشر: التحریر، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۰ء۔
- فرحت حسین، سید (مرتّب) **ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق**، ماہنامہ ''کتاب گھر'' جامعہ نگر، نئی دہلی، اپریل ۱۹۷۶ء۔
- فرزانہ بیگم، **شعبۂ عثمانیہ یونیورسٹی میں تحقیقی کام کی رفتار** ''کتابی دنیا'' (کراچی) اپریل مئی جون ۱۹۶۸ء۔
- فرمان، فتح پوری، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق اور اس کے مباحث و اقسام** ''تحقیق نامہ'' (لاہور) شمارہ نمبر ۴/۵، ۹۵۔۱۹۹۴ء
- فضل الرحمن ندوی، ڈاکٹر، **تحقیق متن کے اصول**، (ترجمہ) ''فکر و نظر'' (علی گڑھ) اپریل ۱۹۶۱ء۔
- فضل حق، ڈاکٹر (مرتّب) **فنِ خطاطی و مخطوطہ شناسی**، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، نئی دہلی، مئی ۱۹۸۲ء۔
- فضیلت رسول، **تحقیق کی شرائط۔۔محقق کے اوصاف** ''ماہ نو'' (لاہور) جولائی ۲۰۰۵ء۔
- فواد بیگ، **روایتِ متن کا تعیّن** 'المآس'' (خیر پور) شمارہ نمبر ۷۔۲۰۰۴ء۔
- فوزیہ اسلم، **تحقیق میں تنقید کی اہمیت** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جنوری ۲۰۰۵ء۔
- فہرستِ مقالات **فہرست پی ایچ۔ڈی ایوارڈ، جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی) شعبۂ اردو** 'اخبار اردو'' (اسلام آباد) جون ۱۹۹۷ء۔
- فہرست، **بھارت کی مختلف یونیورسٹیوں میں اردو میں تحقیق کی صورت حال** 'اخبار اردو'' (اسلام آباد) نومبر ۱۹۸۵ء۔
- قدرت نقوی، سید، **اصول تدوین کتب** 'اخبار اردو'' (اسلام آباد) جولائی ۱۹۹۸ء۔
- قدیر انجم، **تحقیق و تنقید کا باہمی رشتہ** ''ماہِ نو'' (لاہور) دسمبر ۲۰۰۴ء۔
- قدیر انجم، **مولوی عبدالحق۔تحقیق و تدوین** ''قومی زبان'' (کراچی) مئی ۲۰۰۵ء۔

- قمر الہدیٰ، ڈاکٹر فریدی، **علی گڑھ میں تدوین متن: معیار اور دائرۂ کار**، مشمولہ ''دانش گاہ علی گڑھ میں ادب'' مرتبہ پروفیسر خورشید احمد، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔۲۰۰۵ء۔
- کرن الطاف، **تدوین متن میں املا کے مسائل** ''الحمراء'' (لاہور) دسمبر ۲۰۰۵ء۔
- کلب عابد، مولانا، پروفیسر، **عماد التحقیق** ، شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔
- کلیم الحق، قریشی، ڈاکٹر، **یونیورسٹیوں میں تحقیق کی رفتار** ''معیارِ تحقیق'' (پٹنہ) شمارہ نمبر ۲، ۱۹۹۱ء۔
- کلیم اللہ، ڈاکٹر ساریو، **اُصول تحقیق**، حاجی امداد اللہ اکاڈمی، حیدر آباد، ۱۹۹۴ء (پمپلٹ)
- کمال احمد، صدیقی، ڈاکٹر **مخطوطہ شناسی استناد کا مسئلہ**، مشمولہ ''غالب کی شناخت'' غالب انسٹیٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء۔
- کمال احمد، صدیقی، ڈاکٹر، **مخطوطے کی پرکھ**، مشمولہ ''غالب کی شناخت'' غالب انسٹیٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء۔
- کوثر چاند پوری، **تنقید سے تحقیق تک**، مشمولہ ''فکر وشعور'' (از مصنف) مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال ۔۱۹۸۱ء (اشاعت اول)
- کوثر نیازی، **مسائل تحقیق** ''فکر ونظر'' (اسلام آباد) مئی ۱۹۷۶ء (یومِ تاسیس نمبر)
- گوپی چند نارنگ، پروفیسر، **جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ادبی وتحقیقی روایت** ''نگار پاکستان'' (کراچی) جولائی ۱۹۸۴ء۔
- گوپی چند، ڈاکٹر نارنگ، **اردو میں لسانیاتی تحقیق** ''نوائے ادب'' (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۰ء۔
- گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، **اردو تحقیق پر ایک مصاحبہ**، مشمولہ ''ادبی زاویئے'' (از مصنف) ناشر خود، اسلام آباد، دسمبر ۱۹۹۳ء۔
- گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، **پاکستان میں تحقیقی وسائل اور امکانات** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اپریل ۲۰۰۱ء۔
- گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، **تحقیقی طریقۂ کار** ''ہماری زبان'' (نئی دہلی) فروری ۱۹۸۷ء۔
- گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، **فن تدوین میں اقتباسات وکتابیات**، مشمولہ ''تحقیقی زاویئے'' (از مصنف) ناشر خود، اسلام آباد، نومبر ۱۹۹۱ء۔
- گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، **مجلس ترقی ادب کا دس سالہ تحقیقی کام** ''نیرنگ خیال'' (راولپنڈی) سالنامہ ۱۹۶۹ء۔
- گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، **متنی تحقیق یا متنی تنقید، چند مباحث** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **تحقیق کا فن**، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۹۰ء۔ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل ۱۹۹۰ء،

طبع دوم ۲۰۰۲ء۔

- گیان چند، ڈاکٹر، **تحقیق کی معروری** ''ہماری زبان'' (نئی دہلی) جولائی ۱۹۹۵ء۔
- گیان چند، جین، ڈاکٹر، **اُردو تحقیق**، مشمولہ ''آج کل اور اُردو ادب کے پچاس سال'' مرتبہ محبوب الرحمٰن ر ڈاکٹر ابرار رحمانی، پبلی کیشنز ڈویژن، نئی دہلی، فروری ۲۰۰۰ء۔
- گیان چند، جین، ڈاکٹر، **یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق** ''صبح'' (نئی دہلی) مئی ۱۹۶۶ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، جین، **اردو تحقیق میں غیر مسلموں کی خدمات** ''اردو ادب'' (نئی دہلی) شمارہ نمبر ۳/۴ ۔۱۹۷۳ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **اردو تحقیق پر ایک نظر** ''آج کل'' (دہلی) جنوری ۱۹۷۴ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **الحاق اور غلط انتسابات** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱، ۱۲۔ ۹۷۔۱۹۹۶ء (ماخوذ از تحقیق کا فن)
- گیان چند، ڈاکٹر، **تحقیق کے مسائل** ''نوائے ادب'' (بمبئی) اپریل ۱۹۶۹ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **حقائق** نیشنل آرٹ پریس، الہ آباد، ۱۹۷۸ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **طریقِ تحقیق پر دوسری نظر** ''چہار سو'' (راولپنڈی) مئی و جون ۲۰۰۳ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **ہندوستان میں اردو تحقیق، رفتار و معیار** ''اردو'' (کراچی) اکتوبر ۱۹۸۸ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **ہندوستان میں اردو تحقیق کی رفتار ایک جائزہ**، مشمولہ ''تجزیے'' (از مصنف) مکتبہ جامعہ لمٹڈ، نئی دہلی ۱۹۷۳ء۔
- گیان چند، جین ڈاکٹر، **تحقیق کے تقاضے**، مشمولہ ''تحریریں'' ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، ۱۹۶۴ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **کلاسیکی متن کی ترتیب** ''شب خون'' (الہ آباد) ستمبر ۱۹۶۷ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **اردو میں تحقیق و تدوین (۱۹۴۰ تا ۱۹۸۰ء)** ''علی گڑھ میگزین'' (علی گڑھ) شمارہ ۸۲۔۱۹۷۹ء۔
- گیان چند، ڈاکٹر، **ذکر و فکر** (مجموعۂ مقالات از مصنف) نیشنل آرٹ پرنٹرز، (الہ آباد) ۱۹۸۰ء (طبع اول)۔
- لغت نامہ، **''دهخدا''** (فارسی) از علی اکبر، تہران، آذر ماہ ۱۳۳۵ شمسی۔
- ماجد قاضی، **بمبئی یونیورسٹی میں اردو تحقیق کی رفتار و سمت** ''کتاب نما'' (نئی دہلی) جنوری ۲۰۰۶ء۔
- مالک رام، **اُردو میں تحقیق** ''قومی زبان'' (کراچی) شمارہ ۱، ۱۹۶۷ء۔

- مالک رام، **عصری تحقیق کے کچھ اصول** "شاعر" (بمبئی) شمارہ ۵/۶/۷، ۱۹۷۷ء (ہم عصر اردو ادب نمبر)
- ماہو، غلام عباس، **تحقیق و تدوین**، مکتبہ دانیال، لاہور، س ن۔
- مجتبیٰ حسین، **تحقیق سے تخلیق تک** "نگار پاکستان" (کراچی) سالنامہ ۱۹۶۳ء۔
- مجموعۂ مقالات، **حافظ محمود شیرانی، سیمینار کے مقالات**، بہار اردو اکادمی، پٹنہ، ۱۹۸۲ء۔
- محسنہ نقوی، ڈاکٹر، **اردو کا تحقیقی خاکہ** "اخبار اردو" (اسلام آباد) دسمبر ۲۰۰۲ء۔
- محمد ابرار احمد، آبی، **فن تحقیق اور اس کی اہمیت** "صحیفہ" (لاہور) جولائی / ستمبر ۲۰۰۱ء۔
- محمد احمد مرزا، **معاشرتی تحقیق**، پروگریسیو پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۹ء۔
- محمد اسلم سروہی، **معیاری تحقیقی مقالے کی خصوصیات** "قومی زبان" (کراچی) دسمبر ۱۹۹۸ء۔
- محمد اشرف کمال، **زبان، لسانیات اور تحقیق** "اخبار اردو" (اسلام آباد) جون ۲۰۰۲ء۔
- محمد حسن، پروفیسر، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کے بعض مسائل** "نوائے ادب" (بمبئی) اپریل / جولائی ۱۹۶۷ء۔
- محمد خادم، ڈاکٹر اشرف، **اصطلاحات تدوین متن** "تحقیق نامہ" (لاہور) ۲۰۰۴ء۔
- محمد خالد، پروفیسر ندیم، **اصول تحقیق و تدوین**، عبداللہ برادرز، لاہور، س ن۔
- محمد رضا، کاظمی، **اردو میں حاشیہ نگاری** "قومی زبان" (کراچی) جون ۱۹۹۰ء۔
- محمد سرور، **قلمی نسخوں کی تدوین** "کاوش" (لاہور) شمارہ نمبر ۲، ۱۹۹۲ء۔
- محمد شاہد پٹھان، **اردو تحقیق ۔۔ مسائل اور تجاویز** "کتاب نما" (نئی دہلی) مارچ ۱۹۹۸ء۔
- محمد علی اثر، ڈاکٹر، **ادبی تحقیق کے مسائل، دکنی ادب کے حوالے سے** "ہماری زبان" (نئی دہلی) اکتوبر ۱۹۹۶ء۔
- محمد علی صدیقی، ڈاکٹر، **علمی تحقیق اور میڈیا** "قلم قبیلہ" (کوئٹہ) شمارہ نمبر ۱ تا ۴، جلد ۷، ۹۷-۱۹۹۶ء۔
- محمد یوسف، **تحقیق اور اس کا طریق کار** "ملتان یونیورسٹی میگزین" (ملتان) شمارہ نمبر ؟ ۷۸-۱۹۷۷ء۔
- محمد باقر، پروفیسر ڈاکٹر، **حافظ محمود شیرانی؛ تحقیق کا طریق کار اور معیار** "اورینٹل کالج میگزین" (لاہور) جلد ۵۰، شمارہ مشترک ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹-۱۹۷۴ء۔
- محمد حسنین، **اردو تحقیق کی سمت و رفتار** "آج کل" (دہلی) نومبر ۱۹۷۳ء۔

- محمد عقیل، ڈاکٹر سیّد، **تحقیق اور مواد کی فراہمی کا مسئلہ** ''نقوش'' (لاہور) مئی ۱۹۶۷ء۔
- محمود الٰہی، ڈاکٹر، **اُردو میں جدید تحقیق کا آغاز** ''فکر و نظر'' (علی گڑھ) جولائی ۱۹۶۴ء۔
- محمود الٰہی، ڈاکٹر، **اُردو میں جدید تحقیق کا آغاز**، مشمولہ ''بازیافت'' بحوالہ: رفاقت علی شاہد ''تحقیق شناسی'' القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء۔
- محمود شیرانی، حافظ، **شہادتِ کلام** ''اردو'' (اورنگ آباد) اپریل ۱۹۲۲ء۔
- مرتبین ندارد، **جائزۂ آزمائش اور مبادیاتِ تحقیق**، وزارتِ تعلیم، اسلام آباد، ۹۹/۱۹۹۸ء۔
- مرتضیٰ الزبیری، **تاج العروس من جواہر القاموس** (جلد ۱۳)، بیروت (لبنان) ۱۴۱۴ھ (۱۹۹۴ء)
- مسعود نظامی، محمد، **بنیادی اور ثانوی مصادر کی تلاش میں محقق کی مشکلات** ''مجلہ تحقیق'' (لاہور) مسلسل شمارہ نمبر ۶۳، ۶۴، ۱۹۹۸ء۔
- مسعود ہاشمی، **تحقیق کیا ہے؟** مشمولہ ''بیسویں صدی میں اردو تنقید'' روزن پبلی کیشنز، گجرات، ۱۹۹۸ء۔
- مسعود ہاشمی، **تحقیق اور اصول تحقیق**، مشمولہ ''بیسویں صدی میں اردو تنقید'' روزن پبلی کیشنز، گجرات، ۱۹۹۸ء۔
- مشتاق احمد، وانی، **ادبی تحقیق میں بددیانتی** ''شاعر'' (بمبئی) فروری ۲۰۰۳ء۔
- مصطفی خان، غلام، **تحقیق کے بنیادی لوازم**، (فن تحقیق کی تلخیص) ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۱، ۱۹۸۷ء۔
- مصطفی خان، غلام ڈاکٹر **فنِ تحقیق** ''نقوش'' (لاہور) جنوری ۱۹۶۶ء۔
- مظفر اقبال، **ادبی تحقیق ایک مستقل فن** ''ہماری زبان'' (علی گڑھ) فروری ۱۹۶۹ء۔
- مظفر علی، سیّد، **تنقید اور تحقیق میں ربط باہم** ''ادب لطیف'' (لاہور) جلد نمبر ۵۶، شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲-۱۹۸۶ء (گولڈن جوبلی نمبر)
- مظفر علی سیّد، **اُردو ادب اور تحقیق** ''نقوش'' (لاہور) اگست ۱۹۶۰ء۔
- مظہر محمود، شیرانی، ڈاکٹر **محمود شیرانی کا تحقیقی طریق کار** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۵، ۱۹۹۱ء۔
- معروضات، **پاکستان میں ادبی تخلیق و تحقیق** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) دسمبر ۱۹۸۲ء۔
- معین الرحمن سید، ڈاکٹر، **تحقیق اور موضوع تحقیق** ''تحقیق نامہ'' (لاہور) شمارہ نمبر ۵، ۹۶-۱۹۹۵ء۔

- معین الرحمن، ڈاکٹر، سید، **پاکستانی جامعات میں اردو تحقیق کے پچیس سال رفتار اور معیار (۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۲ء)** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اپریل ۱۹۸۳ء۔
- معین الرحمن، سید ڈاکٹر، **پاکستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کی روایت اور صورت حال** ''تحقیق نامہ'' (لاہور) شمارہ نمبر ۳۔ ۹۳۔ ۱۹۹۲ء۔
- معین الرحمن، ڈاکٹر سید، **اردو تحقیق یونیورسٹیوں میں**، یونیورسل بکس، لاہور، جنوری ۱۹۸۹ء۔
- معین الرحمن، سید، ڈاکٹر، **اُردو تحقیق کی روایت اور صورت حال** ''اردو نامہ'' (کراچی) مارچ ۱۹۹۳ء۔
- مقصود ایس۔ اے حسنی، **اچھے تحقیقی مقالے کے خصائص** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۱۹۸۲ء۔
- مقصود حسنی، **اصول اور جائزے** قصور پاکستان، ۱۹۹۸ء۔
- مقصود، ایس۔ اے حسنی، **تحقیقی مقالہ میں حواشی کی اہمیت** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) دسمبر ۱۹۹۱ء۔
- ملک حسن اختر، **تحقیق وتنقید** ''ادب لطیف'' (لاہور) شمارہ ۹/۱۰، ۱۹۶۶ء۔
- منقا د احمد فیضی، **اسالیب تحقیق (اسلامیات)**، ایورنیو بکس پیلس، لاہور، س ن۔
- موسیٰ، محمد ملک/شازیہ رشید، **تعلیمی تحقیق**، شمس آباد، ملتان، ۲۰۰۳ء۔
- ناز، ڈاکٹر ایس ایم، **اُردو میں فنی تدوین**، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء۔
- نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر، **اُردو زبان وادب کے تحقیق طلب میدان** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ا، جون ۲۰۰۲ء۔
- نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر، **متن کی ترتیب، تدوین اور تشریح** ''آج کل'' (دہلی) جولائی ۲۰۰۲ء۔
- نثار احمد، ڈاکٹر زبیری، **تحقیق کے طریقے** فضلی سنز پرائیویٹ لمٹڈ، کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء۔
- نثار احمد، ڈاکٹر قریشی، **شخصیات پر تحقیقی مقالہ جات اور تحقیق کے تقاضے** ''اردو ادب'' (اسلام آباد) ستمبر/اکتوبر (شمارہ مشترک) ۱۹۹۵ء۔
- نثار احمد، ڈاکٹر قریشی، **تحقیق میں زبان واسلوب کی اہمیت** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
- نثار احمد، **شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی کے تحقیقی مقالات**، (اشاریہ) ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر ۱۴۔ ۲۰۰۶ء۔
- نثار احمد، قریشی ڈاکٹر، **تحقیق کی زبان واسلوب** ''نیرنگ خیال'' (راولپنڈی) اگست ۱۹۹۵ء۔

- نثار چوہدری، **تحقیق کے بنیادی تصورات** ''اردو بک ریویو'' (نئی دہلی) اپریل/مئی۔۱۹۹۶ء۔
- نجم الاسلام، ڈاکٹر، **کچھ منسوبات کچھ تحقیق منسوبات کے بارے میں** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱،۱۲۔ ۹۷۔۱۹۹۶ء۔
- نجم الاسلام (تعارف وترجمانی) **مسئلہ ملکیتِ تصنیف کے بارے میں رچرڈ ایلٹک کی تصریحات** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱،۱۲۔ ۹۷۔۱۹۹۶ء۔
- نجم الاسلام، ڈاکٹر، **تحقیق کی چند تعریفات**، (ترجمہ) ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر۲، (اکتوبر) ۱۹۸۸ء۔
- نجم الاسلام، ڈاکٹر، **رسمیات مقالہ نگاری** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر۱، مئی ۱۹۸۷ء۔
- نجم الاسلام، ڈاکٹر، **مشکوک ادبی دستاویزات کی چھان بین کا ایک سائنسی طریقہ**، (ترجمہ از نارمن ایچ میکنزی) ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر۱، مئی ۱۹۸۷ء۔
- نجم الاسلام، ڈاکٹر، **ہمارا قدیم طرزِ تحقیق** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ نمبر۱، مئی ۱۹۸۷ء۔
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **تصحیح وتحقیقِ متن**، شعبۂ اردو بمبئی یونیورسٹی، بمبئی، ۱۹۸۸ء۔
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **غلط انتسابات سے متعلق محمود شیرانی کی تحقیقات** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱،۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء۔
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **مخطوطات شناسی میں املائی خواص** ''خدا بخش لائبریری جرنل'' (پٹنہ) ۔۱۹۸۰ء۔
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **تحقیق اور تصحیح متن کے مسائل** ''نقوش'' (لاہور) شمارہ۔۹۷، مارچ ۱۹۶۳ء۔
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **تدوینِ متن** '' آج کل'' (نئی دہلی) ۱۹۷۰ء۔
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **قدیم متون میں تصرفات وتحریفات کے وجوہ** ''تحقیق'' (جام شورو) شمارہ مشترک ۱۱،۱۲۔ ۹۷۔ ۱۹۹۶ء۔
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **متون کی تصحیح وتنقید میں تخریج وتعلیقات کی اہمیت** ''غالب نامہ'' (نئی دہلی) جنوری ۱۹۸۷ء (قاضی عبدالودود نمبر)
- نذیر احمد، ڈاکٹر، **تاریخی تحقیق کے بعض بنیادی مسائل راصول** ''علی گڑھ میگزین'' (علی گڑھ) شمارہ ۱، ۱۹۵۹ء۔
- نسرین زہرا، پروفیسر، **فرضیات اردو تحقیق** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۳ء۔

- نسیم فاطمہ، **ادبی تحقیق اور کتب خانے** ''قومی زبان'' (کراچی) اگست ۱۹۸۱ء۔
- نسیم فاطمہ، **علم کتب خانہ واطلاعات** (از مصنفہ) ادارہ فروغ کتب خانہ جات، کراچی، ۱۹۸۵ء۔
- نشتر، محمد اسلام، **اردو میں سائنسی کتب: تصنیف و تدوین کے مسائل** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) مارچ ۱۹۹۱ء۔
- نظام الدین، ڈاکٹر گوریکر، **اردو تحقیق کی رفتار جامعہ بمبئی میں** ''نوائے ادب'' (بمبئی) اکتوبر ۱۹۷۸ء۔
- نظیر صدیقی، **تحقیق و تنقید کا ربط** ''نو نیرنگ خیال'' (راولپنڈی) ستمبر ۱۹۹۵ء۔
- نعمت الحق، ڈاکٹر، **لسانیاتی تحقیق، مسائل ومباحث** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۲، ۲۰۰۳ء۔
- نعیم احمد، ڈاکٹر، **علی گڑھ اور اردو تحقیق کی روایت**، مشمولہ ''دانش گاہ علی گڑھ میں ادب'' مرتبہ پروفیسر خورشید احمد، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ ۲۰۰۵ء۔
- نعیم الدین، محمد، **شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ کے تحقیقی مقالات** ''سب رس'' (کراچی) مئی ۱۹۸۶ء۔
- نقوی، محمد رضا، **محقق کے مسائل کے حل میں لائبریری کا کردار** ''علم کی روشنی'' (اسلام آباد) جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۲۔ ۲۰۰۵ء۔
- نگہت فرید، **اردو میں تحقیق اور اس کے کچھ مسائل** ''صبح'' (نئی دہلی) جولائی ۱۹۶۶ء۔
- نگیندر، پروفیسر، **تحقیق و تنقید** ''آج کل'' (دہلی) دسمبر ۱۹۶۴ء۔
- نوازش علی، ڈاکٹر **فراق شناسی اور تحقیق کے مسائل** ''تخلیقی ادب'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱۔ ۲۰۰۴ء۔
- نور محمد خان، ڈاکٹر مہر، **تحقیقی مقالے کی خصوصیات** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۱، جون ۲۰۰۲ء۔
- نور محمد خان، مہر ڈاکٹر، **علامہ اقبال کے فارسی متون پر تحقیق کے مسائل** ''دریافت'' (اسلام آباد) شمارہ نمبر ۴، ستمبر ۲۰۰۵ء۔
- نور الاسلام، ڈاکٹر محمد، **قاضی عبدالودود کی علمی اور ادبی خدمات**، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۵، ۲۰۰۰ء۔
- نور الاسلام صدیقی، **ریسرچ کیسے کریں؟**، شاد پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء۔
- نورینہ تحریم بابر، **اردو تحقیق روایت اور امکانات** ''قومی زبان'' (کراچی) مارچ ۲۰۰۳ء۔
- نورینہ تحریم، بابر، **علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں اردو تحقیق**، (آخری قسط) ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) اگست ۱۹۹۸ء۔
- وارث خان، محمد، **شعبۂ اردو کی تاریخ اور خدمات**، یونیورسٹی پبلشرز، پشاور۔ مارچ ۲۰۰۷ء۔
- وارث خان، محمد، **شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی کے تحقیقی مقالات** ''اخبار اردو'' (اسلام آباد) جولائی و اگست ۲۰۰۳ء۔

- وارث سرہندی، **تحقیق و تنقیح** "فنون" (لاہور) نومبر دسمبر ۱۹۶۹ء۔
- وحید قریشی، ڈاکٹر، **تحقیق کے تقاضے** "صحیفہ" (لاہور) اکتوبر ۱۹۶۸ء۔
- وحید قریشی، ڈاکٹر، **ہندوستان میں اردو تحقیق کے دس سال (۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۸ء)**، مشمولہ "مقالاتِ تحقیق" (از مصنف) مغربی پاکستان اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۸ء۔
- وسیم انجم، ڈاکٹر محمد، **اقبالیاتی تحقیق**، انجم پبلشرز، راولپنڈی، ۲۰۰۷ء۔
- وفا راشدی، ڈاکٹر **مخطوطات کا حصول و تحفظ** "اردو نامہ" (کراچی) جولائی واگست ۱۹۹۹ء۔
- وہاب اشرفی، **آگہی کا منظر نامہ**، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء۔
- وہاب اشرفی، **تاریخ ادب اردو**، (جلد دوم) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۷ء۔
- وہاب اشرفی، **تحقیق و تنقید کا باہمی رشتہ** "آج کل" (دہلی) جولائی ۱۹۷۴ء۔
- ہاشم، سید محمد، **اردو تحقیق و تدوین کے پچیس سال** "علی گڑھ میگزین" (علی گڑھ) شمارہ ۸۲۔۱۹۷۹ء۔
- ہاشم، سید محمد، **تحقیق و تدوین**، شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔
- ہاشم، سید محمد، **متن کی تصحیح کا طریقہ** "علی گڑھ میگزین" (علی گڑھ) شمارہ نمبر ۷۷، ۱۹۷۶ء۔
- یاسین، ڈاکٹر محمد، **تقابلی ادب میں تحقیق** "الفاظ" (علی گڑھ) جولائی واگست ۱۹۷۷ء۔
- یحییٰ سید، **اُردو میں تحقیق** "ہماری زبان" (نئی دہلی) ستمبر ۱۹۸۷ء۔
- یوسف خشک، ڈاکٹر محمد، **ادب، ادبی تحقیق اور اکیسویں صدی** "اخبار اردو" (اسلام آباد) اکتوبر ۲۰۰۲ء۔